اسلامی پردہ کے دلائل، مسائل اور منکرینِ پردہ کے
اعتراضات کے جوابات پر مشتمل تحقیقی مجموعہ رسائل و مقالات

بنام

اِسلام میں پردہ کی اہمیّت

مرتب

میثم عباس قادری رضوی

اِسلامی پردہ کے دلائل، مسائل اور منکرینِ پردہ کے
اعتراضات کے جوابات پر مشتمل تحقیقی مجموعہ بنام

اسلام میں پردہ کی اہمیت

مرتب
میثم عباس قادِری رضوی

شرفِ انتساب

اس مجموعہ کا انتساب عظیم صحابیہ حضرت سیّدَتُنا اُمِّ خلاّد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، جن کا بیٹا جنگ میں شہید ہو گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہید بیٹے کے متعلق معلومات لینے کے لیے چہرے پر نقاب ڈالے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں، وہاں کسی نے حیرت سے کہا: آپ نے ابھی بھی نقاب ڈال رکھا ہے؟۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: میں نے بیٹا ضرور کھو یا ہے لیکن حیا نہیں کھوئی۔ (ابوداؤ شریف، کتاب الجہاد، باب فضل قتال الروم علی غیرھم من الامم) اللہ کریم تمام مسلمان عورتوں کو حضرتِ اُمِّ خلاد جیسی حیاء نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

میثم عباس قادری رضوی

اس مجموعہ میں شامل رسائل کے نام

ے

۱۔ ''مُروج النّجا لِخُروجِ النِّسَاء''

مؤلف

شیخ الاسلام والمسلمین امامِ اہلِ سنت مجددِ دین وملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری

حافظ امام احمد رضا خان قادری برکاتی حنفی بریلوی

المعروف بہ محقق ومحدث بریلوی رَحمَۃُ اللہِ تعَالٰی عَلَیۡہِ

ے

۲۔ ''جُمَلُ النُّوۡرِ فِی نَھۡیِ النِّسَآءِ عَنۡ زِیَارَۃِ الۡقُبُوۡرِ''

((نور کے جملے، عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکنے کے بارے میں))

مؤلف

شیخ الاسلام والمسلمین امامِ اہلِ سنت مجددِ دین وملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری

حافظ امام احمد رضا خان قادری برکاتی حنفی بریلوی

المعروف بہ محقق ومحدث بریلوی رَحمَۃُ اللہِ تعَالٰی عَلَیۡہِ

ے

۳۔ عورت کا نامحرم مَرد سے بلاضرورتِ شرعیہ بات کرنا ازروئے قرآن حرام ہے

از: مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشہ اہلِ سنت امام المناظرین فاتح مذاہبِ باطلہ حضرت علامہ ابوالفتح حافظ قاری محمد حشمت علی خان قادری رضوی لکھنوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ

ے

۴۔ ''الدلائل السنیہ فی تقدیر شعور النساء و الحجاب الشرعیہ''

مؤلف

خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا مفتی دیدار علی شاہ محدث الوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ

ے

۵۔ ''القول الصواب فی مسئلۃ الحجاب''

مؤلف خلیفۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (سابق ناظم مرکزی حزب الاحناف، لاہور)

ے

۶۔ ''عورت اور پردہ اسلام کی نگاہ میں''

مؤلف مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

ے

۷۔ ’’گریجوایٹ خاتون اور مولانا‘‘

مؤلف مفسرِ قرآن حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

ے

۸۔ ’’فتویٰ عصمت پناہ، پردہ کا شرعی حکم‘‘

از قلم مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی

ے

۹۔ ’’پردہ کیا ہے؟‘‘

مؤلف حضرت مولانا انور نظامی مصباحی مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی

ے

۱۰۔ ’’پردہ اسلامی غیرت کا اظہار‘‘

مؤلف مولانا حافظ خلیل احمد سلطانی

ے

۱۱۔ ’’حجاب‘‘

مؤلف مولانا قاری محمد طیب نقشبندی

ے

۱۲۔ ”اسلامی پردہ“

مؤلف مولانا عبداللطیف مجددی

ے

۱۳۔ ”پردہ“ (تلخیص شدہ)

مؤلف مولانا محمد صالح نقشبندی

ے

۱۴۔ ”عورت اور آزادی“

مصنف غلام مصطفی قادری رضوی، مدرسہ مدینۃ العلوم، پھول پورہ، باسنی۔ ضلع ناگور (راجستھان)

ے

۱۵۔ ”زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کی بے پردگی“

مؤلف میثم عباس قادری رضوی

ے

ترتیب

پردہ کیا ہے؟ ۲۳۷

حجاب

اسلامی پردہ ۴۲۹

پردہ ۴۵۷

ے

عرضِ مرتب

تمام تعریفیں اُس پاک وبرتر پروردگار کے لیے ہیں جو اِس جہان کا خالق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہی عبادت کے لائق ہے۔اور بے شمار درودوسلام ہوں ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو سب کے لیے رحمت بن کر آئے۔

آج کل بے پردگی عام ہے،خوش نصیب ہیں وہ مسلمان عورتیں جو اس دور میں بھی اسلامی پردہ کی سختی سے پابندی کرتی ہیں، اللہ کریم ان کو استقامت دیے رکھے، اور جو بے پردگی میں مبتلا ہیں ان کو پردہ کا پابند بنائے۔اس کتاب میں اِسلامی پردہ کے ثبوت پر دلائل، مسائل اور منکرینِ پردہ کے شُبہات کا جواب یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔کتاب کے مطالعہ سے پہلے یہ گذارشات ملاحظہ فرمالیں۔

ضروری نوٹ:

۱۔اس مجموعہ میں شامل تحریرات کے محرّرین نے کچھ مقامات پر الفاظ قوسین ( ) میں نقل کیے ہیں، راقم نے جو وضاحتی الفاظ اپنی طرف سے شامل کیے ہیں ان کو ڈبل قوسین (( )) میں درج کیا ہے تا کہ فرق رہے۔

۲۔اس مجموعہ میں شامل کتاب ''پردہ'' (مؤلف مولانا محمد صالح نقشبندی) کی تلخیص کردی گئی ہے۔اس کے علاوہ ''گریجوایٹ خاتون اور مولانا'' (مؤلف مفسرِ قرآن حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری)، ''حجاب'' (مؤلف

مولانا طیب نقشبندی) اور ’’پردہ کیا ہے؟‘‘ (مؤلف مولانا انور نظامی) کے کچھ مقامات پر عبارات چھوڑ کر نقطے لگا دیے گئے ہیں۔

۳۔ کتاب کو عجلت میں ترتیب دیا گیا ہے، اس لیے اگر اس میں کمپوزنگ کی اغلاط نظر آئیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔

۴۔ کسی بھی مؤلف کے ذاتی تفرد یا خلاف اہلِ سنت نظریہ سے راقم پیشگی برأت کا اظہار کرتا ہے۔

۵۔ سیّدی اعلیٰ حضرت کی کتاب ’’جُمَلُ النُّوْرِ فِی نَھْیِ النِّسَآءِ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ‘‘ کی تخریج و ترجمہ عربی فارسی عبارات، ’’دعوتِ اسلامی‘‘ کے شعبہ ’’المدینۃ العلمیۃ‘‘ نے کیا تھا، اس تخریج و ترجمہ کو اس نسخہ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

اظہارِ تشکّر: اس مجموعہ کے لیے محترم محمد ابرار قادری اور بالخصوص مرتب و ناشر کُتُبِ کثیرہ محترم رانا محمد نعیم اللہ خان صاحب (کامونکی) کا شکر گزار ہوں جنہوں نے متعدد کتب اس مجموعہ میں شامل کرنے کے لیے دیں۔

دُعا ہے اللہ کریم اس مجموعہ کو مسلمانوں کے لیے نافع بنائے اور اس خدمت کو قبول فرما کر میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

جولائی ۲۰۱۸ء/شوال المکرم ۱۴۳۹ھ

ے

اس رسالہ ہدایت قبالہ میں بادلۂ کافیہ ودلائلِ شرعیہ وروایاتِ فقہیہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت اپنے محارم یا غیر محارم کے یہاں جا سکتی ہے یا نہیں، اور جا سکتی ہے تو کس صورت میں۔ آج وہ لوگ جو پردے کی مخالفت کر رہے ہیں اس رسالہ کو دیکھیں اور اپنے خیالات کی اصلاح کریں اور اندازہ کریں کہ شریعتِ مطہرہ نے بقائے ناموس کے لئے پردہ کو کیسا لازم کر دیا ہے۔

مسمّٰی بہ اسم تاریخی

مُروج النّجا لِخُروجِ النِّسَاء

مؤلف

شیخ الاسلام والمسلمین امامِ اہلِ سنت مجددِ دین وملت حضرت علامہ مولانا

مفتی قاری حافظ **امام احمد رضا خان قادری** برکاتی حنفی بریلوی

المعروف بہ محقق ومحدث بریلوی **رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیہِ**

ے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسائلِ ذیل میں:

(۱) عورات کو اُس مکان میں جہاں محارم وغیر محارم مرد اور عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد وعورت ہیں وہاں عورت کو کسی تقریب، شادی یا غمی میں برقع کے ساتھ جانا اور شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جس مکان میں مالک نامحرم ہے لیکن اُس جلسہ عورات میں نہیں ہے اور اُس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جورو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں مگر اُس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) ایسے گھر کہ جس کا مالک نامحرم ہے مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اُس گھر میں عورات اُس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اُس

عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اُس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم ہیں تو جانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالانکہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں ایک اُس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نامحرم ہے تو اُس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکور الصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین وغیر پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم اور غیر محارم ہیں مگر یہ عورت نامحرم مرد سے چادر وغیرہ سے پردہ کیے اُن عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیاتِ شرعیہ ہو رہے ہیں اُس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح سے جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اُس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آ رہی ہے گو اس آواز وغیرہ ناجائز امور سے اُسے کچھ حظ بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اُس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اُس گھر کے لوگ ان عورات کے نامحرم ہیں تو اُس کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۴) شقوق مذکور الصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں اُن میں سے کسی شِق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں؟

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس و محافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ

کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع وعدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے۔

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورات محارم وغیر محارم کا ہو اور عورات محارم و نا محارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مَردوں کا بھی ہر قسم کے اُسی مکان میں عورت سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سنتی ہیں اور ایسے مکان میں مجلسِ وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلاۃ و السلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجنے سے کیا محظورِ شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زمانہ مکانات میں کیسا ہے اور اُس ذاکر یا واعظ کو اپنے محارم یا غیر محرام کے ایسے مکان میں جانا چاہیئے یا نہیں، فقط ۔بینوا توجروا عند اللہ الوھاب۔ مقصودِ سائل عوراتِ محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ بَینوا توجروا۔

الجواب: صورِ جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اُصول وفوائد ملحوظِ خاطرِ عاطر رہیں کہ بعونہ غرمجدہ شقوقِ مذکورہ وغیر مزبورہ سب کا بیانِ مبین اور فہمِ حکم کے مؤید و معین ہوں و باللہ و التوفیق۔

اَوّل: اصلِ کُلّی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس اُن کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو، مجمعِ فساق نہ ہو، تقریب ممنوعِ شرعی نہ ہو، ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو، زنانِ فواحش و بے باک کی صحبت نہ ہو، چوبے شربت کے شیطانی گیت نہ ہوں، سمدھنوں کی گالیاں سننا سنانا نہ ہو، نامحرم دولہا کو دیکھنا دِکھانا نہ ہو، رتجگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

دُوم: اجانب کے یہاں جہاں کے مَرد وزن سب اس کے نامحرم ہوں، شادی،

غمی، زیارت، عیادت اُن کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ شوہر کے اِذن سے۔ اگر اِذن دے گا خود بھی گنہگار ہوگا سوا چند صورِ مفصلہ ذیل کے اور اُن میں بھی حتی الوسع تستر وتحرز اور فتنہ سے تحفظ فرض۔

سوم۔ کسی کے مکان سے مراد اُس کا مکانِ سکونت ہے نہ مکانِ ملک، مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے، جانا جائز، بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے جانا ناجائز۔

چہارم: محارم میں مَردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ (۱) جزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ کسی صورت سے حلت نہیں ہوسکتی، نہ بہنوئی یا پھوپھا یا خالو کہ بہن، پھوپھی، خالہ کے بعد اُن سے نکاح ممکن، علاقہ جزئیت رضاع ومصاہرت کو بھی عام مگر زنانِ جوان خصوصاً حسینوں کو بِلاضرورت اُن سے احتراز ہی چاہیے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کو آریوں ((کنواریوں)) سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اُتنا خوف، نہ اُس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب، نہ عامہ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زائد، لیس الخبر کالمعاینۃ ((یعنی دیکھا اور سُنا برابر نہیں ہوسکتا)) تو ان میں موانع ہلکے اور متقضے بھاری اور صلاح وتقوی پر اعتماد سخت غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرسکتا اور کرے تو جھوٹا اذلا حول ولا قوۃ الا باللہ نہ کہ عورت جو عقل ودین میں اس سے آدھی اور رغبتِ نفسانی میں سوگنی ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو ایک آگے ایک پیچھے تقبل شیطان وتدبر شیطان۔ والعیاذ باللہ العزیز الرحمٰن اللھم انی اسئالک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والآخرۃ لی وللمؤمنین والمؤمنات جمیعًا آمین۔

---

(۱) اراد الحد المتفق علیہ من ائمتنا تاحترز بہ عن اللعان عند ابی یوسف فانہ عندہ حرمتہ ابدیۃ۔ ۱۲ مِنہٗ

پنجم: محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرامِ ابدی ہو، ایک جانب سے جریان کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم نامحرم ہی ہیں کہ اُن میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے، سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حرمتِ اَبدیہ ہے کہ وہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے مگر ماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب وہ اس کے باپ کی کوئی نہیں۔

ششم: رہے وہ مواضع جو محارم واجانب کسی کے مکان نہیں اگر وہاں تنہائی وخلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر ومحارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید وحفاظت ہے کہ ستر وتحفظ پر ایمان حاصل اور اندیشہ ہائے فتنہ یکسر زائل تو یوں بھی حرج نہیں، اس قید کے بعد استثناء یک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مردِ محرم، عاقل، بالغ، قابلِ اعتماد حرام ہے اگرچہ محلِ خالی کی طرف، وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقامِ دُور کو جانا اندیشۂ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید اس کے اخراج کو کافی اور اگر جمع محلِ جلوت ہے تو بے حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصاً جہاں فضولیات وبطالات وخطیات وجہالت کا جلسہ ہو۔ جیسے سیر وتماشے، باجے تاشے، ندیوں کے پن گھٹ، ناؤ چڑھانے کے جھمگٹ، بینظیر کے میلے، پھول والوں کے جھمیلے، نوچندی کی بلائیں، مصنوعی کربلائیں، علم تعزیوں کے کاوے، تخت جریدوں کے دھارے، حسین آباد کے جلوے، عباسی درگاہ کے بلوے، ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں نہ کہ یہ نازک شیشیاں جنہیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا: رویدک انجشة رفقاء بالقواریر اور محلِ حاجت میں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرط تستر وتحفظ وتحرز فتنہ اجازت یک روزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظ مذکور کی حاجت۔

ہفتم: یہ اور وہ سب یعنی مکانِ غیر وغیرِ مکان میں جانا بشرائطِ مذکورہ جائز ہونے کی نوصورتیں ہیں۔ قابلہ، غاسلہ، نازلہ، مریضہ، مضطرہ، حاجہ، مجاہدہ، مسافرہ، کاسبہ۔

قابلہ: یہ کہ کسی عورت کو دردِ زہ ہو، یہ دائی ہے۔

غاسلہ: جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے، اِن دونوں صورتوں میں اگر شوہردار ہوتو اِذنِ شوہر ضرور، جبکہ مہر معجّل نہ ہو یا تھا تو پا چکی۔

نازلہ: جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے اور خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام نہیں نکل سکتا۔

مریضہ: کہ طبیب کو بُلا نہیں سکتی، نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے، اسی طرح زچہ ومریضہ کا علاجاً حمام کو جانا جبکہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔ مضطرہ کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے، غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظِ دین یا ناموس یا جان کے لئے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن واماں میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضوشق نفس اور مال اُس کا شقیق ہے۔

حاجہ: ظاہر ہے۔

اور

زائرہ: اُس میں داخل کہ زیارتِ اقدس حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تتمۂ حج بلکہ متممۂ حج ہے۔

مجاہدہ: جب عیاذاً باللہ، عیاذاً باللہ، عیاذاً باللہ اسلام کو حاجت اور بحکمِ امام نفیرِ عام کی نوبت ہو، فرض ہے کہ ہر غلام بے اذنِ مولیٰ، ہر پسر بے اذنِ والدین، ہر پردہ نشین بے اِذنِ شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعتِ جہاد وسلاح وزاد ہو۔

مسافرہ: جو عورت سفرِ جائز کو جائے مثلاً والدین مدتِ سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دُور نوکر ہے اپنے پاس بلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سرا وغیرہ میں اُترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ: عورت بے شوہر ہے یا شوہر بے جوہر کہ خبر گیری نہیں کرتا، نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے، نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت، نہ بیت المال منتظم، نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت، نہ محارم کے یہاں ذریعہ خدمت نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے نکاح کی رغبت، تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ وتحرز اجانب ((اجنبیوں)) کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آکر کرلے جیسے سینا پینا، ورنہ اُس گھر میں نوکری کرے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے ورنہ جہاں کا مرد متقی، پرہیزگار ہو اور ساٹھ ستر برس کی پیرزال بدشکل کریہہ المنظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ: ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں شاہدہ، طالبہ، مطلوبہ۔

شاہدہ: وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رُویتِ ہلالِ رمضان وسماعِ طلاق وعتق وغیرہا میں شہادت ہو اور ثبوت اُس کی گواہی وحاضری دار القضاء پر موقوف، خواہ بشرطِ مذکور کسی حق العبد مثل عتق غلام ونکاح ومعاملاتِ مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول مامول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آسکے۔

طالبہ: جب اُس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعویٰ نہیں ہوسکتا۔

مطلوبہ: جب اس پر کسی نے غلط دعویٰ کیا اور جوابدہی میں جانا ضرور۔

یہ صورتیں بھی علماء نے شمار فرمائیں، مگر بحمد اللہ تعالیٰ پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ اُن کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکمِ شرع کا خود آکر، نائب بھیج کر

اُن سے شہادت لینا معمول، یہ بیان کافی وصافی، بحمد اللہ تعالیٰ تمام صُوَر کو حاوی ووافی بعونہ تعالیٰ۔ اب جوابِ جزئیات ملاحظہ ہو۔

جواب سوال اول: وہ مکانِ محارم ہے یا مکانِ غیر یا غیرِ مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجتِ شرعیہ داعی یا نہیں، سب صُوَر کا مفصل بیان مع شرط و مستثنیات گزرا۔

جواب سوال دوم: اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصور استثنا۔

جواب سوال سوم: زنِ محرم کے یہاں اُس کی زیارت، عیادت، تعزیت کسی شرعی حاجت کے لئے جانا بشرائطِ مذکورۂ اصل کتب اوّل جائز، مگر معتمدہ مثل مجموع النوازل وخلاصہ وفتح القدیر وبحر الرائق واشباہ وغمز العیون وطریقۂ محمدیہ ودُرمختار وابو السعود وشرنبلالیہ وہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلماتِ ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقاً ممانعت ہے۔ اگرچہ محارم کے یہاں علامہ احمد طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفی رحمتی وعلامہ محمد شامی نے اسی کا استظہار کیا اور یہی مقتضی ہے حدیث عبد اللہ بن عمرو وحدیث خولہ بنت النعان وحدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنھم کا فلتنظر نفس ماذا تزی اور اگر شادیاں اُن فواحش ومنکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصلِ اوّل میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہر حال اس سے روک سکتا ہے جبکہ مہر معجّل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب سوال چہارم: نہ مگر باستثناءِ مذکور۔

جواب سوال پنجم: وہ مکان اگر اُس زنِ محرم کا مسکن ہے تو اُس کے پاس جانا تفصیل مذکور جوابِ سوم پر ہے، ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع وممنوع مل کر نا ممنوع نہ ہوں گے۔

جوابِ سوال ششم: اگر وہ مکان اُن زنانِ محارم کا ہے تو جواب، جوابِ سوم ہے کہ گزرا اور نہ جوابِ ہفتم، کہ آتا ہے۔

جوابِ سوالِ ہفتم: **اللّٰھم اِنِی اَعُوذُبِک من الفتن والآفات وعوار العورات**۔ یہ مسئلہ مکانِ اجانب میں اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے۔ علمائے کرام نے مواضعِ استثناء ذکر کر کے فرما دیا: **الافیما عداذلک وان اذن کان عاصین منه** "ان کے ماورا میں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار"۔ اس نفی کا عموم سب کو شامل، پھر اُن مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی اور اس کی مثال خانیہ وغیرہا میں خالہ وعمہ وخواہر سے دی نیز علماء نے قابلہ وغاسلہ کا استثناء کیا اور پھر ظاہر کہ وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس، اگر زنانِ اجنبیہ کے پاس جانا مواضع استثناء سے مخصوص نہ ہوتا استثناء میں مادر وخالہ وخواہر وعمہ وقابلہ وغاسلہ کے ذکر کے کوئی معنے نہ تھے۔ احادیثِ ثلاثہ مشار الیھا میں ارشاد ہوا: عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں۔ حدیثِ اولین میں اُس کی علت فرمائی کہ: "جب وہ اکٹھی ہوتی ہیں تو بے ہودہ باتیں کرتی ہیں"۔ حدیث ثالث میں فرمایا: "اُن کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے "صیقل گر" نے لوہا تپایا، جب آگ ہوگیا کوٹنا شروع کیا، جس چیز پر اُس کا پھول پڑا جلا دی"۔ **رواھن جمیعا الطبرانی فی الکبیر**۔ عورتیں کہ بوجہ نقصانِ عقل ودین سنگدل اور امرِ حق سے کم منفعل ہیں **ولذا لم یکمل منھن الاقلیل** لوہے سے تشبیہ دی گئیں اونارشہات وخلاعات کہ اُن میں رجال سے سو حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اور اُن کے مخلے بالطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتھوڑے کی صحبت، اب جو چنگاریاں اُڑیں گی دین، ناموس، حیا، غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی، سلمٰی پارسا ہے ہاں پارسا ہے **وبارک اللہ**۔ مگر جانِ برادر کیا

پارسائیں معصوم ہوتی ہیں؟ کیا صحبتِ بد میں اثر نہیں؟ جب قیّموں سے جدا خودسر وآزاد ایک مکان میں جمع اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل **فانما خلقت من ضلع اعوج**۔ کج سے بنی کج ہی چلے گی، آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی، جسے تشقیفِ زناں کی پرواہ نہیں یا حالاتِ زماں سے آگاہ نہیں، اوّل ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے۔ **معذور دارمت کہ تو اوراند اندیدہ**۔

جمع زناں کی شناعات وہ ہیں کہ **لاینبغی ان تذکر فضلاان تسطر** جسے ان نازک شیشوں کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجتِ شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں، حاجاتِ شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرمادیں، غرض احادیثِ مصطفیٰ **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماعِ نساء میں خیر و اصلاح نہیں، آئندہ اختیار بدستِ مختار۔

جواب سوالِ ہشتم و نہم: ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم وجواباتِ سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاط اعتبار ملک ولحاظ سکونت یہ اُن سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جواب سوالِ دہم: ملک کا حال وہی ہے جو اوپر گزرا اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز جبکہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہر گونہ اندیشۂ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع و باطل ہو اور شوہر جس مکان میں رہے اگرچہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اُس کے پاس رہنے کی بھی بشرائطِ معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہر معجّل کا تقاضا نہ مکانِ مغصوب وغیرہ ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنائے واجبہ مذکورۂ فقہ بجالایا ہو تو واجب اُنہیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت

سکونت کہاں تک تحمل کی جا سکتی ہے اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بہ نصِ قطعی قرآنِ عظیم حرام ہے، اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو مرد ہیں سوت کی کثرت بھی ضرر رساں اور جہاں ساس، نند، دیورانی، جٹھانی سے ایذا ہو تو ان سے بھی جُدا رکھنا حقِ زناں۔ **والتفصیل فی ردالمحتار۔**

جواب سوال یازدہم: یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز، جوابِ سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ منہ نہیں کر سکتے اور اُنہیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ اُٹھو۔ مگر علماء نے اولاً کچھ تخصیصیں کیں، جب زمانہ زیادہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز فرما دیا۔

جواب سوال دوازدہم: اگر جانے کہ میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو اُنہیں منہیات کا چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کر سکیں گے تو جانا واجب جبکہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو، اور اگر نہ یہ نہ وہ، تو محلِ عار و طعن و بدگوئی و بدگمانی سے احتراز لازم، خصوصاً مقتداء کو ورنہ بشرائطِ معلومہ جبکہ حالت، حالتِ مذکورۂ سوال ہو کہ اسے نہ حظ نہ توجہ، اگرچہ تحریم نہیں مگر حدیثِ ابن عمر **رضی اللہ تعالٰی عنہما** کہ شہنا کی آواز سُن کر کانوں میں اُنگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پُرنور سیّدِ عالم **صلی اللہ علیہ وسلم** سے نقل کیا اُس سے احتراز کی طرف داعی، خصوصاً نازک دل عورتوں کے لیے حدیثِ انجشہ ابھی گزری اور صلاح پر اعتماد نری غلطی۔ ع

بساکیں آفت از آواز خیزد

ع

حسن بلائے چشم ہے نغمہ و بال گوش ہے

جواب سوال سیزدہم: جوابِ پنجم ملاحظہ ہو، عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادتِ عورت ہے نہ حفاظت کی صورت، سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جائیے محافظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک توڑا دوسرے کی نگہداشت کرے۔

جواب سوال چاردہم: گناہ میں کسی کا اتباع نہیں، ہاں وہ صورتیں ہاں منع صرف حقِ شوہر کے لیے ہے جیسے مہرِ معجّل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا یہ اجازتِ شوہر سے جائز ہوجائے گا۔ والّالا۔

جواب سوال پانزدہم: اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ مرد کو لازم کہ اپنی اہل کو حتی المقدور مناہی سے روکے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ عورت بحال نافرمانی دوہری گنہگار ہوگی۔ ایک گناہِ شرع دوسرے گناہ نافرمانی شوہر۔ اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشتہر کہ بے اِذن جائے تو نکاح سے جائے غلط اور باطل مگر جبکہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاقِ بائن معلق کی ہو، مرد ہر مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہوسکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لیے مجالسِ منکرہ میں بھی جانا ممکن جبکہ مشیر فتنہ نہ ہو۔ وَ الْفِتْنَةُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ مگر تجسس و اتباعِ عورات و دخول دارِ غیر بے اِذن کی اجازت نہیں۔

جواب سوال شانزدہم: عورتوں کے لیے محرم عورت کے معنی اصل پنجم میں گزرے اور نہ بھیجنے میں اصلاً محذورِ شرعی نہیں، اگرچہ مجلس محارمِ زن کے یہاں ہو، بلکہ اگر واعظ اکثر واعظانِ زمانہ کی طرح کہ جاہل و ناعاقل و بے باک و ناقابل ہوتے ہیں، مبلغِ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سروپا کہانی یا تفسیرِ مصنوع یا تحدیثِ موضوع، نہ عقائد کا پاس، نہ مسائل کا احتفاظ، نہ خدا سے شرم، نہ رسول کا لحاظ، غایت مقصود پسند

عوام اور نہایت مراد جمع حطام یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہال مغرور کے، اشعار گائیں تو شعراء بے شعور کے۔ انبیاء کی توہین، خدا پر اتہام اور لعنت ومنقبت کا نام بدنام، جب تو جانا بھی گناہ، بھیجنا بھی حرام، اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آثام، آج کل اکثر مواعظ ومجالسِ عوام کا یہی حال پُر ملال فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اسی طرح اگر عادتِ نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ وذکر اقدس جائیں اور سنیں نہ سُنائیں، بلکہ عین وقتِ ذکر اپنی کھچڑیاں پکائیں جیسا کہ غالب احوال زنانِ زماں، تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنامِ خیر مگر مروجہ غیر ہے ذکر وتذکیر کے وقت لغو ولفظ شرعاً ممنوع وغلط اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل ونادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائطِ معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکانِ غیر یا غیرِ مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ وذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اُسی مجمعِ زناں کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر ونا منکر اور بلحاظ تقریر۔

جواب سوم وہفتم: یہ شرائط عام تر اور اگر فرض کیجئے کہ واعظ وذاکر عالم سُنّی متدین ماہر اور عورتیں جا کر حسبِ آدابِ شرع بحضورِ قلب سمع میں مشغول رہیں اور حال مجلس وسابق ولاحق وذہاب وایاب بلکہ جملہ اوقات میں جمیع منکرات وشنائع مالوفہ وغیر مالوفہ معروفہ وغیر معروفہ سب سے تحفظِ تام وتحرزِ تمام پر اطمینان کافی ووافی ہو اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان، تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں ہے نہ اجانب۔ فھذا اما استخیر اللّٰہ تعالیٰ فیہ۔

''وجیز کردری'' میں فرمایا: ''عورت کا وعظ سننے کو جانا لا باس بہ ہے''۔ جس کا حاصل کراہتِ تنزیہی۔ امام فخر الاسلام نے فرمایا وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً

مکروہ جس کا اطلاق مفید کراہتِ تحریمی اور انصاف کیجئے تو عورت کا بہ سترِ کامل وحفظِ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صلحا میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں تو سیعو ں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ، غیر جگہ بے معیت محرم، مکانِ اجانب واحاطہ مقبوضہ اباعد میں جا کر مجمع ناقصات العقل و الدین کے ساتھ مخلے بالطبع ہونا، پھر اُسے علماء نے بلحاظِ زمان مطلقاً منع فرما دیا، یا با آنکہ صحیح حدیثوں میں اُس سے ممانعت کی ممانعت موجود اور حاضریِ عیدین پر تو یہاں تک تاکیدِ اکید کہ

"حیض والیاں بھی نکلیں، اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کرلیں، مصلّٰی سے الگ بیٹھی خیر و دعائے مسلمین کی برکت لیں"۔

تو یہ صورت اولیٰ بالمنع ہے شرعِ مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیتہً اُس کا سدِ باب کرتی اور حیلہ ووسیلہ شر کے یکسر پر کترتی ہے، غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا لاتسکنوھن الغزف "عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو"۔ یہ وہی طائرِ نگاہ کے پَر کترنے ہیں، شرعِ مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلیٰ وسلمٰی پر بدگمانی کرو یا خاص زید وعمرو کے مکانوں کو مظنۂ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعتِ زناں کو مجمع نابایستنی بتاؤ، مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من الخرز سوء الظن:

نگہ دارد آں شوخ درکیسہ دُر
کہ داند ہمہ خلق راکیسہ بُر

صالح وطالح کسی کے مُنہ پر نہیں لکھا ہوتا، ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمنِ فتن میں

باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق بھی ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علمِ باطن وادراکِ غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزرے تو آج کل عامۂ ناس خصوصاً نساء میں بڑا ہنر آن ہوی جوڑ لینا طوفان لگا دینا ہے، کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جایئے کہ دھبا کھایئے، لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل درباہی جلا دیا جائے: ع

وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

شرعِ مطہر حکیم ہے اور مؤمنین اور مؤمنات پر رؤف ورحیم، اُس کی عادتِ کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں مابہ باس کے اندیشہ سے مالا باس بہ کہہ کر منع فرماتی ہے، جب شراب حرام فرمائی اُس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرمادی جن میں شراب اُٹھایا کرتے تھے، زید کہے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا، جانِ برادر! علاجِ واقعہ کیا بعد الوقوع چاہیئے؟ ما کل مرۃ تسلم الجرۃ:

ہر بار سبوز چاہ سالم نرسد

اکل وشرب وغیرھما کی صدہا صورتوں میں اطباء لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں طبیعت کی قوت، ضد کی مقاومت، تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا، اس سے اُس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائے گا؟ خدا پناہ دے بُری گھڑی کہہ کر نہیں آتی، اجنبیوں سے علماء کا ایجابِ حجاب آخر اسی سدِّ فتنہ کے لیے ہے، پھر سوا چند توفیقِ رفیق بندوں کے چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے بیٹوں، کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا۔ اس سے بدتر عام خدا ناترس ہندیوں کے وہ بدلحاظی کے لباس، آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو وشکم وساق کا کُھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں اور زیادہ بانکپن ہوا تو دوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا خاص ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت

کے ساتھ اُن رشتہ داروں کے سامنے پھِرنا بایں ہمہ وہ رؤف ورحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا۔ ان اعضاء کا ستر کیا بعینہٖ واجب تھا حاشا بلکہ وہی وداعی وسدِّ باب پھر اگر ہزار بار داعی نہ ہوئے تو کیا وہ حکم حکمت باطل ہو جائیں گے؟ شرعِ مطہر جب مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلاً مدار نہیں رکھتی، وہ چاہے کبھی نہ ہو نفسِ مظنہ پر حکم چلے گا۔ فقیر کے پاس تو یہ ہے اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے۔ بہر حال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز وبے خلل۔ لہٰذا فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اسی پر عمل رہا، واعظ وذاکر وہ بشرطیکہ جس منکر پر اطلاع پائے حسبِ قدرت انکار وہدایت کرے ہر مجلس میں جا سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی علم وعلمہ جلّ مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بحمدنِ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ے

عورتوں کا قبروں پر جانا ناجائز ہے

جُمَلُ النُّوْرِ

فِی

نَهْیِ النِّسَآءِ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ

((نور کے جملے، عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکنے کے بارے میں))

مؤلف

شیخ الاسلام والمسلمین امامِ اہلِ سنت مجددِ دین وملت حضرت علامہ

مولانا مفتی قاری حافظ **امام احمد رضا خان** قادری برکاتی حنفی بریلوی

المعروف بہ محقق ومحدث بریلوی رَحمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ

ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مسئلہ: مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب مدرسِ اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گرات محلہ جمال پور ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ۔ مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں ''بحرالرائق'' و ''تصحیح المسائل'' مولانا فضلِ رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا، اُن کو یہ جواب بھیجا گیا۔

(عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت)

الجواب:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مولانا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کی دو رجسٹریاں آئیں، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں، میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتویٰ تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا، میں اُس رُخصت کو جو ''بحرالرائق'' میں لکھی ہے مان کر نظر بحالاتِ نسا سوائے حاضری روضۂ انور کو واجب یا قریب بواجب ہے مزاراتِ اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباعِ ''غنیّۃ'' علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا، خصوصاً اس طوفانِ بے تمیزی، رقص و مزامیر و سرود میں جو آج کل جہال نے

اعراسِ طیبہ میں برپا کررکھا ہے۔ اس کی شرکت تو میں عوامِ رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ عنہ کی حدی خوانی بالحانِ خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر اُنہیں نازک شیشیاں فرمایا گیا۔ والسلام۔

مولوی صاحب نے دوبارہ رجسٹری بھیجی جس پر یہ جواب ارسال ہوا۔

مسئلہ از احمد آباد گجرات، محلہ جمال پور مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ۔ مخدومی مکرمی معظمی جناب مولانا صاحب دام مجدکم۔ بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے واضح رائے عالی ہو کہ محبت نامہ موصول ہوا فتوے کو آپ کے دیکھا، حضرت مولانا مجھے آپ اس مسئلہ میں سمجھایئے کہ مسجدِ نبوی میں تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں تھیں یہ منافقین آخری صف میں کھڑے ہوئے تھے اور عورتوں کو جھانکتے تھے۔ نمازِ فجر وعشا میں عورتیں توجہ انوار حقیقت محمدی وحقیت قرآن لینے کے لئے حاضر ہوتی تھیں تو منافقین کی نالائق حرکت کا انتظام خدا تعالیٰ اور قرآنِ عظیم نے یہ نہ کیا کہ منافقین اور فیض لینے والی عورتوں کو یہ حکم دیا ہوتا کہ دونوں مسجد نبوی میں جمع نہ ہوں اور فیض رسانی عورتوں کی اس بہانے سے بند نہ ہوئی، بلکہ انتظامِ فیض رسانی یہ ہوا کہ لَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَقۡدِمِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَلَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَاۡخِرِیۡنَ وَاِنَّ رَبَّکَ هُوَ یَحۡشُرُهُمۡ اِنَّهٗ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ((الحجر: ۲۴، ۲۵)) ((ترجمہ: ''بے شک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں آگے بڑھے اور بے شک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں پیچھے رہے، اور بے شک تمہارا رب ہی انہیں قیامت میں اُٹھائے گا، بے شک وہی علم وحکمت والا ہے'')) اور انتظام حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ کیا: خیر صفوف الرجال اولها وشرها أخرها وخیر صفوف النساء اخرها وشرها اولها ((صحیح مسلم، کتاب الصلٰوۃ، باب تسویۃ الصفوف، صفحہ ۲۳۲ رقم الحدیث: ۴۴۰، مطبوعہ دارِ ابن حزم، بیروت)) ((ترجمہ: ''مَردوں کی صفوں میں سب سے بڑھ کر اگلی

ہے اور سب سے کم تر پچھلی ، اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر پچھلی ہے اور سب سے کم تر اگلی ہے‘‘)) مسجد میں عورتوں کی نماز بندی ہوئی ، اس کو بندہ مانتا ہے فیض حقیقت محمدی و حقیقت قرآن لینے کو باپردہ پانچ دس عورتیں محلہ کی مل کر مرشد کے مکان پر جائیں اور مرشدِ طریقت مرتعش ((کانپنے والا ، بہت بوڑھا)) اور شیخِ فانی پردہ میں بٹھا کر اُن کو توجہ حقیقتِ محمدی اور حقیقتِ قرآن کی دے ، اُس پر حکمِ حرمت لگانا غلط اور فیضِ محمدی کا مقابلہ اور مورود یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ((التوبة: ۳۲)) ((ترجمہ: ’’اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھانا چاہتے ہیں‘‘)) بننا ہے ۔ شیخِ طریقت تو اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الایة ((الاحزاب: ۷۲)) ((ترجمہ: ’’بے شک ہم نے امانت پیش کی‘‘)) میں جو امانت ہے اس کو ذاکرات کے سینہ میں باپردہ بٹھا کر توجہ دے کر جماتا ہے اور یہ اُس امانت کی جڑ اُکھیڑتا ہے ، یہ فیض جڑ اُکھیڑنے والے کو بے وقار کر کے اُکھیڑ دیوے گا ، محمدی المشرب سنت حضرت نبی علیہ الصلاۃ و السلام پر عمل کرتا ہے ، حضرت نبی علیہ الصلاۃ و السلام نے عورتوں کو توجہ دی اول مرید کر کے ، یہ بھی عورتوں کو مرید کر کے توجہ دیتا ہے طریقہ عالیہ قادریہ کی ، توجہ کلمۂ طیب کے ذکر کی ہو گی ، اب عورتوں کو پردہ میں بٹھا کر ذکر کلمۂ طیب کی بتائی جائے گی ، ضرب الا اللہ قطب پر مارنا سکھایا جائے گا ، پردہ میں عورت خلیفہ مرشدِ طریقت کی ، بیٹھ کر ذکر کلمہ طیبہ سکھاتی ہے اور مرشدِ طریقت اُونچ نیچ سمجھاتے ہیں ، پردہ میں ایک عورت نہیں ، محلہ کی دس پندرہ کہ عورتیں بیٹھی ہیں یہاں خلوتِ اجنبیہ کا حکم نہیں لگتا ، یہ جلوت ہے ، جلوت میں فیض رسانی طریقہ عالیہ قادریہ کی ہوتی ہے اور اسی طرح اسی مجلس میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی توجہ بھی عورتوں کو دی جاتی ہے بریلی میں حاضری کا کئی بار موقع ہوا ہے وہاں یہ عمل دیکھنے میں نہیں آیا نہ وہاں سنا کہ کوئی مشائخ یہ کرتے ہیں ، ہمارے یہاں ڈولی میانہ شکل سے ملتا ہے غربا و مساکین میں قدرت ان سواریوں میں

بیٹھنے کی نہیں اور نہ ہی قرآنِ عظیم نے ڈولی ومیانے کا حکم دیا ہے: **يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ** ((الاحزاب:۵۹)) ((ترجمہ: ''ان پر اپنی چادر ڈال دیں'')) ۔ اور **قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ** ۔ ((النور:۳۰)) ((ترجمہ: ''مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں'')) ۔ **وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ** ((النور:۳۱)) ((''اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں'')) ترجمہ: ''اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں'')) اور **وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ** ((النور:۳۱)) ((ترجمہ: ''اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں'')) ۔ اس پردہ پر احمد آباد کی ذاکرات کا عمل ہے۔ ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' ج ۴ ص ۷۸: **حاصل الكلام من هذا كله ان زيارة القبور مكروهة للنساء بل حرام فی هذا الزمان لاسيما نساء مصر، لان خروجهن علی وجه الفساد والفتنة وانما رخصت الزيارة لتذكر امر الاخرة وللاعتبار بمن مضی وللتزهد فی الدنیا** ((عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۶، کتاب الجنائز، باب زیارہ القبور، صفحہ ۹۶، رقم الحدیث ۱۲۸۳، مطبوعہ دارالحدیث، ملتان پاکستان)) ((ترجمہ: ''حاصل یہ ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت مکروہ ہے، بلکہ اس زمانے میں حرام ہے، خصوصاً مصر کی عورتوں کے لیے، اس لیے کہ ان کا جانا فتنہ اور خرابی کے طور پر ہوتا ہے، زیارت کی رُخصت تو صرف اس لیے ہوئی تھی کہ آخرت کے معاملہ کو یاد کریں، وفات پانے والوں سے عبرت لیں اور دُنیا سے بے رغبت ہوں'')) یہ حکم مصر کی بغایا، مغنیہ، دلاّلہ ((مُلکِ مصر کی باغی، گانے والی، آوارہ عورتوں)) کا ہے، اس حکم کو نیک بخت عورتوں پر لگانا غلط ہے۔ **لو ادرک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ما احدثت النساء** ((ترجمہ: ''اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ دیکھتے جو عورتوں نے اب پیدا کیا'')) کی شرح میں ''عمدۃ

القاری'' ج ۳ ص ۳۳۰ میں ہے: **بعضھن یغنین باصوات عالیة مطربة و منھن صنف بغایا** ((**عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم،** صفحہ ۶۴۹، رقم الحدیث ۸۶۹، مطبوعہ دارالحدیث، ملتان پاکستان)) ((ترجمہ: ''ان میں کچھ ایسی ہوتی ہیں جو خوش کرنے والی آوازوں سے گاتی ہیں اور کچھ بُری قسم کی ہیں'')) ۔ احمد آباد میں تین کوس درگاہ حضرت گنج احمد **رحمة اللہ علیہ** کی ہے، مکان بہت پُر فضا ہے، تالاب اور سنگنین ہے، وہاں دھنے کی قوم کی اور لکڑ بیچنے والی قوم کی عورتیں لہنگا ساڑھی پہن کر جاتی ہیں اور گربے گاتی ہیں اور اُن کی قوم کی ضیافتیں ہوتی ہیں، اُس میں وہ عورتیں گربے گاتی ہیں، حلقہ عورتوں کا بندھ جاتا ہے اور تالی بجاتی ہیں اور پھرتی جاتی ہیں، رنڈیوں کی طرح گیت گاتی جاتی ہیں ان پر **بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر** ((ترجمہ: ''بلکہ اس زمانے میں خصوصاً مصر کی عورتوں کے لیے حرام ہے'')) کا حکم برابر عمدہ طور پر چسپاں ہے ۔ اور ''غنیۃ المستملی'' کے صفحہ ۵۹۵ میں: **و ان یکون فی زماننا للتعریم لما فی خروجھن من الفساد** ۔ اھ ۔ ((ترجمہ: ''ہمارے زمانے میں حرام ہونے کے لیے ہوگا کیونکہ ان کے جانے میں خرابیاں ہیں'')) اور جو عورتیں قوالی رنڈیوں کی اور قوالی مردوں کی سننے کو جاتی ہیں ان کو زیارت القبور کو جانا حرام ہے ۔ ان کے حرام ہونے سے ذاکرات اور فیض لینے جانے والی عورتوں کو کیا نقصان، اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو، دس ہزار آدمیوں نے کتے اور خنزیر کے گوشت کی بریانی پکائی ہے اور ایک نے بکری کے گوشت کی بریانی پکائی، دونوں بریانیوں پر حکمِ حرمت اور حکمِ حلّت غلط ۔ اور کتے کی بریانی پر حکمِ حرمت اور بکری کی بریانی پر حکمِ حلّت صحیح ۔ دونوں کا حکم جُدا مفتی کو بیان کرنا پڑے گا ۔ **اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسۡتَوٗنَ** ((سورۃ الم سجدہ: ۱۸)) ((ترجمہ: ''تو کیا جو ایمان لانے والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے

گا جو بے حکم ہے، یہ برابر نہیں'')) اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّار ((سورۃ ص:۲۸))
((ترجمہ: ''یا ہم پرہیزگاروں کو شریر، بے حکموں کے برابر ٹھہرادیں'')) اساف اور
نائلہ نے جاہلیت میں زنا کیا اور دونوں کو قدرتِ الٰہیہ نے مسخ کر دیا، ایسے متبرک
مکان میں دونوں نے خباثت کی یا کوئی سفر حرمین طیبین میں خبیث عمل سے پیش آئے
تو کیا اس خبیث کی خباثت کو دیکھ کر اور اسی سے استناد کر کے عورتوں کے حج وزیارت
حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے عدمِ جواز کا فتویٰ جاری کر دیا جائے گا؟ ہر گز
نہیں، حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزارِ مقدس میں غربی دیوار میں کلامِ مجید رکھا
ہے، اُس دیوار کے پیچھے عورتیں بیٹھ کر توجہ لیتی ہیں، ذکر فکر مراقبہ کرتی ہیں برقع
اوڑھ کر آتی ہیں اختلاط مردوں اور عورتوں کا یہاں بالکل نہیں، اب یہ عورتیں نور اللہ
دل میں بھرنے کے لیے حاضر ہوتی ہیں، یہ فیض رسانی حقیقتِ محمدی کی عورتوں کو
خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کرتے ہیں اور اس فیض میں وہ قوت ہے کہ
لاکھوں کوسوں سے فیض لینے والیوں کو آپ بلا لیتے ہیں، یہ جگہ مقامِ قوالی سے دُور ہے،
اور نمازِ فجر سے اشراق تک اور مغرب اور عشاء کے بیچ میں اس پردے والے مکان
میں عورتیں جمع ہو کر فیض لیتی ہیں اور اس وقت نقصان قوالی کا بالکل نہیں اور یہ عورتیں
نیک بخت پردہ نشین برقع اوڑھ کر آنے والی ہیں آپ نے اس کو آنکھوں سے نہیں
دیکھا اور میں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا ہے، بندہ اس کو شہادت کے طور پر بیان کر
سکتا ہے اور آپ کو آنکھوں سے دکھا کر تسلی کر سکتا ہے، اب ان عورتوں پر حکمِ حرمت
لگانا غلط ہے، سرخیز قصبہ احمد آباد میں جو عورتیں گربے گانے والیاں، فاحشات،
مغنیات اور رنڈیوں اور باپردہ سوا لاکھ کلمہ طیبہ کا ختم پڑھنے والی ذکر خفی مراقبہ فیض
حقیقت محمدی لینے والی ذاکرات پر رنڈیوں کا حکم لگا کر دونوں کو ایک پھانسی میں لٹکا دینا
غلط ہے، حقوقِ اولیاء وخیر خواہی اولیاء وخیر خواہی سید الاولین والآخرین صلی اللہ

تعالٰی علیه وسلم یہ نہیں۔ الدین النصیحه لله ولرسوله وللمومنین ((ترجمہ: ''دین خیر خواہی ہے اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے'')) یہ کہاں ہوئی؟ اولیاء فیض حقیقتِ محمدی کا دینے کو ذاکرات کو بُلاتے ہیں، وہ با پردہ اور شریعت کے احکام کو سر پر رکھ کر حاضر ہوتی ہیں اور مفتی اُن پر حکمِ عدمِ جواز لگا دیں، اس صورت میں فیض حقیقتِ محمدی کو روکنا ہے اس کا نام دوستی حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نہیں، ہم آپ سے چھوٹے اور آپ کے اقدام کو اپنے سروں پر رکھنے والے ہیں، مگر آپ کا قدم صراطِ مستقیم سے پھسل گیا تو عرض کرنا چاہیے، ہُدہُد دو پیسے کی چڑیا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے: اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍم بِنَبَاٍيَّقِيْنٍ ((النمل:۲۲)) ((ترجمہ: ''میں نے وہ دیکھا جو آپ نے نہ دیکھا اور میں آپ کے شہر سے یقینی خبر لایا ہوں'')) اوّل تو ایک مدت سے آنکھیں آپ کی رمد میں مبتلا ہیں اور ہاتھ بڑے بڑوں سے ملایا ہے، طبیعت پریشان ہے، یہ قلم اس وقت میرا نہ سمجھئے آپ کے ہم غلام ہیں تو دست بستہ عرض کرتے ہیں، اس کو آپ بغاوت نہ سمجھیں، حضرت عائشہ صدیقہ کو زیارتِ قبور کے وقت سلام کرنا حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے بتایا، ''مشکوٰۃ شریف''، ''مسلم شریف''، ''نسائی'' ج ا ص ۶۳۵ میں ہے: این دلالت دارو برجواز زیارت مر نساء را ((اشعۃ اللمعات شرح المشکوۃ، جلدا، باب زیارۃ القبور، الفصل الثالث، صفحہ ۷۱۹ مطبوعہ نوریہ رضویہ، سکھر)) ((ترجمہ: ''اس میں عورتوں کے لیے جوازِ زیارت کی دلیل ہے'')). امام نووِی ''شرح مسلم'' کی ج ا ص ۳۱۴ میں فرماتے ہیں: فیه دلیل لمن جوز للنساء زیارة القبور الخ ((شرح مسلم، جلدا، کتاب الجنائز، فصل فی الذھاب اِلی زیارۃ القبور، صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ اصح المطابع، نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)) ((ترجمہ: ''اس میں

عورتوں کے لیے زیارتِ قبور جائز ماننے والوں کے لیے دلیل ہے“))۔ ”فتح الباری“ پارہ ۵ مطبع انصاری دہلی ص ۲۶۲ میں ہے **اختلف فی النساء فقیل خلن فی عموم الاذن وھو قول الاکثر ومحلہ اذا امنت الفتنۃ** ((فتح الباری شرح البخاری، باب زیارۃ القبور، جلد ۳ صفحہ ۳۹، مطبوعہ مصطفی البابی، مصر)) ((ترجمہ: ”عورتوں کے بارے میں اختلاف ہوا، کہا گیا کہ اجازت عام ہونے میں یہ بھی داخل ہیں اور یہی اکثر کا قول ہے اور اس حکم کا موقع فتنہ سے امن کی حالت میں ہے“)) اب تطبیق ((مطابقت، مناسبت)) سمجھ لیجئے کہ گر بے گانے والی، قوالی سننے والی عورتوں کے لیے زیارتِ قبورِ اولیاء کو جانا حرام اور فیضِ الٰہی لینے والی عورتوں کو باپردہ شریعت کے احکام کو بجالا کر کرنا جائز۔ میں نے مسئلہ اس طرح مُشرّح ((تفصیل سے)) بیان کیا ہے اس کو آپ صحیح سمجھتے ہیں یا میری سمجھ میں کوئی غلطی ہے مجھے سمجھائیے۔ آپ میرے مربی اور قبلہ وکعبۂ حاجات ((حاجتوں کے لیے رجوع کی جگہ)) ہیں، خدائے تعالیٰ آپ کو صحتِ کلیہ عاجلہ عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ رقیمہ حکیم عبدالرحیم عفی عنہ، مدرس اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات دکن جمال پور مسجد کانچ، مورخہ ۱۵ ربیع الاول شریف اور مصطفی میاں کو پاس بٹھا کر اس کا جواب اُن سے لکھوا کر میری تسلی کر دیجئے، میں غلط سمجھتا ہوں تو صحیح سمجھائیے اور وہ فتویٰ جو ”تحفۂ حنیفہ“ میں عدمِ جواز زیارتِ قبورِ نساء کے بارے میں ہے اُس کی نقل بھی کروا کر روانہ فرمائیے، اُس کے دلائل سے بھی واقف ہونا بندہ چاہتا ہے۔

الجواب:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مولانا المکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی رجسٹری ۱۵ ربیع

الآخر شریف کو آئی، میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر شام ہی سے ایسا علیل ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا آج تک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں۔ میرے نزدیک وہی دو حرف کہ اول گزارش ہوئے کافی تھے، اب قدرے تفصیل کروں۔

(قدیم علما کی طرف سے عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت)

(۱)۔ پہلے گزارش کر چکا کہ عباراتِ رُخصت میری نظر میں ہیں، مگر نظر بحالِ زمانہ میرے نہ میرے بلکہ اکابر متقدمین کے نزدیک سبیل ممانعت ہی ہے اور اسی کو اہلِ احتیاط نے اختیار فرمایا، آپ خود فرماتے ہیں کہ منافقین کے باعث عورتوں کو مسجدِ کریم میں حاضری سے اللہ جل و علاء و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے ممانعت نہ فرمائی، بلکہ منافقوں کو تہدید و ترہیب اور مردوں کو تقدم، عورتوں کو تاخر کی ترغیب فرمائی۔

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی طرف سے عورتوں کو نمازِ عید پڑھنے کا حکم)

اور میں اتنا اور زائد کرتا ہوں کہ صرف یہی نہیں بلکہ نساء کو حضور نے عیدین کی سخت تاکید فرمائی یہاں تک حکم فرمایا کہ برکتِ جماعت و دعائے مسلمین لینے کو حیض والیاں بھی نکلیں، مصلے سے الگ بیٹھیں، پردہ نشین کو آریاں ((کنواریاں)) بھی جائیں، جس کے پاس چادر نہ ہو، ساتھ والی اُسے اپنی چادر میں لے لے۔ ''صحیحین'' میں اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا سے ہے: **امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین وزوات الخدور فیشھدن جماعۃ المسلمین و دعوتھم ویعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرأۃ یارسول اللہ احدانا لیس لھا جلباب قال لتلبسھا**

صاحبتها من جلبابها ((صحیح بخاری، جلد ا، کتاب الصلٰوۃ، باب وجوب الصلاۃ فی الثیاب، صفحہ ۸۰، مطبوعہ دار طوق النجاہ، بیروت)) ((ترجمہ: ''ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم حیض والیوں کو عیدین کے دن نکالیں، اور پردہ نشین عورتوں کو بھی ساتھ لے جائیں تاکہ یہ بھی مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعا میں شریک ہوں، اور حیض والیاں ان کی نماز گاہ سے کنارے رہیں، ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں کوئی ایسی بھی ہے جس کے پاس چادر نہیں؟ فرمایا اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر سے ایک حصہ اوڑھا دے''))۔

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کا حکم کہ عورتوں کو مسجد سے نہ روکو)

اور صرف یہ عیدین میں امر ہی نہیں بلکہ مساجد سے عورتوں کو روکنے سے مطلقاً نہی ((ممانعت)) بھی ارشاد ہوئی کہ'' اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو''۔ ''مسندِ امام احمد'' و ''صحیح مسلم شریف'' میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما سے ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ**۔ یہ حدیث (ا) ''صحیح بخاری''، کتاب الجمعہ میں بھی ہے۔

((صحیح مسلم، کتاب الصلٰوۃ، باب خروج النساء الی المسجد، صفحہ ۲۳۳، رقم الحدیث ۴۴۲، مطبوعہ دارِ ابنِ حزم، بیروت۔ صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۱۲۳، کتاب الجمعہ، باب ھل علی من لم یشھد الجمعۃ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی))

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم کا امر وجوب کے لیے ہے اور نہی تحریم کے لیے ((یعنی عورتوں کا حاضر ہونا واجب اور انہیں مسجد میں آنے سے روکنا حرام ہے)) اور فیض و برکت لینے کا فائدہ خود حدیث میں ارشاد ہوا بایں ہمہ آپ ہی لکھتے ہیں کہ: ''مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی اس کو بندہ مانتا ہے''۔

(محفلِ وعظ اور جماعت میں عورتوں کی شرکت ناجائز ہے)

''درمختار'' کی عبارت آپ سے مخفی نہ ہوگی کہ یکرہ حضورھن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی به لفساد الزمان۔((الدرالمختار، جلد ۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ دارالمعرفة، بیروت)) ((ترجمہ:''فسادِ زمانہ کے باعث جماعت میں عورتوں کی حاضری مطلقاً مکروہ (تحریمی وناجائز) ہے، اگرچہ بُڑھیا کی حاضری شب ہی کو ہو، یہ اس مذہب کے مطابق ہے جس پر فتویٰ ہے''))۔اسی طرح اور کتبِ مُعتمدہ میں ہے، ائمہٴ دین نے جماعت وجمعہ وعید درکنار وعظ کی حاضری سے بھی مطلقاً فرمادیا اگرچہ بڑھیا ہو، اگرچہ رات ہو، وعظ سے مقصود تو صرف اخذِ فیض وسماع امر بالمعروف ونہی عن المنکر وتصحیحِ عقائد واعمال ہے کہ توجہ مشیخت سے ہزار درجہ اہم واعظم اور اُس کی اصل مقدم ہے، اس کا فیض بے توجہ مشیخت بھی عظیم مفید ودافع ہر ضررِ شدید ہے، اور یہ نہ ہو تو توجہ مشیخت کچھ مفید نہیں بلکہ ضرر سے قریب نفع سے بعید ہے، کیا امامِ اعظم وامام ابو یوسف وامام محمد وسائر ائمہٴ مابعد رضی اللہ تعالٰی عنھم کو فیض حقیقت اقدس سے روکنے والا اور معاذ اللہ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ((التوبة:۳۲)) میں داخل مانا جائے گا؟ حاشا یہ اطبائے قلوب ہیں، مصالحِ شرع جانتے ہیں۔

(حضرت عائشہ اور تابعین کی طرف سے عورتوں کے لیے مسجد میں آنے کی ممانعت)

(۲)۔''صحیح بخاری''، ''صحیح مسلم''، ''سنن ابی داوٗد'' میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنھا کا ارشاد اپنے زمانے میں تھا: لو ادرک رسول اللہ

(۱) غَیْرَ اَنَّهُ لَمْ یُصَرِّحْ فِیْهِ بِاِسْمِ الصَّحَابِی فَقِیْلَ عَنْ عُمَرَ کَمَا عِنْدَ عَبْدِالرَّزَّاقِ وَاَحْمَدَ وَقِیْلَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ کَمَا عِنْدَ مُسْلِمٍ وَّاَحْمَدَ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔۱۲ مِنْهُ غُفِرَ لَهُ۔

صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت

نساء بنی اسرائیل۔((صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۲۰، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی))"اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور اُنہیں مسجد سے منع فرما دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں"۔

پھر تابعین ہی کے زمانے سے ائمہ نے ممانعت شروع فرما دی، پہلے جوان عورتوں کو، پھر بوڑھیوں کو بھی پہلے دن میں، پھر رات کو بھی، یہاں تک کہ حکمِ ممانعت عام ہو گیا۔کیا اس زمانے کی عورتیں گربے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ، دلّالہ تھیں، اب صالحات ہیں؟ یا جب فاحشات زائد تھیں، اب صالحات زیادہ ہیں؟ یا جب فیوض و برکات نہ تھے اب ہیں؟ یا جب کم تھے اب زائد ہیں؟۔حاشا بلکہ قطعاً یقیناً معاملہ بالعکس ہے، اب اگر ایک صالحہ ہے تو جب ہزار تھیں، جب اگر ایک فاسقہ تھی اب ہزار ہیں، اب اگر ایک حصہ فیض ہے جب ہزار حصے تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا یأتی عام الا والذی بعدہ شر منہ((شُعَب الایمان للبیہقی، جلد ۲ صفحہ ۲۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت))((ترجمہ: "یعنی ہر بعد والا سال پہلے سے بُرا ہوگا"))۔ بلکہ "عنایہ" "امام اکمل الدین بابرتی میں ہے کہ: "امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا، وہ اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں، فرمایا اگر زمانۂ اقدس میں حالت یہ ہوتی، حضور عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے"۔

(حضرت عمرِ فاروق کی طرف سے ممانعت)

حیث قال ولقد نھی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا فقالت لو علم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماعلم عمر ماأذن لکن فی الخروج۔ ((ترجمہ: ''وہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورتوں کو مسجد جانے سے روک دیا، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس شکایت لے کر گئیں، اُنہوں نے فرمایا: اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دیکھتے جو حضرت عمر نے دیکھا، تو وہ بھی تمہیں مسجد جانے کی اجازت نہ دیتے''))

(جوان اور بوڑھی عورتوں کے لیے جماعت میں شرکت کی ممانعت)

پھر فرمایا:

فاحتج بہ علماء نا ومنعوا الشواب عن الخروج مطلقاً واما العجائز فمنعھن ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن الخروج فی الظھر والعصر دون الفجر والمغرب والعشاء والقوی الیوم علی کراھۃ حضور ھن فی الصلوات کلھا لظھور الفساد ((العنایہ علی ہامش فتح القدیر، جلد ۱، باب الامامۃ، تحت قولہ: وکرہ لھن حضور الجماعات، صفحہ ۳۱۷، ۳۱۸ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ))

((ترجمہ: ''اس سے ہمارے علما نے استدلال کیا اور جوان عورتوں کو نکلنے سے مطلقاً منع فرمادیا، رہیں بوڑھیاں تو امامِ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ظہر وعصر میں نکلنے سے منع کیا، فجر ومغرب اور عشا سے نہیں، مگر آج فتویٰ اس پر ہے کہ بوڑھیوں کی حاضری بھی تمام نمازوں میں مکروہ ہے کیونکہ اب فساد نمایاں ہے''))

اسی ''عینی'' جلد سوم میں آپ کی عبارتِ منقولہ سے ایک صفحہ پہلے ہے: وقال

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ المرأۃ عورۃ واقرب ماتکون الی اللہ فی قعر بیتھا فاذا خرجت استشرفھا الشیطان وکان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما یقوم یحصب النساء یوم الجمعہ یخرجھن من المسجد وکان ابراھیم یمنع نسآءہ والجمعۃ والجماعۃ ((عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد۴، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجدباللیل والغلس، صفحہ۶۴۷، رقم الحدیث:۸۶۵، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان)) یعنی''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے: عورت سراپا شرم کی چیز ہے سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے قریب اپنے گھر کی تہہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اُس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما جمعہ کے دن کھڑے ہوکر کنکریاں مار کر عورتوں کومسجد سے نکالتے''۔

اورامام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مستورات کو جمعہ وجماعات میں نہ جانے دیتے۔ جب اُن خیر کے زمانوں، اُن عظیم فیوض وبرکات کے وقتوں میں عورتیں منع کردی گئیں اورکاہے سے حضورِ مساجد وشرکتِ جماعات سے، حالانکہ دینِ متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے،توکیا ان ازمنۂ شرور((خرابیوں اور بُرائیوں کے ان زمانوں میں)) میں ان قلیل یا موہوم((صرف خیالی)) فیوض کے حیلے سے عورتوں کواجازت دی جائے گی؟ وہ بھی کاہے کی، زیارتِ قبور کوجانے کی! جوشرعاً مؤکدنہیں۔اورخصوصاً ان میلوں ٹھیلوں میں جوخدا ناترسوں نے مزاراتِ کرام پر نکال رکھے ہیں یہ کس قدر شریعتِ مطہرہ سے مُناقضت((مخالفت)) ہے۔

(خرابی کے اسباب دُور کرنا اہم ہے)

شرعِ مطہر کا قائدہ ہے کہ جَلْبِ مصلحت((خوبی پیدا کرنے والی چیز لانے،

خوبی کا سبب حاصل کرنے)) پر سَلْبِ مُفسدہ ((بُرائی کا سبب دُور کرنے)) کو مقدم رکھتی ہے: **درء المفاسد اھم من جلب المصالح** ((الاشباہ والنظائر، صفحہ۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)) ((ترجمہ: ''خرابی کے اسباب دُور کرنا، خوبی کے اسباب لانے سے اہم ہے'')) جب کہ مفسدہ اب سے بہت کم تھا، اُس مصلحتِ عظیم سے ائمۂ دین امامِ اعظم وصاحبین **ومن بعدھم** نے روک دیا اور عورتوں کی مِسلیں ((گروہ)) نہ بنائیں کہ صالحات جائیں، فاسقات نہ آئیں، بلکہ ایک حکم عام دیا جسے آپ ایک پھانسی میں لٹکانا فرما رہے، کیا اُنہوں نے یہ آیتیں نہ سُنی تھیں: **اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوٗنَ** ((سورۃ السجدہ:۱۸)) ((ترجمہ: ''تو کیا جو ایمان لانے والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے، یہ برابر نہیں'')) **اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّار** ((سورۃ ص:۲۸)) ((ترجمہ: ''یا ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں'')) ۔ تو اب کہ مفسدہ جب سے بہت اشد ہے اس مصلحتِ قلیل سے روکنا کیوں نہ لازم ہوگا اور عورتوں کی قسمیں کیونکر چھانٹی جائیں گی۔

(۳) ۔صلاح وفسادِ قلب امرِ مضمر ((یعنی دل کی درستی اور خرابی پوشیدہ چیز)) ہے، اور دعوے کے لیے سب کی زبان کشادہ اور محقق و مُبطِل نامعلوم۔ معہذا اصلاح سے فساد کی طرف انقلاب کچھ دشوار نہیں، خصوصاً ہوا لگ کر، خصوصاً عورتوں کے دل کہ تقلّب ((انقلاب، پلٹنے، پھر جانے)) کے لیے بہت آمادہ۔ **ولھذا**۔

(اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا احمق ہے)

رُوَيْدَكَ اَنْجَشَةُ رِفْقًا بِالْقَوَارِيْرِ ((ترجمہ: ''شیشوں کے ساتھ نرمی کی خاطر انجشہ! سواریاں آہستہ چلاؤ'')) ارشاد ہوا مرد کہ اپنے نفس پر اعتماد کرے احمق ہے نہ کہ عورت۔ نفس تمام جہان سے بڑھ کر جھوٹا ہے، جب قسم کھائے حلف اٹھائے

نہ کہ جب خالی وعدوں پر اُمید دلائے۔ **وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطٰنُ اِلاَّ غُرُوْرًا** ((النساء:۱۲۰)) ((ترجمہ: ''اورشیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگرفریب کے'')) بالخصوص اب کہ قطعاً فساد غالب اور صلاح نادر ہے اس صورت میں مفتی کو تفصیل ((الگ کرنا، فرق کرنا)) کیونکر جائز۔ یہ تفصیل نہ ہوگی بلکہ شیطان کو ڈھیل اوراُس کی رسی کی تطویل ((یعنی رسی لمبی کرنی))۔ امام محقق علی الاطلاق ''فتح القدیر'' میں فرماتے ہیں: **الفائز بھذا مع السلامۃ اقل قلیل فلا یبنی الفقه باعتبارھم ولا یذکر حالھم قیدا فی الجواز لان شان النفوس الدعوی الکاذبة وانھا لا کذب مایکون اذا حلفت فکیف اذا ادعت**۔ ((فتح القدیر، جلد ۳ صفحہ ۹۴، کتاب الحج، مسائل منثورہ، المقصد الثانی فی المجاورۃ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)) ((ترجمہ: ''بسلامت اسے پانے اورکامیاب ہونے والے کم سے کم تر ہیں، تو فقہ کی بنیاد ان کے اعتبار پر نہ ہوگی، نہ ان کا حال قیدِ جواز بنا کر ذکر ہوگا، کیونکہ نفس کا کام ہی ہے جھوٹا دعوی کرنا، اور یہ سب سے بڑا جھوٹا اس وقت ہوتا ہے جب قسم کھائے، تو جب یہ محض دعوی کرے اس وقت کیا حال ہوگا؟'')) ساداتِ ثلاثہ علامہ حلبی وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی فرماتے ہیں: **وھو وجیه فینص علی الکراھة ویترک التقیید بالتوثیق** ((ردالمحتار، جلد۴، کتاب الحج، باب الھدی، مطلب فی المجاورۃ بالمدینة المشرفة ومکة المکرمة، صفحہ ۶۵ مطبوعہ دار المعرفة، بیروت)) ((ترجمہ: ''اور یہ کلام وجیہ اورعمدہ ہے، تو صاف مکروہ ہونا کہا جائے گا اوراپنے اوپر اعتماد کی قید (لگا کر غیر مکروہ بتانا) چھوڑ دیا جائے گا''))۔

(نیک اور بد میں فرق مشکل ہے)

''منتقی شرح ملتقی'' میں ہے: **اما من کان بخلاقھم فنادر فی ھذا الزمان فلا یفرد بحکم لحرج التمییز بین المصلح والمفسد** ((منتقی شرح

الملتقى على هامش مجمع الانهر، جلد ١، كتاب النكاح، فصل نفقة الطفل الفقير، صفحه ٥٠٠، مطبوعه دار الاحياء التراث العربى، بيروت)) ((ترجمہ: ''رہے وہ جوان کے برخلاف ہیں، تو اس زمانے میں وہ نادر ہیں، لہٰذا ان کے لیے کوئی الگ حکم نہ ہوگا، کیونکہ یہ امتیاز کرنا دُشوار ہے کہ مُصلح کون ہے اور مُفسد کون؟'')) ۔''شرح لباب'' میں ہے: **لو كانت الائمة فى زماننا و تحقق لهم شائنا لصرجوا بالحرمته** ((شرح اللباب مع ارشاد السارى، فصل اجمعوا على۔۔۔الخ، صفحه ٣٥٢ مطبوعه دار الكتاب العربى، بيروت)) ((ترجمہ: ''اگر ائمہ ہمارے زمانے میں ہوتے، اور ہماری حالت کی انہیں تحقیق ہوجاتی، تو وہ بھی صراحۃً حرام کہتے''))

(عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت)

(۴) ۔ زیارتِ قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی پھر اجازت فرمائی، علماء کو اختلاف ہوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہوئیں یا نہیں ۔ عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث **لعن الله زائرات القبور** ((عمدة القارى شرح صحيح بخارى، جلد٦، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، صفحه٩٥، رقم الحديث:١٢٨٣، مطبوعه دار الحديث، ملتان)) ((ترجمہ: ''اللہ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کرے'')) سے قطعِ نظر کر کے تسلیم کر لیجئے کہ ہاں عورتوں کو بھی شامل ہوئی مگر جس قدر اول کی عورتوں کو جن میں حضورِ مساجد و جمعہ و عیدین کی اجازت بلکہ حکم تھا، جب زمانۂ فساد آیا، اُن ضروری تاکیدی حاضریوں سے عورتوں کو ممانعت ہوگئی، تو اس سے یقینا بدرجۂ اولیٰ ۔ اسی ''غنیّۃ'' کے اسی ص ۵۹۵ میں اسی آپ کی عبارتِ منقولہ سے پہلے اس کے متصل ہے: **ينبغى ان يكون التنزيه مختصا بزمنه صلى الله تعالٰى عليه وسلم حيث كان يباح لهن الخروج للمساجد والاعياد وغير ذلك وان يكون فى زماننا للتحريم** الخ ((غنية المستملى شرح منية المستملى، المشتهر بالحلبى الكبير، فصل

فی الجنائز، البحث الخامس، صفحہ ۵۹۴ مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور)) (ترجمہ: ''ممانعت کا تنزیہی ہونا، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانۂ پاک سے خاص ہونا چاہیے، جبکہ عورتوں کے لیے مسجدوں، عیدین وغیرہ میں حاضر ہونا جائز تھا، اور ہمارے زمانے میں تو مکروہِ تحریمی (حرام کے قریب) ہونا مناسب ہے''))۔

(نماز کے لیے عورتوں کا نکلنا مکروہ ہے تو قبرستان میں جانے کا کیا حال ہوگا)

اسی ''عینی'' جلد چہارم میں آپ کی عبارت منقولہ سے کچھ سطریں پہلے امام ابوعمر سے ہے: **ولقد کرہ اکثر العلماء خروجھن الی الصلوات فکیف الی المقابر وما اظن سقوط فرض الجمعہ عنھن الا دلیلا علی مساکھن عن الخروج فیما عداھا** ((عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد٦، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، صفحہ٩٥، رقم الحدیث:١٢٨٣ مطبوعہ دارالحدیث، ملتان)) (ترجمہ: ''اکثر علما نے تو نمازوں کے لیے عورتوں کا نکلنا مکروہ رکھا، تو قبرستانوں کو جانے کا کیا حال ہوگا؟ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ عورتوں سے فرضِ جمعہ ساقط ہوجانا، اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں اس کے علاوہ سے بھی روکا جائے گا''))

(۵)۔ حکمِ کتب میں توفیق بہت واضح ہے، جواز نفسِ مسئلہ کافی ذاتہ حکم ہے اور ممانعت بوجہ عارض غالب تو فتویٰ نہ ہوگا مگر منع مطلق پر۔ فقہ میں اس کے نظائر بکثرت ہیں کہ برعات قیود حکم جواز اور اُس کی تصحیح تک کتب میں مُصرَّح اور نظر بحالِ زمانہ حکمِ علما منع مطلقاً جیسے جوارِ حرم ودخولِ زناں بہ حمام ونفقۂ طالب علم ولعبِ شطرنج وغیرہا، اول وسوم کی عبارات گزریں، ''درمختار'' میں دربارۂ دوم ہے: **فی زماننا لاشک فی الکراھۃ**۔ ((الدرالمختار، جلد٩، کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ،

صفحہ ۸۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت))((ترجمہ: "ہمارے زمانے میں اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شُبہہ نہیں"))۔ "کافی" و "جامع الرموز" و "ردالمحتار" میں دربارۂ اخیر ہے: **ھو حرام و کبیرۃ عندنا و فی اباحتہٖ اعانۃ الشیطان علی الاسلام و المسلمین**

((ردالمحتار، جلد ۹، کتاب الخطر و الاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، فصل فی البیع، صفحہ ۶۵۰، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت))((ترجمہ: "ہمارے نزدیک تو شطرنج کھیلنا حرام و گناہِ کبیرہ ہے، اور اسے جائز رکھنے میں شیطان کو اسلام اور مسلمان کے خلاف مدد دینا ہے"))

(فقیہ کا حکم غالب کے اعتبار پر ہوتا ہے)

(۶)۔ اس تقریر سے اُس کا جواب واضح ہو گیا کہ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو جیسی ہزاروں میں ہزار ہوں جب بھی معتبر نہیں کہ حکمِ فقہ باعتبارِ غالب ہوتا ہے نہ کہ ہزاروں میں ایک، یہیں سے بریانیوں کا حال کھل گیا، دس ہزار بریانیاں مُردار مینڈھے، دُنبے بکرے کی ہوں اور اُن میں دس ہزار ان مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں، بیس ہزار حرام ہیں یہاں تک کہ اُن میں تحرِّی ((خوب غور و خوض)) کر کے جس کی طرف حلّت ((حلال ہونے)) کا خیال جمے اُسے کھانا بھی حرام، نہ کہ دس ہزار میں ایک۔ "دُرِّ مختار" میں ہے: **تعتبر الغلبۃ فی اوان طاھرۃ و نجسۃ و ذکیتۃ و میتۃ فان الاغلب طاھر اُتحری و بالعکس و السواء لا**۔((الدر المختار، جلد ۹، کتاب الخطر و الاباحۃ، صفحہ ۵۷۳، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت))((ترجمہ: "پاک و ناپاک برتنوں اور مُردار و ذبح کیے ہوئے جانوروں میں غلبہ کا اعتبار کیا جائے گا، اگر اکثر پاک ہوں تو تحرِّی یعنی غور و خوض کرے اور جدھر دل جمے کہ یہ پاک ہے اسے استعمال کرے، لیکن اگر اکثر ناپاک ہوں یا دونوں برابر ہوں تو تحرِّی نہ کرے، کیونکہ

ان دونوں صورتوں میں سب ناپاک قرار دیے جائیں گے‘‘))۔ہاں ایک حلال جُدا ممتاز معلوم ہو تو کثرتِ حرام سے اُس پر کیا اثر ،مگر یہاں سُن چکے کہ فساد و صلاح قلبِ مضمر اور تمیز متعذر نا مُیَسّر درّ منتقٰی کی عبارت ابھی گزری ، پھر غلبہ فساد مُتَیَقّن، تو قطعاً مطلقاً حکمِ ممانعت مُتَعیّن، جیسے وہ بیسوں ہزار بریانیاں سب حرام ہوئیں، حالانکہ ان میں یقیناً دس ہزار حلال تھیں۔یہی مسلک علمائے کرام چلے۔

(۷)۔’’عینی شرح بخاری‘‘ جلد سوم کی عبارت آپ نے نقل کی ، اُس میں نہ زنانِ مصر سے حکم خاص ہے نہ مغنیہ ودلاّ لہ کی تخصیص ،اُس میں سولہ صنف فسادِ زناں تو بیان کیں، جن میں دو یہ ہیں۔ اور فرمایا: ’’اور اس کے سوا اور بہت اصناف قواعدِ شریعت کے خلاف ہیں‘‘۔

(حنفی علما نے حکم مطلق رکھا ہے، نہ کہ فساد فتنہ برپا کرنے والی عورتوں کے ساتھ خاص)

اور بتایا کہ اُم المومنین اپنے ہی زمانے کی عورتوں کو فرماتی ہیں کہ اُن میں بعض امور حادث ہوئے ، کاش ان حادثات کو دیکھتیں کہ جب ان کا ہزاروں حصہ نہ تھے، اپنی عبارتِ منقولہ سے ایک ہی ورق پہلے دیکھیے، جہاں انہوں نے اپنے ائمۂ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ حکم مطلق رکھا ہے نہ کہ زنانِ فتنہ گر سے خاص اور اس کی علت خوفِ فتنہ بتائی ہے نہ کہ خاص وقوع۔ یہی بعینہٖ نصِ ہدایہ ہے کہ :**یکرہ لھن حضور الجماعات یعنی الشواب منتھی لما فیه من خوف الفتنة**۔((الھدایہ اولین، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، صفحہ ۱۰۵، مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ، کراچی))((ترجمہ: ’’عورتوں کے لیے جماعت کی حاضری مکروہ ہے، یعنی جوان عورتوں کے لیے، کیونکہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے‘‘))

ہاں جن سے وقوع ہو رہا ہے جیسے زنانِ مصر، اُن کے لیے حرام بدرجۂ اولیٰ بتایا ہے کہ جب خوفِ فتنہ پر ہمارے ائمہ مطلقاً حکمِ حرمت فرما چکے تو جہاں فتنے پورے ہیں وہاں کا کیا ذکر۔

(عورتوں کی جماعت میں شمولیت مکروہ ہے)

عبارتِ عینی یہ ہے: **قال صاحب الهداية يكره لهن حضور الجماعات قالت (۲) شراح: يعنى الشواب منهن وقوله الجماعات يتناول الجمع والاعياد والكسوف والاستسقاء وعن الشافعى يباح لهن الخروج قال اصحابنا لان فى خروجهن خوف الفتنة وهو سبب للحرام وما يفضى الى الحرام حرام فعلى، هذا قولهم يكره مرادهم يحرم لاسيما فى هذا الزمان لشيوع الفساد فى اهله** ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد، رقم الحدیث: ۸۶۴ مطبوعه دارالحدیث، ملتان))

((ترجمہ: ''صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: عورتوں کے لیے ''جماعتوں'' کی حاضری مکروہ ہے، اس پر بعض شارحین نے کہا یعنی جوان

(۲) اقول لا بل هو نفس نص الهداية كما سمعتَ۔ ۱۲ منہ غفر له۔

عورتوں کے لیے، مصنّف کا قول ''جماعتوں'' جمعہ، عیدین، کسوف یعنی سورج گہن کی نماز اور استسقاء یعنی طلبِ بارش کے لیے نماز ودُعا سب کو شامل ہے، امام شافعی سے مروی ہے کہ عورتوں کے لیے جماعت میں آنا جائز ہے، ہمارے لوگوں نے کراہت کی دلیل یہ دی ہے کہ عورتوں کے نکلنے میں فتنے کا اندیشہ ہے اور یہ نکلنا ایک حرام کام کا سبب ہے اور جو کام حرام تک پہنچانے والا ہو وہ حرام ہی ہے، اس کے پیشِ نظر مکروہ سے ہمارے علماء کی مراد ''حرام'' ہے خاص کر اس زمانے میں، اس لیے کہ اب اہلِ زمانہ میں فساد اور بُرائی عام ہے'')) پھر اسی صفحہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنھما کا جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالنا اور امامِ اجل ابراھیم نخعی تابعی کا اپنے یہاں کی مستورات کو جمعہ و جماعت میں نہ جانے دینا۔ ذکر کیا **کَمَا تَقَدَّمَ** ۔ ''عنایہ'' سے گزرا کہ امیر المومنین فاروقِ اعظم نے عورتوں کو حضورِ مسجد ((مسجد میں حاضری)) سے منع فرمایا۔

(عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت اہم ہے)

کیا مدینہ طیبہ کی وہ بیبیاں کہ صحابیات و تابعیات تھیں اور ان امامِ اجل تابعی کی مستورات **معاذ اللّٰہ** فتنہ گر و اہلِ فساد تھیں؟ حاشا ہرگز نہیں **یا لَلْعَجب** ۔ اگر صحابہ و تابعینِ کرام کو بھی کہا جائے کہ سب کو ایک لکڑی ہانکا اور متقین و فجار کا فرق نہ کیا۔ **حاشا ثم حاشا ھم** تو ثابت ہوا کہ منع عام ہے صرف فاسقات سے خاص نہیں اور اُن کا خصوصاً ذکر فرما کر زنانِ مصر کے خصائل گنانا اس لیے ہے کہ ان پر بدرجۂ اولیٰ حرام ہے نہ یہ کہ فقط فتنہ اُٹھانے والیوں کو ممانعت ہے یا وہ بھی صرف مغنیہ و دلّالہ کو۔

(۸) ۔ اسی نے آپ کی منقولہ عبارتِ ''عینی'' جلد چہارم کا مطلب واضح کر دیا کہ حکم کیا بیان فرمایا کہ اب زیارتِ قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا اس زمانے کی کیا تخصیص؟ آگے فرمایا خصوصاً زنانِ مصر اور اس کی تعلیل کی کہ اُن کا خروج بروجہ فتنہ ہے یہ وہی تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکمِ وقوعِ فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیہ کا ہے، ابھی امام عینی سے سُن چکے کہ **عن الشافعی یباح الخروج** ((عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الایمان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل و الغلس، صفحہ ۶۴۶، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان)) و لہٰذا کرمانی، پھر عسقلانی، پھر قسطلانی، سب شافعیہ ہیں، شروحِ بخاری میں اس طرف گئے، کرمانی نے قول امام تیمی کہ ''اس حدیث میں فسادِ بعض زناں کے سبب سب عورتوں کو ممانعت پر

دلیل ہے"نقل کر کے کہا: **قلت الذی یعوّل علیہ ماقلنا و لم یحدث الفساد فی الکل۔** ((عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد۴، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، صفحہ ۶۵۰، رقم الحدیث: ۸۶۹، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان)) ((ترجمہ: "میں نے کہا: معتمد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا، سب عورتوں میں خرابی نہیں پیدا ہوئی ہے")) ۔ان کے اس خیال کے دو شافی جواب ابھی گزرے اور تیسرا سب سے اعلیٰ باذنہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے، امام عینی نے یہاں اس سے تعرض نہ فرمایا کہ اسی حدیث کے نیچے ڈیڑھ ہی ورق پہلے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا ارشاد بتا چکے تھے۔

(زیارتِ قبور کی عورتوں کو اس وقت اِجازت تھی جب مسجد میں ان کا جانا مُبَاح تھا)

(۹)۔عبارتِ "غنیّۃ" کہ آپ نے نقل کی، اُس سے اُوپر کی سطر دیکھئے کہ اجازت اُس وقت تھی جب اُنہیں مسجدوں میں جانا مباح تھا، اب مسجدوں کی ممانعت دیکھئے سب کو ہے یا صرف زنانِ فتنہ گر کو۔ اُس کے سات سطر بعد کی عبارت دیکھئے: **یعضدہ المعنی الحادث باختلاف الزمان الذی بسببہ کرہ لھن حضور الجمع و الجماعات الذی اشارت الیہ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بقولھا لو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی ماا حدث النساء بعدہ لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل و اذا قالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ھذا عن نساء زمانھا مما ظنک بنساء زماننا** ((غنیۃ المستملی شرح منیۃ المستملی، المشتھر بالحلبی الکبیر، فصل فی الجنائز، البحث الخامس، صفحہ ۵۹۴ مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور)) ((ترجمہ: "اس کی تائید تبدیلیِ زمانہ سے پیدا ہونے والا معنیٰ کررہا ہے، جس کے سبب عورتوں کے لیے جمعہ و جماعات کی حاضری مکروہ ہوئی، جس کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس فرمان سے اشارہ کیا کہ

اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ حالت دیکھتے جو عورتوں نے ان کے بعد پیدا کرلی ہے تو انہیں روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں، جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے زمانے کی عورتوں کے بارے میں یہ فرمارہی ہیں تو ہمارے زمانے کی عورتوں کا کیا حال ہوگا؟'')) دیکھیے اسی مَنعِ مساجد سے سند لی جس کا حکم عام ہے تو لمافی خروجھن من الفساد سے فساد بعض ہی مراد اور اُسی سے مَنعِ کُل مستفاد، نہ کہ صرف فساد والیوں پر قصر ارشاد۔

(قبروں پر جانے والی عورت مستحقِ لعنت ہے)

(۱۰)۔ ''غنیہ'' نے ان دونوں عبارتوں کے بیچ میں آپ کے عبارت منقول کردہ متصل بحوالہ تاتارخانیہ تھایہ شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو: سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لایسئل عن الجواز والفساد فی مثل ھذا وانما یسئل عن مقدار یاملحقھا من اللعن فیھا واعلم انھا کلما قصدت لخروج کانت فی لعنۃ اللہ وملائکتہ واذ اخرجت تحفھا الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنھا روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنۃ اللہ ((غنیۃ المستملی شرح منیۃ المستملی، المشتھر بالحلبی الکبیر، فصل فی الجنائز، البحث الخامس، صفحہ ۵۹۴ مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور)) یعنی ''امام قاضی سے استفتا ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا: ایسی جگہ جواز وعدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے، جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اُسے گھیر لیتے ہیں، جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اُس پر لعنت کرتی ہے، جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے''۔

ملاحظہ ہو استفتا کیا خاص فاسقات کے بارے میں تھا؟ مطلق عورتوں کے قبروں

کو جانے سے سوال تھا، اُس کا یہ جواب ملا اس جواب میں کہیں فاسقات کی تخصیص ہے؟۔ غرض یہ تمام عبارات جن سے آپ نے استدلال فرمایا آپ کی نقیض مدعا میں نص ((یعنی آپ کے دعویٰ کی مخالفت میں دلیل)) ہیں۔

(۱۱)۔ یہاں ایک نکتہ اور ہے، جس سے عورتوں کو مسلمین بنانے، اُن کے صلاح وفساد پر نظر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے اور قطعاً حکم سب کو عام ہو جاتا ہے اگرچہ کیسی ہی صالحہ پارسا ہو، فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو، وہ بھی ہے اور سخت تر ہے جس کا فساق سے عورت پر اندیشہ ہو، یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی۔

(حضرت زبیر نے اپنی زوجہ کو مسجدِ نبوی میں جانے سے روک دیا)

حضرت سیّدُنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ، صالحہ، عابدہ، زاہدہ، تقیہ، نقیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو اسی معنی پر عملی طور سے متنبہ کر کے حاضری مسجد کریم مدینہ طیبہ سے باز رکھا۔ ان پاک بی بی کو مسجدِ کریم سے عشق تھا، پہلے امیر المومنین عمرِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں آئیں، قبلِ نکاح امیر المومنین سے شرط کرالی کہ مجھے مسجد سے نہ روکیں، اُس زمانۂ خیر میں محض عورتوں کو ممانعت قطعی جزمی نہ تھی، جس کے سبب بیبیوں سے حاضری مسجد اور گاہ گاہ زیارت بعض مزارات بھی منقول۔ صحیحین میں حضرت اُمِ عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے: **نھینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا** ((صحیح البخاری، جلد ا، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنازۃ، صفحہ ۱۷۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)) ''ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع فرمایا گیا مگر قطعی ممانعت نہ تھی''۔ اسی پر ''غنیّۃ'' کی اُس عبارت میں فرمایا کہ یہ اُس وقت تھا جب حاضریِ مسجد اُنہیں جائز تھی، اب حرام اور قطعی ممنوع ہے۔ غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے اُن کی شرط قبول فرمالی۔ پھر

بھی چاہتے یہی تھے کہ یہ مسجد نہ جائیں، یہ کہتیں آپ منع فرما دیں میں نہ جاؤں گی، امیر المومنین بہ پابندیِ شرط منع نہ فرماتے۔ امیر المومنین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نکاح ہوا۔ منع فرماتے وہ نہ مانتیں۔ ایک روز اُنہوں نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں ان کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے۔ جب یہ آئیں اس دروازے سے آگے بڑھی تھیں کہ اُنہوں نے نکل کر پیچھے سے اُن کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے۔ حضرت عاتکہ نے کہا: **اِنَّ لِلّٰہِ فسد الناس** ((الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، جلد۸، کتاب النساء، حرف العین: عاتکہ بنت زیدبن عمروبن نفیل العدویہ، صفحہ۲۲۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت)) "ہم اللہ کے لیے ہیں، لوگوں میں فساد آگیا"۔ یہ فرما کر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُنہیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی ہی صالحہ ہو، اُس کی طرف سے اندیشہ نہ سہی، فاسق مردوں کی طرف سے اُس پر خوف کا کیا علاج؟۔

(یہ ممانعت رَفعِ شر کے لیے ہے)

اب یہ سب کو ایک پھانسی لٹکانا ہوا یا مقدس پاک دامنوں کی عزت کو شریروں کے شر سے بچانا؟۔ ہمارے ائمہ نے دونوں علّتیں ارشاد فرمائیں۔ ارشادِ ہدایہ: **لما فیہ من خوف الفتنۃ** دونوں کو شامل ہے عورت سے خوف ہو یا عورت پر خوف ہو، اور آگے علّتِ دوم کی تصریح فرمائی کہ: **لاباس للعجوزان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء قال یخرجن فی الصلوات کلھالانہ لافتنۃ لقلۃ الرغبۃ الیھاولہ ان فرط الشبق حامل فتقع الفتنۃ غیران الفساق انتشارھم فی الظھر والعصر والجمعۃ** ((الھدایہ اولین، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، صفحہ ۱۰۵، مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ، کراچی))۔ ((ترجمہ: "فجر، مغرب اور عشاء کے اندر بڑھیا کو آنے میں حرج

نہیں، اور امام ابو یوسف و امام محمد کہتے ہیں کہ بڑھیا تمام نمازوں میں حاضر ہو، اس لیے کہ اس کے نکلنے میں فتنہ نہیں، کیونکہ اس کی طرف رغبت کم ہوتی ہے، امامِ اعظم کی دلیل یہ ہے کہ فاسقوں کی زیادتیِ شہوت یہاں اُبھارتی ہے تو فتنہ واقع ہو جائے گا۔ ہاں یہ کہ فساق واوباش ظہر، عصر اور جمعہ کے اوقات میں ادھر اُدھر پھیلے رہتے ہیں، تو ان ہی اوقات میں بڑھیا کے لیے ممانعت ہوئی''))۔

(غلبۂ فساد کے پیشِ نظر جماعت میں عورت کی شرکت منع ہے)

محقق علی الاطلاق نے ''فتح القدیر'' میں فرمایا: **بالنظر الی التعلیل المذکور منعت غیر المزنية ايضالغلبة الفساق وليلا وان كان النص يبيحة لان الفساق في زماننا اكثر انتشارهم وتعرضهم بالليل۔۔۔۔ وعمم المتأخرون المنع للعجائز والشواب في الصلوات كلها لغبلة الفساد في سائر الاوقات** ((فتح القدیر، جلد ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، صفحہ ۳۱۷، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)) ((ترجمہ: ''دلیلِ مذکور کے پیشِ نظر ایسی عورت کو بھی روکا گیا جو خود بدکار نہیں، کیونکہ بدمعاشوں کا غلبہ ہے، اور رات کو بھی ممانعت ہے، اگرچہ نصِّ امام سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ ہمارے زمانے میں فاسقوں، بدکاروں کی چلت پھرت اور چھیڑ چھاڑ زیادہ تر رات ہی کو ہوتی ہے اور بعد کے علما نے تو بوڑھیوں، جوانوں سب کے لیے تمام نمازوں میں عام ممانعت کر دی ہے کیونکہ اب تمام اوقات میں فساد و خرابی کا غلبہ ہے''))

اس مضمون کی عبارت جمع کی جائیں تو ایک کتاب ہو، خود اسی ''عمدۃ القاری'' جلد سوم میں اپنی عبارتِ منقولہ سے سوا صفحہ پہلے دیکھیے:

فيه (اى في الحديث) انه ينبغي (اى للزوج) ان يأذن لها ولا يمنعها مما فيه منفعتها وذلك اذا لم يخف الفتنة عليها ولا بها وقد كان هو الاغلب

فی ذلک الزمان بخلاف زماننا هذا فان الفساد فیه فاش والمفسدون کثیرون وحدیث عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنها یدل علی هذا ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الاذان، باب خروج النساالی المساجد، صفحہ ۲۴۷، رقم الحدیث:۸۶۵، مطبوعہ دارالحدیث، ملتان)) ((ترجمہ: ''حدیث میں ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ عورت کو اجازت دے دے اور اسے ایسے کام سے نہ روکے جس میں اس کا فائدہ ہے، یہ حکم اس حالت میں ہے جبکہ عورت سے اور عورت پر فتنے کا اندیشہ نہ ہو، اور سرکار کے مبارک زمانے میں ایسا ہی تھا، بخلاف ہمارے زمانے کے، کہ اس میں بُرائی پھیلی ہوئی ہے اور مُفسدین بدعمل زیادہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا کی حدیث بھی اسی کا پتہ دے رہی ہے'')).

(زیارتِ قبور عورتوں کے لیے حرام ہے)

اُسی کی جلد چہارم کی عبارت کا مطلب واضح کر دیا کہ حکم کیا بیان فرمایا یہ کہ ''اب زیارتِ قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں، بلکہ حرام ہے''۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا اس زمانے کی کیا تخصیص؟۔

آگے فرمایا: ''خصوصاً زنانِ مصر'' اور اُس کی تعلیل ((وجہ بیان)) کی کہ اُن کا خروج بروجہ فتنہ ہے، یہ وہی اَوْلِویّتِ تحریم کی وجہ ((یعنی حرام ہونے کی اصل وجہ)) ہے نہ کہ حکم وقوعِ فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیہ کا ہے ابھی امام عینی سے سُن چکے کہ: **عن الشافعی یباح لهن الخروج** ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الایمان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، صفحہ ۲۴۶، مطبوعہ دارالحدیث، ملتان)) ((ترجمہ: امام شافعی سے روایت ہے کہ ان (عورتوں) کا نکلنا جائز تھا)) ولہٰذا کرمانی، پھر عسقلانی، پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں شروحِ بخاری میں اس طرف گئے، کرمانی نے قولِ امام تیمی کہ: ''فسادِ بعض زنان کے

سبب سب عورتوں کوممانعت پر دلیل ہے“ نقل کر کے کہا: **قلت الذی یعوّل علیه ماقلناه ولم یحدث الفساد فی الکل** ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد۴، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، صفحه۱۵۰، رقم الحدیث:۸۶۹، مطبوعه دارالحدیث، ملتان)) ((ترجمہ: ”میں نے کہا: معتمد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا، سب عورتوں میں خرابی نہیں پیدا ہوئی ہے“)) ((عمدۃ القاری)) جلد چہارم میں ابوعمر ابن عبدالبر سے دیکھئے:

اما الشواب فلاتوءمن من الفتنة علیهن وبهن حیث خرجن ولا شئی للمرأة احسن من لزوم قعربیتها۔ ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد۶، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، صفحه۹۵، رقم الحدیث:۱۲۸۳، مطبوعه دارالحدیث، ملتان)) ((ترجمہ: ”رہیں جوان عورتیں، تو ان پر اور ان سے فتنہ واقع ہوجانے سے بےخوفی نہیں، یہ جہاں بھی نکلیں، عورت کے لیے اپنے گھر کی تہہ اختیار کرنے سے بہتر کوئی چیز نہیں“))۔ **الحمدُلِله** اب تو وضوحِ حق میں کچھ کمی نہ رہی۔

(شوہر صرف چند مقامات کے لیے عورت کو اجازت دے)

(۱۲)۔ ذرا یہ بھی دیکھ لیجیے کہ ہمارے علمائے کرام نے خروجِ زن کے چند مواضع گنائے، جن کا بیان ہمارے رسالہ ”**مروج النجا لخروج النساء**“ میں ہے، اور صاف فرمادیا کہ ان کے سوا میں اجازت نہیں، اور اگر شوہر اِذن دے گا تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ ”دُرِّمختار“ میں ہے: **لاتخرج الالحق لها اوعلیها اولزیارة ابویها کل جمعه مرة اوالمحارم کل سنة ولکونها قابلة اوغاسلة لافیما عداذلک وان اذن کانا عاصیین** ((الدرالمختار، جلد۴، کتاب النکاح، باب المهرفی شرح زیارة اهلهابلااذنه مالم تقبضه، صفحه۲۸۶، مطبوعه دارالمعرفة،

بیروت)) (ترجمہ: ''عورت نہ نکلے مگر اپنے لیے یا اپنے اور کسی حق کے سبب یا ہر ہفتہ میں ایک بار والدین کی ملاقات کے لیے یا سال میں ایک بار دیگر محارم کی ملاقات کے لیے، اور دایہ یا نہلانے والی ہونے کے سبب، ان کے علاوہ صورتوں میں نہ نکلے اور اگر شوہر نے اجازت دے دی تو دونوں گناہ گار ہوں گے''))۔ ''نوازل'' امام فقیہ ابو اللیث و ''فتاوی خلاصہ''، ''فتح القدیر'' وغیرہا میں ہے: **یجوز للزوج ان یأذن لھابالخروج الی سبعة مواضع اذااستاذنته زیارة الابوین وعیادتھما وتعزیتھما او احدھما وزیارة المحارم فان کانت قابلة او غاسلة او کان لھا علی اخر حق او کان لاخر علیھا حق تخرج بالاذن وبغیر الاذن والحج علی ھذاوفیما عداذلک من زیارة الاجانب وعیادتھم والولیمه لایأذن لھاولایخرج ولواذن وخرجت کانا عاصیین** ((خلاصة الفتاوی، جلد۲، کتاب النکاح، الفصل الخامس، عشرفی الخطروالاباحة، الجنس الخامس فی الخروج المرأة من البیت، صفحه۵۳، مطبوعه مکتبه رشیدیه، سرکی روڈ، کوئٹه)) (ترجمہ: ''شوہر کے لیے جائز ہے کہ عورت کو سات مقامات میں نکلنے کی اجازت دے (۱) ماں باپ دونوں یا کسی ایک کی ملاقات (۲) ان کی عیادت (۳) ان کی تعزیت (۴) محارم کی ملاقات (۵) اگر دایہ ہو (۶) یا مُردہ کو نہلانے والی ہو (۷) یا اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا اس پر حق ہو، تو ان آخری تین صورتوں میں اجازت لے کر اور بِلا اجازت بھی نکلے گی، حج بھی اسی حکم میں ہے، ان صورتوں کے علاوہ اجنبیوں کی ملاقات، ان کی عیادت، اور دعوتِ ولیمہ کے لیے شوہر اجازت نہ دے، اگر اجازت دی اور عورت گئی تو مَرد و عورت دونوں گناہ گار ہوں گے'')) ملاحظہ ہو، ان میں کہیں زیارتِ قبور کا بھی استثنا کیا؟ کیا یہ استثنا کسی کتابِ معتمد میں مل سکتا ہے؟۔

(محض زیارتِ قبر اور زیارتِ قبور کیلئے عورتوں کے نکلنے میں فرق)

(۱۳)۔ اقول و باﷲ التوفیق و به الوصول الی ذری التحقیق (("میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اسی کی مدد سے تحقیق کی بلندیوں تک رسائی ہے"))

ان تمام مباحثِ جلیلہ سے بحمد اﷲ تعالٰی ایک جلیل و دقیق توفیقِ انیق ظاہر ہوئی۔ عامہ مجوزین نفسِ زیارتِ قبر لکھتے ہیں کہ اس کی اجازت عورتوں کو بھی ہوئی، زیارتِ قبور کے لیے خروجِ نسا نہیں کہتے، عام کتب میں اسی قدر ہے اور مانعین زیارتِ قبر کے لیے عورتوں کے جانے کو منع فرماتے ہیں، ولھٰذا خُروج اِلَی المساجد (("اوراس لیے مسجد کی طرف نکلنے")) کی ممانعت سے سند لاتے ہیں اور اُن کے خروج میں خوفِ فتنہ سے استدلال فرماتے ہیں، تمام نصوص کہ ہم نے ذکر کیے، اسی طرف جاتے ہیں، تو اگر قبر گھر میں ہو یا عورت مثلاً حج یا کسی سفرِ جائز کو گئی، راہ میں کوئی قبر ملی، اُس کی زیارت کر لی، بشرطیکہ جزع وفزع وتجدیدِ حزن وبکا ونوحہ وافراط وتفریطِ ادب وغیرہا منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ "کشف بزدوی" میں جن روایات سے صحتِ رُخصت پر اِستناد فرمایا، اُن کا مفاد اسی قدر ہے۔ حیث قال والاصح ان الرخصة ثابتة للرجال والنساء جمیعا فقد روی ان عائشة رضی اﷲ تعالٰی عنها کانت تزور قبر رسول اﷲ صلی اﷲ تعالٰی علیه وسلم فی کل وقت وانها لما خرجت حاجة زارت قبر اخیها عبدالرحمن ((کشف الاسرار عن اصول البزدوی، جلد۳، باب تقسیم الناسخ، صفحہ۲۷۷، مطبوعه دارالکتب العلمیة، بیروت))(("انھوں نے یوں فرمایا اور صحیح تر یہ ہے کہ رُخصت مَرد وعورت دونوں کے لیے ثابت ہے، کیونکہ مروی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا قبرِ رسول کی زیارت تو ہر وقت کرتیں، اور جب سفرِ حج کو نکلتیں تو راہ میں اپنے بھائی عبدالرحمان کی قبر کی زیارت کر لیتیں"))۔

(عورتوں کا زیارتِ قبور کے لیے جانا مکروہِ تحریمی ہے)

''بحر الرائق'' و''عالمگیری'' و''جامع الرموز'' و''مختار الفتویٰ'' و''کشف الغطا'' و''سراجیہ'' و''درمختار'' و''فتح المنان'' کی عبارتیں جن سے ''تصحیح المسائل'' میں اِستناد کیا ہمارے خلاف نہیں، ہاں ''مأتہ مسائل'' پر رد ہیں، جس میں مطلق کہا تھا: **زنان را زیارتِ قبور بقول اصح مکروہِ تحریمی ست**۔ ((''عورتوں کے لیے قبورکی زیارت صحیح تر قول کے مطابق مکروہِ تحریمی (حرام کے قریب) ہے'')). لاجرم وہی ''دُرِّمختار'' جس میں تھا: **لاباس بزیارة القبور للنساء**۔ ((الدرالمختار، جلد۳، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة فی شرح ویخرج ولدها، صفحہ ۱۷۷، مطبوعہ دارالمعرفة، بیروت)) ((ترجمہ: ''عورتوں کے لیے زیارتِ قبور میں حرج نہیں'')) اُسی میں ہے: **ویکرہ خروجهن تحریما**۔ ((الدرالمختار، جلد۳، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة فی شرح ویخرج ولدها، صفحہ ۱۷۷، مطبوعہ دارالمعرفة، بیروت)). ((ترجمہ: ''عورتوں کا نکلنا مکروہِ تحریمی ہے'')).

(جنازے میں شرکت کی ممانعت)

وہی ''بحر الرائق'' جس میں تھا: **الاصح ان الرخصة ثابتة لهما** ((البحر الرائق، جلد۲، کتاب الجنائز، فصل: السلطان احق بصلٰوته، صفحہ ۳۴۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)). ((ترجمہ: ''صحیح تر یہ ہے کہ رُخصتِ زیارت مَرد وعورت دونوں کے لیے ثابت ہے'')) اسی میں ہے: **لاینبغی للنساء ان یخرجن فی الجنازة لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نهاهن عن ذلک وقال انصرفن مازورات غیر مأجورات**۔ ((البحرالرائق، جلد۲، کتاب الجنائز، فصل: السلطان احق بصلٰوته، صفحہ ۲۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)). ((ترجمہ: ''عورتوں کو جنازے میں نکلنا نہ

چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم نے انہیں اس سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ گناہ گار بے ثواب پلٹتی ہیں‘‘)) اتباعِ جنازہ ((جنازہ کے ساتھ چلنا)) کہ فرضِ کفایہ ہے، جب اُس کے لیے اُن کا خروج ((نکلنا)) ناجائز ہوا، تو زیارتِ قبور کہ صرف مستحب ہے اُس کے لیے کیسے جائز ہوسکتا ہے؟۔ پھر نفسِ زیارتِ قبر جس کے لیے عورت کا خروج نہ ہو، اُس کا جواز بھی عندالتحقیق فی نفسہٖ ہے کہ جن شروطِ مذکورہ سے مشروط اُن کا اجتماع نظر بہ عادتِ زناں نادر ہے، اور نادر پر حکم نہیں ہوتا، تو سبیلِ اسلم سے بھی روکنا ہے۔

(زیارتِ قبر سے منع کرنے اور نہ منع کرنے میں تطبیق اور اس پر اعلیٰ حضرت کا حاشیہ)

’’ردالمحتار‘‘ و ’’منحۃ الخالق‘‘ میں ہے:

ان کان ذلک لتجدید الحزن والبکاء والندب علی ماجرت بہ عادتھن فلا تجوز، وعلیہ حمل حدیث لعن اللہ زائرات القبور وان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرّک بزیارۃ قبور الصالحین فلا بأس اذا کن عجائز ویکرہ اذا کنّ شوابّ کحضور الجماعۃ فی المسجد۔ اھ۔ زاد فی ردالمختار وھو توفیق حسن۔ اھ۔ ((الردالمحتار، جلد۳، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی زیارۃ القبور، صفحہ۱۷۸، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت))

((ترجمہ: ’’اگر یہ غم تازہ کرنے، رونے اور بَین کرنے کے لیے ہو، جیسا کہ عورتوں کی عادت ہے تو ناجائز ہے، اسی پر محمول ہوگی یہ حدیث کہ ’اللہ نے زیارتِ قبر کرنے والیوں پر لعنت کی‘ اور اگر عبرت حاصل کرنے، روئے بغیر رحم کھانے اور قبورِ صالحین

سے برکت حاصل کرنے کے لیے ہو، تو جماعتِ مسجد میں حاضری کی طرح بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے مکروہ ہے، ''ردالمحتار'' میں اضافہ ہے کہ یہ عمدہ تطبیق ہے'')

وکتبت علیه اقول قد علم ان الفتوی علی المنع مطلقا ولو عجوزا ولو لیلا فکذٰلک فی زیارة القبور بل اولٰی ((ترجمہ: ''اس پر میں (امام احمد رضا) نے حاشیہ لکھا کہ میں کہتا ہوں، یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ جماعتِ مسجد کی حاضری عورتوں کے لیے مطلقاً منع ہے، اگرچہ عورت بوڑھی ہو، اگرچہ رات کو نکلے، تو یوں ہی زیارتِ قبور کو نکلنے میں سبھی عورتوں کے لیے ممانعت ہوگی'')

(۱۴)۔آپ نے ایک صورت شیخِ فانی مرتعش ((فنا کے قریب پہنچے ہوئے بوڑھے)) سے پردے کے اندر توجہ لینے کی ذکر کی ہے، اس میں کیا حرج ہے جبکہ خارج سے کوئی فتنہ نہ ہو، نہ اسے یہاں سے علاقہ۔

(اللہ کی طرف سے بُلانے والا صرف مَرد ہی ہوسکتا ہے)

(۱۵)۔مگر وہ جو عورت کا خلیفہ ہونا لکھا صحیح نہیں، ائمۂ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہوسکتی، ہاں تدابیر ارشاد کردۂ مرشد بتانے میں سفیر محض ہو تو حرج نہیں، امام شعرانی ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' میں فرماتے ہیں: قد اجمع اهل الکشف علی اشتراط الذکورة فی کل داع الی اللہ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیة المریدین ابدالنقص للنساء فی الدرجة وان ورد الکمال فی بعضهن کمریم بنت عمران واسیة امرأة فرعون فذٰلک کمال بالنسبة للتقویٰ والدین لا بالنسبة للحکم بین الناس وتسلیکهم فی مقامات الولایة وغایة امر المرأة ان تکون عابدة زاهدة کرابعة العدویّة رضی اللہ تعالٰی عنها۔ ((المیزان الکبریٰ، جلد ۲، کتاب الاقضیه،

صفحہ ۱۸۹، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)) ((ترجمہ: ''اہلِ باطن کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ ہر داعی الی اللہ کے لیے مَرد ہونا شرط ہے، اور ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملی کہ سلف صالحین کی مستورات میں سے کوئی خاتون مریدوں کی تربیت کے لیے کبھی گدی نشین ہوئی ہوں، کیونکہ عورتیں درجہ میں کم ہیں، اور بعض خواتین مثلاً مریم بنتِ عمران اور آسیہ زوجۂ فرعون رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں جو کامل ہونے کا ذکر آیا ہے، تو یہ کامل ہونا تقویٰ اور دینداری کے لحاظ سے ہے، لوگوں کے درمیان حاکم ہونے اور انہیں مقاماتِ ولایت طے کرانے کے لحاظ سے نہیں ہے، عورت کی انتہائی شان بس یہ ہے کہ عابدہ، زاہدہ ہو، جیسے رابعہ عدویہؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہا''))

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

((ترجمہ: ''اور اللہ وہ پاک ہے اور بلند ہے، زیادہ جانتا ہے اور اس کا علم، اس کی بزرگی عظیم، زیادہ مکمل اور محکم ہے''))

تَمَّتْ

ے

عورت کا نامحرم مَرد سے بلاضرورتِ شرعیہ بات کرنا ازروئے قرآن حرام ہے

از

مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشہ اہلِ سنت امام المناظرین
فاتح مذاہبِ باطلہ حضرت علامہ ابوالفتح
حافظ قاری محمد حشمت علی خان قادری رضوی لکھنوی
رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیہِ

ے

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ زید کہتا ہے کہ عورتیں نامحرم مَردوں سے بات چیت کرسکتی ہیں اور اپنے اس قول کی تائید میں یہ آیۂ کریمہ پیش کرتا ہے:

یٰ نِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا

(سورۃ الاحزاب، آیت:۳۲)

یعنی: ''اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دِل کا روگی کچھ لالچ کرے، ہاں اچھی بات کرو''۔

زید کہتا ہے کہ آیۂ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عورت کسی غیر مرد سے بات کرے تو کڑی آواز سے اچھی بات کرے۔ نرم لہجے سے بات نہ کرے، نیز کہتا ہے کہ قرآن شریف میں یہ کہیں نہیں آیا ہے کہ عورت کو غیر مرد سے بات کرنا ناجائز ہے یا یہ کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ پس یہ معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ آیتِ مندرجۂ بالا کی تفسیر کیا ہے۔

المستفسر: محمد عرفان علی قادری رضوی غفر لہٗ از بیسلپور ضلع پیلی بھیت۔ یو۔ پی

الجواب:

اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب۔ علمِ تفسیر کا اہم قاعدہ ہے کہ **اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا** یعنی ''قرآنِ عظیم کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر فرماتی ہے''۔ خود پیرِ نیچر سر سید احمد خاں مرتد کولی علی گڑھی نے اپنی ناپاک ملعون کتاب ''تحریف القرآن'' بغلط مسمّٰی بتفسیر القرآن میں جابجا تفسیر بالرائے کر کے مسائلِ ضروریہ دینیہ پر ایمان کو مٹایا ہے اور اپنے اِس شدید و بعید کفر و ارتداد کو تفسیر القراٰن بالقراٰن کے پردے میں چھپایا ہے و العیاذ

باللہ تعالٰی۔

بہر حال تفسیر القرآن بالقرآن ایسا اہم اور زبردست قاعدہ ہے جس سے انکار کرنے کی کسی مخالف کو بھی مجال نہیں۔ اب چند آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت ہو، جن سے بعون اللہ تعالٰی و بعون حبیبہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہ وسلم مسئلۂ مستفسرہ کی وضاحت ہو۔

اللہ تبارک وتعالٰی فرماتا ہے:

۱۔ وَلَا یَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِہِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِہِنَّ

(سورۂ نور، آیت:۳۱)

یعنی: ''اور (ایمان والی عورتیں) زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے اُن کا چھپا ہوا سنگار''۔ (ترجمۂ رضویہ)

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

۲۔ اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ

(سورۂ احزاب، آیت:۶)

یعنی: ''نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اُس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں''۔ (ترجمۂ رضویہ)

۳۔ اور اللہ عزّ جلالہٗ فرماتا ہے:

وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاہِلِیَّۃِ الۡاُوۡلٰی وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیۡنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ۚ وَاذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالۡحِکۡمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا۔ (سورۂ احزاب، آیت:۳۳،۳۴)

یعنی: ''اور (اے نبی کی بیبیو!) اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو

جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی، اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو، اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب سُتھرا کر دے اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت، بے شک اللہ ہر باریکی جانتا اور خبردار ہے"۔ (ترجمۂ رضویہ)

۴۔ اور اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۞ (سورۂ احزاب، آیت: ۵۳)

یعنی: "اور (اے ایمان والو!) جب تم اُن (ازواجِ مطہرات اُمہات المومنین) سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ اِس میں زیادہ سُتھرائی ہے تمہارے دلوں اور اُن کے دلوں کی۔ اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ اُن کے بعد کبھی اُن کی بیبیوں سے نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے"۔ (ترجمۂ رضویہ)

پہلی آیتِ کریمہ نے صاف صاف فرمادیا کہ ایمان والی عورت کی آواز تو اُسی کی آواز ہے اُس کے زیور کی جھنکار بھی عورت ہے جس کا نامحرم کو سُنانا حرام و ناجائز ہے، تو آیتِ کریمہ سے بِدَلَالَۃِ النَّص ثابت ہوگیا کہ ایمان والی عورت کو نامحرم سے بات چیت کرنا بلا ضرورتِ دینیہ اور بے حاجتِ شرعیہ ہرگز جائز نہیں۔ دوسری آیتِ مقدسہ سے بِعِبَارَۃِ النَّص ثابت ہوگیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، سب ایمان والے مرد اُن کے بیٹے ہیں۔ رَضِیَ اللّٰہُ

تَعَالٰی عَنْھُنَّ وَ صَلّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی بَعْلِھِنَّ وَ عَلَیْھِنَّ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ۔ اور ظاہر ہے کہ بیٹا یقیناً اپنی ماں کا محرم ہے۔ تیسری آیتِ مُبارکہ نے صاف ارشاد فرما دیا کہ حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات واہلِ بیتِ طہارت رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر طرح پاک اور سُتھرا اور گندگی وآلودگی و پلیدی کو اُن سے قطعاً دُور رکھا ہے۔ چوتھی آیتِ عظیمہ نے فرما دیا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کے پاک مبارک گھروں میں جو آیاتِ کریمہ نازل ہوئیں اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم نے اُن سے جو کچھ کلماتِ موعظت و ارشاداتِ حکمت ومسائلِ شریعت بیان فرمائے، تکمیلِ دین وتبلیغِ احکام کے لیے اُن کو ذکر فرمانے کا حکمِ الٰہی ہے۔ اب بفضلہٖ تعالٰی وبکرم حبیبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم مسئلہ واضح اور حکمِ شرعی لائح ہو گیا کہ ایمان والی عورتوں کی آواز یقیناً عورت ہے جس کا بغیر اضطرار واحتیاج کے نامحرم کو سُنانا جائز نہیں۔ یہ حکم جملہ ایمان والی عورتوں کو عام ہے۔ زید کی پیش کردہ آیتِ متبرکہ میں صرف حضراتِ اُمہات المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہن مخاطب ہیں۔ پُر ظاہر کہ اُن کے لیے جو خصوصی حکمِ الٰہی ہوگا وہ دوسری مؤمنات و مسلمات کے لیے ہرگز نہ ہوگا، پھر یہاں تو حضرتِ حق سُبحٰنہ وتعالٰی نے صاف ارشاد فرما دیا کہ

لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (سورۂ احزاب، آیت: ۳۲)

یعنی: ''اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو''۔

پھر بھی اس آیتِ متبرکہ کو اپنے مدعائے باطل پر پیش کرنا زید کی بکف چراغی ہے۔ قرآنِ عظیم کی بہت سی آیاتِ کریمہ ہیں جو صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن ہی کی حاضری میں نازل ہوئیں۔ حضورِ اقدس مالکِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کی ہزاروں احادیثِ مبارکہ ہیں جو صرف اُمہات المؤمنین رضی اللہ

تعالیٰ عنھن ہی کے سماع وعلم میں تھیں، جن کے بغیر اکمالِ دین و اتمامِ نعمت متصور نہ تھا، یہ تو ضرورتِ دینیہ تھی۔ پھر وہ تمام ایمان والے مردوں کی طیبہ، طاہرہ مائیں ہیں، سب ایمان والے مرد اُن کے بیٹے ہیں۔ پھر اُن کو حضرتِ قادرِ مقتدر رجل جلالہٗ نے طاہرہ و مطہرہ ہی رکھا، کسی ناپاکی کے دھبے کو اُن کی ردائے طہارت کے پاک مبارک آنچلوں تک پہنچنے بھی نہ دیا، اتنے اہم انتظاماتِ مُبارکہ اور ایسے زبردست اہتماماتِ مقدسہ کے ساتھ اب اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔

(سورۂ احزاب، آیت: ۳۲)

یعنی: ”اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے، ہاں اچھی بات کرو“۔

(ترجمۂ رضویہ)

پھر پانچویں آیتِ معظّمہ میں یہ بھی فرما دیا کہ اے ایمان والو! میرے نبی کی بیبیوں سے کچھ سوال کرو تو پردے کے باہر سے سوال کرو۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ بے پردہ رُوبرو اور آمنے سامنے ہو کر میرے محبوب کی بیبیوں سے سوال کرنا میرے محبوب کو ایذا دینا ہے۔ اِن سب ارشاداتِ قرآنیہ و فرامینِ نبویہ کو دیکھتے ہوئے بھی زید کا اِس آیتِ متبرکہ سے نامحرموں کے ساتھ عورتوں کے بات چیت کرنے کو جائز بتانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی غبی ابلد یا غوی مرتد معاذ اللہ اپنے نفسِ لئیم کو حضورِ اقدس شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذاتِ کریم پر قیاس کر کے خصائصِ نبویہ کو اپنے لیے ثابت کرے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بلکہ اِسی آیتِ کریمہ میں لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔ یعنی ”تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو“، فرما کر بِاِشَارَۃِ النَّصِّ بتا دیا کہ یہ حکم عامۂ مؤمنات و مسلمات کے لیے نہیں

ہے۔ عامۂ مسلمات کو عامۂ مسلمین سے بات چیت کرنا بے ضرورت و حاجت جائز نہیں کہ عامۂ مسلمات کے لیے عامۂ مسلمین نامحرم ہیں۔ بخلاف ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے، کہ اُن کو بے مثل و بے مثال قادرِ متعال خدائے ذوالجلال نے اپنے بے مثل و بے مثال محبوب صاحب الجمال صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ ذوی الفضل والنوال کی زوجیت سے مشرف فرما کر اُن کو بھی بے مثل و بے مثال بنا دیا کہ اب دنیا بھر میں کوئی عورت اُن کے مثل نہیں ہو سکتی۔ اُن کو گندگی و پلیدی و آلودگی سے قطعاً پاک اور سُتھرا رکھنے کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعلان فرما دیا۔ پھر اکمالِ دین واتمامِ نعمت کے لیے اُن کو تذکیر بالآیات الالٰھیہ و تبلیغِ احادیثِ نبویہ کی اہم دینی ضرورت بھی درپیش ہے، جس کی طرف اس آیتِ متبرکہ میں بھی وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا فرما کر اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اِن جملہ امور کے ہوتے ہوئے بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کو گفتگو میں نرمی کرنے سے منع فرما دیا اور مسلمان مَردوں پر اُن سے بے پردہ سوال کرنے کو حرام ٹھہرا دیا۔ حق کا مالک جل جلالہٗ حق جوئی، حق بینی، حق گزینی، حق گوئی، حق پسندی کی توفیق بخشے تو اِسی آیتِ کریمہ سے باقتضاء النص ثابت ہو گیا کہ جب ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے لیے حکم ہے کہ گفتگو میں نرمی کریں، ایمان والے مَردوں کو حکم ہے کہ پردے کے باہر سے اُن کی خدماتِ مبارکہ میں عرض معروض کریں، تو عامۂ مؤمنات و مسلمات جن کے لیے عام مؤمنین و مسلمین نامحرم بھی ہیں، اُن کو پلیدی و گندگی سے پاک اور سُتھرا رکھنے کا وعدۂ الٰہیہ بھی نہیں، اُنہیں اس کی ضرورت بھی درپیش نہیں کہ مسلمان مَردوں کو آیاتِ الٰہیہ و احکامِ نبویہ کی تبلیغ و تعلیم کریں، اُن کے لیے عام مَردوں کے ساتھ سِرے سے بات چیت کرنا ہی اللہ عَزَّوَجلَّ کو مبغوض و ناپسند اور ممنوعِ شرعی ہے۔ انہیں آیاتِ ربّانیہ سے ثابت ہو گیا کہ جب ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے لیے پردہ فرمانے اور اپنے سُرادقاتِ عصمت ہی میں ٹھہرے رہنے کا حکمِ الٰہی ہے تو عامۂ

مسلمات و مؤمنات کے لیے پردہ کرنا اور عمر بھر خانہ نشین رہنا کس قدر اہم اور ضروری ہے، اس مسئلے کی تفصیلِ جلیل کہ عورت اپنے گھر کے سوا اور کہاں کہاں جا سکتی ہے حضور پُرنور مرشدِ برحق آقائے نعمت دریائے رحمت امامِ اہل سنت مجدّدِ اعظم اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی مولانا مولوی حافظ حاجی مفتی قاری شاہ عبدالمصطفیٰ محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ و عنّا بِہٖ فی الحال وَ فی مَایَاتِیْ کے رسالۂ مُبارکہ مسمّٰی بنامِ تاریخی ''مروج النجالخروج النساء''میں ملاحظہ ہو۔

انہیں آیاتِ الٰہیہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اسلامی شرعی قرآنی پردہ وہی ہے جو آج کل بھی بحمد اللّٰہ تعالٰی شرفائے اہلِ اسلام کے گھروں میں رائج ہے کہ ایمان والی عفت مآب خواتین عمر بھر پردہ گزیں و خانہ نشیں ہی رہتی ہیں، اُن کی صورت تو اُن کی صورت، اُن کی آواز بلکہ اُن کے پاؤں کے زیور کی جھنکار بھی نامحرم سُننے نہیں پاتا۔

اِلَّا ما اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْہِ وَ قَالَ اللّٰہُ الْجَوّادُ الکَرِیْمُ:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

(سورۂ بقرہ: آیت: ۱۷۳)

(ترجمہ: ''تو جو مجبور ہو جائے، حالانکہ وہ نہ خواہش رکھنے والا ہو اور نہ ضرورت سے آگے بڑھنے والا ہو، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے'')

بہر حال پیرِ نیچر یا اُس کا متبع نیچری لیڈر یا آزاد خیال مسٹر یا قیودِ اسلامیہ وحدودِ شرعیہ سے آزاد ریفارمر، جو اس پردے پر اعتراض جماتا ہے اس کو مُلّاؤں کا گڑھا ہوا بتاتا ہے، اس کو عورتوں کے لیے مُضرِّ صحت ٹھہراتا ہے اس کو خلافِ مساوات اور عورتوں پر ظلم کہہ کر علمائے اسلام پر گالیاں پھنٹاتا ہے، وہ در پردہ اپنے ناپاک اعتراضات کا سلسلہ خود اللّٰہ واحدِ قہار جل جلالہ تک پہنچاتا ہے۔ مولویوں کے پردہ میں خود حضرتِ اَحدِ صَمَدْ

عَزَّجلالهٗ کو گالیاں سُناتا ہے، اور در حقیقت رَبِّ بِمَآاَغْوَیْتَنِیْ (سورۂ حجر: آیت:۳۹) (ترجمہ: ''اے رب میرے! قسم ہے اس کی کہ تُو نے مجھے گمراہ کیا'') کہنے والے ابلیسِ لعین سے اُس کا رشتہ ناتا ہے، بھولے بھالے سُنّی مسلمانوں کو سَترِ شرعی کا حکم دکھاتا ہے اور پھر اُسی کو حجابِ شرعی بتا کر اُنہیں اپنے دامِ فریب میں پھنساتا ہے اور اُن آیاتِ مبارکہ کو جن میں حجابِ شرعی کے احکام اور مؤمنات ومسلمات کو نامحرموں سے اپنی صورتوں کے چھپانے حتیٰ کہ خود حضراتِ اُمہات المومنین رضی اللّٰہ تعالٰی عنھن کو بھی کاشانہائے مقدس میں ٹھہرے رہنے کے ارشادات ہیں چُھپاتا ہے۔ مسلمانانِ اہلِ سنت خوب یادرکھیں کہ سَترِ شرعی اور حجابِ شرعی دونوں الگ الگ دو مستقل حکمِ شرعی ہیں۔ نیچری صرف آیاتِ سَتر کو تو اپنی زبان پر لاتا ہے اور آیاتِ حجاب کو بالکل ہی ہضم کر جاتا ہے۔

ولاحول ولاقوة الاباللّٰه العلی العظیم۔ ثبتنا اللّٰہ تعالٰی فی الدنیاو الاخرة بالقول الثابث والدین القویم وافضل الصّلاة وادوم التسلیم۔ عَلٰی حبیبه سَیّدناوھَادیناومَالکناوحَافظناوناصِرناومُعیننا ھذاالنبی الکریم۔ الرسول العظیم وعلٰی اٰلهٖ وصحبهٖ وابنهٖ الغوث الاعظم و حزبه اَجْمعین بالتبجیل والتکریم، واٰخِردعواناان الحمدُللّٰہ ربّ العٰلمین۔

و اللّٰہ ورسوله اعلم، جلّ جَلالهٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلٰی آلهٖ و صحبهٖ اجمعین وبارک وسلم۔

فقیرابوالفتح عبیدالرضا محمد حشمت علی خاں قادری برکاتی رضوی مجددی لکھنوی غفرله ولابویهٖواھلهٖواخویهٖومحبیهٖربهٖالمولی العزیزالقوی

ساکن محلہ بھورے خاں، پیلی بھیت۔ صانھا اللّٰہ تعالٰی عن شرّ کُل متمرد و عفریت۔ پنج شنبہ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ کثیرادائماوالصلاۃوالسلام علٰی

حبیبہ المصطفٰی و آلہ و صحبہ ذوی الاصطفا

مجیبِ لبیب اَدام فَیضَہُ المجیبُ القریب و جزاہ جزاء موفورًا و جعل سَعیہٗ مشکورا نے جوابِ سوال کو آیاتِ قرآنیہ سے عرشِ تحقیق پر پہنچا دیا جس سے مخالفین کی خلاف ورزی حق پوشی باطل کوشی کی تمام راہیں بند ہوگئیں۔ اگر کوئی معاندِ حق اِس میں ذرا بھی قیل وقال کرے گا وہ اہلِ حق کے نزدیک باطل و مردود ٹھہرے گا۔ شریعتِ مقدسہ کے حامی و مددگار اہلِ اسلام کے سردار فقہائے کبار فرماتے ہیں کہ عورت کا گانا اُس کا آواز بلند کرنا بھی عورت ہے۔ ''تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء'' کے صفحہ ۲۹ پر ہے:

قد صرحوا بان نغمۃ المرأۃ و رفع صوتھن عورۃ۔

((تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء، المرصدالثانی ، صفحہ ۱۹، مشمولہ رسائل لکھنوی، جلد ۵ صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، ڈی/ ۷ ۴۳ گارڈن ایسٹ، لسبیلا، کراچی))

یعنی: ''فقہائے کرام نے صاف و روشن بیان فرما دیا کہ بے شک عورت کا نغمہ اور اُن کا اپنی آوازوں کو بلند کرنا بھی عورت ہے''۔

((تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء، المرصدالثالث، صفحہ ۲۳ مشمولہ رسائل لکھنوی، جلد ۵ صفحہ ۲۳۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، ڈی/ ۷ ۴۳ گارڈن ایسٹ، لسبیلا، کراچی))

اُسی کے صفحہ ۲۱ پر مضمرات سے نقل کیا:

لااذان و لااقامۃ علی النساء لانھما من سنۃ الجماعۃ و لاجماعۃ علیھن و لان صوتھن عورۃ واجبۃ الاخفاء کذافی جامع المضمرات۔

((تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء، صفحہ ۲۳ مشمولہ رسائل لکھنوی، جلد ۵ صفحہ ۲۳۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، ڈی/ ۷ ۴۳ گارڈن ایسٹ، لسبیلا، کراچی))

یعنی: ''عورتوں پر جو اذان و اقامت نہیں اِس کے دو سبب ہیں، اوّل یہ کہ اذان و اقامت تو جماعت کی سنتوں سے ہے اور عورتوں پر جماعت نہیں۔ دوسرا سبب یہ کہ اُن کی

آواز عورت ہے جس کا پوشیدہ رکھنا اُن پر واجب ہے“۔

پس اِس فرمانِ شرعی کی رُو سے جو آزاد منش عورت کی آواز کو عورت نہیں سمجھتے وہ اس واجبِ شرعی کے منکر اور عندالتحقیق ان پر حکمِ قرآنی کے انکار کا لزوم قائم۔ البتہ ضرورت و حاجتِ شرعیہ اِس حکمِ وجوب سے مستثنیٰ ہے کہ: **الضرورات تبیح المحظورات (الاشباہ و النظائر)۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔**

حررہ ابو المساکین محمد ضیاء الدین الپیلی بھیتی غفر لہ الرب العلی القوی۔ مفتیِ شہر پیلی بھیت۔ یو پی۔

(فتوی منقول از کتاب ”تجانبِ اہلِ سنت صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۸ مطبوعہ بریلی الیکٹرک پریس، بریلی۔ ایضاً صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۸ مطبوعہ مدرسہ گلشنِ رضا، کولمبی، ضلع ناندیڑ مہاراشٹر)

ے

الدلائل السنیہ فی تقدیر شعور النساء والحجاب الشرعیہ

مؤلف

خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا

مفتی دیدار علی شاہ محدث الوری

رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ

ے

تتمہ سوال وجواب محمدی ومقلّد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمدی: مولانا ہماری جماعت کے ایک مولوی صاحب اگرچہ حنفیوں کو اپنے پھندے میں پھنسانے کی غرض سے وہ حنفی بنے ہوئے ہیں مگر فی الواقع ہیں اُسی جماعت کے جس سے مجھ کو نجات حاصل ہوئی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ حنفیوں کے بلکہ تمام مقلدوں کے نزدیک عورتوں کو منہ کھول کر، سرمہ لگا کر، اسی طرح ہاتھوں میں کنگن، پہنچی، انگوٹھی، چھلّے پہن کر، ہاتھ پاؤں میں مہندی لگا کر، پاؤں میں زیور پہن کر، اگر تمام بدن کپڑوں سے چھپا ہوا ور فقط منہ ہاتھ پاؤں بنے سجے کھلے ہوئے ہوں۔ اجنبی مَردوں کے سامنے آنا اور ان کو اپنا حُسن وجمال دِکھانا اور مَردوں کو ان کا تاکنا جائز ہے۔ حالانکہ حدیثِ صحیح میں آیا ہے: **لعن اللہ المائلات والممیلات** "اللہ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو غیروں کی طرف خود میل کریں اور غیروں کو اپنی طرف مائل کریں"۔ اس حدیث کو سُن کر اس حنفی نما وہابی نے "بحر الرائق" میں یہ مسئلہ مع سند حدیث کے جو "ابو داؤد" میں ہے، دکھادیا۔ ص ۱۶۳ **فصل فی النظر واللمس**۔ "بحر الرائق" میں یہ موجود ہے جو درج ذیل ہے آپ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

ومسائل النظر علی اربعة اقسام، نظر الرجل الی المراة ونظر المرأة الی الرجل ونظر الرجل الی الرجل والمرأة الی المرأة۔

والقسم الاول علی اربعة اقسام نظر الرجل الی الاجنبیة ونظره

الی زوجته و اَمَته و نظره الی ذوات محارمه و نظره الامته الغیر و الدلیل علی جواز النظر ماروی ان اسماء بنت ابی بکر رضی اللّٰہ عنهما دخلت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم و علیها ثیاب رقاق فاعرض عنها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم و قال یااسماء ان المرأة اذا بلغت المحیض لم یصلح ان یری منها الاھٰذاو ھذاو اشار الی وجھه و کفّیه۔

((ترجمہ)) ''مسئلے نظر کے چار قسم پر ہیں۔ نظر کرنا مرد کا عورت کی طرف اور عورت کا مرد کی طرف اور مرد کا مرد کو اور عورت کا عورت کو، پھر نظر کرنا مرد کا عورت کو چار قسم پر ہے۔ اجنبی عورت کو دیکھنا۔ یا اپنی بیوی کو دیکھنا۔ یا اپنی لونڈی کو دیکھنا۔ یا ماں بہن وغیرہا محرمات کو دیکھنا۔ یا غیر کی لونڈی کو دیکھنا اور ان سب کے منہ ہاتھ دیکھنے کے جواز میں یہ حدیث دلیل ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما باریک کپڑے پہنے ہوئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے سوائے منہ اور ہاتھ کے اس کا کوئی عضو اس طرح نہ رہنا چاہئے کہ کوئی اجنبی اس کو دیکھ سکے''۔

مگر میں نے جب اس حدیث کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث ''ابوداؤد'' میں ہے۔ مگر اس کی شرح ''عون المعبود'' مؤلفہ مولوی ابو الطیب شمس الحق میں (جو محمدیوں کے بڑے جید عالم ہیں اور بڑے بڑے غیر مقلدوں کے معتبر عالموں کی اس پر تقریظیں ہیں) اس حدیث کو ضعیف اور غیر معتبر لکھا ہے۔ ''عون المعبود'' میں ہے کہ: علامہ منذری فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر ہے جس کی نسبت بہت

سے نقّادِ حدیث کلام کرتے ہیں اور بہت کچھ چہ مگوئیاں منقول ہیں۔ اور حافظ ابوبکر احمد جرجانی اس حدیث کو نقل فرما کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو قتادہ سے سوائے سعید بن بشیر کے کسی نے نہیں نقل کیا۔ اور قتادہ کبھی روایت کرتے ہیں خالد بن دریک سے، کبھی یعقوب بن دریک سے، اور کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے، کبھی حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہما سے، لہٰذا مضطرب بھی ہے۔ اس سے تو حنفیوں کی حدیث دانی پر بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے۔

مقلد: مولانا اب محمدی غیر مقلدوں سے نکل کر آپ کن علمائے سُوء بے مرشدوں و بے اُستادوں سے جا ملے، جو حنفی بن کر بھولے بھالے حنفیوں کو وہابی بنانے کی مدّتوں سے کوشش کر رہے ہیں اور یُؤمِنُوْنَ بِبَعْضٍ وَیَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کے مصداق بن رہے ہیں، اگر ''بحر الرائق'' کو آپ خود دیکھ لیتے تو کبھی ایسے مغالطہ میں نہ پڑتے۔ ''بحر الرائق'' تو ''اجارہ فاسدہ'' تک ہی چھپی ہے۔ البتہ ''تتمّہ بحر الرائق'' میں ہے، جس کے مصنف علامہ محمد حسین طواطی ہیں جن کا حال معلوم نہیں۔ سوائے ''بحر الرائق'' علامہ زین الدین۔ ابن نُجیم اس کے مصنف ہیں کہ اس حدیث ضعیف کے ساتھ اُنہوں نے استدلال کیا ہے، جس کو دیکھ کر فقہائے حنفیہ کی حدیث دانی پر اعتراض ہو سکے۔

اس عبارت کے آگے اس طرح لکھتے ہیں:

ولاینظر من اشتھی الی وجھھا الا الحاکم والشاھد وینظر الطبیبُ الٰی موضع مرضھا والاصل انه لایجوز ان ینظر الی وجه الاجنبیة بشھوة الالضرورة اذا تیقن بالشھوة او شک فیھا وفی نظر من ذکرنا مع الشھوة ضرورة فیجوز وکذا نظر الحاقنة والحاقن فیجوز وکذا نظر الخاتن اذا اراد ان یداوی مع الختان

ویجب علی القاضی و الشاهد ان یقصدو اداء الشهادة و الحکم لاقضاء الشهوة تحرزا عن القبح بقدر الامکان هذا وقت الاداء و اما وقت التحمل فلا یجوز ان ینظر الیها مع الشهوة لانه یوجد غیره ممن لایشتهی فلا حاجة الیه قال فی الغیاثیة و اختلف المشائخ فیهما اذ ادعی الی التحمل و هو یعلم انه اذا نظر الیها یشتهی فمنهم من جوز ذالک بشرط ان یقصدی تحمل الشهادة لاقضاء الشهوة و الاصح انه لا یجوز لهٗ ذالک قال بعض شراح الهدایة وقد ظهر بهذا اباحة النظر الی العورة الغلیظة عند الزنا لاقامة الشهادة علم اقول کذا و ما فی تفسیر سراج المنیر و الجلالین عن جواز اباحة النظر فی وجه الی الخاتم و خضاب الید و الکحل و الوجه و الیدین بین فیه الحرمة فی الوجه الثاین و رجحه فثبت بهذا کون وجه الاباحة مرجوها و ضعیفا و قال الشامی رحمة اللّٰہ فی رسم المفتی و الفتوی علی قول المرجوح جهل و خرق للاجماع

((ترجمہ)) ”اور نہ دیکھے اجنبیہ کے منہ کو وہ شخص جو بلاضرورت منہ دیکھنے کا خواہشمند ہو مگر حاکم بضرورت حکم اور گواہ بضرورت شہادت اور طبیب بغرض علاج فقط مرض کی جگہ کو دیکھ سکتا ہے، اصل یہ ہے کہ اجنبی عورت کا منہ بلاضرورت شرعی دیکھنا جائز نہیں جب شہوت کا یقین ہو یا شک ہی ہو اور اشخاصِ مذکورہ حاکم وغیرہ کو بصورتِ شہوت بھی بضرورتِ شرعی جائز ہے، ایسا ہی حقنہ کرنے والے مرد یا عورت کو یا ختنہ کے علاج کی غرض سے ختنہ کرنے والوں کو دیکھنا جائز ہے اور قاضی و گواہ پر لازم

ہے کہ حتی المقدور منہ دیکھتے وقت حکم نافذ کرنے کا قصد رکھیں اور گواہی دینے کا۔ خواہشِ نفسانی پوری کرنے کا خیال ہرگز نہ رکھیں، البتہ دیکھتے وقت اگر خوفِ شہوت ہو ہرگز منہ نہ دیکھیں، اس لیے کہ ایسے بوڑھے بے طاقت کا گواہی کے لیے ملنا ممکن ہے جس کو قطعاً خواہش نہ ہو۔ اور ''فتاویٰ غیاثیہ'' میں ہے کہ ایسا شخص جس کو منہ عورت کا دیکھنے سے خوف شہوت کا ہو اگر گواہ بنانے کو بلایا جائے اگرچہ اس میں اختلاف ہے تاہم صحیح یہی ہے کہ گواہ بننے کے لئے اس کو منہ دیکھنا جائز نہیں۔ اور بعض شرّاحِ ہدایہ نے کہا ہے کہ اوپر کی تحقیق سے ظاہر ہے کہ حدِّ شرعی جاری کرانے کے لئے بہ اُمیدِ ثواب گواہ بننے کی غرض سے زانی وزانیہ کی شرمگاہ دیکھنا جائز ہے، فقط۔ کاتب الحروف کہتا ہے اِسی طرح اور تفسیر جلالین اور سراج المنیر میں اگرچہ ایک وجہ سے انگوٹھی، مہندی، سرمہ، منہ، ہاتھ اجنبی عورت کا دیکھنا جائز لکھا ہے مگر دوسری وجہ سے حرام لکھا ہے اور اسی وجہ کو ترجیح دی ہے، لہٰذا ثابت ہو گیا کہ روایت جواز کی مرجوح اور ضعیف ہے، پھر روایتِ راجح کے ہوتے ہوئے روایتِ مرجوح اور ضعیف کا کیا اعتبار؟ شامی کے مطلب رسم المفتی میں ہے: فتویٰ دینا قولِ مرجوح اور ضعیف پر جہالت ہے اور اجماع کی مخالفت''۔

بہر حال جملہ کتبِ فقہ اور تفسیر اور احادیث سے جہاں تک اس مسئلہ میں غور وخوض کیا گیا، یہی ثابت ہوتا ہے کہ اجنبیہ غیر محرمہ آزاد عورت کے منہ ہاتھ بلکہ شرمگاہ تک دیکھنے کی اجازت مطلقاً عندالضرورت الشرعیہ ہے اور بلاضرورت بخوفِ فتنہ نہ مرد کو عورت کے کسی عضو کے دیکھنے کی اجازت اور نہ عورت کو کسی اجنبی مرد کے کسی عضو کے دیکھنے کی رُخصت ہے، اور وہ جو ''تتمۂ بحرالرائق'' کی عبارت ''بحرالرائق'' کے

نام سے آپ کے حنفی نما غیر مقلّد مولوی نے آپ کو دھوکے سے دکھائی ہے فی الواقع وہ تتِمّہ تصنیف صاحبِ بحر الرائق کا نہیں ہے۔ اور بعض دوسری کُتُبِ فقہ کی ظاہر عبارتوں سے بلا ضرورت مطلقاً بلا شہوت خواہ شہوت کے ساتھ سرسری نظر میں جو نامحرم غیر عورت کے منہ ہاتھ دیکھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، اُس سے مراد یہ ہے کہ اگر بلا اختیار بغیر خواہش اور شہوت دیکھنے کے غیر عورت پر نگاہ پڑ جائے، جائز ہے اس پر مواخذہ نہیں، نہ یہ کہ بلا ضرورت قصداً خواہش اور شہوت کے ساتھ بھی دیکھنا جائز ہے۔ اس واسطے کہ جن آیت اور حدیثوں سے غیر عورت کے منہ ہاتھ دیکھنے پر استدلال کیا ہے اُن میں سے کسی آیت اور حدیث میں بھی دیکھنے ہاتھ، منہ کا ذکر نہیں، بلکہ فقط اتنا ذکر ہے کہ عورت کو منہ ہاتھ کا کھلا رکھنا جائز ہے، چنانچہ حدیثِ ضعیفہ حضرت اسماء بنت ابو بکر جو آپ کے حنفی نما غیر مقلِّد مولوی نے بحوالۂ کاذِبہ ''بحر الرائق'' آپ کو دِکھائی ہے وہ اوّل قابلِ حجت نہیں اور نہ کسی معتبر فقیہ نے فقط اس سے استدلال پکڑا، مگر بایں ہمہ اس کے بھی یہ لفظ ہیں:

قال یا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحیض لم یصلح ان یری منها الا هذا و هذا و اشار الی وجهه و کفیه۔

یعنی ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابو بکر کو (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں) باریک کپڑے پہنے دیکھ کر فرمایا کہ اے اسماء! جب عورت بالغہ ہو جائے تو جائز نہیں ہے کہ اس کے بدن سے سوا منہ ہاتھ کے کوئی عضو دیکھنے میں آئے یعنی کھلا رہے''۔

اور جس آیتِ کریمہ کے ساتھ دوسرے فقہاء اور صاحبِ بحر الرائق نے تمسّک کیا وہ یہ ہے: وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (''اور نہ ظاہر کریں عورتیں زینت اپنی مگر جو ظاہر ہے'') اور بقولِ بعض ظاہری زینت سے مراد منہ اور ہاتھ ہیں اور بقولِ

بعض محققین صحابہ، اُوپر کے کپڑے یعنی برقع چادر وغیرہ۔ بہرنہج زینتِ ظاہری سے مراد منہ ہاتھ ہو، خواہ لباسِ ظاہری برقع یا چادر وغیرہ۔ آیۂ کریمہ میں اس زینتِ ظاہری کے کھلا رکھنے کی عورت کو اجازت ہے نہ مردوں کو دکھانے کی اور نہ مردوں کو اُس زینتِ ظاہری کو دیکھنے کی، بلکہ احادیثِ صحیحہ اور آیاتِ کریمہ سے مرد کو عورت پر نگاہ ڈالنے اور عورت کو مرد پر نگاہ ڈالنے کی سخت ممانعت ثابت ہے۔ چنانچہ سورۂ نور کے چوتھے رکوع میں ہے:

قال اللہ تعالٰی: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ((سورۂ نور: ۳۰، ۳۱))

((ترجمہ)) ''اے ہمارے حبیب! فرما دیجئے مومنوں کو کہ بند رکھیں وہ آنکھیں اور حفاظت کریں شرمگاہوں اپنی کی، یہ بہت پاکیزگی کی بات ہے ان کے لئے بے شک اللہ خبردار ہے اُن کے کرتبوں پر، اور فرما دیجئے مؤمن عورتوں کو کہ بند رکھیں وہ آنکھیں اپنی اور حفاظت کریں شرمگاہوں اپنی کی اور نہ ظاہر کریں بناؤ اپنا مگر جو ظاہر ہے۔ اور چاہیے ڈالے رکھیں

اپنے دوپٹے سینوں پر اور نہ ظاہر کریں اپنے بناؤ سنگھار سوائے اپنے شوہروں کے اور اپنے باپوں اور اپنے شوہروں کے باپوں کے۔ یا اپنے بیٹوں اور شوہروں کے بیٹوں کے اور اپنے بھائی، بھتیجے، بھانجوں کے یا اپنے ہم مذہب مسلمان نیک چلن عورتوں کے اور اپنے غلاموں کے ایسے ساتھ رہنے والوں کے مردوں اور لڑکوں سے جن کو خواہش کا مادہ نہیں اور وہ عورتوں کی چھپی باتوں (جماع اور بوس و کنار وغیرہ) سے واقف نہیں اور نہ پاؤں مار کر چلیں دھمکے سے تاکہ اُن کے زیور کا زیور کی آواز سے علم ہو جائے جس کا ان کو چھپانا ضرور ہے اور تمام ایمان والو اور ایمان والیو! توبہ کرو تم سب (اپنی لغزشوں سے) طرف اللہ کی تاکہ تم فلاح پاؤ''۔

اور ''طحاوی شریف'' میں کئی مختلف سندوں کے ساتھ مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ **کما سیجئی یاعلی لک الاولی وعلیک الثانیه**۔اے علی! پہلی نگاہ جو اچانک کسی عورت پر پڑ جائے وہ تو تم کو معاف اور جو قصداً دوبارہ نگاہ ڈالی تو اس کا وبال ونکال تم پر ثابت ہوگا''۔

اسی بناء پر علامہ عصر ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر احمدی'' میں تحریر فرماتے ہیں:

فی الھدایۃ ولایجوز ان ینظر الرجل الی الاجنبیۃ الا الی وجھھا وکفّیھا لقولہٖ تعالٰی وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا قال علیؓ وابن عباس ماظھر منھا الکحل والخاتم والمراد مواضعھما وسرور الکلام الٰی اٰخرہ والمقصود انه تمسک بھذہ الایۃ ان لاینظر الرجل الی الجنبیۃ الا الی وجھھا وکفیھا ولا یتم ذالک الا بانضمام مقدمۃ وھی انه لما جوز اللہ تعالٰی اظھار الوجه

والکف علم انه جوز للناظر الاجنبی النظر الیهما والمذکور فی الآیۃ ماهو من جانب المرأۃ دون ماهو من جانب الناظر واین هذا من ذاک ولذالک تری صاحب البیضاوی لم یجوز النظر الی الوجه والکف مع انه تیقن بجواز اظهار الوجه والکف حیث قال وقیل المراد بالزینة مواضعها والمستثنی الوجه والکفان لانها لیست بعورۃ والاظهر ان هذا فی الصلٰوۃ لافی النظر فان کل بدن العورۃ عورۃ لایحل لغیر الزوج والمحارم النظر الی شئی منها الالضرورۃ کالمعالجة وتحمل الشهادۃ هذا کلامه ولا یخفی حسنه۔

''ہدایہ میں ہے اور نہیں جائز یہ کہ دیکھے مرد قصداً یا بلاقصد طرف اجنبی عورت کے مگر منہ اور ہتھیلیاں اُس کی بسبب فرمان اللہ جَلَّ شانہٗ کے۔'' اور نہ ظاہر کریں عورتیں زینت اپنی مگر زینتِ ظاہری'' اور حضرت علی اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد زینتِ ظاہری سے سرمہ اور انگوٹھی اور منہ ہاتھ جس میں سرمہ لگاتے ہیں اور انگوٹھی پہنتے ہیں۔ الخ۔ الغرض صاحبِ ہدایہ نے اس آیت سے تمسک کیا ہے اس امر پر کہ مرد کو اجنبی عورت سے سوا منہ ہاتھ کے دیکھنا جائز نہیں مگر اس آیۃ سے یہ مدعا تب تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک پہلے یہ مقدمہ تسلیم نہ کرلیا جائے کہ اللہ جَلَّ شانہٗ نے جب عورتوں کو منہ ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت دے دی تو ضرور دیکھنے والوں کو اجنبی عورت کے منہ دیکھنے کی بھی اجازت ہوگئی، حالانکہ آیۃِ کریمہ میں عورت کو فقط منہ ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت ہے۔ دیکھنے والوں کو دیکھنے کی اجازت کا مطلقاً ذکر نہیں، اس واسطے صاحبِ تفسیرِ بیضاوی فرماتے ہیں: کسی کو اجنبی عورت کا منہ ہاتھ دیکھنے کو اللہ جَلَّ شانہٗ نے جائز نہیں رکھا، باوجودیکہ صاحبِ بیضاوی

کو اس امر کا معنی آیۂ کریمہ سے یقین ہے کہ عورت کو منہ ہاتھ کھلے رکھنا جائز ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مرادِ زینتِ ظاہری سے زینت حاصل کرنے کی جگہ منہ اور ہاتھ ہے اور مستثنیٰ یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ سے منہ اور ہتھیلیاں ہی ہیں۔ اس واسطے کہ منہ اور ہتھیلیاں عورت نہیں ہیں جن کا چھپانا عورت پر لازم ہو۔ اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ منہ ہاتھ کھلے رہنے کی اجازت اور منہ ہاتھ کا عورت واجب الستر نہ ہونا فقط نماز کے اعتبار سے ہے نہ کہ لوگوں کے دیکھنے دِکھانے کے اعتبار سے۔ اس واسطے کہ (بموجب حدیثِ ترمذی شریف المرأة عورة) ''عورت کا تمام بدن عورت واجب الستر ہے'' سوا شوہر اور محارم کے بلاضرورتِ علاج اور شہادت وغیرہ عورت سے کچھ بھی دیکھنا جائز نہیں''۔ فقط۔

بعد اس کے ملا احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔:

''خوبی تحقیقِ بیضاوی ظاہر ہے کسی پر مخفی نہیں''۔ انتھی۔

ظاہر کلام مُلّا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ سے ہدایہ کی عبارت پر اعتراض سمجھا جاتا ہے اور مضمون بیضاوی شریف کی تحسین، مگر یہ فرمانا ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ کا جبھی صحیح ہوسکتا ہے جب عبارتِ ہدایہ کے یہ معنی لئے جائیں کہ مرد کو عورت کے بدن سے قصداً کسی عضو کا دیکھنا جائز نہیں سوا منہ اور ہتھیلیوں کے۔ اور اگر یہ معنی لئے جائیں کہ بلاقصد اچانک بھی جائز نہیں ہے اجنبی مرد کو اجنبیہ عورت کی کسی عضو کا دیکھنا سوائے منہ اور ہتھیلیوں کے لہٰذا بلاقصد اگر ہاتھ منہ کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو معاف ہے۔ لہٰذا علامہ بیضاوی اور دوسرے مفسرین اور صاحبِ ہدایہ وغیرہ کی عبارت میں کچھ بھی اختلاف نہ رہے گا۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ نے ''بحر الرائق'' میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ ''تتمۂ بحر الرائق'' میں علامہ محمد ابن حسین تحریر فرماتے ہیں: قال صاحب الكنز رحمه الله و لا ينظر الى غير وجه الحرّة و كفيها۔

قال الشارح زین الدین ابن نجیم فی البحر الرائق و ھذا الکلام فیھا خلل لانہ یؤدی الی انہ لاینظر الی شئ من الاشیاء الا الی وجہ الحرۃ و کفیھا فتکون تحریضا الی النظر الی ھذین العضوین و الی ترک النظر الی کل شی سواھما۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ اگر نگاہ اتفاقیہ پڑ جائے تو جائز ہے اس پر مواخذہ نہیں، نہ یہ کہ قصداً نگاہ اجنبی پر ڈالنے کی طرف آمادہ کیا جاتا ہے۔ اب اس تقدیر پر یہ معنی کے مطابق ہو جائیں گی، ان احادیثِ مذکورۂ طحاوی شریف کے بھی جو حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے باسانیدِ مختلفہ اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے ''طحاوی شریف'' میں منقول ہیں اور نیز دیگر احادیثِ صحیحہ صحاح ستہ بلکہ صحیحین کے۔ دیکھو جلد اول ''طحاوی شریف'' میں ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یاعلی ان لک کنزا فی الجنۃ و انک ذو قرنیھما فلاتتبع النظرۃ النظرۃ فانما لک الاولی و لیست لک الآخرۃ و فی روایۃ عنہ لیست لک الثانیۃ۔ و عن جریر رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ قال اصرف بصرک و فی روایۃ عن علی کرم اللہ وجھہ النظرۃ الاولٰی لک و الآخرۃ علیک۔

''علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تمہارے لیے جنت میں خزانہ ہے اور بے شک اِدھر تک مالکِ جنت ہو۔ پس اگر تمہاری نظر اچانک کسی عورت پر پڑ جائے قصداً اس کے بعد دوبارہ نہ دیکھو، پہلی نظر تم کو معاف نہ کہ پچھلی۔ اور ایک روایت میں ہے: '' نہ کہ دوسری نظر''۔ اور حضرت جریر رضی اللہ

عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے پوچھا کہ اچانک بے اختیار اگر کسی عورت پر نگاہ پڑ جائے تو کیا مواخذہ ہوگا۔ فرمایا نہیں فوراً نگاہ اس طرف سے پھیر لے۔ (یہ ترجمہ بغرض سمجھانے عوام کے وضاحت سے معہ مطلب کیا گیا ہے) اور ایک روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلی نگاہ تمہاری ہے یعنی معاف ہے اور دوسری تمہارے اوپر موجب وبال ونکال ہے۔ اور مؤیدان احادیث کی احادیثِ صحیحین آگے بیان کی جائیں گی ان شاء اللہ۔

اور اگر بعض عباراتِ کتبِ فقہ ہدایہ وغیرہ کے یہی معنی مراد لئے جائیں کہ قصداً بھی اجنبیہ عورت کے منہ اور ہتھیلیوں کو اور پہنچوں کو معہ زیور و بلا زیور دیکھنا جائز ہے تب بھی یہ جواز ہدایہ وغیرہ کتبِ فقہ میں مقید ہے اس امر کے ساتھ کہ خیالِ بد اور حرام کے ساتھ نہ دیکھے۔ ورنہ بالاتفاق خیالِ بد کے ساتھ منہ اور ہاتھ پاؤں اور اُس کے ظاہری کپڑوں کی طرف بھی دیکھنا بالاتفاق حرام ہے۔ چنانچہ ''ہدایہ'' ہی میں ہے۔

ان کان لایأمن الشھوۃ لاینظر الی وجھھا الالحاجۃ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسّلام من نظر الی محاسن امرأۃ اجنبیۃ عن شھوۃ صب فی عینہ الآنک وفی الشامی وشرط لحل النظر الیھا الامن بطریق الیقین عن الشھوۃ۔

((ترجمہ)) ''اگر شہوت سے امن نہ ہو عورت کے منہ کو بھی نہ دیکھے مگر بوقت حاجتِ ضروری (مثلاً علاج یا شہادت وغیرہ کے لئے) بحسبِ فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جس نے اجنبی عورت کا حُسن و جمال بنظرِ شہوت دیکھا جہنم کا سیسہ (سکہ) اُس کی آنکھوں میں

ڈالا جائے گا۔ اور شامی میں ہے عورت کی طرف دیکھنے کا جواز تب ہے کہ شہوت سے امن یقینی ہو"۔

اور دونوں شرح ہدایہ (فتح القدیر اور کفایہ) میں ہے:۔

وحدیث عائشة رضی اللہ عنھا اخرجه ابو داؤد و ابن ماجة قالت کان الرکبان یمرون بنا ونحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم محرمات فاذا حاذونا سدلت احدانا جلبابھا من رأسھا علی وجھھا فاذا جاوزونا کشفناہ قالوا والمستحب ان تسدل علی وجھھا شیئا (فی الاحرام) وتجافیه وقد جعلوا لذالک اعواداً کالقبة توضع علی الوجه ویسدل فوقھا الثوب ودلّت المسئلة علی ان المرأة منھیة عن ابداء وجھھا للاجأنب بلاضرورة وکذا دل الحدیث علیه۔

((ترجمہ)) "اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کی حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یوں روایت کی ہے کہ آپ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا) نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ احرام باندھے ہوئے ہوتی تھیں تو سوار ہمارے پاس سے گزرتے تھے پھر جب بالمقابل آتے وہ ہمارے، تو ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی چادر سر سے منہ پر ڈال لیتی پس جب وہ ہم سے گزر جاتے تو منہ کھول لیتیں۔ شارحین کہتے ہیں کہ عورت کے لئے یہ امر مستحب ہے کہ بوقتِ احرام اپنے منہ پر کوئی کپڑا ڈال رکھے اور ڈھانک رکھے۔ اور یہ مسئلہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ عورت بلاضرورت اپنا منہ اجنبی (غیر محرم) مردوں کے سامنے کرنے سے منع کی گئی ہے اور ایسے ہی حدیث شریف بھی اسی

امر پر دلالت کرتی ہے‘‘۔

اور جب شہوت سے یقیناً امن ہو اُس وقت بھی منہ اور ہاتھ دیکھنا عورتِ اجنبیہ کا علاوہ ذِی رحم محرموں کے اُن قریب کے رشتہ داروں کو جائز ہے نہ کہ عام لوگوں کو جو ذی رحم محرم نہ ہوں۔ یعنی یہ عورت اُن پر حرام نہ ہو۔ مگر بوجہ نزدیکی رشتہ اور کثرت آمد ورفت ان لوگوں کے گھروں میں مثل دیور جیٹھ وغیرہ کے منہ ہاتھ چھپانے میں سخت تکلیف اور وقت دینے لینے آپس کی چیزوں کے کاروبارِ خانگی میں حرج واقعہ ہو۔ بلکہ پکانا کھانا دشوار ہو جائے۔ خصوصاً ایسے غریب لوگوں کو جو باہم باپ دادا کے وقت سے ایک مختصر سے مکان میں بذریعہ میراث شرکت رکھتے ہوں۔ اور وہ رشتہ دار جو عورت کے ذی رحم محرم ہوں یعنی یہ عورت اُن پر حرام ہو جیسے باپ، بھائی، بھتیجے، بھانجے وغیرہم، ان کو تو ننگے سر بیٹھی ہوئی کو دیکھنا بھی درست ہے اور ثبوت اس امر کا آیۂ کریمہ مذکورہ سورۂ نور سے پہلے گذر چکا اور نامحرم قریب کے رشتہ داروں کے تصریح امام علامہ ابوجعفر طحاوی رحمہُ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے جو مجتہدین فی المذہب سے شمار کئے گئے ہیں اور فقہاء مرجّحین سے ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں کر سکتا۔ امامِ ممدوح ’’باب الحجاب، شرح معانی الآثار‘‘ میں عورتوں کے پردے کی تمام احادیثِ متعارضہ اور مختلف اقوالِ فقہاء لکھ کر آخر میں بموجب اپنی عادت کے مسلکِ امامِ اعظم رحمہُ اللہ کو عقلاً و نقلاً تمام اقوال پر ترجیح دے کر اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

فرا اینا ذا الرحم لا بأس اینظر الی المرأة التی هو لها مجرم الی وجهها و صدرها و شعرها و مادون رکبتیها و رأینا القریب منها ینظر الی وجهها و کفیها فقط۔

((ترجمہ)) ’’ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے بالاتفاق ثابت ہے کہ ذی رحم محرم کو یعنی اُن رشتہ داروں کو جن پر عورت حرام ہو عورت کا منہ،

سینہ، بال اور گھٹنے سے نیچے کا بدن یعنی پنڈلی بھی دیکھنا جائز ہے اور اُن نزدیکیوں کو جن پر وہ عورت حلال ہو فقط منہ اور ہتھیلیوں کا دیکھنا۔ فقط‘‘

بہرنہج ذِی رحم محرم کو بال اور سینہ تک کا دیکھنا اور قریب کے رشتہ داروں کو منہ، ہاتھ بقدرِ دفع حرج اور تنگی کے دیکھنا جائز ہے نہ کہ مطلقاً۔ جیسے کہ جان کے ضائع جانے کے وقت بقدرِ ضرورت سُور کھانا جائز ہے نہ کہ مطلقاً۔ چنانچہ ’’الاشباہ والنظائر‘‘ میں ہے۔

المشقة تجلب التیسیر والاصل فیها قوله تعالیٰ یرید الله بکم الیسر ولایرید بکم العسر وقوله تعالیٰ وماجعل علیکم فی الدین من حرج۔ وفی الحدیث احب الدین الی الله الحنیفیة السمحة قال العلماء فیخرج علی هذه القاعدة جمیع رخص وتخفیفاة ثم قال من جملة امثلة ومنه اباحة النظر للطبیب والشاهدوعندالخطبة۔

((ترجمہ)) ’’جب امر میں مشقت اور تکلیف مالا یطاق ہو، شریعت نے آسانی کے طریق رکھے ہیں بسبب فرمان اللہ جَلَّ شانہٗ کے۔ ’’اِرادہ کرتا ہے ساتھ تمہارے اللہ آسانی کا نہ کہ تنگی کا اور نہیں کی اللہ نے بیچ دین کے تنگی‘‘۔ اور حدیث میں ہے: ’’زیادہ پیارا دین اللہ کے ہاں سیدھا اور آسان ہے‘‘۔ علماء فرماتے ہیں: اس قاعدہ سے تمام رخصتیں وآسانیاں ماخوذ ہیں منجملہ بہت سی مثالوں تخفیف دینی کے فرماتے ہیں یہ امور بھی ہیں کہ طبیب کو بغرضِ علاج عورتِ اجنبیہ سے اتنی جگہ بدن کی دیکھنا جائز ہے جس کے دیکھے بغیر علاج ناممکن ہو۔ اور شاہد کو بغرض شہادت اور منگنی کرنے والے مرد کو بعد منگنی کے اپنی مخطوبہ یعنی منگیتر کے

منہ کو''۔

اور''بدائع الصنائع''میں ہے۔

انما يحل النظر الى مواضع الزينة الظاهرة منها من غير شهوة فاما من شهوة فلاتحل لقوله عليه السلام العينان تزنيان وليس زنا العين الا النظر عن شهوة ولان النظر عن شهوة سبب الوقوع فى الحرام فيكون حراما الافى حالة الضرورة بان دعى الى شهادة او كان حاكما فاراد ان ينظر اليها ليجيز اقرارها عليها فلا بأس ان ينظر الى وجهها وان كان لو نظر اليها لاشتهى او كان اكبر رأيه ذالك لان الحرمات قد يسقط اعتبارها لمكان الضرورة الاترىٰ انه رخص النظر الى عين الفرج على قصد اقامة حسبة الشهادة على الزنا۔ ومعلوم ان النظر الى الفرج فى الحرمة فوق النظر الى الوجه ومع ذالك سقطت حرمة لمكان الضرورة فهذا اولٰى وكذا اذا اراد ان يتزوج امرأة فلابأس ان ينظر الى وجهها وان كان عن شهوة لان النكاح بعد تقدم النظر ادل على الالفة والموافقة الداعية الى تحصيل المقاصد على ماقال النبى صلى الله عليه وسلم للمغيرة للنظر الى وجه المخطوبة وعلله بكونه وسيلة الى الالفة واما المرأة فلاتحل لها النظر من الرجل الاجنبى مابين السرة الى الركبة ولا بأس ان تنظر الى ماسوى ذالك اذا كانت تأمن على نفسها۔

((ترجمہ))''بے شک حلال ہے اجنبی عورت کی ظاہری زینت (منہ، ہاتھ، برقع وغیرہ) کا دیکھنا بغیر شہوت کے۔اور شہوت کے ساتھ ہرگز

جائز نہیں بسبب فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، جو فرمایا ہے کہ: مردوں کی آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور آنکھوں کا زِنا شہوت کے ساتھ دیکھنے کے سوا کچھ نہیں۔ پھر نظرِ شہوت ہی زنا کا سبب ہو جاتی ہے، لہٰذا عورت کا منہ ہاتھ دیکھنا حرام ہوا، مگر بضرورت جیسے حاکم کو بغرض نفاذِ حکم اور گواہ کو بغرض اداءِ شہادت اجنبی عورت کا منہ دیکھنے میں کوئی ڈر نہیں، اگرچہ دیکھنے سے شہوت کا یقین ہو یا غالب گمان شہوت کا ہو۔ اس واسطے کہ حرمت کا اعتبار وقت ضرورت کے (بموجب قاعدہ مذکورہ الاشباہ والنظائر) ساقط ہو جاتا ہے، کیا بامید حاصل کرنے ثواب حد شرعی قائم کرانے کے (تاکہ زِنا کرنا لوگ چھوڑ دیں) زانی زانیہ کی شرمگاہوں کا عین زنا کے وقت دیکھنا ناجائز نہیں ہے۔ حالانکہ عورت کا منہ دیکھنے کی بہ نسبت شرمگاہوں کا دیکھنا سخت حرام ہے مگر بوجہ ضرورتِ دینی حرمت ساقط ہو گئی تو عندالضرورت عورت کا منہ دیکھنے کی حرمت بہت بہتر ہے کہ ساقط ہو جائے، ایسی ہی نکاح کرنے کی غرض سے بامید موافقت قائم رہنے کے بعد از نکاح منگنی کے بعد عورت مخطوبہ یعنی منگیتر کا منہ دیکھنا جائز ہے۔ گو دیکھنے سے شہوت پیدا ہو یعنی دوبارہ دیکھنے کو جی چاہے۔ (تاکہ بغیر دیکھے نکاح کر لینے پر اگر بدشکل یا بیمار نکلے تو مقاصدِ نکاح جو باہمی اُلفت اور موافقت ہے فوت نہ ہوں، اس واسطے کہ حضرت مغیرہ کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخطوبہ ((منگیتر)) کا منہ دیکھنے کی اجازت فرمائی تھی اور وجہ اُس کی یہی بیان فرمائی کہ دیکھ کر نکاح کرنا وسیلہ ہے ہمیشہ محبت قائم رہنے کا۔ البتہ عورت کو مرد اجنبی کا تمام بدن سوا ناف سے گھٹنے تک اگر یقینا شہوت کا خوف نہ ہو جائز ہے''۔

(انتہی ترجمہ)

اور اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کا پٹے کا کھیل دکھلایا تھا تاکہ دیکھ کر اس فن کو سیکھ لیں اور اگر ایسا موقعہ آپڑے تو کافروں سے جان بچالیں۔ یہ بات نہ تھی کہ حبشیوں کا منہ دکھانا بشہوت مقصود تھا (نعوذباللہ منہا) اور ظاہر ہے کہ حبشیوں کا منہ دیکھنے کو کس کا جی چاہتا ہے بدشکل کے دیکھنے کو تو بالطبع کسی کی خواہش ہی نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ عینی حنفی نے شرح بخاری میں اور علامہ نوَوِی شافعی نے شرح مسلم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور جہاد کے موقع پر تو ظاہر ہے کہ مَردوں کو عورتوں کے منہ کی طرف قصداً شہوت کے ساتھ دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ہوتا۔ اور عورتیں اگر مردوں کا منہ دیکھ لیں تو جائز ہی ہے، اس واسطے ایسے موقعہ پریشانی میں شہوت کا تو وہم بھی نہیں ہوسکتا۔ البتہ وقت آسائش اور گمان شہوت بغرض دفع حرج اور تکلیف مالایطاق کے اگرچہ قریب کے رشتے داروں (جیٹھ دیوروں وغیرہ) غیر ذِی رحم محرم کو بضرورت منہ، ہاتھ دیکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ مگر اتنا ڈرا دیا کہ ایمان دار عورت حتی المقدور جہاں تک ممکن ہو حسبِ طاقت اس طرح گھر میں کبھی نہ رہے کہ کوئی جیٹھ، دیور وغیرہ منہ ہاتھ دیکھ سکے۔ باب النظر الی المخطوبۃ، مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن عقبة بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایّاکم والدخول علی النساء فقال رجل یارسول اللہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت۔ رواہ البخاری والمسلم۔

((ترجمہ)) ”حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُور رکھو تم اپنے آپ کو نامحرم عورتوں کے گھر داخل ہونے سے۔ ایک شخص نے عرض کیا جیٹھ، دیور وغیرہ عورت

کے خاوند کے رشتہ داروں کو بھی یہی حکم ہے۔فرمایا وہ تو موت ہیں''۔

''اشعۃ اللمعات''میں ہے: یعنی'' جیٹھ دیور وغیرہ خاوند کے رشتہ داروں کا فتنہ تو سب سے زیادہ ہے بسبب کثرتِ آمد و رفت ان لوگوں کے گھر میں اور زِنا پر قوت پا سکنے کے بسہولت''۔

یہ حدیث''بخاری شریف''اور''مسلم شریف'' کی ہے۔

عن جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف وجھی۔ وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المرأۃ تقتبل فی صورۃ شیطان وتدبر فی صورۃ شیطان اذا احدکم اعجبۃ المرأۃ توقعت فی قلبہ فلیعمد الی امرأتہ فان ذالک یردما فی نفسہ رواھما مسلم۔

((ترجمہ))''اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر اچانک میری نگاہ کسی عورت پر پڑ جائے فرمایا فوراً منہ پھیر لے۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک عورت صورت میں شیطان کے آتی جاتی ہے لہٰذا جب کسی کو بے اختیار نظر پڑنے سے کوئی عورت پسند آئے اور دل میں بُرا وسوسہ پیدا ہو تو چاہیئے کہ اپنی بیوی سے ہم بستر ہو لے۔ تو وہ وسوسہ جاتا رہے گا۔ دونوں حدیثیں مسلم کی ہیں''۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا یہ تحقیق اس تقدیر پر ہے کہ مراد زینتِ ظاہری سے منہ اور ہاتھ لیے جائیں۔ اور اگر مذہب حضرت حسن بصری اور حضرت عبداللہ بن

مسعود رحمھما اللہ کو معتبر سمجھا جائے جو فقاہت میں اُستاد ہیں حضرت علقمہ اور اسود رحمھما اللہ کے اور وہ دونوں حضرت حماد کے اور وہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہُ اللہ کے، تو پھر قصداً اور بلاقصداً اجنبیہ پر نظر ڈالنے کی بحث کی چنداں ضرورت ہی نہیں اس واسطے کہ برقع اور چادر وغیرہ اوپر کے کپڑوں میں جب عورت چھپی ہو وہ تو اس طرح ہے جیسے مکان میں چھپی بیٹھی ہے۔ دیکھو علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اوّل حضرت حسن بصری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا مذہب نقل فرماتے ہیں۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال الزینۃ زینتان فالظاھرۃ منھا الثیاب وما خفی الخلخالان والقرطان والسواران وبسند آخر عنہ انہ قال وَلَا یُبدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا قال ھی الثیاب وھکذا عنہ بخمس اسانید وبسند آخر عن الحسن فی قولہ الا ماظھر منھا قال الثیاب وفی روایۃ قال ابو اسحاق الاتری انہ قال خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وقال آخرون الظاھر من الزینۃ التی ابیح لھا ان تبدیہ الکحل والخاتم والسواران والوجہ۔

((ترجمہ)) ”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: زینت دو قسم کی ہوتی ہے (۱) زینتِ ظاہری۔ یعنی اوپر کے کپڑے (برقع، چادر وغیرہ) ہے۔ اور (۲) زینت پوشیدہ ہے یعنی پازیب۔ بالیاں کنگن وغیرہ۔ اسی طرح پانچ سندوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون ثابت ہے۔ اور دوسری سند سے حضرت حسن بصری رحمہُ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور ابو اسحاق رحمہُ اللہ فرماتے ہیں کہ زینتِ ظاہری سے کپڑے مراد لینے پر دلیلِ ظاہر یہ دوسری آیت ہے:

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ اس کے معنی جمہور کے نزدیک یہی ہیں کہ نماز کے وقت ہر مرد عورت پر لازم ہے کہ زینت حاصل کرلیں یعنی جو میسّر ہوں سب کپڑے پہن کر نماز پڑھیں۔ اور ان کے علاوہ بعض دوسرے مفسر تابعیوں کا قول ہے کہ مراد ظاہری زینت سے اس آیت میں جس کے ظاہر کرنے کی عورتوں کو رخصت ہے۔ سرمہ، انگوٹھی، کنگن اور منہ ہے''۔

اور اسی مسلک کی جو حضرت حسن بصری اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ آیۂ کریمہ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا میں زینتِ ظاہری سے مراد آزاد عورتوں کے حق میں اوپر کے کپڑے، چادر اور برقع وغیرہ ہیں جن کے چھپانے میں حرجِ عظیم ہے۔ خصوصاً گھر کے نامحرموں جیٹھ، دیور وغیرہ سے۔ اور ان کپڑوں میں عورت مثل مکان میں چھپی رہنے کے چھپی رہتی ہے نہ کہ منہ اور ہاتھ۔ یہ بہت سی احادیث ہیں جن کے حَسَن ہونے میں تو بوجہ کثرتِ طُرق شک ہی نہیں۔ مگر ان میں بعض صحیح بھی ہیں اور باتفاق حَسَن مثل صحیح کے واجب العمل ہوتی ہے، اور نیز یہ آیۂ کریمہ جس کے تحت میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمہُ اللہ نے اپنی تفسیر میں ان احادیث کو نقل کیا ہے دیکھو تفسیر دُر منثور تحت قولہٖ تعالیٰ۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ط ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

''اے نبی! فرما دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور مومنوں کی بیویوں کو کہ جھکا لیں وہ اپنی چادروں کو، یہ نزدیک زیادہ ہے اس سے کہ پہچان لی جائیں کہ یہ آزاد عورتیں ہیں۔ اور ایذا نہ پہنچائی جائیں''۔

۱ - اخرج ابن سعد عن محمد بن کعب القرظی رضی اللّٰہ عنه قال کان رجل من المنافقین یعرض نساء المومنین لیؤذیھن فاذا قیل له قال کنت احسبھا امته فامرھن اللّٰہ تعالیٰ ان یخالفن زیّ الاماء وَیُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ ط تخمر وجھھا الا احد عینیھا ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ یقول ذالک احری ان یعرفن۔

۱۔ ''ابن سعد نے محمد بن کعب قرظی رضی اللّٰہ عنه سے تخریج کی ہے کہ منافقوں میں سے ایک شخص مسلمانوں کی عورتوں کو چھیڑا کرتا تھا اور انہیں ایذا دیتا تھا۔ جب اُس سے کہا گیا کہ تُو نے کیوں چھیڑا؟ تو اس نے کہا کہ میں نے لونڈی سمجھا تھا۔ پس حکم کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ لونڈیوں کی ہیئت کے مخالف رہیں اور چھٹکا لیں وہ اپنی چادروں کو اپنے اوپر تا کہ چہرا چھپ جائے مگر ایک آنکھ کھلی رہے، یہ زیادہ نزدیک ہے اس سے کہ پہچانی جائیں آزاد عورتیں لونڈیوں سے''۔

۲ - واخرج ابن جریر وابن ابی خاتم وابن مردویة عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما فی ھذہ الآیة قال امر اللّٰہ نسآء المؤمنات اذاخرجن من بیوتھن فی حاجة ان یغطین وجوھھن من فوق رؤسھن بجلابیب ویبدین عینا واحدة

۲۔ ''امام ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ رضی اللّٰہ عنھم نے سیّدُنا عبداللہ بن عباس رضی اللّٰہ عنھما سے تخریج کی کہ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورتوں کو حکم دیا کہ جب کسی حاجت کے لئے گھر سے نکلیں تو اپنے چہروں کو ڈھانک لیں سر کے اوپر سے چادروں کے ساتھ اور ایک آنکھ ظاہر کریں''۔

۳- واخرج عبدالرزاق وعبد بن حمید وابو داؤد وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویه عن ام سلمة قالت لما نزلت هذه الآیة یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ ؕ وخرجن نساء الانصار کان علی رؤسهن الغربان من اکسیة سود یلبسنها۔

۳۔ ''اورعبدالرزاق اورعبد بن حمید اورابوداؤد اورابن المنذر اورابن ابی حاتم اورابن مردَویہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے تخریج فرماتے ہیں کہ جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی کہ چھٹکا لیں وہ اپنے اوپر اپنی چادریں، نکلتی تھیں انصار کی عورتیں اس حالت میں کہ گویا ان کے سروں پر کوّے ہیں، ان کی کالی چادروں کی وجہ سے جو اَوڑھا کرتی تھیں''۔

۴- واخرج ابن مردویه عن عائشة رضی اللہ عنها قالت رحم اللہ نساء الانصار لمّا نزلت یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الآیة شققن مروطهن فاعتجرن بها فصلین خلف رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان علی رؤسهن الغربان

۴۔ ''ابنِ مردَویہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے تخریج کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے جب یہ آیۃ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ آخر تک نازل ہوئی تو انصار کی عورتیں اپنی چادریں پھاڑتیں اور ان کے ساتھ روپوش بنالیا کرتی تھیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتی تھیں، یہ معلوم ہوتا تھا گویا ان کے سروں پر کوے ہیں''۔

۵- واخرج الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن محمد بن سیرین رضی اللہ عنه قال سألت

عبیدة رضی اللہ عنہ عن هذه الآیة یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ ؕ فرفع ملحفة کانت علیه فقنع وغطی رأسه کله بلغ الاجبین وعظ وجهه واخرج عینه الیسری من شق وجهه الایسر مما یلی العین۔

۵۔اور فریابی اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم، محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے تخریج کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے عبیدہ سے یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ کی تفسیر دریافت کی تو اپنی چادر کو اُٹھایا جو اُن پر تھی اور مقنع ڈالا اور سر کو ڈھانک لیا، یہاں تک کہ چادر ابرو تک پہنچی اور اپنا چہرہ ڈھانک لیا اور اپنی بائیں آنکھ بائیں جانب سے چہرے کے نکالی''۔

٦ - واخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فی قوله یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ ؕ قال یستدلین علیهن من جلابیبهن وهو القناع فوق الخمار ولایحل لمسلمة ان یراها غریب الا ان یکون علیها القناع فوق الخمار وقد شدّت به راسها ونحرها۔

ترجمہ: ''ابن ابی حاتم سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے آیۂ کریمہ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ چھٹکالیں اپنے اُوپر اپنی چادریں اور جلابیب سے مراد وہ مقنع ہے جو اوڑھنی کے اوپر ہوتا ہے۔ اور نہیں حلال کسی مسلمان عورت کو یہ کہ دیکھے اس کو اجنبی مگر یہ کہ ہو اس پر مقنع اوڑھنی پر اور اُس کے ساتھ سر اور سینہ کو باندھا ہوا ہو''۔

۷- واخرج ابن المنذر عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فی

قولہ تعالیٰ: يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ ؕ قال ھو الرداء۔

۷۔ ''اور مسند ابن منذر میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیچ تفسیر آیہ کریمہ يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ ؕ کہ مراد جلباب سے چادر ہے''۔

اور اسی مضمون کی احادیث ابو مالک اور ابو صالح اور ابو قلابہ ابن شہاب اور کلبی اور معاویہ بن قرہ اور ابن عباس اور امام حسن اور سُدّی اور عکرمہ اور عبداللہ بن مسعود اور مجاہد اور محمد بن سیرین۔ صحابۂ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تفسیر آیۂ کریمہ مذکورہ میں روایتیں منقول ہیں جو گیارہ احادیث ہیں مگر بغرضِ اختصار یہاں درج نہیں کی گئیں۔

مگر باایں ہمہ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا سے مراد منہ، ہاتھ ہوں خواہ برقع وغیرہ۔ علامہ زین الدین ابن نُجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ، باب الامامۃ اپنی کتاب ''بحر الرائق شرح کنز الدقائق'' میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

ولا یحضرن الجماعات لقولہ تعالٰی: وَقَرۡنَ فِيۡ بُيُوۡتِكُنَّ وقال صلی اللہ علیہ وسلم صلوتھا فی قعر بیتھا افضل من صلوتھا فی صحن دارھا وصلوتھا فی صحن دارھا افضل من صلوتھا فی مسجدھا وبیوتھن خیر لھن ولانہ لایؤمن الفتنۃ من خروجھن اطلقہ فشمل الشابۃ والعجوز والصلٰوۃ والنھاریۃ واللیلیۃ۔ قال المصنف (صاحب الکنز الدقائق) فی الکافی والفتوی الیوم علی الکراھۃ فی الصلوات کلھا لظھور الفساد ومتی کرہ حضور المسجد للصلوۃ فلان یکرہ حضور مجلس الوعظ خصوصاً عند ھؤلاء الجھال الذین تحذوا بجلیلۃ العلماء اولی

ذکرہ فخر الاسلام وفی فتح القدیر المعتمد منع الکل فی الکل الاالعجائز المتفانیة فیما ظھرلی دون العجائز المتبرجات وذات الرمق

ترجمہ: ''اور عورتیں جمعہ جماعت میں بھی مردوں کے مجمعوں میں نہ آئیں بسبب فرمان اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے ''اور قرار پکڑو تم اے بیبیو اپنے گھروں میں ۔'' اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عورتوں کی اپنی خوابگاہوں میں بہتر ہے اپنی انگنائی میں پڑھنے سے اور اپنی انگنائی میں بہتر ہے مسجد میں پڑھنے سے اور خوابگاہیں اُن کی بہتر ہیں اُن کے لیے اور اسی لئے کہ ان کے نکلنے میں فتنہ سے بے خوفی نہیں ہوتی۔ اور چونکہ کنز میں مطلقاً ممانعت ہے لہٰذا یہ ممانعت شامل ہے جوان اور بڑھیا عورتوں کو دن رات کی نمازوں میں۔ علامہ ابوالبرکات عمرو نسفی مؤلف کنز ''کافی'' میں فرماتے ہیں۔ فی زمانہ فتویٰ اس پر ہے کہ پانچوں وقت کی کُل نمازوں میں عورتوں کو جماعت کے لئے نکلنا مکروہِ تحریمہ ہے بہ سبب پھیلنے فساد کے یعنی فسق و فجور کے مردوں میں۔ اور جب مسجد میں حاضر ہونے کی ممانعت ہے تو وعظ کی مجلس میں (اسی طرح مردوں اور عورتوں کو اختلاط کے ساتھ جیسے عرسوں اور میلوں میں ہوتا ہے) حاضر ہونے سے زیادہ اولی ہے کہ ممانعت کی جائے۔ خصوصاً ایسے جاہلوں کے جلسوں سے جو علمِ دین سے بالکل جاہل اور مولویوں کے لباس میں ظاہر ہو کر خواہشاتِ نفسانی کے پھندے اور جال بچھاتے ہیں (جیسے ہمارے زمانہ کے لیڈر اور اُن کے کاسہ لیس خلافتی مولوی)۔ اس مضمون کو امام فخر الاسلام نے بیان کیا ہے اور فتح القدیر میں امام ابن الہمام اپنے زمانے

کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک قابلِ اعتماد یہی ہے کہ کُل نمازوں میں جوان اور بوڑھی عورتوں کو جماعت میں آنے سے روکا جائے، جو زیب وزینت سے مساجد میں آتی ہیں۔ ہاں اُن کا مضائقہ نہیں جو پیر فانی یعنی بہت ضعیف ہوکر مرنے کے کنارے پر جا لگی ہوں''۔ (انتہیٰ ترجمہ عبارت البحر)

اور ''فتح القدیر'' میں علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ شرح عبارتِ ہدایہ **ویکرہ لھن حضور الجماعات یعنی الشواب** میں بعد رد وقدح اور توفیق وتطبیق احادیثِ مختلفہ اور اقوالِ آئمہ آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یہ جو ''ہدایہ'' میں ہے کہ جوان عورتیں امام اور صاحبین سب کے نزدیک مسجد میں جماعت کے لئے آنے سے روکی جائیں مگر بوڑھی عورتیں دن میں نہ روکی جائیں بخلاف رات کے اس واسطے کہ فاسق رات کو سو جاتے ہیں اور شرارت کا موقع نہیں پاتے''۔

وعلی ھذا ینبغی علی قول ابی حنیفة رحمه الله تفریح منع العجائز لیلا ایضا بخلاف الصبح فان الغالب نومھم فی وقته بل عمم المتاخرون منع العجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبة الفساق فی سائر الاوقات

''اس قاعدہ پر بموجب قولِ امامِ اعظم رحمہُ اللہ یہ فتویٰ دینا مناسب ہے کہ رات کو بھی بوڑھیوں کو جماعت سے روکا جائے، صبح کا مضائقہ نہیں کہ اُس وقت فاسق اکثر سوتے رہتے ہیں۔ اور متأخرین فقہاء تو دن رات کی تمام نمازوں میں جوان و بوڑھی عورتوں کو شرکتِ جماعت سے مطلقاً روکنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ بسبب غلبہ فاسقوں کے تمام وقتوں میں۔''

اور اسی عبارتِ ہدایہ کی شرح میں صاحبِ غایہ علامہ امام اکمل الدین تحریر فرماتے ہیں۔

کانت النساء یباح لھن الخروج الی الصلوات ثم لما صار سببا للوقوع فی الفتنة منعن عن ذالک جاء فی الفتسیر ان قولہ تعالٰی: وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُستَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ نزلت فی شان النسوة حیث کان المنافقون یتاخرون للاطلاع علی عوراتھن ولقد نھی عمر رضی اللّٰہ عنہ النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الٰی عائشة رضی اللہ عنھا فقالت لو علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما علم عمر رضی اللہ عنہ ما اذن لکن فی الخروج فاحتج بہ علمائنا و منعوا الاشواب۔

''اول عورتوں کو نمازوں کے لیے پانچ وقت مسجد میں آنا جائز تھا پھر جب خوف فتنے کا زیادہ ہوا (یعنی زنا بکثرت ہونے لگا) جوان و بوڑھی سب عورتیں نکلنے سے روک دی گئیں۔ اسی صورت سے تفسیر آیۂ کریمہ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُستَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ میں (یعنی ہم نے جان لیا تم سے پہلے پیچھے آنے والوں کو) لکھا ہے کہ یہ آیۃ عورتوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جب منافق عورتوں کے گھورنے تاکنے کو نماز میں تاخیر سے آنے لگے اور جب عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں سے روکا۔ اُنہوں نے حضرت اُمُ المومنین عائشہ رضی اللہ عنھا سے آ کر شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کو اپنے زمانے میں جانتے جو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے والوں سے جانا ہے تو کبھی تم کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دیتے، اس سے

تمسک کر کے ہمارے علماء نے منع فرمایا۔"

اب سُنیئے احادیثِ صحیحہ بخاری شریف جو مؤید ہیں ہماری اس جملہ تحقیق کی۔

بخاری شریف: عن عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان الفضل ردیف النبی صلی اللہ علیہ و سلم فجأت امرأۃ من خثعم فجعل الفضل ینظر الیھا و تنظر الیہ فجعل النبی صلی اللہ علیہ و سلم یصرف وجہ الفضل الی الشق الآخر۔ الخ

((ترجمہ)) "عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ میرے بھائی فضل حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ سوار تھے، اتفاقاً جو ایک عورت قبیلہ خثعم کی آنکلی۔ فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ فضل کی طرف۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم اُس کی طرف دیکھنے سے حضرت فضل کے منہ کو پھیرتے تھے"۔

عن عائشۃ قالت کان عتبۃ بن ابی وقاص عھد الی اخیہ سعد بن ابی وقاص ان بن ولیدۃ زمعۃ منی فاقبضہ قال فلما کان عام الفتح اخذہ سعد بن ابی وقاص و قال ابن اخی قد عھد الی فیہ فقام عبد ابن زمعۃ فقال اخی و ابن ولیدۃ ابی ولد علی فراشہ فتساوقا الی النبی صلی اللہ علیہ و سلم فقال النبی صلی اللہ علیہ و سلم (بعد سماع دعوھما) ھو لک یا عبد ابن زمعۃ ثم قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم الولد للفراش و للعاھر الحجر ثم قال لسودۃ بنت زمعۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ و سلم احتجبی منہ لما رای من شبھہ بعتبۃ فما راھا حتی لقی اللہ عزوجل مع انہ کان اخو سودۃ اُمّ المومنین

((ترجمہ))'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عتبہ بن وقاص نے اپنے بھائی سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے عہد لیا تھا کہ زمعہ والد اُم المومنین سودا رضی اللہ عنہا کی لونڈی کے بیٹے میرے نطفہ سے ہیں (یعنی زمانہ جاہلیت میں میں نے اُس سے زنا کیا تھا اور وہ حاملہ ہو گئی تھیں) اُن کو تم لے لینا۔ جب مکہ معظّمہ فتح ہوا اُس لڑکے کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بموجب وصیت اپنے بھائی عتبہ کے لے لیا اور کہا میرے بھائی نے اس امر کا مجھ سے عہد لیا تھا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ نے کہا میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی سے میرے باپ کی ملک میں پیدا ہوا ہے۔ جب یہ مقدمہ حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد ابن زمعہ کو فرمایا یہ تمہارا بھائی ہے اور زنا کا دعویٰ کرنے والے کو پتھر۔ پھر حضرت اُم المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا جو حضرت زمعہ کی بیٹی تھیں اور حضور کی بیوی: کہ یہ لڑکا اگرچہ بموجب قاعدۂ شریعت تمہارا بھائی ہے مگر صورت شباہت اس کی عتبہ بن وقاص مدعی زنا سے ملتی ہے اس وجہ سے اجنبی ہے لہٰذا اس سے پردہ کرو۔ ازاں بعد اُس لڑکے نے مرتے دم تک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیکھا۔ (اگر منہ ہاتھ دیکھنا جائز ہوتا کبھی تو حضرت سودہ کو پھر دیکھتے)

عن انس رضی اللہ عنہ قال لما تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیر وخرج الی المدینۃ قال فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحوی لھا ورائہ بالعباء ۃ ثم یجلس عند بعیرہ فیضع رکبتہ فیضع صفیۃ رجلھا علی رکبتہ حتی ترکب۔

انتھی ملخصًا

((ترجمہ)) ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بعد فتح خیبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے اُن سے نکاح کر لیا اور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی عبا اُن پر ڈال کر ان کو چھپا لیتے پھر اُونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا گھٹنا کھڑا کر لیتے، پھر حضرت صفیہ اپنا پاؤں حضور کے گھٹنے پر رکھ کر اُونٹ پر سوار ہو جاتیں پھر حضور سوار ہو جاتے''۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقفلة من عسفان ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی راحلته وقد اردف صفیة بنت حیی فعثرت ناقته فصرعا جمیعا فاقتحم ابو طلحة، فقال یارسول اللہ جعلنی اللہ فداک قال علیک بالمرأة فقلب ثوبا علی وجهه واتاها فانقاه علیها واصلح لهمام کبهما فرکبا الخ۔

((ترجمہ)) ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عسفان سے واپسی کے وقت ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی حضرت صفیہ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ ناگاہ اونٹنی کا پاؤں پھسلا تو آپ اور اُم المؤمنین صفیہ اونٹنی سے نیچے آ گئے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت ابوطلحہ اپنی سواری سے کودے اور کہا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے فرمایا صفیہ کو سنبھالو، لہٰذا ابوطلحہ اپنے منہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہ کے پاس آئے، پھر وہ کپڑا حضرت صفیہ پر ڈال دیا پردہ کرنے کے لیے۔ اور پھر

اُونٹ کے کٹھالے وغیرہ کو درست کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ سوار ہو گئے‘‘۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال بینما نحن عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذقال بینا انا نائم رایتنی فی الجنۃ فاذا امرأۃ تتوضا الی جانب قصر فقلت لمن ھذا القصر قالو العمر فذکرت غیرتہ فولیت مدبرا فبکی عمر فقال اعلیک اغار یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

((ترجمہ)) ’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا میں سو رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت جنت میں ایک محل کے قریب وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے۔ کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا، لہٰذا عمر کی غیرت یاد کر کے میں اُلٹا پھر آیا۔ یہ سُن کر حضرت عمر روئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر بھی کیا غیرت کرتا‘‘۔

’’بخاری شریف‘‘ کی جلد دوم میں ہے: فی تفسیر قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِھِمۡ وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَھُمۡ قال قتادۃ عمن لاتحمل لھم وَقُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنَاتِ یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِھِنَّ وَیَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَھُنَّ قال الزھری فی النظر الی التی لم تحضن من النساء لایصلح النظر الی شیء منھن لمن یشتھی النظر الیہ وان کانت صغیرۃ وکرہ عطاء النظر الی الجواری یبعن۔ بمکۃ الا لمن یرید ان یشتری۔

ترجمہ: ’’کتاب التفسیر، بخاری شریف میں ہے تحت تفسیر: قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ

یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ الآیۃ کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں معنی آیت کے یہ ہیں کہ نامحرموں سے آنکھیں بند رکھو۔ محمد بن شہاب زہری تابعی فرماتے ہیں یہ آیۃ غیر محصنہ عورتوں پر نظر ڈالنے کی نسبت ہے کہ دل میں ان کے دیکھنے کی خواہش اگر پیدا ہو۔ اگر چہ وہ چھوٹی عمر کی ہوں۔ اُن کے سر سے پاؤں تک کسی چیز کا بھی دیکھنا درست نہیں اور حضرت عطا تابعی فرماتے ہیں کہ جو لونڈیاں مکہ معظّمہ میں بکتی ہیں بغیر ارادہ خرید نے ان پر بھی نظر ڈالنا جائز نہیں''۔

حضرت قتادہ اور زہری رضی اللہ عنھم کے اقوال سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بلاضرورت اگر دیکھنے کو جی چاہے۔ بازاری غیر محصنہ عورت اور لونڈیوں کا دیکھنا بھی قصداً جائز نہیں۔ اور یہ معلوم ہو گیا کہ شہوت کے معنی منہ دیکھنے کی بحث میں جہاں بھی لفظ شہوت آیا ہے اُس سے مراد دل کی خواہش ہے نہ کہ تندی۔ اسی واسطے ہم نے اکثر جگہ شہوت کے معنی دِلی خواہش کے کیے ہیں۔

اور حدیث افک بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ یہ واقعہ بعد نزول آیتِ پردہ کے تھا، لہٰذا فرماتی میں لشکر کے پیچھے تنہا رہ گئی اور پاخانہ جانے آنے اور میرا ہار جو گر پڑا تھا اُس کے ڈھونڈنے میں مجھ کو دیر ہو گئی اور لشکر اس گمان میں کہ میں اپنے ہَوَدہ ((عماری جو جانور کی پیٹھ پر بیٹھنے کے لیے رکھی جاتی ہے)) میں آ بیٹھی ہوں گی میرے اونٹ کی نکیل پکڑ کے حسبِ معمول روانہ ہو گیا۔ حضرت صفوان بن معطل جو لشکر کے پیچھے گری پڑی چیز سنبھالنے کو رہتے تھے وہ قیام گاہِ لشکر پر آئے اور اُنہوں نے چونکہ مجھ کو بچپن میں دیکھا تھا لینا دیکھ کر پہچان لیا۔ اور انا اللہ و انا الیہ راجعون پڑھنے لگے، اُن کی آواز سُن کر میں جاگ پڑی اور میں نے اپنے منہ کو اپنی چادر سے ڈھانک لیا۔ اگر منہ کا بخوفِ فتنہ ڈھانکنا لازم نہ تھا تو کیوں اُم المومنین نے منہ ڈھانکا؟ اور اسی حدیث میں ہے۔ چونکہ ابھی پاخانے گھروں کے

اندر نہیں بنے تھے ہم رات کو بوجہ حکم پردہ کے پاخانہ جایا کرتے تھے اور اُمِ مسطح میرے ساتھ ہوتی تھیں تاکہ کوئی ہم کو نہ دیکھے۔

اب احادیثِ مسلم شریف ملاحظہ کیجیے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت کُنّ یخرجن باللیل اذا تبرزن الی المناصع وھو صعید افیح و کان عمر بن الخطاب یقول احجب نسائک فلم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فخرجت سودۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ من اللیالی عشاء و کانت امرأۃ طویلۃ فناداھا عمر الاقد عرفناک یاسودۃ حرصا علی ان ینزل الحجاب قالت عائشۃ فانزل الحجاب

((ترجمہ)) ’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ عورتیں رات کو جنگل کے میدان میں پاخانہ جایا کرتی تھیں اور حضرت عمر حضور کی خدمت میں عرض کرتے رہتے تھے کہ حضور اُمہات المومنین کو پردہ میں رہنے کی تاکید فرمائیں۔ مگر بلا حکمِ خدا حضور تاکید نہیں فرماتے تھے، ایک رات حضور کی بیوی حضرت سودہ جو لمبا قد رکھتی تھیں جب رات کو پاخانہ کو نکلیں تو حضرت عمر نے ان کو آواز دی کہ میں نے تم کو پہچان لیا ہے۔ اس امر کی امید پر کہ حکم پردے کا آجائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد پردہ کا حکم منجانب اللہ آگیا کہ رات کو بھی گھر سے نہ نکلیں، یعنی وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ھ۔ اس واسطے کہ اگرچہ نزول خاص ہے مگر حکم عام ہوتا ہے **کما ھو فی البحر**۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کان فتی منا حدیث عھد بعرس قال فخرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی

الخندق فکان ذالک الفتی یستاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بانصاف النھار فیرجع الی اھلہ فاستاذنہ یوما فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذ علیک سلاحک فانی اخشی علیک قریظة فاخذ الرجل سلاحہ ثم رجع فاذا امرأتہ بین البابین قائمة فاھوی الیھا الرمع لیطعنھا بہ واصابتہ غیرة فقالت لہ اکفف علیک رمحک وادخل البیت حتی تنظر ما الذی اخرجنی فدخل فاذابحیة عظیمة منطویة علی الفراش فاھوی الیھا بالرمح فانتظمھا بہ ثم خرج فرکزہ فی الدار فاضطربت علیہ فما ادری ایھما کان اسرع موتا الحیّة ام الفتیٰ

((ترجمہ)) ”ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جوان کی جو ہم میں سے تھا نئی شادی ہوئی، جب ہم سب جنگ خندق میں خندق کھودنے کو مدینہ طیبہ سے باہر نکلے۔ وہ جوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر دوپہر کے وقت اپنے گھر آجایا کرتا تھا۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جب اپنے عیال میں گھر جانے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہتھیار ساتھ لے جاؤ، مجھ کو قبیلہ قریظہ سے ڈر ہے کہ راستہ میں تم پر حملہ کر بیٹھیں۔ وہ شخص اپنے ہتھیار برچھا وغیرہ لے کر گھر کی طرف روانہ ہوا، ناگاہ دیکھتا کیا ہے کہ اُس کی نئی دلہن دونوں کواڑوں کے درمیان دراز ے پر کھڑی ہے۔ انہوں نے گھر سے باہر دروازے پر اپنی بیوی کو کھڑی دیکھ کر ارادہ کیا کہ اپنی بیوی کے برچھا ماردیں اور اُنہیں اُس کی بے پردگی کی سخت غیرت آئی۔ دلہن نے ان کا یہ ارادہ دیکھ کر کہا کہ اپنا

برچھا تو روکو اور ذرا گھر میں آکر دیکھو میں کیوں باہر نکلی ہوں۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے دیکھا کہ بڑا سانپ فرش پر لپٹا ہوا پڑا ہے۔ یہ دیکھ کر اُنھوں نے سانپ کو برچھی سے بیندلیا، پھر باہر نکل کر اُسے مکان کی دیوار سے کھینچ مارا اور سانپ اُن کی طرف تڑپا، پھر نہیں معلوم کہ سانپ پہلے مرا یا اُن جوان کا انتقال پہلے ہوا"۔

اور تفسیر ''درمنثور'' میں ہے:

اخرج ابن ابی حاتم عن ام نائلۃ رضی اللہ عنہا قالت جاء ابو برزۃ فلم تجد ام ولدہ فی البیت وقالوا ذھبت الی المسجد فلما جاءت صاح بھا فقال ان اللہ نھی النساء ان یخرجن وامرھن ان یقرن فی بیوتھن ولا یتبعن جنازۃ ولا یأتین مسجدا ولا یشھدن جمعۃ۔

((ترجمہ)) ''ابن ابو حاتم اُمِ نائلہ رضی اللہ عنہما سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اُمِ نائلہ رضی اللہ عنہا نے کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لائے تو اپنی اُمِ ولد کو گھر میں نہ پایا اور گھر والوں نے کہا کہ مسجد کی طرف گئی ہیں۔ جب وہ آئیں تو ان پر چیخے اور فرمایا کہ بے شک اللہ جَلَّ شانہٗ نے عورتوں کو گھر سے نکلنے سے منع فرمایا ہے اور اُنھیں حکم دیا ہے۔ کہ اپنے گھروں میں قرار پکڑیں۔ نہ جنازے کے ساتھ جائیں نہ مسجد میں اور نہ نمازِ جمعہ کو''۔

واخرج الترمذی والبزار عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان واقرب ماتکون فی رحمۃ ربھا وھی فی قعر بیتھا

((ترجمہ)) ''اور'' ترمذی'' اور ''مسندِ بزار'' میں حضرت عبداللہ بن

مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا تو سارا ہی بدن واجب الستر ہے جب وہ نکلتی ہے اس کو شیطان اُچک اُچک کر دیکھتا ہے۔ اور عورت اللہ کی رحمت سے زیادہ تر نزدیک اپنے گھر ہی میں رہتی ہے"۔

واخرج ابن ابی شیبة عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال احبسوا النساء فی البیوت فان النساء عورة وان المرأة اذا خرجت من بیتها استشرفها الشیطان وقال لها انک لاتمرین باحد الا اعجب بک۔

واخرج البزار عن انس رضی اللہ عنہ قال جئن النساء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلن یارسول اللہ صلی اللہ علیک ذهب الرجال بالفضل والجهاد فی سبیل اللہ فما لنا عمل ندرک فضل المجاهدین فی سبیل اللہ فقال من قعدت منکن فی بیتها فانها تدرک عمل المجاهدین فی سبیل اللہ

((ترجمہ)) "اور مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا اُنہوں نے گھروں میں روک کر رکھو عورتوں کو اس واسطے کہ عورت ساری اجب الستر ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اُس کو جھانکتا رہتا ہے اور اُس سے کہتا ہے تجھ کو جو دیکھتا ہے پسند کرتا ہے"۔

اور مسندِ بزار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: کچھ عورتوں نے خدمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آکر عرض کیا کہ مرد تو بزرگی اور جہاد میں ہم سے آگے نکل گئے کوئی ہمارے لئے بھی ایسا عمل ہے کہ مجاہدین فی سبیل

اللہ کا مرتبہ حاصل کرلیں؟ تو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم میں سے گھر میں بیٹھی رہے یعنی باہر نہ نکلے وہ مجاہدوں کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے''۔

اور ''منتخب کنز العمال'' میں ہے صحیح ابن حبان اور مسند امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ سے۔

عن ام حمید امرأۃ ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد علمت انک تحبین الصلٰوۃ معی وصلوتک فی بیتک خیر من صلوتک فی حجرتک وصلوتک فی حجرتک خیر من صلوتک فی دارک وصلوتک فی دارک خیر من صلوتک فی مسجد قومک وصلوتک فی مسجد قومک خیر من صلوتک فی مسجدی۔

((ترجمہ)) حضرت اُم حمید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے اُمِ حمید! میں جانتا ہوں کہ تم کو میرے ساتھ میری مسجد میں نماز پڑھنے کی اُلفت ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک تمہاری نماز تمہاری خواب گاہ میں بہتر ہے تمہاری نماز سے تمہاری کوٹھی میں یا دالان میں۔ اور کوٹھی میں بہتر ہے تمہاری نماز سے تمہارے احاطہ میں اور احاطہ میں بہتر ہے نماز سے تمہاری قوم کی مسجد میں اور تمہاری قوم کی مسجد میں بہتر ہے تمہاری نماز سے میری مسجد میں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ سلمہ اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوحمید رضی اللہ عنھم سے اسی مضمون کی حدیثیں کنز العمال میں منقول ہیں، جو بخوفِ طوالت وملالت طبع ناظرین بالتفصیل

یہاں درج نہیں کی گئیں۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خوفِ فساق اور ڈر فتنہ وفساد اور زنا کا نہ ہو تو عورتوں کو برقع اور چادر میں منہ چھپا کر مسجد میں نماز کو اس طرح آنا جائز ہے کہ خوشبو لگا کر اچھے کپڑے پہن کر روشنی میں نہ آئے اور نہ گھر سے باہر نکلنا میلے ٹھیلے اور مزاراتِ اولیاء اللہ پر مردوں میں مِل جُل کر جانا تو حرام ہی ہے مسجد میں نماز کو بھی آنا جائز نہیں اور نماز پڑھنے کے وقت منہ کھلے رہنے سے نماز میں کوئی حرج نہیں۔ اور اپنے گھر میں اگرچہ دیور جیٹھ نامحرموں کی آمد ورفت ہو، اگر خوف فتنہ وفساد نہ ہو منہ ہاتھ کھلے رکھ کر کاروبار کرنا دینا لینا جائز ہے۔ مگر دیور جیٹھ کو منہ ہاتھ دیکھنا جائز نہیں۔ اور عورت کو ان کی نگاہ سے اپنے آپ کو بچانا اتنا ضروری ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو موت کے برابر سمجھ لینا۔ اور جیسے موت سے ڈرتے ہیں اُن سے ڈرنا۔ اور پھر بھی اگر ان کی نگاہ اچانک پڑ جائے تو معاف ہے خواہ منہ ہاتھ پر پڑے یا لباسِ ظاہری پر، خواہ زیب وزینتِ ظاہری یعنی سرمہ انگوٹھی چھلّے ہاتھ کی مہندی پر۔ قصداً بلاضرورت جائز نہیں۔ اور منہ ہاتھ دیکھنا تو درکنار بوقتِ ضرورت شرمگاہ تک کا دیکھنا جائز ہے۔ جیسے بھوک سے مر جانے کے خوف کے وقت خنزیر اور مردار بھی بقدر جان بچانے کے کھانا درست ہے۔ فقط۔ **ھذا ماعندی۔ واللہ اعلم بالصواب۔**

ے

عورتوں کے بال کٹوانے کا مسئلہ

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ نَبِیِّہٖ وَ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ بِاَمْرِہٖ وَ نَھْیِہٖ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ واضح ہو کہ جب بعض گمراہوں سے یہ ندائے ضلالت بلند ہوئی کہ عورتوں کو مثل مردوں کے کانوں کی لوتک بال رکھنا سنتِ ازواجِ مطہرات (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے) اور جواز میں تو کلام ہی نہیں، اس واسطے کہ ''مسلم شریف'' میں یہ حدیث موجود ہے۔ **عن ابی سلمة ابن عبدالرحمن رضی اللہ عنه قال دخلت علی عائشة رضی اللہ عنها انا واخوها من الرضاعة فسالها عن غسل النبی صلی اللہ علیه وسلم من الجنابة فدعت باناءٍ قدر الصاع فاغتسلت وبیننا وبینها ستر فافرغت علی رأسها ثلاثا قال وکان ازواج النبی صلی اللہ علیه وسلم یاخذن من رؤسهن حتی تکون کالوفرة۔** لہٰذا ضرور ہوا کہ قطع نظر اس امر کے کہ اس حدیث کا پہلا ہی راوی عبیداللہ بن معاذ متکلم فیہ ہے، چنانچہ ''تہذیب التہذیب'' میں ہے۔ **قال ابراهیم بن جنید عبیداللہ بن معاذ العبری لیس من اهل الحدیث ولیس مشهور۔** اس لئے پہلے اس کے معنوں میں غور کیا جائے۔ اگرچہ یہ حدیث بمقابلہ دوسری احادیثِ صحاح کے جن میں عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے ممانعت ہے شاذ ہے۔ اور وہ شاذ جس کے مقابل میں اس سے زیادہ حافظ اور ضابطہ راوی اس کے مخالف بیان کرتے ہوں اور یہ ان کی مخالفت میں تنہا ہو تو مردود ہوتی ہے۔ اور اس

حدیث کے راوی کا بیان جو ابوسلمہ بن عبدالرحمن ہیں، اگر اس حدیث کے یہی معنی لئے جائیں جو بعض گمراہوں نے اخباروں میں لکھے ہیں کہ کانوں کی لَو تک مثل مَردوں کے ازواجِ مطہرات اپنے بالوں کو رکھتی تھیں، ظاہر ہے کہ مخالف اُن راویوں کے ہے جو ان سے زیادہ ضابط اور عادل اور ثقہ ہیں، جو یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔'' اور عبید اللہ مذکور اس بیان سے متفرد ہی ہے اس واسطے کہ بخاری شریف اور مسند امام احمد رحمۃُ اللہ میں بعینہٖ یہی حدیث کسی معتبر سندوں سے حضرت ابوسلمہ سے بغیر اس زیادتی کے منقول ہے اور قابل خوض وفکر بات یہ ہے کہ اس حدیث میں دو لفظ مشترک المعنی ہیں۔ اول لفظ اخذ کا جو یا خذن کا مادہ ہے اور دوئم لفظ وفرہ۔ چنانچہ ''صراح'' اور ''منتہی الارب'' میں ہے: **''یقال اخذث الشئی گر فتم آن چیز را ویقال فلان اخذ بندی گیرندہ نعت ویقال اخذ الشارب برید موئے بروت را''**۔ اس کے علاوہ اخذ کے اور بھی معنی ہیں۔ مگر حدیثِ مذکور میں انہی تین معنوں میں سے ایک معنی بن سکتے ہیں بلکہ دو ہی معنی۔ ایک بالوں کا کاٹنا اور دوسرا بالوں کو کسی چیز سے باندھ لینا اور کسی تاگے سے قید کر لینا۔ اور دوسرا لفظ وفرہ بھی مشترک ہے چنانچہ علامہ نوَوِی اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ وفرہ لمّہ سے بہت زیادہ اور بھرے ہوئے سر کے بالوں کو کہتے ہیں۔ اور بقول اصمعی لمّہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو دونوں کندھوں سے لگے ہوئے ہوں اس صورت میں وفرہ وہ بال ہوئے جو کندھے سے نیچے تک ہوں۔ اور علاوہ اصمعی کے دوسروں نے کہا ہے کہ وفرہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو لمّہ سے کم ہوں یعنی کندھوں سے اُونچے رہیں۔ اور ''منتہیٰ الارب'' میں ہے۔ **''وفرہ بالفتح موئے مجتمع برسر یا موئے تانرمہ گوش۔''** لہٰذا اگر معنی

حدیث کے یہ کیئے جائیں کہ ازواجِ مطہرات اپنے سر کے بالوں کو اتنا کاٹتی تھیں کہ مثل وفرہ کے کانوں کی لَو تک رہ جاتے۔ اور دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کانوں کی لَو تک بال رکھتے تھے۔ اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔ لہٰذا مَردوں کو کانوں کی لوتک سر کے بالوں کا رکھنا سنت ہوا اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔ اور اس سے زیادہ لمبے بال رکھنے سے مَردوں کو حضور نے کراہت فرمائی اور منع نہ فرمایا۔ اس واسطے کہ عورتوں کے بال اگرچہ کندھے سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں ظاہر مگر مینڈی اور چوٹی کے ساتھ مزیّن اور گندھے ہوئے ہوتے ہیں نہ کہ کُھلے ہوئے مگر تاہم چونکہ کندھوں سے زیادہ عورتوں کے بال ہوتے ہیں آپ نے مردوں کے واسطے کُھلے ہوئے رکھنا بھی ناپسند فرمایا۔ اور منع اس واسطے نہیں فرمایا کہ کُھلے ہوئے لمبے بال رکھنے میں پوری مشابہت عورتوں کے ساتھ نہ تھی۔ چنانچہ ''مشکوٰۃ شریف'' میں ہے:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم لارجل خریم الاسدی لو لاطول جمتہٖ واسبال ازارہ فبلغ ذالک خریما فاخذ شفرۃ فقطع بھا جمتہ الی اذنیہ ورفع ازارہ الی انصاف ساقیہ۔ راوہ ابو داؤد۔

''ابوداؤد میں ہے، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: خریم اسدی اچھے آدمی ہیں اگر ان کے بال لمبے نہ ہوتے۔ اور تہبند چھٹکا ہوا۔ (یعنی ٹخنے سے نیچا) یہ خبر جب حضرت خریم کو پہنچی۔ تو حضرت خریم نے اپنے بالوں کو چھری سے کاٹ کر کانوں تک کر لیا اور تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا''۔

جب یہاں تک مَردوں کو عورتوں کی مشابہت سے اور عورتوں کو مَردوں کی

مشابہت سے منع فرمایا تو ازواجِ مطہرات کے ساتھ عالم تو کہاں کوئی جاہل مسلمان بھی ایسا خیال نہیں کرسکتا کہ وہ مَردوں کی طرح کانوں کی لَو تک بال رکھا کرتی تھیں۔ اور مَردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر کے (نعوذ باللہ منہا) مستحقِ لعنت بنتی تھیں۔ اس واسطے کہ حدیثِ صحیح میں آیا ہے جو بہت سے طریقوں سے کتبِ صحاح خصوصاً بخاری شریف میں منقول ہے:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال رواہ البخاری عن ابن عباس۔

((ترجمہ)) ''بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت ہو اللہ کی اُن مَردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں (مثلاً داڑھی مونچھ منڈا کر عورتوں کی شکل بنائیں) اور اللہ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو مَردوں سے مشابہت حاصل کریں''۔

مثلاً (''مردوں کی طرح بال کٹوا کر کانوں کی لَو تک بال رکھیں اور مردوں کی شکل بنا کر یہاں تک کہ ٹوپی پہن کر مستحقِ لعنتِ خداوندِ کریم بنیں۔'')

لامحالہ اگر اخذ کے معنے کاٹنے ہی کے لئے جائیں تو لفظ وفرہ کے معنی وہی لیے جائیں گے جو امام نوَوِی رحمہ اللہ نے اوّل بیان کیے ہیں کہ وفرہ لمّہ سے یعنی کندھے تک کے بالوں سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں تاکہ مَردوں کے بالوں سے مشابہت نہ ہو۔ اور نسبت ارتکاب ایسے فعل کی جو موجبِ لعنتِ خدا اور رسول ہو، ازواجِ مطہرات کی طرف لازم نہ آئے۔ مگر اس صورت میں انگل دو انگل بال کاٹنے کی نسبت ازواجِ مطہرات کی طرف کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے، اِس واسطے کہ احرام

سے حلال ہونے کے وقت بھی عورتوں کو بالوں کا کٹوانا اگرچہ واجب ہے اور منڈوانے کی قطعاً ممانعت۔ مگر وہ بھی انگل دو انگل سے زیادہ کٹوانا منع ہے۔ چنانچہ ’’بحر الرائق‘‘ میں ہے۔

والمراد بالتقصیر ان یأخذ الرجل او المرأة من شعور ربع الرأس

اور ’’ہدایہ‘‘ میں ہے۔

والتقصیر أن یاخذ من رؤس شعره مقدار الانملة

اور ’’عنایہ‘‘ میں ہے۔

قوله مقدار الانملة قیل هذا التقدیر مروی عن ابن عمر رضی الله عنهما و لم یعلم فیه خلاف۔

یعنی ’’شرعاً تقصیر اُس کو کہتے ہیں کہ بالوں کے سرے سے ایک دو انگل بال کاٹ دیئے جائیں، صاحبِ عنایہ فرماتے ہیں۔ تقصیر کے یہ معنی کہ ایک دو انگل بال کاٹے جائیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں۔ اور اس میں آج تک کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہوا‘‘۔

مگر حج میں تو قصر رکنِ حج قرار دیا گیا۔ علاوہ حج کے ازواجِ مطہرات کو اتنا قصر کرانے سے کیا فائدہ تھا کہ عبث فعل کا ارتکاب کرتیں، اس لیے کہ ازواجِ مطہرات عبث فعل سے مبرّا اور پاک ہیں۔ حدیثِ صحیح میں ہے۔

من حسن اسلام المرأ ترک مالا یعنیه

یعنی ’’ہر شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے فائدہ باتیں چھوڑ دے‘‘۔

اور ایماندار مسلمان کے نزدیک تو بلاشبہ ازواجِ مطہرات کے اسلام سے بہتر اسلام کسی کا نہیں ہوسکتا۔ لامحالہ اس حدیث کی تاویل یہی ہوسکتی ہے کہ اخذ کے معنے بند گرفتن کے لیے جائیں اور وفرہ کے معنے **موئے مجتمع** ہوئے۔ اور حدیث

کے یہ معنے کیے جائیں کہ ”بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے حضور کی جدائی کے غم میں جو دلیل کمالِ ایمان کی ہے ازواجِ مطہرات نے کنگھی ، چوٹی مینڈھی گوندھنے کے ساتھ زیب وزینت چھوڑ دی تھی، اور بالوں کو یونہی باندھ لیا کرتی تھیں“۔ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سر پر بال مجتمع ہو رہے ہیں۔ جن کے غسل میں نہ کھولنے کی ضرورت اور نہ انگلیوں سے جڑوں تک پانی پہنچانے کی حاجت۔ اِسی شُبہہ کے رفع کرنے کو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ مضمون حاجت سے زیادہ بیان کیا کہ کوئی یہ نہ پوچھ بیٹھے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بغیر مینڈھی چوٹی کھولنے کے یونہی غسل کر کے کیسے دِکھا دیا۔ جب تک بالوں کی جڑوں میں پانی نہ پہنچے اس وقت تک غسلِ جنابت سے پاکی کب حاصل ہوسکتی ہے، لہٰذا اس شک کو رفع کر دیا اور فرما دیا کہ ازواجِ مطہرات نے مینڈھی چوٹی کا باندھنا اور زینت حاصل کرنا بعد رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے چھوڑ دیا تھا، اس واسطے کہ آپ کے سامنے ازواجِ مطہرات کا مینڈھی چوٹی گوندکر زیب وزینت کے ساتھ مثل اور عورتوں کے ثابت ہے احادیثِ صحیحہ سے۔ چنانچہ ”مسندِ امام احمدؒ“ جلد ۶ میں ہے: عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت أجْمَرْتُ شعری اجمار اًشدیداً، فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یا عائشۃ اَمَا عَلِمْتَ ان علی کُلِّ شَعْرَۃٍ جَنَابَۃٍ؟

((مُسند امام احمد بن حنبل، حدیث: ۲۴۷۹۷))

اور ”مجمع البحار“ میں ہے: حدیث عائشۃ اجمرت رأسی اجمار اًشدیداً أی جمعتُه وضَفرته من أجمر شعره اذا جَعله ذؤابۃ۔ لہٰذا معنے حدیث کے یہ ہوئے:

”حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اپنے بالوں کی مینڈیاں گوند کر سخت مضبوط چوٹی باندھ رکھی تھی، حضور نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ!

کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہر بال پر جنابت کا اثر ہوتا ہے؟''۔

یعنی بوقتِ غسل مینڈیاں چوٹی کھول کر غسل کرنا چاہیے، ورنہ بموجب دوسری حدیث کے بالوں کی جڑ تر کرنا ضروری ہے۔ اور اسی امر پر دال ہے یہ حدیث اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا۔ جو ''مسند امام احمد'' کی جلد ۶ میں ہی مذکور ہے:

عن اُمّ سلمة قالت: قلت یارسول اللّٰہ مالنا لانذکر فی القرآن کمایذکر الرجال؟ قالت: فلم یرعنی منہ یوماً الاو نداؤہٗ علی المنبر: یاأیھا الناس قالت: وأنا أسرح رأسی فلففت شعری، ثم دنوت من الباب۔ ((مُسند امام احمد بن حنبل، حدیث: ۲۶۴۵۴))

((ترجمہ)) ''حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا بات ہے کہ ہمارا ذکر قرآنِ مجید میں مَردوں کی طرح نہیں آتا۔ فرماتی ہیں: ایک دن مجھے گھبراہٹ میں نہ ڈالا مگر آپ کی آواز نے منبر پر، کہ آپ فرما رہے تھے اے لوگو! اِتنا سُنتے ہی مَیں اپنے بالوں کو کنگھی کر رہی تھی کہ فوراً بالوں کو لپیٹ کر آپ کی آواز سُننے کو دروازہ پکڑ بیٹھی''۔

اس سے ظاہر ہے کہ بال لمبے ہی تھے کیونکہ کانوں کی لَو تک کے بال لپیٹے نہیں جا سکتے۔ اور علامہ نوَوِی، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے اسی تحقیق کے قریب قریب معنے حدیثِ مذکور کے تحریر فرماتے ہیں۔ نوَوِی میں ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور طشت از بام افتادہ ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عرب کی عورتیں مینڈھی اور چوٹی کے ساتھ زیب و زینت حاصل کیا کرتی تھیں۔ یونہی بالوں کو اکٹھا کر کے باندھ لینے کا طریقہ نہ تھا مگر ازواجِ مطہرات نے بعد رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کے غم میں یہ طریق اختیار کیا تھا تاکہ

زینت بھی نہ ہو اور مینڈھی چوٹی باندھنے کی محنت بھی کم ہو جائے۔ اس واسطے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ زیب وزینت سے مستغنی ہو چکی تھیں۔ اور یہ جو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعد وفات ایسا کیا تھا یہ قول دوسرے محدثوں کا بھی ہے۔ اس واسطے کہ ازواجِ مطہرات کے ساتھ یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ترکِ زینت کر دیں۔ یہ تحقیق تو ان آزاد خیالوں کے متعلق کی گئی ہے جو اپنے آپ کو حنفی مشہور کر کے مسلمانوں کو غیر مقلدوں سے زیادہ بگاڑنے اور آزاد خیال بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ورنہ مقلدین کو خصوصاً ہم حنفیوں کو احکاماتِ فقہ کافی ہیں۔ ’’دُرِّ مختار‘‘ میں ہے۔

وفیہ قطعت شعر رأسھا اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لانہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق والذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال۔ قال الشامی رحمہ اللہ قولہ والمعنی المؤثر ای العلۃ المؤثرۃ فی اثمھا التشبہ بالرجال فانہ لایجوز کالتشبہ بالنساء حتی قال فی المجتبی رامزاً یکرہ غزل الرجل علی ھیئۃ غزل النساء

((ترجمہ)) ’’اور اسی (مجتبیٰ) میں ہے، کاٹے عورت نے بال سر اپنے کے تو وہ گنہگار بھی ہوئی اور ملعون بھی۔ ’’بزازیہ‘‘ میں اِتنا زیادہ ہے کہ اگر خاوند کی اجازت سے بھی کاٹے تو ملعون ہوگی اس واسطے کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی تابعداری جائز نہیں۔ اور اسی واسطے حرام ہے مردوں پر داڑھی کا کٹوانا۔ اور علت گنہگار اور ملعون ہونے عورت کی مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا ہے۔ علامہ شامی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے عورتوں کو مردوں کی مشابہت حرام ہے ایسے ہی مردوں کو عورتوں کی

مشابہت حرام ہے۔ یہاں تک کہ صاحبِ مجتبیٰ تو فرماتے ہیں کہ عورتوں کی طرح مردوں کو کاتنا بھی مکروہ تحریمہ ہے"۔

اور کتاب النکاح، "الاشباہ والنظائر" میں ہے۔

لایجوز للمرأة قطع شعرها ولو باذن الزوج ولایحل وصل شعر غیرها بشعرها قال الحموی رحمه الله فی شرحه قوله لایجوز للمرأة قطع شعرها قال فی البزازیة وعلیها الاستغفار، وقوله ولایحل وصل شعر غیرها بشعرها ای یکره تحریما، قال فی البزازیه ولو بالوبر لایکره۔

((ترجمہ)) "جائز نہیں ہے عورت کو اپنے سر کے بالوں کا کٹوانا۔ اگر خاوند کی اجازت سے کٹوائے۔ ایسے ہی حلال نہیں ہے عورت کو دوسری عورت یا مرد کے بالوں کو اپنے بالوں سے ملانا۔ حموی فرماتے ہیں اگر سر کے بال (کسی گماہ کے بہکانے سے کٹوا بھی لئے) تو فتاویٰ بزازیہ میں اتنا زیادہ ہے کہ اُس پر لازم ہے توبہ اور استغفار کرے۔ اور اسی بزازیہ میں ہے کہ اگر جانوروں کے بالوں کی چوٹی بنا کر بالوں سے ملا لے تو جائز ہے"۔

اور "فتاویٰ عالمگیریہ" اور اسی "االاشباہ والنظائر" کی کتاب النکاح میں دوسری جگہ ہے۔

وتمنع عن حلق رأسها قال الحموی فی شرحه للاشباه ان المراد تخلق شعر راسها الا لزالة سواء کان بحلق اوقص اونتفا ونورة فلیحر روالمراد بعدم الجواز کراهة التحریم کما فی مفتاح السعادة

((ترجمہ)) ''عورت کو سر منڈانا ہی منع ہے، علامہ حموی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ مراد منڈوانے سے یہ ہے۔ بالوں کا سر سے دور کرنا خواہ منڈا کر، خواہ کٹوا کر، خواہ اُکھڑوا کر، خواہ نورہ سے، سب برابر ہے اور مراد عدمِ جواز سے کراہتِ تحریمہ ہے، اس کی تصریح کتاب ''مفتاح السعادۃ'' میں ہے''۔

ے

القول الصواب

فی

مسئلة الحجاب

مؤلف

خلیفۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان

حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری

(سابق ناظم مرکزی حزب الاحناف، لاہور)
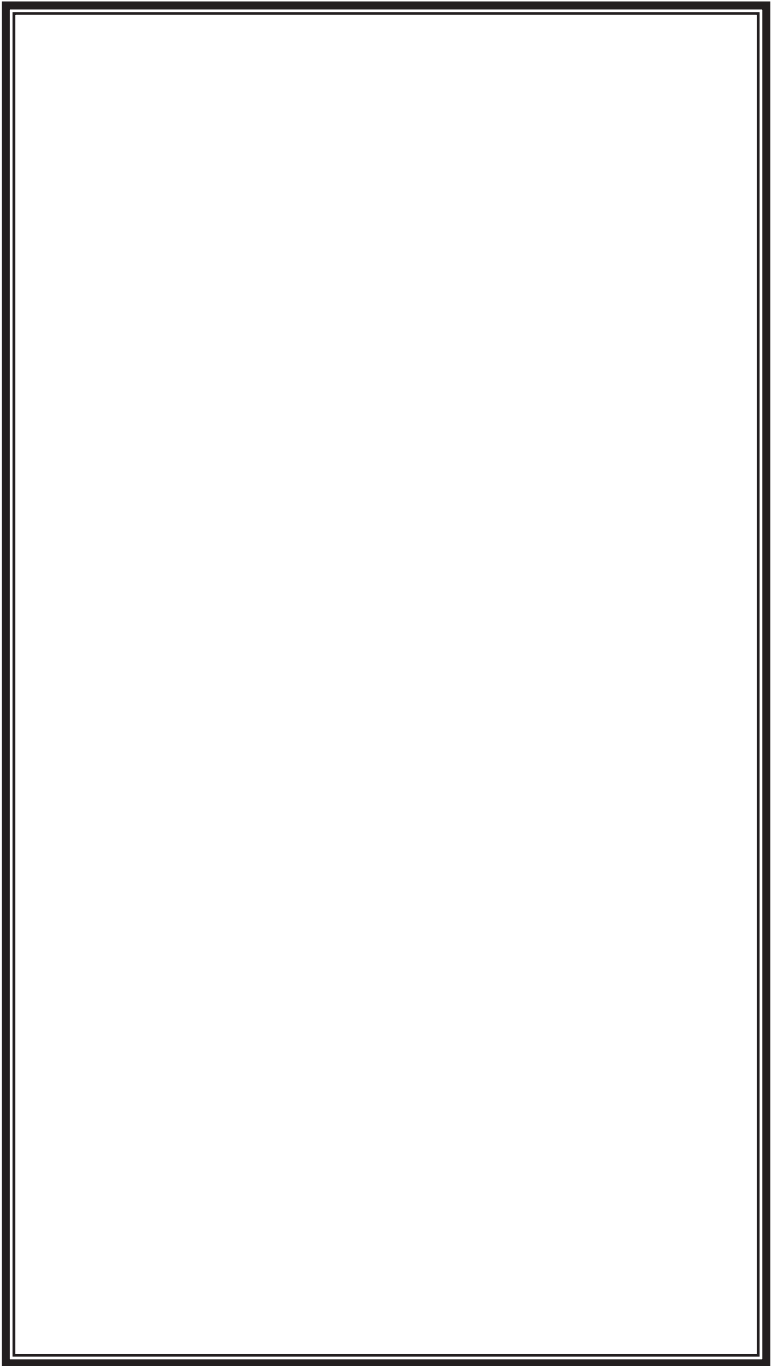
اے خاصۂ خاصانِ رُسُل وقتِ دُعا ہے
اُمّت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

ایں ہمہ آفت کہ بہ تن میرسد
از نظر توبہ شکن میر سد
دیدہ فروپوش چوں دردرصدف
تانشوی تیر بلا راہدف

بے پردہ نظر آئیں جو کل چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے بیبیو پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مَردوں کی پڑ گیا

ناظرینِ کرام! چونکہ پردہ ایک ایسا زبردست شریفانہ وصف ہے کہ شریف طبقہ اسے خاص طور پر نظرِ وقعت سے دیکھتا ہے، قطعِ نظر اس سے کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کا پابند ہو یا نہ ہو، اس میں شرم وحیاء نسوانی کی حفاظت کا راز مضمر ہے۔ بنابریں کوئی خاص ضرورت نہ تھی کہ اس موضوع پر خامہ فرسائی کی جاتی، لیکن جبکہ فضائے عالم تاریک تر ہونے لگی اور صحبتِ اغیار کا بُرا اثر ہرکہ ومہ پر اِس قدر پڑا کہ تعلیم یافتہ مہذب افراد بھی اسے غیر ضروری قرار دے کر اپنے اپنے خیالات طشت از بام کرنے لگے اور علمائے کرام متبعینِ سیّد الانام کے افعال وافہام پر حملہ کرتے ہوئے یہ کہنے لگ گئے کہ ''آج تک پردہ کی حقیقت کسی نے نہ سمجھی لو آج ہم دنیا کو سمجھاتے ہیں''

پھر اِسی پر بس نہیں، نصوصِ قرآنِ کریم کے معانی بھی محض پاسِ سخن کے لیے بدل بدلا کر اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی غرض سے علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ "پردہ محض جسم کا ہے، منہ، ہاتھ، پاؤں پوشیدہ رکھنے کا نام نہیں" آہ:

برین تہذیب و فہمش خلق را باید
فغاں کردن

مجبوراً مجھے بھی اس کی تحقیق کی طرف رجوع کرنا پڑا کہ عوام الناس پر لائح واضح ہو جائے کہ شریعتِ اسلام پردہ کی کیا حقیقت بتا رہی ہے اور لیڈر صاحبان کا خانہ ساز پردہ کیا ہے؟ وما توفیقی اِلا باللہ۔

خیر اندیش

فقیر ابوالبرکات سید احمد قادری

ناظم مرکزی حزب الاحناف۔ لاہور

قبل اس کے کہ ہم پردہ کے وجوب پر دلائلِ شرعیہ کے لحاظ سے روشنی ڈالیں یہ مناسب ہے کہ لفظ عورت اور زینت کی تحقیق لغوی کر لی جائے تا کہ قارئین کرام سمجھ سکیں کہ عورت کو عورۃ کس غرض سے کہا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(منتہی الارب) **عورة بالفتح اندام شرم مردم وهو مابين السره الى الركبته وبرچه از ديدن آں شرم آيد** (یعنی عورۃ زبانِ عربی میں انسان کے اس حصۂ بدن کو کہتے ہیں جس کے دیکھنے سے شرم و عار لاحق ہو اور اس کا باپردہ کرنا اور دیکھنا دکھانا موجبِ ننگ و عار ہو)۔ (مفردات امام راغب) **العورۃ سوۃ الانسان و ذالک، کنایته و اصلها من العار و ذالک لما یلحق فی ظهوره من العار ای المذمته و لذالک سمی النساء عورۃ**۔ (یعنی ''عورت اِنسان کی شرمگاہ کا نام ہے۔ اور یہ مشتق ہے عار سے۔ اس واسطے کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو شرم لاحق ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عربی میں عورت کا نام عورت رکھا گیا'') علاوہ ازیں دیگر کُتُبِ لغت بھی یہی معنی بتا رہی ہیں۔ لیکن بخوفِ طوالت اِسی پر اکتفا کر کے گذارش ہے کہ بلاظہور دلیلِ شرعی اِتباعِ لغت سے ہی ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔ و للہِ الحمد۔

اب سمجھ لیجئے کہ عورت کو عورت اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ از سر تا پا پوشیدہ رکھنے کی چیز ہے تو انصاف سے فرمایئے اس کا چہرہ اور دست و پا کھلا رکھنا کیونکر گوارا ہو سکتا ہے؟ حالانکہ یہ امر اظہر من الشّمس ہے کہ بہ نسبت باقی تمام جسم کے عورت کا چہرہ زیادہ تر موجبِ فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ اسی لئے شعراء بھی چہرہ کو زیادہ تر اشعار میں باندھتے ہیں۔ مثلاً **وجهه کالقمر**۔ ''اس کا چہرہ چاند سا ہے''، اس کے رخسار گلاب

کے پھول ہیں۔اس کی ابرو تلوار ہیں۔اس کے لب تیغ آبدار ہیں وغیرہ وغیرہ لہٰذا عرفاً بھی ثابت ہے کہ چہرہ بالخصوص واجب الستر ہے۔

لفظ زینت کی تحقیق:

بھی کر لیجیئے تاکہ آگے چل کر دلائلِ شرعیہ کے مفہوم میں غلط فہمی نہ ہو۔زینت لغت میں اسبابِ آرائش یعنی زیور، لباس وغیرہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ صاحبِ مفردات علامہ امام راغب اس کو تین اقسام پر منقسم فرماتے ہیں (۱) زینتِ نفسیہ (۲) زینتِ بدنیہ (۳) زینتِ خارجیہ۔

زینتِ نفسیہ کے لیے علم واعتقادِ حَسَن کی ضرورت ہے۔

زینتِ بدنیہ کے لئے حُسن و جمال وخط وخال وقوت وقدموزوں لازمی ہے۔

زینتِ خارجیہ کے لئے مال وجاہ کی احتیاج ہے۔ بعینہٖ عبارتِ ''مفردات'' ملاحظہ ہو: **والزینته بالقول المجمل ثلاث زینته نفسیه کالعلم والاعتقاد الحسنته۔ وزینته بدنیة کالقوة وطول القامته۔ وزینته خارجیه کالمال والجاه۔** واضح رہے کہ قرآنِ پاک میں لفظ زینت باختلاف صیغ مختلف معنے کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔سورۂ اعراف میں ارشاد ہے: **یٰبَنِیۡٓ [ ] اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ۔** ((اعراف:۳۱))اس کے اسبابِ نزول مفسرین نے متعدد فرمائے ہیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ زمانۂ جہالت میں مستورات برہنہ بدن طواف کرتی تھیں تو حکم ہوا کہ ہر مسجد کے قریب تم کپڑے پہن کر آیا کرو۔سعید بن جبیر ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایام جہالت میں مرددن کو برہنہ بدن طواف کرتے تھے اور شب کو عورتیں۔ **فامرھم اللہ تعالٰی ان یلبسوا ثیابھم ولایتعیروا** ''تو اللہ تعالٰی نے حکم فرمایا کہ اپنے کپڑے پہن کر طواف کرو برہنہ نہ ہو''۔ان کے لیے یہ ہدایت نازل ہوئی۔ بہرکیف **خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ** کا شانِ نزول اس

امر کو بتا رہا ہے کہ زینت سے مراد یہاں کپڑے پہننا ہے جس سے عورت مستور ہو سکے۔ بعینہٖ عبارت یہ ہے: **المراد من الزینته لبس الثیاب التی تستر العورة وفیه دلیل علی ان ستر العورة واجب فی الصلواة والطواف وفی کل حال** یعنی ''مراد زینت سے ایسے کپڑے پہننا ہے جن سے عورت پوشیدہ ہو سکے اور اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ سترِ عورت واجب ہے نماز وطواف وغیرہ ہر حالت میں''۔

سیّدی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **الزینة زینتان زینته ظاهره وزینته باطنه لایراها الاالزوج۔ فاما الزینته الظاهره فالثیاب واما الزینته الباطنه فالکحل والسوار والخاتمه ولفظ ابن جریر فالظاهره منها الثیاب وما یخفی فالخلخان والقرطان والسواران** یعنی ''زینت دو قسم کی ہے ایک ظاہری، ایک باطنی۔ کہ سوائے خاوند کے کوئی نہیں دیکھ سکتا اس لئے کہ زینت ظاہری لباس ہے۔ اور زینتِ باطنی سرمہ، زیور، انگوٹھی ہے اور بروایت ابن جریر جھانجن، بالیاں کنگن وغیرہ ہیں''۔

اب آیۂ کریمہ کا حکم ملاحظہ ہو۔ صریح لفظوں میں ارشاد ہے **وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ** یعنی ''نہ ظاہر کریں اپنی زینت''۔ اگرچہ یہ حکم عام ہے زینتِ ظاہری وباطنی کے لیے، مگر چونکہ آگے **اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا** ارشاد فرما کر زینتِ ظاہریہ کا استثناء فرمایا ہے اس لیے اس حکم سے مراد زینتِ باطنی ہے جس میں کنگن، ہار، بالیاں، جھانجن وغیرہ ہیں۔ ان کا چھپانا عورت پر نصِ صریح سے فرض ہے اور بموجب تاویل ابن مسعود چادر و برقعہ مستثنیٰ ہے۔ یعنی ان کا چھپانا فرض نہیں۔ یہی علمائے کرام کا ارشاد ہے کہ عورت کو اپنی باطنی زینت کا چھپانا فرض ہے اور چادر برقعہ کے ساتھ بضرورتِ شدیدہ گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ برقعہ و چادر کے ظاہر کرنے میں گناہ نہیں، اس لیے کہ اگر یہ بھی ممنوع قرار دیا جاتا تو تکلیف مالا یطاق تھی۔

مگر آیۂ مذکورہ سے یہ ہرگز مستفاد نہیں ہوتا کہ عورت بے نقاب چہرہ کھول کر باہر گلگشت کرے۔ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا کا استثناء صاف بتا رہا ہے کہ جس زینت کا چھپانا محال ہے وہ معاف ہے اور زینت کے لفظ سے ظاہر ہو گیا کہ لغۃً زینت کا اطلاق اسبابِ آرائش وزیبائش پر ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ زینتِ نفسیہ ہو یا بدنیہ یا خارجیہ۔

زینتِ نفسیہ تو یوں ظاہر ہو سکتی ہے کہ اپنے عقائد واعمال کو سلکِ تحریر میں لا کر ظاہر کر دے۔ اب رہی زینتِ بدنیہ تو وہ بغیر شوہر کسی پر ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اور زینتِ خارجیہ مثل لباس وبرقعہ جلباب وغیرہ کے کہ جس کا اجانب سے پوشیدہ کرنا اس کے لیے معتذر رہے، بنائً علیہ رحیم وکریم جل وعلا نے اس کی اجازت دے دی۔ اور اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا فرما دیا۔ مگر اس سے یہ فائدہ حاصل کرنا کہ مستورات بازاروں میں بے نقاب وبلا حجاب اجانب کو اپنی صورتیں دکھاتی پھریں اور اغیار وغیر محرم انہیں دیکھیں محض تفسیر بالرائے ہے اور مقصدِ شرع کے قطعی مخالف۔

حقیقت یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ عورتیں بلاضرورتِ داعیہ کھُلے بندوں باہر پھریں۔ صحابۂ کرام کی ازواج کا تو ذکر ہی کیا ہے خود بعض ازواجِ مطہرات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصوصِ قرآنیہ کا مفہوم پردۂ موجودہ سمجھا۔ چنانچہ جب آیۂ کریمہ وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاھِلِیَّۃِ الۡاُوۡلٰی۔ ((الاحزاب: ۳۳)) نازل ہوئی تو حضرت اُمّ المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہی سمجھا کہ گھر سے باہر قدم رکھنا بھی ناجائز ہے۔ تفسیر ''روح البیان'' میں ہے کہ آپ اس آیۂ کریمہ کے نزول کے بعد حج وعمرہ اور نماز پنجگانہ کے لئے بھی حجرہ سے باہر تشریف نہ لائیں۔ حتیٰ کہ عہد فاروقی میں آپ کا جنازہ ہی باہر آیا۔ جب کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج وعمرہ کے لئے بھی آپ گھر سے باہر

تشریف نہیں لاتیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں گھر میں ٹھہرنے اور آرام کرنے کا حکم ہے۔

تفسیر ''روح البیان '' کی بعینہٖ عبارت ملاحظہ فرمائیں: **وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ المعنی الزمن یانساء النبی بیوتکن واثبتن فی مساکنکن والخطاب وان کان لنساء النبی فقد دخل فیه غیرهن۔ روی ان سودہ بنت زمعة رضی اللّٰہ عنها من الازواج المطهرة ماحظت باب حجرتها لصلاة ولا حج ولا عمرہ حتی اخرجت جنازتها من بیتها فی زمن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه وقیل لها لم لاتحتجین ولاتعتمرین فقالت قیل لنا وقرن فی بیوتکن۔**

ناظرینِ کرام! اِس عبارت کو ذرا غور سے پڑھیں۔ ازواجِ مطہرات جواُمُّ المؤمنین ہیں، ان کا تو یہ اہتمام ہے کہ دروازۂ حجرہ تک قدم نہیں رکھتیں اور حج وعمرہ اگرچہ ان پر فرض نہ بھی ہو مگر موجبِ ثواب ضرور تھا لیکن اس کے لیے نکلنا بھی انہوں نے روا، نہ فرمایا۔ اور جب صحابہ نے عرض کیا تو فرمادیا: **قِیْلَ لَنَا وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ** یعنی'' کیسے نکلیں ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں کو لازم پکڑیں اور گھروں میں آرام کریں''۔ اس جواب سے ہر ذِی فہم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللّٰہ عنہا کا یہ فعل بالکل مطابق حکمِ الٰہی تھا۔ اور اس غرض سے اس کی پابندی تھی کہ عوام اس سے سبق لیں۔

افسوس آج فضائے عالم اس قدر تنگ وتاریک ہے۔ آزادی کی آندھیاں ہر طرف سے چل رہی ہیں۔ شعارِ مذہبی کی قدیم عمارتیں گرانے کو تحریفات کی بارانی ہے۔ اللہ کریم رحم کرے اور ہمارا پردہ رکھ لے۔

برادرانِ اسلام! اُمُّ المؤمنین جو تمام مسلمانوں کی ماں ہیں ان کے لئے یہ حکم اور اس پر ان کا یہ عمل ہے تو ماوشما کو کتنی پابندی کی ضرورت ہے۔ (حضرت سعدی نے

فرمایا) بیت:

زبیگانگاں چشم زن کور باد
چو بیروں شد از خانہ درگور باد

دلائلِ قرآنیہ سے عورتوں کو اجانب اور نامحرم سے پردہ کرنا فرض ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ

((احزاب: ۵۳))

ترجمہ: ''اے ایمان والو! ہمارے محبوب کے کاشانۂ اطہر میں بلا اِجازت حاصل کیے نہ داخل ہو''۔

اس آیۂ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مستورات کو اجانب سے چہرہ چھپانا ضروری نہ ہوتا تو آپ کے گھروں میں بھی اجانب کا بلا اجازت داخلہ جائز ہوتا۔ مگر چونکہ گھر میں کھلے چہرے رہنا جائز ہے اور اجانب سے پوشیدہ کرنا ضروری۔ بنابریں حکم ہوا کہ ''اِجازت لے کر گھروں میں آؤ تا کہ عورتیں مستور ہو جائیں''۔ آگے اس سے بھی زیادہ تصریح فرمائی یعنی **وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ** ((احزاب: ۵۳)) ''اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردہ کے باہر سے مانگو''۔ برادرانِ اسلام! **وَّرَآءِ حِجَابٍ** کو ذرا سمجھ لیں کہ یہ کیا بتا رہا ہے۔ آیا بے نقاب و بلا حجاب اجانب سے دوبدو گفتگو کی اجازت دے رہا ہے یا پردہ کی۔ اس سے زیادہ صاف و صریح اور کیا حکم ہوگا۔ صاحبِ تفسیرِ احمدی و نور الانوار حضرت مولانا مُلّا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ اس آیۂ کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں: **ھذہ الایۃ ھی الایۃ التی یفھم مِنھا ان یحتجب النساء من الرجال** یعنی ''یہی وہ آیت ہے جس سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اغیار و اجانب غیر محرم اشخاص سے پردہ کریں''۔ اگرچہ اس آیۂ کریمہ کا نزول ازواجِ مطہرات کی شان میں ہے لیکن بموجب قاعدہ

مُسلّمہ اَلْعِبْرَۃُ بِعُمُوْمِ الْاَلْفَاظِ لَابِخُصُوْصِ السَّبَبِ حکم عام ہے اور تمام مومنہ عورات پر حاوی۔ ''تفسیر احمدی'' میں ہے: لان موردھا ان کان خاصا فی حق ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن الحکم عام لکل من المؤمنات فیفھم منہ ان یحتجب جمیع النساء من الرجال ولایبدین انفسھن علیھم یعنی ''اس آیتِ کریمہ کا مورد اگرچہ خاص ہے ازواجِ مطہرات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں مگر اس کا حکم ہر مومنہ عورت کے لیے عام ہے''۔ اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں۔

اور لیجئے! قرآنِ پاک میں ارشاد ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا ((نور: ۲۷)) ''اے ایمان والو! سوائے اپنے مکانوں کے کسی غیر کے مکان میں داخل نہ ہو جب تک سلام کر کے اجازت نہ حاصل کرلو''۔ تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی تستاء ذنوا ہیں اور قرأتِ ابی ابن کعب میں تستاء ذنوا ہی آیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم استیناس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ حصولِ اجازت کے لیے سُبْحَانَ اللہ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا اللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا کہے یا مٹھارے (گلے سے آواز نکالے) تاکہ گھر والے اجازت دیں۔ قلنا یارسول اللہ ما الاستئناس؟ قال یتکلم الرجل بتسبیحۃ وتکبیرۃ وتحمیدۃ ویَتَنحنَحُ فیؤْذَنَ اھل البیت۔ دوسری حدیث میں بھی اس کی تائید ہے۔ التسلیم ان یقول السلام علیکم ادخل ثلث مرات فاذا اُذّن لہ دخل والا رجع یعنی ''تسلیم سے یہ مراد ہے کہ آدمی اس طرح کہہ کر مُراد لے السلام علیکم سے۔ کیا میں داخل ہوجاؤں؟۔ اس پر اگر اسے اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ واپس لوٹ جائے''۔

ان شرائط سے صاف ظاہر ہے کہ اجنبی بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کا مجاز نہیں اور اس کی علت صرف یہی ہو سکتی ہے کہ گھر میں مستورات بے پردہ ہاتھ، پیر، منہ کھولے بے حجاب رہتی ہیں اور اجنبی سے پردہ واحتجاب لابدی ولازمی ہے۔

اور ملاحظہ ہو: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ((نور:۳۰)) یعنی "اے محبوب! مؤمنین کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی کریں اور اپنے اندامِ خاص کی حفاظت رکھیں۔ یہ ان کے لیے پاکیزگی اور صفائی کے امور ہیں۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کیا کرتے ہیں"۔

یہی سبب ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں اجنبیہ کا بلا ضرورتِ شرعی منہ، ہاتھ دیکھنا ناجائز ہے، خاص کر اس پُر آشوب زمانہ میں کہ ہر طرف فتنہ وفساد کی آندھیاں چل رہی ہیں اور شاید ہی کوئی نظر فتنہ سے خالی ہو۔ پھر جس طرح مرد کو اجنبیہ کی طرف دیکھنا منع فرمایا اسی طرح عورت کو حکم ہوا:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِىْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِىْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ((النور:۳۱))

یعنی "اے محبوب! ایمان والی خواتین سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں

نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی محافظت کریں اور اپنی آرائش نہ دکھائیں
مگر بضرورت جو ظاہر ہوتی ہے اور اپنے سینوں پر دوپٹہ ڈالے رہیں۔
اور اپنی آرائش نہ دکھائیں (یعنی پوشیدہ رہیں) مگر اپنے شوہروں یا
اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں سے یا اپنے
بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں سے یا اپنی عورتوں یا اپنے مملوکوں لونڈی
وغلامانِ شرعی سے یا ان خدمت گاروں سے جن کو عورتوں کی حاجت نہ
رہی ہو (جیسے خواجہ سرا یا شیخِ فانی) یا ان کمسن بچوں سے جو عورتوں کی پردہ
کی چیزوں سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ ان کا
مخفی زیور معلوم ہو جائے اور تم سب اے مسلمانو! اللہ کی طرف رجوع کرو
کہ فلاح دارین حاصل ہو''۔

آیاتِ متذکرہ میں صاف حکم ہے کہ طبقہ نسوانی باستثناء مستثنیات سب سے پوشیدہ رہے بالخصوص سر، سینہ، کان، چہرہ، گردن کا پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔

یہی سبب ہے کہ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا فرما کر استثنا فرما دیا اس لیے کہ زینت نام ہے خوبصورتی کا، عام اس سے کہ وہ فطری ہو یا مصنوعی۔ لباسِ فاخرہ زیور وغیرہ سے ہو یا حُسن و جمالِ بشرہ وخط وخالِ جسم سے۔

ظاہری زینت وہ ہے جس کے پوشیدہ کرنے میں وقتِ ضرورت مشکل ہو جیسے انگوٹھی، چادر، برقعہ جس کے ظاہر ہونے میں بوقتِ ضرورت مانعِ شرعی نہیں۔

باطنی زینت جس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہے وہ چہرہ، ہاتھ، گٹوں تک ہے جو اشد ضرورت پر ظاہر کرنا جائز ہے اور جن سے چہرہ چھپانا غیر ضروری ہے وہ سابقاً بیان ہو چکے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو وہ زینت جس کے اظہار میں نقصان نہیں وہ محض لباس ہے۔ بنابریں واضح لائح اور روشن ہو گیا کہ باتفاق علمائے

کرام وصحابۂ عظام چہرہ، ہاتھ، لباس ملبوسہ اجانب کے آگے ظاہر کرنا ممنوع ہے لیکن وقت اشد ضرورت بقدر رفع ضرورت جائز ہے۔ بشرطیکہ اس اظہار سے خوفِ فتنہ وفساد نہ ہو، ورنہ کسی ضرورت پر بھی جائز نہیں۔

ناظرینِ کرام! غور فرما کر انصاف کریں کہ شریعتِ مطہرہ پردہ کو کس قدر مہتمم بالشان بتا رہی ہے۔ علماء، فقہاء اور مفسرین کرام کی اکثریت اسی طرف ہے۔

ہاں بعض اس طرف گئے ہیں کہ چہرہ، ہاتھ، قدم چھپانا اس وقت غیر ضروری ہے جب کہ نظرِ بد سے امن ہو، لہٰذا اس جماعت کی تجویز سے بھی اب ہم فائدہ نہیں اُٹھا سکتے، اس لیے کہ نظرِ بد سے امن نہیں۔ چنانچہ اخبار بین حضرات کو اس کا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ تجربہ ہے۔ ''تفسیر احمدی'' میں ہے: وَاِلَی الْحُرَّةِ الْاَجْنَبِيَّتِه مُطْلَقًا اِنْ لَّمْ يَامَنْ مِنَ الشَّهْوَةِ وَمَا سِوَى الْوَجْهِ وَالْكَفِّ اِنْ اٰمِنَ مِنْهَا یعنی ''چہرہ اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے اگر شہوت سے امن نہ ہو۔ اور اگر شہوت سے امن ہو تو چہرہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دِکھانا جائز ہے باقی ہر حصہ بدن کو دکھانا دیکھنا اس پر نظر کرنا حرام ہے''۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ فی زمانہ عورتوں کا بے نقاب پھرنا فتنہ سے خالی ہے یا موجب سخت فتنہ وفساد کا۔ آج کوئی خوش فہم، سنجیدہ مزاج مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ مستورات بے نقاب کھلے بندوں پھریں تو نگاہِ فساق وفجار سے محفوظ رہیں گی۔ اور کوئی نظرِ بد ان پر اثر نہ کرے گی۔ بنابریں بموجب اصول اِذَافَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ۔ بعض علماء بھی اس موجودہ حالت پر اجازت نہیں دیتے۔ کتبِ فقہ وتفاسیر میں تمام تر روایات وعباراتِ اجازت، قید عدمِ شہوت وعدمِ فتنہ کے ساتھ مقید ہیں، کہیں بھی مطلقاً اجازت ورُخصت نہیں ہے، چنانچہ ذیل میں چند وہ عبارتیں نظرِ ناظرین ہیں جن میں اجازت ہے کہ چہرہ، ہاتھ وغیرہ پوشیدہ نہ رہے اور آج کل اخباروں میں انہیں

روایتوں سے رفع حجاب پر سند لاتے ہیں۔

''فتاویٰ عالمگیری'' میں ''ذخیرۃ العقبیٰ'' اور ''ینابیع'' سے ہے: **النظر الی الاجنبیات فنقول یجوز النظر الٰی مواضع الزینة الظاهره منهن وذالک الوجه والکف فی ظاهر الروایه کذا فی الذخیره وان غلب علٰی ظنه ان یشتهی فهو حرام (کذافی الینابیع)** مطلب یہ ہے کہ: ''اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ مواضعِ زینتِ ظاہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اور وہ چہرہ اور کفِ دست ہے اور اگر ظنِ غالب ہو شہوت کا، تو دیکھنا دِکھانا حرام ہے''۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خوف شہوت فتنہ نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے اور جہاں گمانِ شہوت ہو وہاں پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، اب قابلِ غور یہ امر ہے کہ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے کہ اجازت؟۔

''فتاویٰ سراجیہ'' میں ہے: **النظر الی وجه الاجنبیه اذالم یکن عن شهوةٍ لیس بحرام لٰکنه مکروه۔ (کذافی السراجیه)** یعنی ''اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا حرام نہیں مگر مکروہ ہے۔ اس سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر خوفِ شہوت ونظرِ بد ہو تو اظہار حرام ہے ورنہ مکروہ ہے''۔

''قہستانی'' میں ہے: **ینظر الرجل من الحرة الاجنبیه الی الوجه وهذا فی زمانهم واما فی زماننا فمنع من الشابه** یعنی ''مرد اجنبی عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے لیکن یہ اجازت زمانۂ صحابہ وتابعین میں تھی مگر ہمارے زمانہ میں جوان عورتوں کی طرف دیکھنا ممنوع ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ قہستانی اپنے مبارک زمانہ کی نسبت فرمارہے ہیں کہ **فی زماننا فمنع من الشابه** یعنی ''ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف دیکھنا ممنوع ہے''۔ تو پھر اس زمانہ موجودہ میں بطریقِ اولیٰ ممنوع ہوا۔ اللہ توفیقِ عمل دے اور

انصاف عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیھم الصلوٰۃ والسلام۔

''شامی'' میں ہے: وشرط لحل النظر الیھا الامن بطریق الیقین عن الشھوۃ یعنی ''اجنبیہ کے چہرہ کی طرف اس شرط سے دیکھنا جائز ہے کہ امنِ شہوت یقینی ہو، یعنی نظرِ بد اور خیالِ فاسد کا شائبہ بھی نہ ہو''۔ تو کیا آج کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم صاف باطنی سے دیکھتے ہیں؟

''ہدایہ'' میں ہے: ان کان لایامن الشھوۃ لاینظر الی وجھھا الالحاجۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام من نظر الی محاسن امراۃ اجنبیۃ عن شھوۃ صب فی عینہ الانک یوم القیٰمہ فاذا خافالِشھوۃ لم ینظر من غیر حاجۃ تَحَرُّزًا عَنِ الْمُحَرَّمِ مطلب یہ ہے کہ ''اگر شہوت سے بے خوف نہ ہو تو اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف ہرگز نہ دیکھے مگر کسی خاص حاجت سے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اجنبیہ کے محاسن وخوبی کی طرف نظرِ شہوت سے دیکھا اس کی آنکھوں میں بروز قیامت سیسہ گلا کر ڈالا جائے گا''۔ اس سے بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔

''شامی'' بحوالہ ''تاتارخانیہ''۔ ''فتاویٰ تاتارخانیہ'' سے صاحبِ ''شامی'' ایک اور عبارت نقل فرماتے ہیں جو مانحن فیہ کی مؤید ہے۔ وھو ھذا:

فی التتارخانیہ وفی شرح الکرخی النظر الی وجہ الاجنبیۃ الحرۃ لیس بحرام ولٰکنّہ یکرہ بغیر حاجۃ وظاھرہ الکراھتہ ولوبلاشھوۃ والافحرام ای ان کان عن شھوۃ حرم واما فی زماننا فمنع من الشابتہ لالانہ عورۃ بل نخوف الفتنہ یعنی ''تاتارخانیہ اور شرح کرخی میں ہے کہ اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا حرام نہیں مکروہ ہے اور ظاہر ہے کہ مکروہ تب ہے جبکہ بلاشہوت ہو، ورنہ حرام ہے

یعنی اگر بہ شہوت ہو تو حرام ہے۔ لیکن ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف بوجہ خوف فتنہ کے دیکھنا ممنوع ہے"۔

ناظرین نظرِ انصاف سے ملاحظہ فرمائیں **و اما فی زماننا فمنع من الشابته** یعنی "مگر ہمارے زمانہ میں بوجہ خوفِ فتنہ جوان عورت کا دیکھنا منع ہے"۔

"بحر الرائق شرح کنز الدقائق" میں ہے: **حرم النظر الی وجھھا و وجه الامرد اذا شک فی الشھوة قال مشائخنا تمنع المرأة الشابته من کشف وجھھا بین الرجال فی زماننا للفتنة۔** "اجنبی عورت اور خوبصورت بے ریش لڑکے کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام ہے، اگر خوفِ شہوت ہو۔ مشائخِ کرام فرماتے ہیں کہ جوان عورت کو مَردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا ہمارے زمانہ میں بوجہ فتنہ کے"۔

حضرات مندرجہ بالا نصوصِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ و عباراتِ فقہیہ سے **کشف وجه نساء** (عورتوں کے کھلے منہ پھرنے) کی حرمت و ممانعت ظاہر و باہر ہو چکی اور ان کے منہ چھپا رکھنے کی غرض بھی معلوم ہو گئی اور حق و باطل کا امتیاز بوجہِ احسن ہو گیا ۔اب فیصلہ آپ کے ہاتھ یا ضمائر پر ہے۔ انصاف کیجئے۔ خوفِ الٰہی فرمایئے اور بالآخر اپنے ناموس کی حرمت ملحوظ رکھئے۔ مندرجہ بالا تحقیق تو مسئلہ نظر میں تھی جبکہ **وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ** کو نظر الی **وجه العورة** میں مخصوص رکھا جائے۔ اب ذرا علامہ بیضاوی کی تحقیق بھی ملاحظہ ہو۔

وہ فرماتے ہیں کہ **وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ** کا حکم محض نماز کے لیے ہے اور نظر الی الغیر سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ انتھی۔ ملاحظہ ہو بعینہٖ عبارت حاضر ہے: ۔**الاظھر ان ھذا فی الصلوٰة لا فی النظر فان کل بدن الحرة عورة و لا یحل بغیر الزوج والمحرم النظر الی شئی منھا لضرورة کالمعالجه**

وتحمل الشهادة

یعنی ''اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے ہاتھ اور قدموں کے چھپائے۔ یہ نظر کا حکم ہی نہیں۔ اس لئے کہ حرہ ازسرتاپا واجب الستر ہے اور سوائے خاوند اور محرم کے کسی کو وہ اپنا بدن یا بدن کا حصہ نہ دکھائے، اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہے مگر بضرورتِ شدیدہ مثل علاج معالجہ وغیرہ اور تحمل شہادت کے۔ یعنی جب شاہد کو ضرورت ہو تو وہ موضعِ شہادت کو دیکھ سکتا ہے''۔

اس تحقیق کی بناء پر شرط حفظِ امن وعدمِ شہوت بھی بیکار ہے، بلکہ صاف طور پر ثابت ہے کہ عورت ازسرتاپا عورت ہے اس کا کوئی حصہ غیر محرم کو دیکھنا جائز نہیں۔

یہی حکم ابن مسعود اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے چنانچہ **الاماظهر منها** کی تفسیر میں ہے **یعنی الزينة قال ابن مسعود هي الثياب**۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت سے مراد ظاہری کپڑے ہیں۔ **وقاله ابن عباس هي الكحل والخاتم والخضاب فی الكف** ''ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: زینتِ ظاہرہ سے مراد کاجل، سرمہ، انگوٹھی اور ہاتھ کی مہندی ہے''۔ پھر فرماتے ہیں: **فما كان من الزينة الظاهرة يجوز للرجل الاجنبی النظر اليه للضرورة مثل تحمل الشهادة ونحوه من الضروريات اذا لم يخف فتنة وشهوة فان خاف من ذالک غض البصر** مطلب یہ ہے کہ ''جو ظاہری زینت ہے (یعنی بقول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کپڑا ہے اور (بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کاجل، مہندی، انگوٹھی جو زینتِ ظاہرہ میں ہے، اس کی طرف اجنبی شخص عند الضرورت دیکھ سکتا ہے مثل تحمل شہادت وغیرہ کے بشرطیکہ شہوت وفتنہ کا خوف نہ ہو۔ اور اگر دیکھنے میں فتنہ وشہوت کا خیال ہے تو نظر بند رکھے اور زینتِ ظاہرہ کو بھی نہ دیکھے''۔ (از بحر الرائق)

''کفایہ شرح ہدایہ'' میں ہے: اِلَّامَا ظَهَرَ مِنْهَا قالت عائشة رضی اللہ عنها المراد من قوله تعالیٰ اِلَّامَا ظَهَرَ مِنْهَا احدٰی عینها۔ وقال ابن مسعود المراد منها خفها وملا بسها واستدل ابن مسعود لقوله علیه السلام النساء حبائل الشیطان بهن یصید الرجال۔ وقال ماترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء ''حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ آیۂ کریمہ اِلَّامَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد زینتِ ظاہرہ ہے اور وہ صرف ایک آنکھ ہے (یعنی بضرورت ایک آنکھ سے تمام جسم و چہرہ پیر کو پوشیدہ کر کے دیکھیں اس لئے کہ ضروریات ایک آنکھ سے پوری ہو سکتی ہیں) اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مراد زینت سے آیۂ کریمہ میں عورت کا ظاہری کپڑا ہے (یعنی موزے اور اوپر کی چادر) اور وہ اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں کہ وہ ان کے ذریعہ مردوں کا شکار کرتا ہے''۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا: ''میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ مردوں کے لئے کوئی فتنہ نہ چھوڑا''۔ یعنی عورتیں محلِ فتنہ ہیں اور اجانب کا ان کے فتنوں سے محفوظ رہنا ناممکن ہے، لہٰذا عورتوں کو اجنبی مردوں سے قطعاً محجوب و مستور رکھنا چاہئے تاکہ فتنہ رُکا رہے۔

اب ناظرینِ کرام ذرا غور فرمالیں کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم تو یوں ارشاد فرمائیں۔ اور ہم اپنی بہن، بیٹی، ماں، بہو، ساس وغیرہ کو جلسوں اور میلوں میں لے جائیں۔ باوجویکہ فقہائے کرام نمازِ پنجگانہ کے لیے مؤمنین کے ساتھ مسجد میں آنے کو بھی حرام فرماتے ہیں۔ چنانچہ ''بدائع'' جلد اول صفحہ ۱۵۷ میں ہے: ولا یباح للشواب منهن الخروج الی الجماعات بدلیل ماروی عن عمر رضی اللہ عنه انه نهی الشواب عن الخروج ولان خروجهن الی

الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما ادی الی الحرام فھو حرام یعنی ''جوان عورتوں کو جماعتِ مسلمین میں نکلنا جائز نہیں۔ اس وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمایا، اس لیے کہ ان کا نکلنا جماعت کی طرف فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو شے حرام کی طرف مؤدی ہو وہ حرام ہے''۔ لہٰذا عورت کا مسجد میں ادائے جماعت کو بھی آنا حرام ہے۔

''کفایہ'' میں ہے: وجری فی مجلسه علیه السلام یوما ماخیر للرجال من النساء وما خیر ماللنساء من الرجال فلما رجع علی الٰی بیته اخبر فاطمة فقالت خیر للرجال من النساء ان لا یرونهن و خیر ماللنساء من الرجال ان لا یرینهم فلما سمع اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بذالک قال هی بضعةٌ منی۔ برادرانِ اسلام! یہ حدیث ایک تنہا ایسی جامع ہے کہ اگر خدا انصاف دے اور سخن پروری سے بچائے تو اس کے بعد کسی دلیل کی تلاش کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ فرما کر غور کریں اور انصاف فرمائیں۔

ترجمہ: ''ایک روز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلسِ اقدس میں یہ بحث تھی کہ مستورات سے مردوں کے لئے کس طرح بہتری مل سکتی ہے۔ اور مردوں سے مستورات کو کس طرح؟ اس کو حضرت سیدی ومولائی اسد اللہ شیر خدا کرم اللہ وجهه نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ آپ نے فرمایا مردوں کو عورتوں سے اس میں خیر ہے کہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں اور عورت کے حق میں اس میں بہتری ہے کہ وہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔ اس کا ذکر حضرت شیرِ خدا کرم اللہ وجهه نے دربارِ رسالت میں کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھی بعضة منی ایسا کیوں نہ فرماتیں۔ وہ میری لختِ جگر ہیں''۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے عورتوں کو مردوں سے اور مردوں کو عورتوں سے محجوب و مستور رہنے میں دارین کی فلاح و بہبود بیان فرمائی اور ان کے ارشاد کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا۔ انہی حدیثوں کی بناء پر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مستور رہنے کا حکم دیا اور اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے چہرہ وہاتھ مراد نہیں لیے۔ بلکہ صرف طور پر فرما دیا کہ مستثنیٰ زینتِ ظاہرہ یعنی برقعہ و چادر وغیرہ ہے۔ اس کے بعد صاحبِ کفایہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں: **فدل انه لایباح النظر الٰی شئی من بدنها ولان حرمته النظر لخوف الفتنة وعامة محاسنها فی وجهها فخوف الفتنة فی النظر الٰی وجهها اکثر منه الٰی سائر الاعضا** یعنی ”احادیثِ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ عورتِ اجنبیہ کے کسی حصۂ بدن کی طرف دیکھنا جائز نہیں کیونکہ حرمتِ نظر کی علت فتنہ وفساد ہے اور تمام حُسن و جمال اور کمالِ خوبصورتی چہرہ میں ہے تو چہرہ کی طرف دیکھنا بہ نسبت دیگر اعضاء کے زیادہ موجب فتنہ وفساد کا ہوا، لہٰذا چہرے کی طرف دیکھنا قطعی ناجائز ہے“۔

پھر فرماتے ہیں: **وبنحو هذا استدلت عائشه رضی اللّٰه عنها ولکنها تقول هی لاتجد بدا من ان تمشی فی الطریق ولابد من ان تفتح احدٰی عینیها لتبصر الطریق فجوز لها ان تکشف احدٰی عینیها لهٰذهِ الضرورة والثالث بالضرورة لاتعد وموضع الضرورة** یعنی ”ہمچوقسم احادیث سے اُمُّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کشفِ وجہ ((چہرہ کھلا رکھنے)) کی حرمت پر استدلال کیا، لیکن آپ فرماتی ہیں کہ بعض وقت عورت کو باہر نکلنے کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے اور راستہ پر چلنے کے لئے آنکھ کا کھولنا ضروری ہے لہٰذا وہ ایک آنکھ کھول کر چلے تاکہ راستہ نظر آجائے، پس قطعِ طریق کے لیے اُمُّ المؤمنین نے ایک آنکھ کھولنے کی عورت کو عندالضرورت اجازت عطا فرمائی۔ اور جو چیز کسی خاص ضرورت کے لیے

جائز قرار دی گئی ہو اس کو قدرِ ضرورت سے متجاوز کرنا جائز نہیں‘‘۔

ناظرینِ کرام! غور فرمائیں کہ ان صاف وصریح ارشاداتِ فقہاء سے عورت کو چہرہ ڈھانپنا کیسی وضاحت سے ثابت ہے اور درحقیقت اگر ہٹ دھرمی اور سخن پروری کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ کر انصاف سے کام لیا جائے تو آفتابِ نیمروز کی طرح واضح ہو جائے گا کہ عورت کے تمام جسم میں فقط چہرہ ہی موجبِ فساد اور محلِ فتنہ اور وجہِ فریفتگی ہے۔ ہاتھ، پاؤں، قد وقامت کتنے ہی موزوں ہوں رفتار وگفتار کیسی ہی قیامت خیز ہو، لیکن آنکھ ناک بھنکتے ہی پھٹکار برستی ہے۔ گو کوئی عضو بھی سجیلا نہ ہو۔ مگر چہرہ زیبا جاذبِ نظر ہو پھر دیکھیے ہجومِ نگاہ سے پیچھا چھڑانا دشوار ہوتا ہے کہ نہیں۔ عورت سرتاپا مرصع ہو، لیکن ناک نہ ہو۔ یا چشم نرگسیں نہ ہو تو کتے بھونکنے لگتے ہیں اور اگر چہرہ جاذبِ نظر ہے، صراحی دار گردن ہے، سیمیں ذقن ہے۔ خندہ پیشانی ہے تو اس کو دیکھ کر راستہ چلتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چہرہ پر تھیلا چڑھا کر عورت برہنہ ہو جائے تو ہر عضو اس کا مکروہ نظر آئے گا۔

اور تمام جسم پر دھجیاں لپیٹی ہوں فقط چہرہ کھلا رہے تو گودڑی میں لعل کہیں گے۔ لباس کے نقش ونگار قابلِ پرستش (اِلتفات) نہیں، لیکن ’’حُسن پرست‘‘ چہرہ کے پرستار نظر آتے ہیں۔ غرضیکہ چہرہ ہی ہے جو دیکھنے والے کو متوالا وفریفتہ بنا دیتا ہے اور اس پُرفتن زمانہ میں نمائشی لیڈر تو لیڈر، بعض نام نہاد خوشامد پسند مُلاّ بھی لیڈروں سے دَب کر خود غرضی ومطلب برآری کی خاطر بعض حاکموں کی غلط کاریوں کو بھی مطابق شریعت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی تک کا زور صرف کر رہے ہیں اور روایاتِ فقیہہ کی قطع وبرید کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں، حالانکہ جس قدر روایات ہیں سب کی سب مقید ہیں قید عدمِ شہوت وعدمِ فتنہ سے اور یہ امر ظاہر ہے کہ فتنہ وفساد چہرہ دیکھنے سے وابستہ ہے اور اسی چہرہ کی ستم شعار نظر بازی کے سبب (کہتے ہیں کہ)

بعض مدرسین کو مدارس سے معطل ہونا پڑا (العاقل تکفیہ الاشارۃ عقلمند کو اشارہ کافی ہے)۔

وہ احادیث جن میں عورتوں کے لیے چہرہ چھپانے کا صاف حکم ہے

بیہقی نے ''شُعب الایمان'' میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ یعنی'' جو شخص اجنبی عورت کو دیکھے اوپر اور جو عورت بے حجاب رہ کر غیر مرد کو دیکھنے کا موقع دے ان دونوں پر خدا کی لعنت''۔ ''ترمذی'' نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان۔ ''عورت قابلِ پردہ ہے (چاہیے کہ غیروں سے پوشیدہ رہے) وہ جب گھر سے نکلتی ہے شیطان اس کی طرف نظر اُٹھاتا ہے''۔ اور اس کو اغوا کرنے اور اس کے ذریعہ مردوں کو گمراہ کرنے کا موقع پاتا ہے، ممکن ہے کہ اجنبیہ کی طرف دیکھنے والے مرد کو شیطان فرمایا ہو۔

''بخاری'' و ''مسلم'' میں حضرت شیبہ ابن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یارسول اللہ ارایت الحمو قال الحمو الموت۔ ''حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم اپنے آپ کو عورتوں میں داخل ہونے سے بچاؤ۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیور جیٹھ وغیرہ؟ یعنی ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے جو عورت کے شوہر کے رشتہ دار ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حم موت ہے، یعنی اس سے پردہ اور پرہیز بہت ضروری ہے (حم عربی زبان میں شوہر کے آباؤ ابناء کے بغیر باقی رشتہ داروں کو کہتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخنثوں تک کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔

''بخاری'' و ''مسلم'' میں بروایتِ اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایدخلن ھولاء علیکم ''یہ لوگ ہرگز تم پر داخل نہ ہوں''۔

''ترمذی'' و ''ابوداوٗد'' میں انہی سے مروی ہے کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ جناب ابنِ اُمِّ مکتوم جلیل القدر صحابی (نابینا) حرمِ نبوی میں تشریف لائے تو سرکار نے ازواجِ مطہرات سے فرمایا کہ بیبیو پردہ کرلو۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور ابنِ اُمِّ مکتوم تو نابینا ہیں وہ ہمیں کیا دیکھیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو اور انہیں نہیں دیکھ سکتیں؟ وہ حدیث یہ ہے: عن ام سلمة انها كانت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم و میمونة اذ قبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال عليه الصلوٰة والسلام احتجبا منه، فقالت يارسول الله اليس هو اعمٰى لايبصرنا ؟فقال عليه الصلوٰة والسلام افعميا وان انتما الستماء تبصرانه۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد نامحرم خواہ عورت کو دیکھے یا نہ دیکھے اس پر عورت کو نظر کرنا حرام ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کا واقعہ اس مسئلہ کا علمی پہلو ظاہر کرتا ہے اور یہ گمان کرنا کہ ان کے کپڑوں میں پردہ کے لحاظ سے کوئی نقص ہو گا۔ یا (معاذ اللہ) ازواجِ مطہرات ان کو غور سے دیکھتی تھیں یا یہ تاویل کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر بند کرنے کا حکم دیا محض پادر ہوا باتیں ہیں، اس لیے کہ ایک جلیل القدر صحابی کی شان سے قطعی بعید ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں خلافِ لباسِ شرعی یا بے ستری کی حالت میں حاضر ہو۔ نیز اگر ان کے ستر میں کسی قسم کی کمی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رُخِ انور پھیر لیتے یا آنکھیں بند کر کے ان کو ہدایت فرماتے اور اگر نامحرم کو دیکھنا جائز ہوتا تو آقائے

نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بیبیوں پر حجاب کی تاکید نہ فرماتے۔ ''بخاری شریف'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے کہ آپ نے حبشیوں کی تلواروں کا تماشا دیکھا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دِکھایا۔ اس واقعہ سے بعض ملاؤں نے اپنے دعویٰ کی تائید میں جناب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی اجانب (نامحرم) کے دیکھنے کی تہمت لگائی ہے۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ ان کے بدن کو نہیں دیکھتی تھیں بلکہ ان کی تلواروں کے تماشے یا ہاتھوں کو دیکھتی تھیں۔ ''بخاری شریف'' میں ہے: ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما علیٰ باب حجرتی والحبشہ یلعبون فی المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسترنی بردائہ انظر الی لعبھم۔ ''ارشاد الساری شرح صحیح بخاری'' میں امام قسطلانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: واٰلاتھم لاالیٰ ذواتھم اذنظر الی حنبیۃ الی الاجنبیۃ الی الاجنبیَّ غیر جائزٍ۔ اُمُّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا اور حبشی لوگ تلواروں سے مسجد میں کھیل رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک سے مجھے چھپا لیا اور میں ان کے کھیل کی طرف دیکھ رہی تھی۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں یعنی ان کے آلات (تلوار وغیرہ) کی طرف دیکھتی تھی ان کے جسم کی طرف نہیں۔ اس لئے کہ عورت اجنبیہ کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا ناجائز ہے، جو لوگ تلواروں کے کرتب دکھاتے ہیں یا پھری، گتکہ، ٹبا، لکڑی کا کھیل کھیلتے ہیں ان کی نظریں تلواروں اور اطرافِ بدن پر ہوتی ہیں اور دیکھنے والوں کی نظریں ان کی حرکت وآلات کی طرف، بلکہ اس وقت تو ان کا دیکھنا بھی مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُمُّ المؤمنین لہو ولعب میں کیوں مصروف تھیں؟ اس کا

جواب امام قسطلانی نے دے دیا کہ وہ کھیل ایسا نہ تھا کہ جس میں اضاعتِ وقت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو، بلکہ وہ جہاد میں کام آنے والے کرتب تھے اور آپ کو اس غرض سے دکھائے گئے کہ آپ انتلواروں کے ہاتھوں کو ضبط کر لیں اور پھر مستورات کو سکھائیں۔ چنانچہ امام قسطلانی فرماتے ہیں: **لعله علیه الصلوة والسلام ترکها تنظر الی لعبهم لتضبطه وتنقله لتعلمه بعد**۔اھ۔ اور علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں: **فیه جواز اللعب بالسلاح للتدریب علی الحرب والتنشیط علیه وجواز نظر النساء الی فعل الاجانب واما نظرهن الٰی وجه الاجنبی فان کان بشهوةٍ فحرام اتفاقا وان کان بغیرها فالا صح التحریم وقیل کان هٰذا قبل نزول وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ** یعنی ’’اس واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوئے۔ ایک تو تلوار وغیرہ آلاتِ حرب سے کھیلنے کا جواز، تاکہ شوق و رغبت علی الجہاد پیدا ہو۔ ثانیاً عورتوں کو اجانب کے افعال کی طرف دیکھنا جائز ہوا۔ لیکن عورتوں کو اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف بشہوت دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے اور بلا شہوت بھی بنا بر قولِ اصح حرام ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ قبل نزولِ حجاب کا ہے‘‘۔

اس قول کی بناء پر تو مخالفینِ پردہ کا استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ اور امام قسطلانی کے قول کو اختیار کیا جائے اور مانا جائے کہ یہ واقعہ بعد نزولِ حجاب کا ہے تب بھی مخالف کو اصلاً مفید نہیں جبکہ اس میں اجانب کی طرف نظر کرنے کا قطعی انکار اور ان کے آلات کی طرف دیکھنے کا اقرار ہے۔

’’بخاری شریف‘‘ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے: **کان الفضل ردیف النبی صلی اللہ علیه وسلم فجاءت اِمرءة من خثعم فجعل الفضل ینظر الیها وتنظر الیه فجعل النبی صلی اللہ علیه وسلم**

یصرف وجہَ الفضل الی الشق الاٰخَرِ ۔اھ۔ ''حضرت فضل بن عباس، حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسِ پُشت سواری پر سوار تھے۔ایک عورت قبیلہ خثعم کی حاضر آئی۔حضرت فضل اس کی طرف دیکھتے تھے اور وہ ان کی طرف۔تو حضور نے فضل کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا''۔

اگر اجانب مرد وزن کا چہرہ دیکھنا ممنوع نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں فضل رضی اللہ تعالٰی عنہ کا چہرہ پھیرتے ؟۔''بخاری شریف'' کی ایک حدیث میں ہے کہ حضورِانور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حضرت اُمُّ المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہاکو حکم فرمایا کہ احتجبی منہ لما رأی من شبھۃ لعتبۃ فمارأھا حتّٰی لقی اللہ عزوجل مع ا نہ کان اخًا سَوْدَۃ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا کہ تم اپنے بھائی سے پردہ کیا کرو کیونکہ وہ عتبہ کے مشابہ ہیں، اس وقت سے انتقال کے وقت تک آپ نے اپنی بہن کو نہیں دیکھا باوجودیکہ وہ بھائی تھے۔لیکن ادنیٰ شُبہہ سے کہ مبادا اجنبی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاب کی تاکید فرمائی۔

العبدالمذنب

سیداحمدالمکنی بابی البرکات سنی حنفی قادری

ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف، لاہور، پاکستان

ے

اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ شرعی پردہ کیا ہے
اور عورت کو عورت کس لیے کہا جاتا ہے

عورت اور پردہ اسلام کی نگاہ میں

مؤلف
مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات
سید محمد احمد قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عرض

مجھے اِس بحث میں پڑنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ اس لئے کہ ہر کس و ناکس اپنے بُرے بھلے کی تمیز رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ جس راستہ پر میں چل رہا ہوں یہ مجھے کہاں پہنچائے گا، لیکن جب راستہ چلنے والے ہلاکت کی طرف جانے لگے اور اسلام کے حکموں کو چھوڑ کر اپنی عقل اور سمجھ سے کام لینے لگے۔ حتیٰ کہ ہماری بہنوں کو بھی آزادی کی تعلیمیں دینے لگے تو اسلامی اخوت و محبت نے مجبور کیا کہ کم از کم اپنی بہنوں کو تو خبردار کیا جائے اور بتایا جائے کہ تمہیں تمہارے مرد صحیح راستے پر چلانے کی بجائے خلاف راہ پر لے جا رہے ہیں۔

اور چونکہ مجھے یقین اور تجربہ ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کے دل زیادہ نرم اور قبولیت کا مادہ رکھنے والے ہیں ان کے کان میں جب خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پہنچتا ہے تو مردوں سے زیادہ اثر قبول کرتی اور اس پر عمل کرنے کی کوشش میں بقدر طاقت کوشاں ہوتی ہیں۔

مردوں میں تہذیب جدید کا یہ اثر پڑا ہے کہ انہوں نے آزادی کو مذہب سمجھ لیا۔ عیش پرستی کو جنت بنا لیا ہے اس لئے اس رسالہ میں مجھے اپنی بہنوں سے عرض کرنا ہے کہ تم خود اپنی حالت سنبھالو اور غور کرو کہ تم کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہو۔ ایک زمانہ تھا کہ اکبر الہ آبادی نے پردہ کا نقشہ اور بے پردگی کا سبب ایک رباعی میں بتایا تھا وہ رباعی یہ ہے:

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں بیبیاں
اکبر زمین میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردہ کو کیا ہوا
بولیں وہ ہنس کے عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

مگر آج وہ پردہ مردوں کی عقل کو پردہ میں رکھتے رکھتے خود ہماری بہنوں کی عقلوں پر بھی آ پڑا۔ اِنَّا اللہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اب مجھے اپنی بہنوں کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ خود سمجھیں اور غور کریں

پردہ بذاتہ ایک شریفانہ وصف ہے یا نہیں؟ طبقہ شرفا میں اب تک اسے نظر وقعت سے دیکھا جا رہا ہے یا نہیں؟۔

اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو میں عرض کروں گا

کہ قطع نظر اس سے کہ پردہ شریعتِ اسلام میں کیوں ہے اور اس کے متعلق بانیٔ اسلام روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حکم فرمایا ہے۔ بظاہر یہ شرم وحیا کا بہترین خطیب ہے۔

(۱) پردہ: نسوانی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے۔

(۲) پردہ: نسوانی طبقہ کی صفات کا خاص مؤید ہے۔

(۳) پردہ: نسوانی حُسن کا بہترین محافظ ہے۔

(۴) پردہ: نسوانی طبقہ کو فضول خرچیوں سے روکنے والا ہے۔

(۵) پردہ: نسوانی تہذیب کا بہترین اتالیق ہے۔

(۶) پردہ: نسوانی عصمت کا بہترین محافظ ہے۔

(۷) پردہ: نسوانی آزادیوں کا بہترین سدِّ باب ہے۔

(۸) پردہ: آباؤ اجداد اور سلف میں قدیم سے چلا آرہا ہے۔

(۹) پردہ: نسوانی وقار و عظمت کا خاص موید ہے۔

(۱۰) پردہ: ایمان کا ایک جزو ہے۔

افسوس کہ

ہم نے پردہ کی حقیقت نہ سمجھی اور اپنی بہنوں کو نہ بتایا کہ پردہ چھوڑنے سے ہم پر کیا کیا مصیبتیں آئیں گی۔ لو آج میں تفصیل وار عرض کرتا ہوں۔ مجھے میری بہنوں سے قوی امید ہے کہ وہ میری اس عرض کو بغور پڑھیں گی اور پھر مجھے یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ عمل کریں گی اس لئے کہ اچھی بات کو خود دل قبول کیا کرتا ہے۔

سب میں بڑی مصیبت تو ہم پر یہ آگئی کہ

آج ہم تہذیب یورپ کے دلدادہ بنتے بنتے اس حد تک آزاد ہو گئے ہیں کہ ایک دن خفیہ خفیہ پردہ دری کی تجاویز سوچتے تھے آج یہ جرأت و جسارت ہوگئی ہے کہ علانیہ پردہ کے خلاف اعلان کر رہے ہیں بڑھ بڑھ کر بول رہے ہیں کہ قرآن و حدیث میں پردہ کا کہیں حکم ہی نہیں حتیٰ کہ پاس سخن میں از خود رفتہ ہو کر نصوصِ قرآنی آیاتِ فرقانی کے معنی بدل رہے ہیں۔ احادیثِ صحیحہ کے مفہومِ صریح کے خلاف کام کر رہے ہیں۔

اور علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ پردہ محض آنکھوں کا ہے

جسم، منہ، ہاتھ، پاؤں چھپانے کا نام پردہ نہیں ہے۔ افسوس:

(مصرع) **بریں تہذیب و دانش خلق را باید فغان کردن**

اب ہم پہلے لفظ عورت کو سمجھنا چاہتے ہیں کہ اس کے کیا معنی ہیں پھر اس کے بعد

لفظ زینت کی تحقیق تا کہ مسئلہ واضح ہو جائے۔ اس لئے کہ پردہ میں زیادہ تر جھگڑا انہیں دو لفظوں کے سمجھنے اور نہ سمجھنے پر ہے۔

عورت

بالفتح اندام شرم مردم، وہوما بین السرۃ الی الرکبۃ وہرچہ از دیدن آں شرم آید (منتہی الارب)

ترجمہ: ''عورت عربی زبان میں انسان کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کے دیکھنے سے شرم آئے اور جس کا دکھانا موجبِ ننگ و عار ہو، مرد کی عورت ناف سے گھٹنہ تک ہے، اور عورت سراپا عورت ہے۔

العورۃ سورۃ الانسان و ذالک کنایۃ و اصلھا من العار و ذالک لما یلحق فی ظھورہ من الاراء المذمۃ و لذالک اسمی النساء عورۃ (مفردات علامہ امام راغب)

ترجمہ: ''عورت انسان کی شرمگاہ کا نام ہے اور یہ عار سے مشتق ہے۔ اس لئے کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو شرم و عار آتی ہے۔ اسی وجہ سے عربی زبان میں عورت کا نام عورت رکھا گیا''۔

بہنو غور سے پڑھو اور سمجھو کہ لغت جس پر تمام محاورات کا دارومدار ہے وہ ہمارے مدعا کو کتنا واضح طور پر ثابت کر رہا ہے۔

تو اب سمجھ لو کہ عورت جو پوشیدہ رکھنے والی چیز ہے اس کو عام طور پر تھیٹروں میں لے جانا، ان کو دکانوں پر جا کر بے نقاب ہو کر خریدنا، لینا، دینا۔ مطلق العنان شالا مار باغ پہنچنا، چڑیا گھر جانا، میوزیم میں گشت لگانا بازاروں میں پھرنا کس حد تک شرم و عار کا موجب ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ برقعہ میں جائیں تو کیا برائی ہے

تو موجودہ برقعہ کے مقابلہ میں کھلے بندوں پھرنا اچھا اس لئے کہ جب چمکی بوسکی وغیرہ کا برقعہ سر پر ہو اور وہ بھی ٹرکی، تو جس کی نظر نہ پڑتی ہو وہ بھی خصوصیت سے دیکھنے پر مجبور ہوگا کہ یہ عجیب الخلقت کیا شہ ہے۔

بنا برایں

عورت کو اپنے اسم کے ساتھ مسماۃ ہونا ضروری ہے۔

اس کے بعد ہم لفظ زینت کی تحقیق بھی عرض کیے دیتے ہیں

اس لیے کہ جو لوگ پردہ کے مؤید ہیں ان کے پردہ در اصحاب ((پردہ کے مخالف لوگوں)) کے مابین لفظ زینت پر ہی نزاع ہوتا ہے پردہ در افراد زینت کی گھریلو تعریف کر کے پردہ کو وا کرنا چاہتے ہیں علمائے حقہ زینت کی شرعی تعریف پیش کر کے اس کا رد کرتے ہوئے پردہ ضروری بتاتے ہیں۔

مفردات امام راغب میں زینت کو تین اقسام پر منقسم کیا ہے

(۱) زینت نفسیہ

(۲) زینت بدنیہ

(۳) زینت خارجیہ

(۱) زینت نفسیہ یہ ہے کہ انسان اپنے کو زیور علم اور حسن اعتقاد سے مزین کرے۔

(۲) زینت بدنیہ یہ ہے کہ انسان میں قدرتی طور پر حسن و جمال خط وخال کے جوہر ہوں اور اسے قامت موزوں قامت قیامت خیز عطا ہو۔

(۳) زینت خارجیہ یہ ہے کہ مال وجاہ جلال وجبروت اسے حاصل ہو۔

اصل عبارت مفردات امام راغب یہ ہے

والزینه ما یقول المجمل زینة نفسية كالعلم والاعتقاد الحسنة

وزینة بدنیة کاالقوۃ وا طول القامة وزینة خارجیة کا المال والجاہ۔

قرآنِ کریم میں لفظ زینت مختلف معنی میں مستعمل ہے

(۱) کپڑے پہننے کے معنی میں: یٰبَنِیٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ ((الاعراف:۳۱)) اس کی تفسیر میں سیّد المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ دورِ جہالت میں مستورات برہنہ بدن طواف کرتی تھیں تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ ہر مسجد کے قریب تم کپڑے پہن کر آیا کرو، دوسرے قول میں صرف اتنا زائد ہے کہ دن میں مرد اور شب میں عورتیں ننگے بدن طوافِ کعبہ کرتے تھے۔ فامرھم اللہ تعالیٰ ان یلبسوا ثیابھم تو انہیں رب العزت تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ کپڑے پہن کر طواف کریں۔ چنانچہ مفسرین صاف فرمارہے ہیں۔ المراد بالزینة لبس الثیاب التی تستر العورۃ وفیہ دلیل علی ستر العورۃ واجب فی الصلوۃ والطواف وفی کل حال۔ ''زینت سے مراد ایسے کپڑے پہننا ہے جن سے عورت پوشیدہ ہوسکے اور اس حکم میں اس امر کی دلیل ہے کہ سترِ عورت واجب ہے نماز وطواف وغیرہ ہر حال میں''۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو صاف تصریح فرمارہے ہیں کہ زینت دو قسم کی ہے۔ ایک ظاہری ایک باطنی۔

باطنی وہ ہے جس کو سوائے خاوند کوئی نہیں دیکھ سکتا یعنی سرمہ، زیور، انگوٹھی اور بروایت ابن جریر جھانجن، بالیاں کنگن وغیرہ۔

اور ظاہری زینت لباس ہے۔

اور قرآنِ کریم میں صاف ارشاد ہے: وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ یعنی ''اپنی زینت ظاہر نہ کریں''۔

اب سمجھ لیں کہ اقسام زینت معلوم کر کے یہ حکم ہمیں کس نتیجہ پر پہنچا رہا ہے مگر باایں ہمہ یہ ضرور کہا جائے گا کہ اس میں تھوڑا سا استثنا بھی ہے چنانچہ اسی آیہ کریمہ کے آگے اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا بھی موجود ہے۔ جس سے زینت ظاہری مستثنیٰ ہوتی ہے۔ یعنی چادر برقعہ وغیرہ میں اتنا پوشیدہ ہو کر نکلنا بحکم قرآن ممنوع نہیں نظر آتا مگر یہ کسی طرح بھی قرآنی احکام سے ثابت نہیں ہوتا کہ اغیار کے سامنے بے نقاب ہو کر بیٹھنا سودا خریدنا بھی جائز ہے۔

لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے

برقعہ اوڑھ کر باہر نکلنے میں تو کوئی ممانعت نہیں۔ عام اس سے کہ باغ کو جائیں یا چڑیا گھر کو یا دوکان سے سودا خریدنے کو، اس کی بابت یہ عرض ہے کہ آیت مَا ظَھَرَ مِنْھَا سے یہ اجازت ہرگز نہیں ہے کہ بلا ضرورت برقعہ اوڑھا اور یہاں سے وہاں اور وہاں سے وہاں چلنے پھرنے اور اپنا قد و قامت اجانب کو دکھانے کی اجازت ہے بلکہ صرف اتنی اجازت ہے کہ بضرورت شدیدہ برقعہ سے اغیار کے آگے ہو کر چلا جانا جائز ہے ورنہ یہ عام طور پر پھرنا پھرانا، گلگشت کو جانا، سیریں کرنا، مثل شالا مار کے دن مقرر کرنا یہ سب طریقے زمانۂ جہالت میں تھے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں صاف لفظوں میں حکم ہے۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت اُمّ المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ازواجِ مطہرات سے ہیں یہ فیصلہ کرتی ہیں کہ گھر سے باہر قدم بھی نہیں نکالتیں چنانچہ تفسیر ''روح البیان'' میں ہے کہ آپ اس آیۃ کریمہ کے نزول کے بعد حج و عمرہ اور نماز پنجگانہ کے لئے بھی حجرہ سے باہر تشریف نہ لائیں حتیٰ کہ عہد فاروقی میں آپ کا جنازہ مبارکہ ہی باہر آیا۔

جب آپ سے لوگوں یعنی صحابۂ کرام نے باہر تشریف نہ لانے کا سبب پوچھا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ہمیں گھر میں بیٹھنے اور آرام لینے کا حکم ہے۔

اصل عبارت تفسیر روح البیان یہ ہے

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ المعنی الزمن یا نساءِ النبی بیوتکن والثبتن فی مساکن کن والخطاب وان کان لنساء النبی فقد دخل فی غیرھن۔

مجھے اُمید ہے کہ اس مضمون کو خاص طور پر پڑھا جائے گا اور غور کیا جائے گا کہ ازواجِ مطہرات میں سے حضرت اُمّ المومنین سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جب پردہ کا یہ اہتمام فرمارہی ہیں کہ حجرہ کے دروازہ سے باہر قدم نہیں نکالتیں اور حج وعمرہ اگرچہ ان پر فرض نہ تھا کیونکہ ایک بار کر چکی تھیں، تاہم ثواب اور کار نیک ضرور تھا اس کے لئے بھی تشریف نہیں لے جاتیں تو بتائیں کہ میلہ ٹھیلہ، سیر سیاحت، ہواخوری، گلگشت کے لیے عورتوں کا جانا کہاں تک حق بجانب ہے۔

اور جب صحابہ نے عرض کیا کہ حضور نے یہ گوشہ نشینی کیوں اختیار فرمائی؟ تو جواب میں فرمایا: قبل لنا وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ”ہم کیسے نکلیں، ہمیں تو حکم فرمایا گیا ہے کہ اپنے گھروں میں رہیں“۔

افسوس کہ آج فضائے عالم کی تاریکی میں ہر طرف آزادی کی آندھیاں چل رہی ہیں اور شعار مذہبی کی قدیم بنیادیں منہدم کی جارہی ہیں۔ خدا ہی ہمارا پردہ رکھے تو رکھے۔

زبیگانگاں چشمِ زن کور باد
چو بیروں شد از خانہ در گور باد

احکام قرآن کریم جن سے عورتوں پر پردہ فرض ہے

(۱) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ۔

''اے ایمان والو ہمارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت سرا میں بلا حصولِ اجازت نہ داخل ہو''۔

نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ اگر اجانب سے پردہ میں چہرے کا چھپانا ضروری نہ تھا تو اجازت کے بعد اطلاع دے کر گھر میں داخل ہونے کا کیوں حکم ہوا۔ ثابت ہوا کہ اطلاع پر مستورات مستور ہو جائیں تو بعد اجازت داخل ہوں تو لازم آیا کہ عام عورتوں کو خصوصیت سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

(۲) وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ اور جب تم ان عورتوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردہ سے مانگو۔ بہنو! وَّرَآءِ حِجَابٍ کو ذرا غور سے سمجھنا۔ جب کہ پردہ کے باہر سے مانگنے کا حکم ہے تو بے باکانہ بے حجابانہ در آنا اور آمنے سامنے آنکھیں ملا کر باتیں کرنا اغیار و اجانب سے کس طرح روا ((جائز)) ہو گیا؟۔

''تفسیر احمدی'' میں اور ''نور الانوار'' میں مُلّا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ اس آیۃ کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں: **هذه الاية فى الاية التى يفهم منها ان يحتجب النساء من الرجال** ''یہی وہ آیت ہے جس سے عورتوں کا مردوں سے پردہ لازمی طور پر ثابت ہوا''۔

(۳) **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا** ''اے ایمان والو! اپنے مکانوں کے سوا کسی غیر کے مکان میں نہ داخل ہو جب تک سلام کر کے اجازت نہ حاصل کر لو''۔ تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی تستاذنوا کئے گئے ہیں۔ بلکہ حضرت ابی بن کعب کی قرات میں تو تستاذنوا ہی آیا ہے۔ اس آیت سے یہی صاف ظاہر ہے کہ بے حجابی کی شریعتِ مطہرہ میں سخت مخالفت ہے۔

(۴) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ "اے محبوب مومنین کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت۔ یہ ان کے لئے پاکیزگی اور صفائی کے احکام ہیں بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں"۔

یہی سبب ہے کہ شریعتِ مطہرہ غیر عورت کا بلا ضرورتِ شرعی منہ ہاتھ دیکھنے کو جائز نہیں رکھتی۔

اس آیت میں تو مردوں کو نیچے نظر رکھنے کا حکم تھا، اب عورتوں کے لیے سُنیے!

(۵) وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ص وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ "اے محبوب! ایمان والی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی محافظت کریں اور اپنی زینت اغیار کو نہ دکھلائیں مگر جتنی مجبوری میں ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر دوپٹہ ڈالے رہیں اور اپنی زینت نہ دکھائیں"۔

نوٹ: زینت کی تعریف پہلے گذر چکی جس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت اتنا پردہ کرے کہ اپنی قلم سے لکھا ہوا خط بھی غیر کو نہ دے اس لئے کہ اقسام زینت سے ایک یہ بھی زینت ہے جیسا کہ ہم اوّل لکھ آئے۔

آگے چل کر اسی آیت میں ارشاد ہے:

(۶) وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ط "وہ عورتیں اپنے پاؤں اس طرح مار کر نہ چلیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے"۔

آیاتِ مذکورہ میں صاف حکم ہے کہ طبقہ نسوانی سب سے پوشیدہ رہنے والا طبقہ ہے۔

اب جن سے بے پردہ رہنے کی اجازت ہے وہ یہ ہیں:

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِ هِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِ هِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ

ترجمہ: ''مگر اپنے خاوند سے پردہ نہیں اور اپنے باپ اور سسر سے اور اپنے بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں سے پردہ نہیں اور اپنے بھائی بھتیجوں سے پردہ نہیں اپنی بیویوں سے پردہ نہیں اور ان غلاموں سے پردہ نہیں جو لڑائی میں لوٹ کر لائے گئے ہیں اور ان خدمت گاروں سے پردہ نہیں جو عورتوں سے مستغنی ہیں (یعنی ضعیف شیخ فانی اور خواجہ سرا) اور ان کمسن بچوں سے پردہ نہیں جو عورتوں کی مخفی چیزوں سے بے خبر ہیں''۔

تنبیہ

غلام لونڈی اور ضعیف سے وہ غلام مراد نہیں ہیں جو ملازم رکھ لئے جاتے ہیں۔ ان سے پردہ ہے بلکہ ہندوستان میں وہ غلام مفقود ہے جس سے بے پردگی کی اجازت ہے یہاں سے مل ہی نہیں سکتا۔

اگر کوئی آیت کریمہ اِلَّا مَا ظَهَرَ سے شبہ ڈالے

تو اسے سمجھ لینا مناسب ہے۔ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے حاصل معنی یہ ہیں کہ پردہ سب کا ہے مگر زینت میں سے اس زینت کا پردہ معاف ہے جو ضرورۃً ضرور ظاہر ہو جاتی ہے۔ مثلاً برقعہ میں سے قد، جسم کا دبلا یا فربہ ہونا، ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ معاف ہے اور ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی، یہ زینت ظاہری۔

اندھے نابینا سے بھی حضور نے عورتوں کو پردہ کا حکم فرمایا:

(۳) (ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف میں) بروایت اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

انها كانت عند النبى صلى الله عليه وسلم وميمونة اذا قبل ابن اُمّ مكتوم فدخل عليه فقال عليه السلام احتجبا منه فقلت يا رسول الله اليس هو اعمى لا يبصرنا فقال عليه السلام افعميا وان انتما السماء تبصرانه

''کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ جناب ابن اُمّ مکتوم (جو جلیل القدر نابینا صحابی ہیں) حرم نبوی میں تشریف لائے تو حضور نے ازواجِ مطہرات کو پردہ کا حکم فرمایا۔ ازواج نے عرض کیا حضور ابن اُمِ مکتوم تو نابینا ہیں وہ ہمیں کیا دیکھیں گے حضور نے فرمایا: تم بھی نابینا ہو۔ اور انہیں نہیں دیکھ سکتیں؟۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پردہ سے بھی غیر مرد کو دیکھنا عورتوں پر حرام ہے۔

اجنبی عورت کو دیکھنے والا اور اجنبی مرد کو دیکھنے والی دونوں ملعون ہیں

(۴) (بیہقی شعب الایمان) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن الله الناظر والمنظور اليه

''اللہ کی لعنت ہے اس پر جو غیر عورت کو دیکھے یا عورت غیر مرد کو دیکھے''۔

حدیث میں حضور عورت کو سراپا عورت یعنی واجب الستر فرما رہے ہیں

(۵) (ترمذی شریف) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المرۃ عورت فاذا خرجت

''عورت سراپا عورت ہے جس کا ایک جزو ہے جو معاف ہے مگر بوقت ضرورتِ شدیدہ متعذرہ نہ کہ بلا ضرورت''۔

اور باطنی زینت کا پوشیدہ رکھنا ہر حال میں ضروری ہے اور اس میں چہرہ، ہاتھ، سینہ بدن سب داخل ہیں۔

اب فرمانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھ لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضور پردہ کا کیا حکم فرما رہے ہیں۔

(۱) (بخاری شریف، مسلم شریف) حضرت شیبہ بن عامر راوی ہیں کہ حضور سیّد یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل اریت الحمو قال الحمو الموت

''تم اپنے آپ کو عورتوں میں داخل ہونے سے بچاؤ، ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور جیٹھ وغیرہ سے پردہ کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا: دیور جیٹھ تو موت ہے'' (یعنی ان سے پردہ اور اجتناب اتنا ضروری ہے جیسے تم موت سے بچنا چاہتے ہو) (حم) عربی زبان میں شوہر کے آباؤ ابناء کے علاوہ باقی رشتہ داروں کو کہتے ہیں۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنثوں کو بھی مکان میں داخل ہونے کی ممانعت فرمائی۔ (مخنث کو پنجابی میں کُھسرہ کہتے ہیں)

(۲) (بخاری شریف، مسلم شریف) حضرت اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا:

لا یدخلن ھو لاء علیکم۔

’’یہ لوگ (یعنی مخنث پنجابی کھسرہ) ہرگز تم پر داخل نہ ہوں‘‘۔

استشرفیھا الشیطان

’’وہ گھر سے نکلتی ہے شیطان اس کی طرف اچک کر چلتا ہے‘‘ (تاکہ اس کو یا اس کے ذریعہ سے مرد کو گمراہ کرے)

یہ مختصر عجالہ میں نے اپنی بہنوں کو خبردار کرنے کے لئے تالیف کیا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ نمبروں میں اور تفصیل سے دلائل پیش کئے جائیں گے۔ امید ہے کہ ہماری مذہبی بہنیں اس رسالہ کو پڑھیں گی اور دوسروں کو سنائیں گی اور اپنے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھم کے احکام کا اتباع کر کے حرص و عیش دنیاوی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بخوشی عمل کریں گی۔

محلہ ککے زئی کے نوجوانوں میں ایمانی بیداری

آج فضائے عالم آزادی کی تہذیب و تادیب کے بدولت نہایت تاریک ہو رہی ہے۔ ہر طرف سے مخالفِ شریعتِ غراء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آوازیں گونج رہی ہیں مگر اسی تاریکی میں سے اللہ جل و علا فرزندانِ توحید اور ماؤں کے لال پیدا کر دیتا ہے چنانچہ موجودہ بے پردگی کا احساس پہلے ان نوخیز نوجوانوں کو ہوا جو محلہ ککے زئی میں رہنے والے اور ابھی مدرسہ میں تعلیم پا رہے ہیں۔ انہوں نے بزم تنظیم کے پردہ نمبر کے لیے اپنی جماعت بنا کر چندہ کیا۔ اور اس نمبر کو ایک تعداد میں مفت شائع کرنا چاہا۔ اس کے ساتھ ہی ہمیشہ کے لئے تہیہ کیا کہ اسی طرح کم از کم مہینہ میں ایک بار اسی مضمون کا ایک رسالہ تیار کرا کر مستورات میں شائع کیا جائے گا۔ الحمدُلِلّٰہ۔

مردے از غیب بیروں آید و کارے بکند

سیکرٹری بزم تنظیم مسجد وزیر خان لاہور

دوسرا مژدہ!

مسجد وزیر خان میں روانہ بعد نماز صبح درس قرآن مجید ہورہا ہے لیکن وہ اتنا طویل ہے کہ آج پانچ سال میں صرف گیارہ پاروں تک درس پہنچا ہے، اراکین بزم اور چند گریجویٹ نوجوانوں نے حضرت علامہ ابوالحسنات صاحب خطیب مسجد وزیر خاں کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک درس بعد نمازِ مغرب اس شان سے شروع فرمایا جائے کہ جو دو سال کے اندر تمام قرآنِ کریم کا مطالب کے ساتھ اختتام کر سکے۔ ممدوح مُدَّظِلُّہ نے بہ خنداں پیشانی ہماری درخواست منظور فرمائی۔

چنانچہ ۲۰ اگست ۱۹۳۳ء سے یہ درس قرآن کریم بعد نماز مغرب شروع ہو گیا ہے جس میں انگریزی خوان سٹوڈنٹ اور گریجویٹ معتد بہ تعداد میں شریک ہیں اور روزانہ جماعت بڑھ رہی ہے۔ حضرت مولانا مُدَّظِلُّہ اپنی شیریں بیانی سے مختصر مگر عام فہم اور جامع تفسیر روزانہ بیان فرمارہے ہیں اور ہم لوگ روزانہ شریک ہو کر نوٹ کر کے مضامین لا رہے ہیں اور اطلاعِ عام ہے کہ جو صاحب یہ چاہیں کہ تفسیر قرآن دو سال میں اچھی طرح سمجھ لیں وہ جلدی کریں اور ہماری جماعت میں داخل ہو کر تفسیرِ قرآن کا درس بعد نماز مغرب آ کر لیں۔

یہ درس صرف ایک گھنٹہ مغرب کی نماز پڑھتے ہی ہوتا ہے۔ اس کے بعد علی الفور درس مثنوی شریف شروع ہو جاتا ہے جو ساڑھے نو بجے ختم ہوتا ہے۔ جو صاحب درس قرآن کریم میں بعد نماز مغرب مسجد وزیر خاں میں شریک ہونا چاہئیں وہ ایک قرآن کریم اور ایک سادہ کاغذوں والی کاپی اور پنسل ہمراہ لائیں۔

سیکرٹری بزم تنظیم مسجد وزیر خان لاہور وینگ مین ککے زئی سکاؤٹس لاہور

فی زمانہ ہمارے سنی حنفی مسلمانوں کے لئے قابلِ احساس یہ بات ہے کہ اغیار بد عقیدہ افراد بے مذہب جماعتیں دن بہ دن اپنی تنظیم میں کامیاب ہوتی جارہی ہیں

ہمیں سب سے اوّل یہ چاہئے کہ صحیح العقیدہ عالم پیدا کرنے کے ذرائع بہم پہنچائیں۔ جو ہماری آئندہ نسلوں کی ایمان کی محافظت کریں اور یہ مقصد علی وجہ الکمال مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور انجام دے رہی ہے جس نے مدت سے اپنا کام جاری رکھتے ہوئے سینکڑوں کی تعداد میں فارغ التحصیل طلباء کو مبلغ بنا دیا اور اس وقت ستر کے قریب طلباء مشغولِ درس وتدریس ہیں لیکن یہ کام ایسا ہے کہ بجز سرمایہ کے قائم نہیں رہ سکتا لہٰذا ہماری بہنوں اور برادرانِ ملت کو چاہیے کہ اس کی بقا کا خیال رکھتے ہوئے اپنے دستِ سخا سے انجمن کو محروم نہ رکھیں۔

سیکرٹری بزم تنظیم مسجد وزیر خان لاہور وینگ مین ککے زئی سکاؤٹس لاہور

ے

گریجوایٹ خاتون اور مولانا

مؤلف

مفسرِ قرآن حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات

سید محمد احمد قادری

ؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

دلچسپ مکالمہ

گریجویٹ خاتون: مولانا میں نے آپ کا رسالہ ’’عورت اور پردہ‘‘ پڑھا ہے آپ نے اس میں اس امر پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ خواتین کو مکان کی چاردیواری میں اس طرح قید کیا جائے کہ وہ وہیں قید ہو کر وہیں گُھٹ گُھٹ کر مر جائے۔ معاف فرمایئے میں آپ کے اس رویہ کے خلاف ہوں یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں تہذیب مغربی دنیاوی تہذیب وترقی کا سرچشمہ ہے انہوں نے حقائق اشیاء اپنی سعی سے معلوم کر کے وہ چیزیں ہمارے سامنے رکھ دیں جن کا کبھی ہمارے وہم وگمان میں بھی تصور نہ تھا۔ کہیں ریل گاڑی، کہیں موٹر کار، کہیں سائیکل، کہیں ایروپلین، ریڈیو، وائرلیس اور کیا کیا۔ آپ حضرات ہیں کہ اسی تنگ نظری کی تاریکی میں پڑے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ کا احسان ہوا تو یہ کہ خواتین کو پنجرہ کی مینا، ڈربے کی مرغی بنانے میں تمام زورِ قابلیت ختم کر دیا۔ مولانا خدارا تشدد چھوڑیئے اور دنیا کی شاہراہ پر آ کر آنکھ کھول کر دیکھئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ آپ اسلام کے پردہ میں ایک اس صنفِ لطیف کو جو آپ سے دعویٰ ہمسری کر رہی ہے کیوں ذلیل کر رہے ہیں۔ عورت اگر سراپا عورت ہے تو مرد سراپا مرد ہو گا۔ پھر جہاں عورت کا مفہوم اس کے ظاہر ہونے سے عار آنے کے آپ نے لیے تو مرد کے کیا معنی ہوں گے؟ میں نہیں سمجھ سکی کہ عورت مردوں سے کس امر میں کم ہے اگر مرد بی اے، ایم اے، ایف اے

میٹرک کر سکتا ہے تو عورتوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ مرد سے زیادہ یہ ڈگریاں لے سکتی ہیں اگر مرد ''ایم ایل اے'' بن کر اسمبلی میں بل پیش کر سکتا ہے تو عورت بھی اس میں مرد سے کسی طرح کم نہیں۔

مولانا: بیگم صاحبہ! میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں تہذیبِ مغرب کو ترقی کا سرچشمہ خیال کیا جاتا ہے' اور اس کی محیر العقل ایجادات نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے مگر اس کے یہ معنی تو نہیں کہ اس ایجادی ترقی کے ماتحت ان کا ہر فعل منشائے قدرت کے موافق تسلیم کر لیا جائے اور اہلِ مشرق ان کی ہر اچھی اور بُری تہذیب کو اپنے لیے قابلِ تقلید سمجھ لیں۔ دنیا میں موجد غلطی بھی کر سکتا ہے چنانچہ مغربی تہذیب نے ایک خلافِ قانونِ فطرت بیڑا اُٹھایا ہے، اور اس میں خواتین کو درجہ مساوات دینے اور پردہ سے باہر لانے کی کوشش کی ہے حتیٰ کہ ہمارے تعلیمِ مغربی کے دلدادہ افراد صنفِ لطیف کو ہمسری کی ڈگری دینے والے عقلمند داڑھی مونچھ منڈوا کر ان کے ہم شکل تو آسانی سے بن گئے، اور پردہ اُٹھا کر غیر مَردوں سے اپنی خواتین کی ملاقات تو کرانے لگ گئے، حتیٰ کہ ووٹنگ کے ذریعہ الیکشن میں انہیں کامیاب کرا کر حقِ قانون سازی بھی انہیں دِلا دیا۔ مگر اس امر پر غور نہ کیا گیا کہ اگر وہ نزاکت اور ملکی معاملات کا شغف یا احباب کی خاطر و مدارات کی مصرویت کی وجہ سے حمل یا وضع حمل کی تکالیف کو نا قابلِ برداشت خیال کر کے یہ قانون پاس کر دیں کہ جب مرد عورت مساوی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف عورت ہی بچے جنے اور مرد اس سلسلہ میں الگ تھلگ رہے، بلکہ آج سے آدھی نسل مِرد جنیں گے اور آدھی عورتیں۔ تو اس قانون کے ماتحت نیوفیشن مرد جو خواتین کی مساوات کے حامی ہیں کیا کریں گے؟ انہیں سخت مشکل درپیش ہو گی، انکار تو قانوناً منع ہو گا مگر تعمیلِ حکم میں فطرت مانع ہو گی۔ پھر عدمِ تعمیلِ احکام کی سزا میں اگر خواتین نے افزائشِ نسل کا بائیکاٹ کر دیا تو شجرِ مساوات قطعِ نسل کا ہی ثمر لائے

گی۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت نہ مرد سے مقدم ہے نہ برابر، بلکہ پیدائش اور پرورشِ نسل کے لیے وہ مرد کا ہی ایک جزوِ مرغوب ہے جیسا کہ حضرت حوا علیھا السلام کی تخلیق سے ظاہر ہے تو ثابت ہوا کہ عورت جزوِ مرد ہے، اور جزو کُل کا قائد نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت اور مرد کو مساوی نہیں مانا۔

وراثت میں عورت کا مرد سے نصف حصہ رکھا گیا ہے، اور ویدک دھرم میں تو بیچاری عورت کو محروم ہی کر دیا گیا ہے۔ پھر درجہ نبوت عورت کو ہرگز نہیں دیا صرف اور صرف مرد کو ہی اس کا اہل قرار دیا، تو ثابت ہوا کہ عورت مرد کے مساوی نہیں، گواہی میں ایک مرد کی شہادت کے برابر دو عورتیں رکھی گئیں۔ عورت کے جسم کی ساخت تناسبِ اعضاء، نزاکت اور کم ہمتی وغیرہ اس امر کی دلیل ہیں کہ عورتیں مردوں کے دوش بدوش مردانہ وار مساوات میں فطرتاً نہیں آسکتیں۔

عالمِ اسباب کے قیام کے دو سبب خاص ہیں نسل اور دولت چنانچہ افزائش اور پرورش عورت کے فرائض میں ہے، اور کفالتِ اخراجات مرد کے ذمے۔ قرآنِ کریم میں پانچویں پارہ کے رکوع دوم کے اندر اِرشاد ہے: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ((النساء: ۳۴)) ''مرد حاکم ہیں عورتوں پر، اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے بعض کو بعض پر''۔ (پ: ۵، رکوع: ۲)

وَ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ((النساء: ۳۴)) ''اور اس لیے کہ مَردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے، تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں اپنے خاوندوں کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں''۔

اپنی عفت اور شوہر کے مال وغیرہ کی جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دے دیا۔

پھر عورتوں کی نافرمانی کے پہلوؤں پر سزا تجویز کی اور ارشاد ہوا۔

وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ فَعِظُوۡهُنَّ وَاهۡجُرُوۡهُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡهُنَّ فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا ((النساء:۳۴))

''اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو، تو انہیں سمجھاؤ، نشیب وفراز ظاہر کرو، انجامِ نافرمانی کی طرف توجہ دلاؤ، اگر اس سے بھی سیدھی نہ ہوں تو الگ سوؤ۔ اس سے بھی عقل نہ آئے تو انہیں مارو، ہلکی مار نہ کہ ضربِ شدید پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر کسی اور زیادتی کی راہ پر نہ چاہو''۔(پ:۵،رکوع:۲)

آیۂ کریمہ مذکورہ بالا سے واضح ہوگیا کہ عورت قرآنی نظر میں بھی مرد کی دستِ نگر ہے۔ مَردوں کو اللہ نے ان پر حاکم بنایا ہے، اور عورتوں کو فرمانبرداری کا حکم دیا پھر آپ کا یہ اعتراض کہ عورت سراپا عورت اور واجب الستر ہے تو مرد کیا ہے اس کا جواب واضح ہو۔

عورت سراپا عورت اور واجب الستر ہے۔ مرد رَجُل ہے، اور رَجُل چلنے پھرنے والے کو کہتے ہیں، چنانچہ مرد ہر جگہ چلنے پھرنے میں مختار ہے۔ مستور رکھنا تو شرعی فرض ہی نہیں بلکہ فطری فرض بھی ہے عورت اور مستورات کے متعلق تو بے پردہ قوموں میں بھی نسل، مذہب اور اصل وارث کی حفاظت نہایت ضروری سمجھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام دُنیا کا متفقہ پردہ رسمِ بیاہ سے واضح ہے۔ کوئی قوم اپنی لڑکی یا بہن وغیرہ کو شوہر کے سوا کسی غیر مرد کے قبضہ میں دینا گوارا نہیں کرتی۔ اور اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور سے اولاد حاصل کرنا سخت بے حیائی مانی جاتی ہے۔ نیوگ کا مسئلہ آریوں میں ہے تو ضرور مگر وہ اس کے ظاہر کرنے سے شرماتے اور کتراتے ہیں۔ شوہر کے سوا کسی غیر سے جو اولاد بھی ہو وہ ہر قوم و مذہب میں حرامی قرار پاتی ہے۔ اس مسلمہ اصول کی حفاظت ہر ملک وقوم میں مختلف طریقوں سے عام ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ طریقہ ناقص ہونے کی وجہ سے حفاظت میں کامیابی ہو یا نہ ہو۔ اس مسئلہ میں

صرف اور صرف اسلام کو فخر حاصل ہے کہ اس کے اصول مکمل، اس کے سچے متبع خواہ بادشاہ ہوں یا وزیر، رئیس ہوں یا فقیر، طاقتور ہوں یا کمزور سب میں وہ اصول اسلامی یہ ہے کہ عورت مکمل پردہ میں رہے، اور اگر بضرورت گھر سے باہر نکلے تو کم از کم برقع یا چادر سے اپنے آپ کو چُھپا کر اپنی زینت اور بناؤ سنگھار کو چشمِ اجانب سے پوشیدہ کر کے نکلے۔ اپنی نظر اجانب واغیار کی طرف تاک جھانک سے نیچی رکھے۔ چلے تو ایسی چلے کہ چھپے زیور کی آواز بھی غیر مرد سُن کر اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اگر غیر مرد سے گفتگو کرنے کی پڑے تو بے لوچ کڑی آواز سے معقول بات کرے۔

اسلام نے پردہ کی حفاظت کے باعث مرد کو عورت کی ضروریات کا ذمہ دار بنایا ہے۔ اگر مرد مَر جائے یا طلاق دے دے تو عورت دوسرا ذمہ دار شوہر ہر عمر میں بنا سکتی ہے، اور شوہر سے حسبِ منشا ایک رقم جسے مہر کہا جاتا ہے مقرر کر کے یا تو معجّل عند الطلب کر سکتی ہے یا مواجل الٰی بقا نکاح کر سکتی ہے تا کہ پردہ کے حکم کی تعمیل میں آسانی رہے، اور تا حصول شوہرِ جدید بے پردگی پر وہ مجبور نہ ہو سکے اور اسی لئے عورت شوہر کے متروکہ میں بھی حصہ دار ہے۔

حج بھی عورت پر مرد کی طرح محض استطاعت علی الطریق پر فرض نہیں، بلکہ ہمراہی کے لئے محرم ہو تو فرض ہے۔ عورت پر نماز بہ جماعت واجب نہیں ہے۔

جمعہ بھی عورت پر لازم نہیں بلکہ مسجد میں جمعہ کے روز جانا مکروہ ہے۔

عورت تازہ ہوا کھانے کے لئے باغ میں جانے سے پردہ کی پابندی کے ساتھ مجاز ہے، عورت جنگل میں کھیتی باڑی کر سکتی اور مویشی پال سکتی ہے۔

محض چند در چند فضول بڑھا کر اپنی چیزوں کی حفاظت کے خیال سے یا اخراجاتِ روزینہ فضول بڑھا کر زیر بار ہو کر چند تاریک کوٹھڑیوں اور مکانوں میں بند رہ کر فضول چیخنا چلانا کہ پردہ عورت پر ظلم ہے صریحاً بے انصافی ہے۔

اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو ایسا کہنے والے خود ظالم ہیں۔ جو اپنی عورتوں کو ایسی جگہ رکھتے ہیں، شریعت ہوادار مکان، باغ وغیرہ میں جہاں تازہ ہوا بھی ہو اور پردہ بھی رہ سکے وہاں رہنے سے منع نہیں کرتی۔ افسوس آج آزاد خیالی کی بیماری اور مغربی تعلیم کے زہریلے اثرات نے اپنا پردہ خود چاک کر دیا، ورنہ پردہ تو عورت کے لئے بہترین نعمت تھی کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کس نماندہ است کہ در بیشہ شکارے بکند
تیغ گیرد وبکف وفتح دیدے بکند
ایں ناں ہمتِ مرداں بہ ہمیں محدود است
کہ زن از پردہ بروں آید وکارے بکند

تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ بھی اپنی بہو بیٹیوں کو پردہ میں رکھتے تھے۔

آج چند پیسے پاس ہو جانے کے بعد چند مغربی تعلیم کی سطور یاد کر لینے اور اے بی سی ڈی سے عبور کرتے کرتے غیبی سیڑھی پر چڑھ جانے والیاں پکارتی ہیں کہ پردہ سے بیگم صاحبہ کی صحت خراب ہوتی ہے۔ صاحب کی راحت اور تفریح کا نظام بگڑتا ہے۔ بے پردہ بیوی کے ساتھ صاحب ''ایم بکس'' نام لکھا کر نہایت تندرست ہو جاتے ہیں۔ افسوس انقلاب، انقلاب، انقلاب۔ کل اسلامی احکام پر جان و مال، عیش و آرام قربان کرنے میں مسلمان کو راحت ملتی تھی آج ان احکام کو مسخ کرنے اور اپنی مرضی کے موافق ان میں تحریف کرنے سے چین آتا ہے۔

گریجویٹ خاتون: مولانا جو کچھ آپ نے فرمایا: اس میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو اپیل کرتی ہیں مگر بعض باتیں آپ زورِ بیان میں ہی کہہ گئے ہیں جو مجھے ہرگز جچی نہیں۔ اچھا بات کو طول نہ دیں، میں چاہتی ہوں کہ آپ عقلی دلائل کے مقابلہ میں نقلی دلائل بلا ترمیم اور تاویل کے مجھے بتائیں اور اس سے پردہ ثابت کریں جتنا پردہ قرآن اور حدیث سے ملے گا میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔

مولانا: جزاک اللہ! اب آپ راہ پر آگئی ہیں۔ بس آپ کا اور ہمارا معاملہ صاف ہوگیا۔ اب آپ اوّل آیاتِ قرآنی سُن لیں۔ پھر احادیث پیش کروں گا۔ قبل اس کے کہ میں آیاتِ قرآنی پیش کروں، مجھے کم از کم آپ اپنی معلوماتِ مطالعہ کے ماتحت اتنا بتا دیں کہ اسلام سے پہلے عورتیں ننگی پھرتی تھیں جس پر آیاتِ حجاب آئیں یا منہ ہاتھ کھولے آج کل کی سی گریجویٹ بیگم صاحبہ کی طرح آزادی سے۔

گریجویٹ خاتون: (کچھ کسمسا کر اور بات کو چبا کر) ننگی تو نہیں پھرتی تھیں مگر بے حیائی سے چلتی پھرتی تھیں جیسے عکاظہ کے میلے میں۔

مولانا: بیگم صاحبہ! حق کہنے میں تامل نہ فرمائیں۔ عکاظہ کے میلے میں نوجوان لڑکیاں کیا چہرے پر نقاب ڈال کر نہ آتی تھیں اور بے حیائی ان میں کیا ہوتی تھی۔

گریجویٹ خاتون: ہاں خیر وہ چہرہ کھولے ہوئے بھی آتی تھیں اور نقاب اوڑھے ہوئے بھی۔

مولانا: تو ان پر ہی آیاتِ حجاب نازل ہوئیں، یا کسی اور جماعتِ نسوانی کے لیے؟

گریجویٹ خاتون: ہاں انہیں کے لیے نازل ہوئیں لیکن آپ وہ آیتیں تو بتائیں جن سے آپ پردہ پر اتنا تشدد ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا: بیگم صاحبہ! یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ نزولِ قرآن ۲۳ سال میں

بتدریج ہوا۔ اس میں حکمت ہی یہ تھی کہ زمانۂ جاہلیت کی بُری عادتیں رفتہ رفتہ چھوٹ جائیں اور تعمیلِ حکمِ ربّانی آسانی سے کر سکیں، چنانچہ شراب اور جُوا جو زمانۂ جہالت سے ہر ایک کی گھٹی میں تھی۔ اس کے لیے سب سے پہلے حکم آیا:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ((البقرہ:۲۱۹))

''اے محبوب! آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ فرما دیجئے یہ دونوں ایسے کام ہیں ان میں سخت گناہ ہے۔ اگرچہ لوگوں کے لئے اس میں نفع بھی ہے لیکن اس کے نقصانات اس کے منافع سے زبردست ((زیادہ)) ہیں''۔

اس نرم حکم سے لوگوں میں شراب اور جوئے سے نفرت پیدا ہوگئی اور اس کے چھوڑنے کی طرف میلان طبع بڑھا۔ بعدہٗ پھر حکم ہوا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی ((النساء:۴۳))

''اے ایمان والو! جب نشہ کی حالت میں ہوا کرو تو نماز کے قریب بھی نہ آیا کرو''۔

اس حکم کو سُن کر اہلِ ایمان سمجھے کہ شراب مانع صلوٰۃ ہے اور جو چیز تقرب الی اللہ کی ((اللہ کے قریب ہونے سے)) مانع ہو وہ چھوڑنی چاہیے۔ تو اسے بہت سے لوگوں نے چھوڑ دیا۔

آخر حکم ہوا جس میں قطعی حرمتِ شراب اور حرمتِ مَیسِر اور بت پرستی کی مذمت آ گئی اور اس تدریج سے شراب مسلمانوں سے دفع ہوگئی۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ ((المائدۃ:۹۰))

’’شراب، جوا، بت وغیرہ رجس محض ہیں۔ شیطان کے کام ہیں ان سے بچے رہو، اجتناب کرو‘‘۔

تو حرمت بھی وہ حرمت آئی جو بول و براز سے بھی شدید ترین تھی اس لئے کہ بول و براز اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا جائز ہے۔ برخلاف شراب کے اُسے ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھنا بھی حرام ہے۔

اسی طرح اوّل پردہ کا حکم سورۂ احزاب میں آیا:

کما قال اللہ تعالی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ

((الاحزاب:۵۳))

’’اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک تمہیں اجازت نہ ہو جائے‘‘۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے، اور غیر مرد کو کسی گھر میں بے اجازت داخل ہونا جائز نہیں۔

دوسرا حکم: وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔

((الاحزاب:۵۳))

’’اور جب تم ان سے یعنی ازواجِ مطہرات سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو‘‘۔

اس آیۂ کریمہ سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ پردہ لازمی ہے ورنہ جب چہرہ وغیرہ چھپانا غیر ضروری ہے تو وراءِ حجاب کیوں سامنے جا کر لے سکتے تھے۔

گریجویٹ خاتون:

مولانا یہ حکم تو خاص ازواجِ مطہرات کے لئے ہے آپ سب پر کیسے لگا رہے

ہیں؟۔

مولانا: اُصولِ تفسیر کے ماتحت عام کر رہا ہوں اس لیے کہ اُصولِ آیۂ کریمہ یہی ہے۔ کہ مورد حکم خاص ہوتا ہے مگر جب تک اس کا مختص نہ ہو حکم عام ہی رہے گا۔ تیسرا حکم استثنیٰ کا ملاحظہ ہو۔

''ان بیبیوں پر گناہ نہیں اس میں کہ وہ ان لوگوں سے پردہ نہ کریں ان کے باپ، بیٹے، بھائی، بھانجے، بھتیجے اور مسلمان عورتیں اور شرعی کنیزیں جو غیر مسلم اور اللہ سے ڈرتی ہو''۔

اس آیۂ کریمہ میں چچا، ماموں کا صراحۃً ذکر نہیں آیا۔ اس لیے کہ وہ والدین کے ہی حکم میں ہیں۔ دوسرے اس آیۂ کریمہ میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ غیر مسلم عورت سے بھی پردہ شرعاً لازم ہے اور ہر کافر سے اپنا جسم چھپانا لازم ہے۔ ورنہ ولا نسائھن نہ فرمایا جاتا، اس کے معنے صاف ہیں اور نہ پردہ لازم ہے تمہاری ہم جنس، ہم مذہب خواتین سے، کافرہ عورت چونکہ غیر ہے اس لیے اس سے پردہ لازمی ہے۔

پھر سورۂ نور میں نفاذِ حکم ہوا اور بتایا کہ پردہ کس سے کیا جائے، بچے جوان سب سے پردہ ہے یا اس میں فرق ہے، تو فرمایا:

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْکُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا کَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (پ:۱۸، رکوع:۳)۔((النور:۵۹))

''جب تم میں سے آزاد لڑکے جوان ہو جائیں تو وہ بھی اجازت مانگیں جیسے ان کے اگلے بڑے مرد اجازت لے کر آتے ہیں''۔

اس آیت سے واضح ہو گیا نابالغ بچے سے پردہ نہیں، بالغ سے پردہ شرعی ہے۔

پھر مردوں کو گھورا گھاری اور تا کا جھانکی سے باز رکھنے کے لئے حکم ہوا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

((النور:۳۰))

''اے محبوب! مسلمانوں کو حکم فرماؤ کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچے رکھا کریں اور جس چیز کا دیکھنا جائز نہیں اس پر نظر نہ ڈالیں''۔

اس لیے کہ مرد کا بدن بھی زیر ناف تک عورت ہے۔ اس کا دیکھنا بھی منع ہے اور عورتوں میں سے غیر عورتیں اور دوسرے کی باندیوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ حرۃ اجنبیۃ کا تو تمام بدن دیکھنا ممنوع ہے۔ فقہاء نے تصریح کی اور کہا۔

ان لم یامن امن الشھوہ و ان امن منھا فا ممنوع النظر الی ماسوا توجہ و الکقف و القدم

''اگر شہوت سے مامون نہ ہو تو تمام جسم کی طرف نظر حرام اور اگر مامون بالشہوت ہے۔ جیسے پرانا بڈھا وغیرہ تو سوائے چہرے کے اور ہاتھ قدم کے اور کسی حصہ جسم پر نظر منع ہے''۔

اخیر میں محاکمہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ومن یامن فان الزمان زمان الغساد فلا یحل النظر الی لحرہ الاجنیۃ مطلقا من غیر ضرورۃ

''اور کون ہے جو شہوت سے مامون ہو۔ آج کا زمانہ زمانہ فتن وفساد ہے لہٰذا آزاد غیر عورت کی طرف نظر ڈالنا بہرصورت مطلقاً منع ہے''۔

مگر بہ ضرورت جیسے قاضی اور گواہ کو چہرہ دیکھنا جائز ہے، اور اس شخص کو چہرہ دیکھنا جائز جو کسی عورت سے نکاح کی خواہش رکھتا ہے۔ اگرچہ اس میں بہتر صورت یہی ہے جو آج کل مروج ہے۔ کہ کسی عورت کے ذریعے اس کو دیکھ بھال لیا جائے، اسی طرح طبیب، موضع مرض کا بقدرِ ضرورت دیکھنا جائز ہے۔

چوتھا حکم۔ پھر عورتوں کے لیے حکم نافذ ہوا کہ

کما قال تعالیٰ: وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ۔ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ ((النور: ۳۰))

''اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور غیر مردوں کو نہ دیکھا کریں اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہو جائے اور دوپٹہ اپنے گریبان پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ ہونے دیں''۔

ملّا جیون علیہ الرحمۃ استاد عالمگیر بادشاہ ''تفسیرِ احمدی'' میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم بھی نماز کا ہے نہ کہ نظر کا۔ کیونکہ حرہ ((آزاد عورت)) کا تمام بدن عورت ہے۔ شوہر اور محرم کے سوا کسی غیر کے لئے اس کے کسی حصہ کو دیکھنا بے ضرورت جائز نہیں اور معالجہ وغیرہ کی ضرورت سے قدرِ ضرورت جائز ہے۔

احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ پر تشدّد ملاحظہ ہو۔

ازواجِ مطہرات میں سے بعض اُمہات المؤمنین سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تھیں اسی وقت ابن مکتوم آئے۔ حضور نے ازواج کو پردہ کا حکم فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا وہ تو نابینا ہیں فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ جس طرح مرد کے لئے غیر عورت کا دیکھنا ممنوع ہے اسی طرح عورت کو غیر مرد کا دیکھنا بھی حرام ہے۔

آگے وہ استثنائیات بیان فرمائے جن پر پردہ کا حکم نہیں۔

اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ

اَیۡمَانُھُنَّ اَوِ التّٰبِعِیۡنَ غَیۡرِ اُولِی الۡاِرۡبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفۡلِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَظۡھَرُوۡا عَلٰی عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ ((النور:۳۰))

''مگر اپنا سنگھار ظاہر کر سکتی ہیں اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر حتیٰ کہ دادا اور پردادا پر یا شوہر کے باپ سسر پر کہ وہ بھی بوجہ عقد محرم ہو جاتے ہیں یا اپنے بیٹے پوتے یا شوہروں کے بیٹے جو پہلی بیوی سے ہوں۔ یا اپنے بھائی یا بھتیجے یا بھانجے یا اپنی ہم مذہب عورتیں''۔

اس لیے کہ غیر مسلم عورتوں سے پردہ کا حکم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح کو لکھا تھا کہ کفار اہلِ کتاب کی عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہونے سے منع کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلم خواتین کو کافرہ عورت سے اپنا بدن مستور کرنا لازمی ہے۔ آگے فرمایا اور اپنی شرعی کنیز کا ان سے بھی پردہ ضروری نہیں جو شہوت والے نہ ہوں، آئمہ حنفیہ کے نزدیک نامرد، مادر زاد نامرد، گھسرہ اور زنخا حرمتِ نظر میں اجنبی کا حکم رکھتے ہیں۔ اسی طرح فقہا نے تصریح کی کہ قبیح الافعال مخنث سے بھی پردہ کیا جائے۔ آگے فرمایا۔

اور ان بچوں سے پردہ ضروری نہیں جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں۔ یعنی نابالغ، نادان۔

اس کے بعد حکم میں شدت فرمائی اور ارشاد ہوا۔

وَلَا یَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِھِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِھِنَّ ((النور:۳۱))

''اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار یعنی عورتیں گھر کے اندر چلنے پھرنے میں بھی پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سُنی جائے''۔

اسی لیے شرعی مسئلہ ہے کہ عورتیں باجے دار جھانجھیں نہ پہنیں۔

سورۂ احزاب کے آخر پارہ میں ارشاد ہے جو خاص ازواجِ مطہرات کے لئے ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ((الاحزاب:۳۰))

''اے نبی کی بیبیو! جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے، جیسے شوہر کی اطاعت میں کوتاہی، شوہر کے ساتھ کج خلقی۔ (اس لیے کہ اس سے زیادہ بے حیائی جو بدکاری کی حد تک ہو اس سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ازواج کو پاک رکھا ہے) اس پر اوروں سے دُگنا عذاب ہوگا اور یہ اللہ کو آسان ہے''۔

گریجویٹ خاتون: آپ نے اس آیت میں فاحشہ کے کیا معنی لئے۔ لفظ فاحشہ زنا وغیرہ کے معنی میں آتا ہے آپنے یہاں ترجمہ محض شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کیسے لیا؟

مولانا: آپ کا سوال برمحل ہے اس کا جواب بھی سن لیں۔ عربی کے محاورے میں یہ قاعدہ ہے کہ جب لفظ فاحشہ معرفہ ہو کر وارد ہو تو اس سے زنا اور لواطت مراد ہوتی ہے اور اگر نکرہ غیر موصوفہ ہو کر لایا جائے تو اس سے تمام گناہ مراد ہوتے ہیں اور جب موصوف ہو کر وارد ہو تو اس سے شوہر کی نادانی اور فسادِ معاشرت مراد ہوتا ہے۔ اس آیہ کریمہ میں فاحشہ نکرہ موصوفہ ہے۔ اس لئے یہاں ترجمہ میں شوہر کی اطاعت میں کوتاہی اور کج خلقی کے معنی لئے گئے ہیں جیسا حضرت ابن عباس سیّد المفسرین سے منقول ہے۔

اسی طرح ازواج کے اجراء کی بھی شان واضح کردی اور فرمایا:

وَ مَنْ يَّقْنُ [illegible] تْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا

مَرَّتَیۡنِ وَ اَعۡتَدۡنَا لَهَا رِزۡقًا کَرِیۡمًا (پ:۲۲) ((الاحزاب:۳۱))

''اور اے نبی علیہ الصلاۃ السلام کی بیبیو! جو تم میں سے فرمانبردار ہے اللہ اور رسول کی، اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دُگنا ثواب دیں گے اور ہم نے ان کے لئے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے جنت الفردوس میں''۔

پھر آگے چل کر ازواجِ مطہرات کا رُتبہ تمام دنیا کی عورتوں پر فائق کیا اور فرمایا:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ۝

(پ:۲۲)

''اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو (تمہارا درجہ سب سے زیادہ ہے اور تمہارا اجر سب سے بڑھ کر، دنیا کی عورتوں میں کوئی تمہاری ہمسر نہیں) اگر اللہ سے ڈرو اور پسِ پردہ بضرورت کسی غیر مرد سے گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں لوچ نہ ہو، بات نہایت سادگی کے ساتھ کی جائے کہ عفت مآب خواتین کی یہی شان ہے تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو''۔

بیگم صاحبہ آپ نے حکم کے تیور ملاحظہ فرمائے۔ اس میں ان امہات المومنین کو اس طرح گفتگو کا حکم ہے جو سب مسلمانوں کی ماں ہیں اور ان سے نکاح قطعاً حرام ہے پھر عامہ مؤمنات کا اس مقام پر کیا حال ہوگا۔ انہیں غیر مرد سے گفتگو کرنے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے ہر ذی فہم اس حکم کی حکمت اور مصلحت اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

۱۲۔ پھر آگے چل کر قطعی حکم خانہ نشینی نازل ہوا اور ارشاد فرمایا کہ:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی

(پ:۲۲)((الاحزاب:۳۳))

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی''۔

اس سے مراد قبلِ اسلام کا زمانہ ہے اس زمانہ میں عورتیں اتراتی ہوئی نکلتی تھیں اپنی زینت اور محاسن کا اظہار کیا کرتی تھیں تا کہ غیر مرد انہیں دیکھیں۔لباس ایسا پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضا اچھی طرح نہ ڈھک سکیں اور پچھلی جاہلیت سے اخیر زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے افعال پہلوں کے مثل ہو جائیں گے حتیٰ کہ ایک تبسم ایک ملین ڈالر کے بدلے فروخت ہوگا اور اسے فخریہ ظاہر کیا جائے گا۔جبرً اا گر کلفٹن پر کسی اجنبی لڑکی کا بوسہ لے لیا جائے تو دو روپیہ جرمانہ پر ملزم بری کر دیا جاتا ہے تو بوس و کنار کی مارکیٹ میں ریٹ شائع ہو گیا۔**والعیاذ باللہ**۔۔۔۔کیا خوب کہا ہے:

یہ کوئی دن کی بات ہے اے مرد ہوش مند
غیرت نہ تجھ میں ہوگی نہ زن اوٹ چاہے گی
آتا ے اب وہ دور کہ اولاد کے عوض
کونسل کی ممبری کے لئے ووٹ چاہے گی

اور قرآن کریم نے تو صحابہ کرام کو بھی ازواجِ مطہرات سے کسی چیز کے طلب کرتے وقت حجاب اور پردہ کی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ ہم آیہ مبارکہ نمبر ۱۰ میں نقل کر آئے ہیں۔مگر ہمارے بعض سرکاری مولاناؤں پر اللہ رحم کرے کہ انہوں نے زمانہ کی رفتار کے ساتھ اپنی روش کو بدل لیا۔ایسے ہی ملانوں کے لئے۔۔۔۔کہا ہے

شیخ صاحب بھی تو پردہ کے کوئی حامی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے

وعظ میں فرمایا تھا کل آپ نے یہ صاف صاف
پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے

مندرجہ بالا بارہ آیات کا خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ ہر عورت مرد خواہشاتِ نفسانیہ سے اپنی حفاظت کرے اور ہر نطفۂ شہوات سے اجتناب کرے۔

جب مسلمان عورتیں اور مردان احکام کی خوگر ہو گئیں اور مذکورہ احکام کا تحمل آ گیا تو پھر حکم نافذ ہوا، سورۂ احزاب رکوع ۷

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ

(پ ۲۲)

''اے نبی! اپنی بیبیوں، صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو فرما دیجئے کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں اور سر و چہرے کو چھپائیں، جب کسی حاجت کے لئے ان کو تکلیف ہو، یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کو پہچان ہو (کہ یہ حرہ یعنی آزاد ہیں) تو ستائی نہ جائیں''۔

منافقین کی عادت تھی کہ وہ باندیوں کو چھیڑا کرتے تھے۔ اس لئے حرہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ چادر سے جسم ڈھک کر سر اور منہ چھپا کر باندیوں سے اپنی وضع ممتاز کریں، یہ تو عہد رسالت کا معاملہ تھا۔ آج کالج سے باہر آنے تک نہ معلوم کتنے مسلمان نما منافق دوشیزہ خواتین کی تاک جھانک میں رہتے ہیں اور کس کس طرح سے ناشائستہ آوازے کستے ہیں اللہ رحم فرمائے۔

بیگم صاحبہ! میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا قرآن کریم پر ایمان ضرور ہے پھر آپ خود غور فرمائیں کہ آیات مبارکہ میں لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ فرما کر مخفی زیور کی آواز

تک کو چھپانے کا جہاں تک حکم ہے۔ وہاں غیر مردوں سے باتیں کرنا، ملنا جلنا، کالج میں آگے آگے پیچھے بیٹھ کر پڑھنا کس اسلام نے روا رکھا ہے؟

یہ تقلید یورپ کی کورانہ پیروی اور ان کی تہذیب کا اثر ہے کہ آج اپنے مطلب کے لئے آیات قرآنیہ کا پردہ ڈال کر ان کے معنی میں یہودیوں کی طرح تحریف گوارا کی جا رہی ہے۔ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا کا ترجمہ سب تفسیریں چھوڑ کر لفظی کو لیں جیسا کہ آپ نے اوّل فرمایا تھا کہ انچ تان مجھے منظور نہیں۔ تو یہاں بھی لفظی معنی قبول کریں اور انچ تان کو ترک کر کے دیکھیں۔ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا الا مگر۔ ماجتنا ظھر خود ظاہر ہے منھا اس عورت سے اور ظاہر ہے کہ ہر موقعہ سے خود جو ظاہر ہے وہ کس طرح برقعہ کے ذریعے مخفی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً قد و قامت، جسم و جسمانیت اور چال ڈھال وغیرہ۔

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
رنگ لائے گا ایک دن یہ سین پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

پھر جب انگریز نے ہندوستانی خواتین کو اپنے یورپی سانچے میں ڈھالنے کی ٹھانی اور رفتہ رفتہ ان کے ایمان و حیا پر ڈاکہ ڈالنا چاہا تو انگریزی کے ذریعے تعلیمِ نسواں کا ڈھونگ رچایا اور جب دیکھا کہ فقط تعلیم انگریزی ان کی حیا کو تہذیب یورپ کے رنگ میں نہ رنگ سکی تو دوسرا پینترا بدلا اور کہا: جہاں اسمبلی میں مرد جاتے ہیں عورتیں بھی جا سکتی ہیں وہاں صدر بن سکتی ہیں۔ عہدے لے سکتی ہیں بس پھر کیا تھا یورپین تیتریاں چمٹ گئیں حرص و آز نے انہیں محور اسلامی سے پھسلایا۔۔۔۔۔۔

اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن، ممبری کونسل صدارت بنائے خوب آزادی کے پھندے

گریجویٹ خاتون: آپ کے دلائل اور علامہ اقبال۔۔۔۔ کے حسیات سن کر مجھے گونہ یقین ہوا ہے کہ شرعاً پردہ ہے اور بیشک منہ اور سینہ چھپانا کم از کم ضروری ہے

لیکن مزید اطمینان کے لئے کچھ ترجمہ حدیثوں کا بھی سنا دیجئے اصل حدیث کا بیان پھر ترجمہ کرنے میں طوالت ہوگی۔

مولانا: بہت اچھا، اصل حدیث تو فی الواقع آپ سمجھ بھی نہیں سکتیں۔ لیجئے ترجمہ ہی پیش کرتا ہوں۔

(۱) ''ابوداؤد'' کتاب الجہاد میں حضرت شماس راوی ہیں کہ بارگاہِ رسالت میں ایک نقاب پوش خاتون اپنے شہید بیٹے کا حال دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوئیں تو ایک صحابی نے اس مصیبت کے موقعہ پر بھی ان کے نقاب پر اظہار حیرت کیا تو خاتون نے جواب دیا میں اپنا فرزند تو کھو چکی ہوں لیکن بحمد اللہ شرم وحیا میرے ہاتھ میں ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو فرمایا: ہمارے فرزند کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

(۲) مسلم شریف: میں حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں: کہ غزوۂ خندق سے ایک صحابی اپنے مکان پر پہنچا تو اپنی بیوی کو بے حجاب گھر سے باہر دروازہ پر دیکھا آپ نے اسے تیر سے مارنے کا تصور فرمایا۔تو بیوی نے عرض کیا: گھر میں اندر بستر پر سانپ ہے اس کے خوف سے میں سراسیمہ ہوگئی۔ یہ سن کر آپ نے درگزر فرمایا۔

(۳) صحابیات: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پردہ فرماتی ہیں۔ ابوداؤد، باب فی الحضاب النساء میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں۔ایک عورت نے پردہ سے حضور کی خدمت میں ایک خط پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مردانہ ہاتھ ہے یا زنانہ؟ عورت نے عرض کی زنانہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے اپنے ہاتھ میں مہندی کیوں نہیں لگائی؟

(۴) بخاری و مسلم: میں ہے کہ حضرت اُمّ المومنین سودا بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے والد کی ایک شرعی لونڈی تھی۔اس سے عتبہ نامی ایک شخص نے زنا کیا۔اس

سے ایک لڑکا پیدا ہوا، ایک موقعہ پر عتبہ کے بھائی سعد اور حضرت سودا کے بھائی عبد کے درمیان اس لڑکے کے متعلق تنازعہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فیصلہ دیا کہ بچہ صاحبِ فراش کا ہے اور زانی و عامر یعنی الزام لگانے والے کو پتھر ہیں لیکن باوجود اس کے محض شبہ کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے اس لڑکے سے (جو بموجب فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم سودا کا بھائی ہوتا تھا) پردہ کا حکم فرمایا اور وہ بموجب حکم حضرت اُمّ المومنین کے سامنے نہ آیا۔

(۵) ''بخاری شریف'' میں حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اُمّ المومنین حضرت صدیقہ نے فرمایا: حکمِ حجاب نازل ہونے کے بعد ان کے رضاعی باپ کے بھائی افلح نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم سے دریافت کیا، حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: افلح تمہارے رضاعی چچا ہیں۔ انہیں اندر آنے دو۔

(۶) حدیثِ افک میں ''بخاری'' نے روایت کی کہ جب سفر میں حضرت صدیقہ کا ہار گم ہو گیا اور آپ اس کی تلاش میں رہ گئیں اور قافلہ کے کوچ کا وقت آ گیا تو ساربان نے آپ کا ہووج اونٹ پر کَس دیا اور یہ اطمینان کر لیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ''ہووج'' میں تشریف لے آئی ہوں گی۔ قافلہ چل دیا۔ آپ ہار تلاش فرما کر اپنی جگہ پر آئیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ آپ اپنے ہووج کی جگہ پر بیٹھ گئیں۔ حضرت صفوان سلمٰی کی ڈیوٹی قافلہ کے پیچھے پیچھے آنے کی تھی تا کہ قافلہ کی گری پڑی چیز کی نگرانی کریں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جنگل میں منہ کھولے بیٹھی تھی۔ جب صفوان کو آتے دیکھا تو میں نے فوراً چہرہ چھپا لیا۔ ''بخاری'' میں اُمّ المومنین کے جو الفاظ نقل ہیں ان کا لفظی ترجمہ یہ ہے (میں نے چادر سے اپنا چہرہ چھپا لیا)

گریجویٹ خاتون: اسلام میں شادی سے پہلے چہرہ دیکھنا جائز ہے اور قرآنِ کریم میں يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط جو آیا ہے اس کا لفظی ترجمہ ارشاد فرمایئے۔

(۷) مولانا: تفسیر در منشور میں ہے کہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبیدہ سے اس آیت کا ترجمہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس طرح یعنی آپ نے اپنا سر چادر سے ڈھانپ کر بتایا جس سے چہرہ چھپ گیا اور ایک طرف سے صرف ایک آنکھ کھول لی۔ سیّد المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے زینت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ نے مومنات کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلیں تو چہرہ کو سر کے اوپر کی جانب سے چادر لٹکا کر چھپالیں اور لفظی ترجمہ بھی سن لیں، اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے یہی ترجمہ فرمایا۔ صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ سر اور چہرے کو چھپائیں جب کسی حاجت کے لئے ان کو نکلنا پڑے۔

(۸) اور جس شخص سے شادی کرنی ہے اس کا چہرہ دیکھنا جب خصوصیت سے جائز ہے تو اسے پردہ درطبقہ عام طور پر جواز کے لئے کیوں پیش کرتا ہے بلکہ اس سے تو پردہ کی تائید کا پہلو نکلتا ہے۔ اس لئے کہ جب چہرہ کا پردہ ہی نہیں تو جس سے شادی ہو اس کا چہرہ دیکھنا مخصوص طور پر کیوں جائز رکھا گیا؟ اسی طرح قاضی اور شاہد کو چہرہ دیکھنے کی مخصوص اجازت کیسے؟ جب عام طور پر سب چہرہ کھولے کالج جا رہی ہیں۔ سینما دیکھ رہی ہیں، گلگشت کر رہی ہیں اور انارکلی میں گھوم رہی ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی خوب کہہ گئے ہیں۔

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں بیبیاں　　اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو میں نے آپ کے پردہ کو کیا ہوا ہنس کر بولیں عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

گریجویٹ خاتون: حضرت اسماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں۔ انہیں حضور نے گھر میں باریک لباس پہننے سے منع فرمایا اور کہا کہ منہ ہاتھ کے سوا تمام جسم مستور رکھنا چاہیئے۔

مولانا: بیگم صاحبہ لے دے کے یہی ایک حدیث ہے جو ہمارے گریجویٹ بزرگ آگے لایا کرتے ہیں لیکن اوّل تو یہ حدیث ہی پردہ سے پہلے کی ہے۔ دوسرے ستر اور حجاب میں تمیز حاصل کرنی ضروری ہے ستر تو تمام جسم کا ہے مگر حجاب بالخصوص چہرے کا ہوتا ہے۔

(۹) مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سرتاپا پوشیدہ رہنے کے قابل ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

(۱۰) ''ترمذی''، ''ابوداؤد'' میں اُمّ المومنین حضرت میمونہ کی موجودگی میں حضرت ابن مکتوم (نابینا) تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پردہ کرو۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم بھی نابینا ہو؟''

(۱۱) مشکوٰۃ میں ہے حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیر عورتوں کے پاس آمد و رفت رکھنے سے بچا کرو۔ ایک شخص نے عرض کی کہ جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا وہ تو موت ہیں۔ یعنی ان سے پردہ ایسا ہو جیسے موت سے آدمی چھپتا ہے۔

قرآن سے خلاصہ احکامِ پردہ

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ

ایست
سوئے قطارمے کشم ناقہ بے زمام
را

قرآنِ پاک کے احکام کا مطالعہ کریں اور عورتوں کو بے حجابی کی تعلیم دینے سے باز رہیں، ابتدا ہی میں بندہ قرآن پاک کی آیات کا ترجمہ مکمل اور مفصل درج کرتا ہے، اس کے بعد برق صاحب کے دلائل و براہین کو قرآن پاک کی تعلیم کی کسوٹی پر ناظرین خود پرکھ لیں کہ قرآن پاک کے کیا احکام ہیں اور برق صاحب کیا فرماتے ہیں۔

(۱) سورۂ نور، پارہ:۱۸۔ آیت:۳۰

''اے رسول! ایماندار عورتوں سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اپنے بناؤ سنگھار کے مقامات کو کسی طرح ظاہر نہ ہونے دیں مگر وہ خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے چھپ نہ سکتا ہو) اور اپنی اوڑھنیوں کو (گھونگھٹ مار کر اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنے شوہروں یا اپنے باپ دادا یا شوہر کے باپ دادا یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی قسم کی عورتوں یا اپنی لونڈیوں یا اپنے گھر کے نوکر چاکر جو مرد صورت ہیں مگر بہت بوڑھے ہونے کی وجہ سے عورتوں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے یا وہ کم سن لڑکے جو عورتوں کے پردہ کی بات سے آگاہ نہیں۔ ان کے سوا اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ ہونے دیا کریں اور چلنے میں اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ رکھیں کہ لوگوں کو ان کے پوشیدہ بناؤ سنگھار کی خبر ہو جائے''۔

(۲) سورہ نور پارہ ۱۸۔ آیت ۵۹، ۶۰

''اے ایماندارو! جب تمہارے لڑکے جلد بلوغ کو پہنچیں تو جس طرح ان کے قبل والے گھر میں آنے کی اجازت لے لیا کرتے تھے اسی طرح یہ لوگ بھی اجازت لے لیا کریں، یوں خدا اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور خدا تو بڑا واقف کار حکیم ہے، اور بڑی بوڑھی عورتیں جو بڑھاپے کی وجہ سے نکاح کی خواہش نہیں رکھتیں وہ اگر دوپٹہ اتار کر سر ننگا کر ڈالیں اس میں ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ ان کو اپنا بناؤ سنگھار دکھنا مقصود نہ ہو اور اس سے بھی بچیں تو ان کے لئے اور بہتر ہے' اور اللہ سب کچھ جانتا اور سنتا ہے''۔

(۳) سورۂ احزاب، پارہ: ۲۲، آیت: ۵۵۔

''عورتوں پر نہ اپنے باپ دادوں کے سامنے ہونے میں کچھ گناہ ہے نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں نہ اپنے بھتیجوں اور بھانجوں کے اور نہ اپنی قسم کی عورتوں نہ اپنی لونڈیوں کے سامنے ہونے میں کچھ گناہ ہے''۔

(۴) سورۂ احزاب، پارہ: ۲۲، آیت: ۵۹۔

''اے رسول! اپنی بیبیوں اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ باہر نکلتے وقت اپنے چہروں اور گردنوں پر چادروں کا گھونگھٹ لگا لیا کریں یہ ان کی شرافت کی پہچان کے لئے بہت مناسب ہے تو انہیں کوئی چھیڑے گا نہیں''۔

ان آیات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ عورتوں کو کن کن کے سامنے آنا چاہئے، کن کے سامنے نہ آنا چاہئے۔ بناؤ سنگھار اور زینت کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دینا چاہیے، محرم اور نامحرم کے سامنے آنے میں کیا فرق ہے؟ نامحرموں کے سامنے آنے میں گناہ ہے۔ باہر نکلنے وقت کیا احتیاط کرنی چاہئے گفتگو کرتے وقت

محرموں کے سامنے بھی نظریں نیچی رکھنی چاہیئے، وغیرہ۔ ہم نے مکمل ترجمہ بمعہ حوالہ جات درج کر دیا ہے۔ سرخی پوڈر کچھ دیر کے بعد اڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اپنا بناؤ سنگھار اور زینت کے مقامات کو نامحرموں سے چھپاؤ مگر وہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے یعنی نہ چھپ سکے، کسی مرد یا عورت کے حُسن کے متعلق کسی حصہ جسم سے زیادہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چہرہ ہی ایک ایسا مقام ہے جو تمام زینت اور بناؤ سنگھار کا مرکز ہے۔ اسی سے خوبصورتی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ورنہ ایک عورت کو نقاب پہنا دیجیئے اور اس کے حُسن کا اندازہ لگائیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کا قد، اس کے جسم کی بناوٹ اس کا دبلا یا فربہ ہونا یا اس کی رنگت کا اندازہ لگایا جائے گا مگر آنکھ، ناک، لب، رخسار، پیشانی دانت اور منہ کے متعلق کوئی اندازہ نہیں ہو سکے گا۔

چہرہ چھپ سکتا ہے خود بخود ظاہر ہونے والی چیز نہیں اگر نقاب پہن لیں، برقعہ نہ سہی تو بھی چہرہ چھپ سکتا ہے اگر تمام وجود پر بڑی چادر اس طرح اوڑھ لی جائے کہ تمام بدن چھپ جائے اور چہرہ ننگا رہے تو بھی نامحرم پر اپنا بناؤ سنگھار ظاہر ہو جاتا ہے اگر چادر کو جسم کے قریب لایا جائے تو چہرہ بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔ سر سے چادر کو کھینچ کر چہرے کے قریب لایئے گھونگھٹ خود بخود نکل آئے گا۔

''تم ان عورتوں سے نکاح کرو جنہیں تم اپنے لئے پسند کرو''۔ موجودہ پردے میں انتخاب اور پسند کا سوال پیدا نہیں ہوتا، جو لوگ چونکہ مغرب زدہ ہیں اس لئے ان کا خیال ہے کہ بغیر دیکھنے کے عورت کو کیسے پسند کیا جائے۔ عورتوں کو تو عورتوں کے ذریعے پسند کیا جاتا ہے اگر عورت کی عادت واطوار کا اندازہ مرد لگائے تو قرآن پاک کی تعلیم کے برعکس ہے کیونکہ ایک نامحرم کے سامنے ہونا گناہ ہے۔ رشتہ ہونے سے پہلے عورتیں جا کر لڑکی کو پسند کرتی ہیں۔ لڑکا ان کی معرفت اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے لڑکی والے لڑکے کو دیکھ لیتے ہیں اس طرح شادی ہو جاتی ہے۔

لڑکوں اور لڑکیوں کو اکٹھا تعلیم دینا قرآن پاک کی تعلیم کے برعکس عمل پیرا ہونا ہے نامحرموں کے سامنے انہیں بہکانا کہاں کا کارِثواب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ کوئی دن کی بات ہے اے مرد ہوش مند
غیرت نہ تجھ میں ہوگی نہ زن اوٹ چاہے گی
آتا ہے اب وہ دور کہ اولاد کے عوض
کونسل کی ممبری کے لئے ووٹ چاہے گی

چند واقعات

ایک دفعہ حضرت اُمّ سلمہ کسی اندھے صحابی کے سامنے آئیں۔ رسول پاک نے منع فرمایا انہوں نے کہا وہ اندھا ہے، آپ نے فرمایا: پردہ تم پر فرض ہے، تمہیں تو دکھائی دیتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرمارہے تھے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شامل ہونے کے لئے کہا۔ آپ بیٹھ گئے آپ کی انگلی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی اُنگلی سے چھوگئی تو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا۔

جنگِ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ گرا تو ان کے بھائی حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر ان کو تھام لیا۔ آپ نے فرمایا: جل جائے وہ ہاتھ جس نے مجھے رسول کے سوا چھوا ہے۔ تو حضرت محمد بن ابوبکر نے فرمایا: میں تمہارا بھائی ہوں اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا پردہ میں نہ ہوتیں تو یقیناً بھائی کو پہچان لیتیں۔

گزارش مؤلف بخدمت خواتین

محترمہ! السلام علیکم! اس میں شک نہیں کہ آزاد منشی کے مقابلہ میں قیدِ حجاب ایک

گو نہ ناگوارِ خاطر ضرور ہے لیکن یہ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے دل میں جو احترام اسلامی قوانین کا ہے وہ طبقہ ذکور میں کم ہے۔ آپ نے آیات قرآنی واحادیث حبیب رحمانی کا مطالعہ فرمایا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے اُمید ہے کہ اب تک جو ہوا وہ ہوا لیکن اب آپ کی زندگی کا دور اس غلامی کے دور سے آزاد ہو چکا ہے جو آپ کو مغربی تہذیب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھا، اب آپ غلام نہیں رہیں بلکہ آزاد ہیں، لہٰذا دورِ آزادی کی زندگی کے لئے آپ کو صحابہؓ کرام کی ازواجِ مطہرات کے اخلاق، عادات واطوار اپنانے لازمی ہیں۔

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

بیگم صاحبہ! آپ نے دیکھا کہ اُمہات المومنین اتباعِ حکم کی وجہ میں خیر القرون کے متقیوں بلکہ درحقیقت اپنے اسلامی بچوں سے بھی پردہ کرتی تھیں۔ حضرت سیّدہ زہرا رضی اللہ عنہا نے زنانہ میت کے جنازہ کا گہوارہ تجویز فرمایا جو آج تک تمام اسلامی ممالک میں رائج ہے گویا عورت کا قدوقامت بعد موت بھی نہ دکھایا جائے۔ افسوس آج اس کے برعکس یہ حیا سوز تہذیب چلی کہ غیر مردوں سے تخلیہ میں ملاقاتیں بھی جائز ہوگئیں، اور آزادی بازاری عورتوں کی طرح شرفا اُمراء کی خواتین نے چہرہ کھول کر گل کھلانے شروع کردیئے اور اس آزاد روش کے حمایتیوں نے چہرہ، سینہ، ہاتھ سب کھولنے جائز قرار دے دیے اور کہہ دیا کہ اس سنے نہ مرد میں حرکت شہوانی آتی ہے نہ عورت میں۔

شعراء کا میدان کلام اور حُسن پرستی کا نظام اور عشاق کے لئے وبال جان تو اسی چہرہ کو فتنہ بتا رہا ہے۔ اشعار کی بندشوں میں غنچہ دہن، آہو چشم، شمشیر آبرو، آتشیں رخسار، گل زار، شیریں گفتار، خال نمکیں، یاقوتی لب، سیمیں غبغب، ابرو پیوست،

فراخ پیشانی وغیرہ وغیرہ یہ سب اسی چہرہ کے طول وعرض کی آبادیوں کے اسٹیشن ہیں اور ہر سٹیشن ایمان جان اور خانماں سب کچھ برباد کرنے والا ہے۔

مجھے ان حدیث الاسنان سفھا الاحلام پر تعجب ہے جو منہ کھول کر پھرنے میں حرج نہیں جانتے۔ اگر ادنیٰ غور سے دیکھا جائے تو دنیائے جسم کے دیارِ ویران میں اگر کوئی شہر عروس البلاد کہلا سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف چہرہ ہے اور اس کی آرائش کے لئے جس قدر نظامِ آرائش ہیں تمام آبادی جسم کے لئے اتنے نہیں، ہاتھ پاؤں کی زینت مہندی، ٹوم چھلا چوڑی چھا نجن پر ختم ہو جاتی۔ سینہ کی ینت چندن ہار، لاکٹ، گلوبند اور چمپا کلی پر ختم مگر دنیائے جنم کے دار الخلافہ چہرہ کی زیبائش کے لئے پان مِتی، سرمہ، لونگ، ٹبکا، نتھ، صابن، پوڈر، سرخی، ستارہ، ویزلین، جھومر، کنگن، موباف، مانک پٹی، نقاب، جالی دار، پٹی طلائی، جھومر یا رنگ ٹاکس یہ سب طوفان صرف ایک چہرہ کی آبادی مزین کرنے کو رکھے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر چہرہ کھل گیا تو تحفظ فروج اور یَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ کی تعمیل ہرگز نہ ہوئی۔ اسی چہرہ سے تحفظ فروج وابستہ ہے۔

پھر تحفظِ نسل کا مسئلہ یہ بھی اسی پردہ پر موقوف ہے بلکہ یہ نہ صرف انسان میں بلکہ جانوروں میں بھی پردہ کے بغیر ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصیل مرغ، اصیل گھوڑا وغیرہ اگر غیر اصیل سے مل جائے تو نسل دوغلی ہو جاتی ہے جو اس امر کے احتیاط کرنے والے ہیں وہ اپنے اصیل جانور مرغ تک کے انڈے باہر نہیں جانے دیتے۔ عرب اور کاٹھیا واڑ کے گھوڑے عام خچروں اور گدھوں کی مانند آوارہ نہیں پھرائے جاتے۔

مختصر یہ کہ اپنی خواتین کو مطلق العنان بے پردہ کرنا خالص حماقت ہے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے صریحاً خلاف ہے۔ پھر جو چیز انسان کو مرغوب ومحبوب ہوتی ہے اسے ہمیشہ محفوظ مقفل رکھا جاتا ہے۔ پھر خواتین جیسی

مرغُوب ومحبوب چیز کو جس پر آپ جان ومال نثار کر رہے ہیں۔ اسے شتر بے مہار کی طرح محفوظ وغیر محفوظ جگہ چھوڑ دینا آنے جانے کی آزادی دے دینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

نئے طریقوں سے مقصد شروع کارفرمانہ ہوسکے گا
ادھر جو پردہ نہ ہوسکے گا ادھر بھی تقویٰ نہ ہوسکے گا

رہا معاملہ ضد وکد کا، اس کا علاج خدا ہی کرے تو ہو۔ ہمارا کام مخلصانہ آواز ہی پہنچانا ہے بقول اکبر۔

غریب اکبر نے بحث پردہ کی کی بہت کچھ مگر ہوا کیا
نقاب اُلٹ ہی دی اُس نے کہہ کر کہ کرہی لے گا میرا مؤا کیا
خدا کے فضل سے بیوی میاں دونوں مہذب ہیں
حجاب اس کو نہیں آتا، انہیں غصہ نہیں آتا
چشمِ خرد سے عار تھی حُسن جنوں پسند کو
عقل نے آنکھ بند کی اس نے حجاب اٹھا دیا

میدانِ جنگ میں اگر حضرت صفیہ ایک یہودی کو خیمہ کی چوب سے واصلِ بجہنم کردیتی ہیں تو ایسے موقعہ پر آپ بھی پیش پیش رہنے کی سعی کریں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی میں اگر خواتین اسلام نے حصہ لیا تو آپ بھی اس وقت ایسا کرنے کے لئے تیار رہیں مگر خدمت مجروحین ومجاہدین کے جذبہ میں پہلے سے تو آپ کو آئین اسلامی کی حدود سے باہر آنا نازیبا ہے۔

میں نے اس رسالہ میں جو کچھ جواب گریجویٹ خاتون کو دیئے ہیں وہ مخلصانہ طور پر دیئے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ بھی مخلصانہ طور پر اس پر عمل کے لئے کمر بستہ ہوں گی اور بے پردگی کا حشر مدنظر رکھ کر اس سے اجتناب کریں گی۔ اکبر الہ آبادی کہتے

ہیں ۔

کیا گزری جو اک پردے کے عدو رو رو کے پولیس سے کہتے تھے

عزت بھی گئی، دولت بھی گئی، بی بی بھی گئی، زیور بھی گیا

فقیر قادری ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری چشتی

نور اللہ مرقدہ

سابق خطیب جامع مسجد وزیر خاں وصدر مرکزی جمعیت العلماء پاکستان ومرکز حزب الاحناف پاکستان۔

مخمس از علامہ ابوالحسنات قادری نور اللہ مرقدہ

فرشتے دیکھیں ایک عاصی کو شرمندہ ہے ترا دامن

اور اس پر کثرت عصیاں سے تھرّ اتا ہے سارا تن

کہیں کیوں ہے پریشان دیکھ وہ رحمت کے ہیں معدن

مچل جا سوال مدعا پر تھام لے دامن

بھٹکنے کا بہانہ کر تو قصد بے تامل کو

ے

فتویٰ عصمت پناہ

پردہ کا شرعی حکم

مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی

ے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۠

(النساء:۵۹)

''پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ، اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت ہی اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے''۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں: علمائے دین کہ موجودہ زمانہ میں ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ پردہ سراسر مانع ترقی ہے اور اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ قدیمی طریقہ پردہ کا اسلام کے منافی ہے۔ لہٰذا اس کی شرعی حد بیان فرمائیے۔ نیز یہ بھی کہتا ہے کہ اگر بے پردگی ممنوع ہوتی تو اس کے لئے کوئی سزا ضرور مقرر ہوتی۔ جو خلاف پردے خصوصاً حدِ شرعی سے متجاوز ہیں اور اس کے خلاف کوشش فرماتے ہیں، ان کی شرع میں کیا سزا ہے؟ بَیِّنُوْا و توجروا

الجواب

سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدر تو پردہ کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ پردہ کا حکم کوئی جدید نہیں ہوا، بلکہ یہ قدیم سے مسلمانوں کا شعار رہا ہے۔ یہاں تک تو بالکل صحیح ہے لیکن یہ بات کہ یہ ماموراتِ شرعیہ سے نہیں محض غلط ہے۔ جس پر یہ آیہ کریمہ:

یَآیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ط ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (الاحزاب:۵۹)

''اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں کو حکم فرما دیجئے کہ وہ (اگر بضرورت باہر نکلیں تو) اپنے تمام بدن کے اوپر چادر لٹکا لیں (اور سر سے پا تک اپنے کو برقعہ وغیرہ سے پوشیدہ کر کے نکلیں) اس میں یہ ہوگا کہ وہ پہچانی جائیں گی اور لونڈیوں سے ممتاز رہیں گی) پھر ستائی نہ جائیں گی اور (اس سے قبل جو اس طریقہ کے خلاف عمل رہا ہے) اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرنے والا ہے اور مہربان ہے (کہ تمہاری اصلاح کے طریقے تم کو تعلیم فرماتا ہے)

''تفسیر مدارک'' میں ہے:

عن المبرد معنی یدنین علیھن من جلابیبھن یرخینھا علیھن ویغطین وجوھھن واعطافھن

''یعنی مبرد نے کہا کہ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ط کے معنی یہ ہیں کہ عورتیں لٹکا لیں چادروں کو اپنے اوپر اور ان سے اپنے چہرے اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں''۔

نیز ''تفسیر سراج المنیر'' و''معالم التنزیل'' و''خازن'' وغیرہ میں ہے:

قال ابن عباس امرہ نساء المومنین ان یغطین روسھن و وجوھھن بالجلابیب الاعینا واحدۃ لتعلم انھن حرائر...

''یعنی رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کی عورتوں کو حکم فرمایا ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے بڑی بڑی چادروں سے ڈھانپ لیں، البتہ راہ پر نظر کرنے کے

لئے ایک آنکھ کھلی رکھیں تاکہ پہچان لی جائیں کہ وہ آزاد ہیں''۔

اسی طرح بہت سی احادیث اس باب میں وارد ہیں جن کا حاصل یہی ہے کہ عورتوں کو پردہ میں رہنا لازمی ہے......

☆ چنانچہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار میں یہ ذکر چھڑا کہ ''وہ کیا فعل ہے جو عورتوں کے معاملہ میں مردوں کے لئے اور مَردوں کے معاملہ میں عورتوں کے لئے بہتر ہے''۔ جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے گھر واپس تشریف لائے تو اس کا ذکر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا تو حضرت سیّدہ نے فرمایا کہ:

''مَردوں کے لیے عورتوں کے باب میں یہ بہتر ہے کہ وہ ان کو نہ دیکھیں اور عورتوں کے لئے مردوں کے باب میں یہ بہتر ہے کہ وہ ان پر نظر نہ ڈالیں''...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جواب کو سرکارِ والا میں پیش کیا، تو حضور نے فرمایا:

ھی بضعۃ منی . . .

یعنی ''فاطمہ میرا ٹکڑا ہے، یہ جواب اس ہی کو سزاوار ہے'' صاحبِ کفایہ اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

فدل انہ لا یباح النظر الی شئی من بدنھا

یعنی ''یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کے اعضاء میں سے کسی عضو پر بھی نظر کرنا حلال نہیں''۔

☆ دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ

''اللہ تعالیٰ لعنت کرے دیکھنے والے پر (جس نے قصداً ایسی طرف نظر کی جس

کا دیکھنا اس کو روا نہ تھا، خواہ اجنبی عورت ہو یا کسی کا ستر وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس پر جس کی طرف دیکھا گیا اور اس نے بغیر عذر و اضطرار کے اپنے کو دکھلایا''

۔

(رواہ البیہقی)

☆ تیسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ

''عورتوں پر داخل ہونے سے حذر کرو''، کسی نے عرض کیا کہ:

''حضور! خاوند کے عزیز و اقارب، بھائی، بھتیجے بھی نہ داخل ہوں''......فرمایا:

''الحمو الموت''......''یہ لوگ تو بمنزلہ موت کے ہیں''۔

(رواہ البخاری والمسلم)

☆ چوتھی حدیث میں ہے۔

من نظر الی محاسن امراۃ اجنبیہ عن شھوۃ صب فی عینیہ الانک یوم القیامۃ...

''جو شخص اجنبیہ عورت کے محاسن کی جانب شہوت سے نظر کرے گا قیامت کے روز اس کی آنکھ میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا'' (**کذا فی الھدایہ**)

☆ پانچویں حدیث میں ہے:

المراۃ عورتہ فاذ خرجت استشرفھا الشیطان...

''عورت تو تمام کی تمام اس قابل ہے کہ وہ پردے میں رہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف نظر اٹھاتا ہے''۔ (رواہ الترمذی شریف)

الحاصل اس میں شک نہیں کہ عورتوں کے لیے پردہ واجب ہے اور اس کا منکر محض جاہل۔ اب اگر یہ شبہہ کیا جائے کہ بعض کتب میں اجنبیہ کی طرف نظر کرنے کو

مطلقاً حرام نہیں فرمایا ہے، بلکہ آیۂ کریمہ:

وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا (النور:۳۱)

''اور اپنا بناؤ (سنگھار) نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے''۔

شوہر اور محرم کے سوا اور کسی کے اس کے جسم کے کسی حصہ کا دیکھنا صرف معالجہ کی ضرورت سے قدرے جائز ہے...... اس آیہ سے استدلال کرتے ہوئے چہرہ اور ہتھیلیوں کا اور بعض نے قدموں کا بھی استثناء کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں ستر کا حکم بتلایا گیا ہے اور صرف ان اعضاء کا ذکر کیا گیا ہے جن پر نظر کرنا مطلقاً حرام ہے خواہ شہوت کا خوف ہو یا نہ ہو اور چہرہ پر نظر کرنے کی حرمت شہوت کے ساتھ مقید ہے۔ اگر شہوت کا خوف نہ ہو تو چہرہ یا ہتھیلیوں پر نظر کرنا حرام نہیں لیکن چونکہ عام آدمیوں پر اس کا اطمینان نہیں کیا جاسکتا تھا کہ عورت کو دیکھ کر اس کو شہوت پیدا نہ ہوگی، اس لیے پردہ کا عام حکم دے دیا گیا، البتہ صحابۂ کرام کے نفوس چونکہ پاک تھے اس وجہ سے پردہ کی اس وقت میں ایسی زیادہ تاکید نہ کی جاتی تھی، پچھلے زمانہ میں جب نفوس فساد کی جانب زیادہ مائل ہو گئے تو مطلقاً عورت کو چہرہ کھولنے کی ممانعت کردی گئی، چنانچہ ''درمختار'' میں ہے۔

فحل النظر مقید بعدم الشھوۃ والا فحرام وھذا فی زمانھم واما فی زماننا فمنع من الشابہ

''یعنی چہرہ و ہتھیلیوں پر نظر کرنے کی حلت عدمِ شہوت کے ساتھ مقید ہے اگر جانبین میں سے کسی پر شہوت کا خوف ہو تو ان اعضاء پر نظر کرنا مطلقاً حرام ہے''۔

بلکہ بعض مفسرین تو اس طرف گئے ہیں کہ اوّل ہی سے مطلقاً واجب ہے خواہ شہوت کا خوف ہو یا نہ ہو، فرماتے ہیں: کہ آیۂ کریمہ: **وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ**

مِنْهَا سے استدلالِ مذکور صحیح نہیں کیونکہ وہ نظر کے باب میں وارد نہیں ہوئی بلکہ اس میں حالتِ نماز (میں پردے) کا حکم ہے، چنانچہ بیضاوی میں ہے......

الاظہر ان ھذا فی الصلٰوۃ لا فی النظر فان کل بدن الحرۃ عورۃ ولا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شئی منھا الا لضرورۃ کالمعالجہ وتحمل الشھادۃ

''یعنی اظہر یہ ہے کہ یہ حکم بعض اعضاء کا استثناء نماز میں ہے نہ نظر میں، کیونکہ آزاد عورت کا تو کُل بدن قابلِ سَتر ہے، اور سوائے زوج اور محرم کے کسی کو جائز نہیں کہ وہ اس کے بدن کے کسی حصہ پر نظر کرے، البتہ بضرورت جیسے علاج کے لیے اور تحملِ شہادت کے لیے''۔

صاحبِ تفسیرِ احمدی تحت آیۂ کریمہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ (الاحزاب: ۵۳)

''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ داخل ہو (جب تک اِذن نہ ہو)''

تحریر فرماتے ہیں:

ھذا الایۃ ھی الایۃ التی یفھم منھا ان یحتجب النساء من الرجال

''یعنی یہی وہ آیت ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ عورتیں مردوں سے پردہ کریں''۔

پھر فرماتے ہیں:

لان موردھا وان کان خاصا فی حق ازواج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکن الحکم عام لکل من المومنات فیفھم منہ ان یحتجب جمیع النساء من الرجال ولا یبدین انفسھن علیھم

یہی بزرگ تحت آیۂ کریمہ: وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ (النور:۳۱)
فرماتے ہیں:

وقد قال بعض المفسرین ان ھذا الحکم لجمیع المومنات
ولکن خصت بہ ازواج النبی علیہ السلام بخصوص الواقعہ

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رجحان بھی اسی جانب ہے کہ عورت پر بہر حال پردہ واجب ہے اور اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا سے صرف ایک آنکھ کا استثناء کیا گیا ہے کہ اس کے نہ کھولنے میں ہرج ہے۔

لکنھا تقول ھی لاتجد بدا من ان تمشی فی الطریق ولا بد ان
تفتح احدی عینیھا التبصر الطریق فیجولھا ان تکشف احدی
عینیھا لھذۃ الضرورۃ (کذافی الکنایہ)

''یعنی لیکن وہ فرماتی ہیں: چونکہ عورت کو کام کاج کے لئے راستہ میں جانا بھی ضروری ہے اور ایک آنکھ کا کھلا رکھنا بھی لازمی ہے، تا کہ راستہ چل سکے اس لئے اس کو اس ضرورت سے ایک آنکھ کا کھولنا جائز ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا سے ظاہر لباس اور موزوں کا استثناء ہے کہ ان کا کھلا رہنا لابدی ہے''۔ چنانچہ ''کفایہ'' میں ہے:

قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ المراد منہ خفھا و نلابسھا

پھر عقل بھی اسی کو ترجیح دیتی ہے کہ عورت کے لئے اجانب کے سامنے بلا ضرورت چہرہ کھولنا ممنوع رکھا جائے کیونکہ نظر کی حرمت فتنہ ہی کے خوف کی وجہ سے تو ہے، اور ظاہر ہے کہ جس قدر چہرہ کی وجہ سے لوگ فتنہ میں پڑتے ہیں، اس قدر دوسرے اعضاء کے دیکھنے سے نہیں پڑتے، پس چہرہ کا چھپانا بہ نسبت دوسرے اعضاء کے نہایت ضروری ہوا کہ یہی وہ عضو ہے جس میں وہ مقناطیسی اثر رکھا ہوا ہے، جس

سے بڑے بڑے پارسا اس کے دام میں آجاتے ہیں اور شیطان اس کی بدولت خاطر خواہ کامیابی پیدا کر لیتا ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

النساء حبائل الشیطان بھن یصید الرجال

''عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں، ان ہی سے وہ مردوں کا شکار کرتا ہے''۔

......اب رہا وہ حجاب جو شرفاء میں معمول ہے کہ بلا ضرورت جب تک پردہ کی سواری میسر آتی ہے، عورتوں کو برقعہ میں بھی نہیں نکالا جاتا۔ سو یہ بھی محمود ہے کہ اس زمانہ میں مرد صورت عورت کی قد اور چال کے انداز سے فتنے میں پڑ رہے ہیں اور اس کا تدارک بغیر اس صورت کے دشوار ہے، پس اس صورت کا (برقعہ) اختیار کرنا بھی ضروری ہوا۔ غرض عقلاً و نقلاً ہر طرح پردہ کا وجوب ثابت ہے، جس کا انکار یقیناً فسق ہے، اور جب شرعاً پردہ واجب ہے تو اس کو اسلام کے منافی اور مانع ترقی کہنا خالص حماقت نہیں تو اور کیا ہے، کابل میں ان ہی جیسے مسئلوں کی بدولت جو کچھ ترقی میسر آئی وہ اظہر من الشمس ہے...... ایک اسی حکم پر کیا منحصر ہے، اسلام میں کوئی بھی حکم ایسا نہیں جو اس ترقی کا مانع ہو جس کو (واقعتاً) ترقی کہا جا سکتا ہے، اسلام تو بحکم آیۂ کریمہ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (مائدہ: ۳)

''(آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا) تمام خوبیوں کا جامع ہے''۔

اگر کسی کو اس کی خوبی یا برائی نظر آئے تو اس کی آنکھ کا قصور ہے، رہا یہ اعتراض کہ اگر بے پردگی ممنوع ہوتی تو اس کے لیے شرعی سزا ضرور مقرر ہوتی، یہ محض جاہلانہ خیال ہے، ممنوعاتِ شرعیہ میں سے سوائے چند ممنوعات کے ہزاروں ممنوعات وہ ہیں جن پر کوئی سزا مقرر نہیں فرمائی گئی، یہ بات کہ پردہ کے خلاف کوشش کرنے والوں کی کیا سزا ہے تو اس کی کامل سزا تو وہی قہار جبار دے گا، جس کا ارشاد ہے:

وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا (النساء:۱۱۵)

''اور مسلمانوں کی راہ سے جُدا راہ چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے، اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے، اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی''

ہم زیادہ سے زیادہ اس کے سوا کیا کر سکتے ہیں کہ بحکم آیۂ کریمہ

وَ لَا تَرۡکَنُوۡۤا اِلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ (ھود:۱۱۳)

''اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی''۔

(کسی کی طرف جھکنا اس کے ساتھ میل ومحبت کو کہتے ہیں، معنی یہ ہیں کہ ظالموں کے اعمال سے راضی نہ ہو، یعنی خدا کے نافرمانوں اور گمراہوں کے ساتھ میل جول نہ رکھو) ایسوں سے سلام وکلام ترک کر دیں، یہاں تک کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے راہِ راست پر آ جائیں۔

فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر اللہ غفرلہ،

الامام مسجد فتح پوری، دہلی

پردہ کیا ہے؟

مؤلف

حضرت مولانا انور نظامی مصباحی

مُدَّ ظِلُّہُ العَالِی

ے

انتساب

مادرِ علمی

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

اور

جامعہ فیض العلوم، جمشید پور، بہار

کے

اساتذہ، اربابِ حل وعقد اور معاونین کے نام

ع

نذرانۂ خلوص ہمارا قبول ہو

ے

ہدیہ

والدین کریمین اور ان مسلمان مردوں اور عورتوں
بالخصوص اسلام کے غیور بیٹوں اور بیٹیوں کی خدمت میں، جو اسلامی
اقدار کی نگہبانی کا جذبہ رکھتے ہیں۔

غیرت کی نگاہوں میں یہ آنسو نہیں خوں ہے
گر پردۂ غفلت پہ ٹپک جائے تو جل جائے
حالات کی گردش نے چلائے ہیں جو مجھ پر
اے کاش وہ نشتر ترے احساس پہ چل جائے

(بدر القادری)

ے

حرفِ اوّل

زیر نظر رسالہ کا مسودہ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کی تعطیل میں مکمل ہو چکا تھا، ابتداءً ایک مختصر مقالے کی ترتیب کا ارادہ تھا مگر فیضانِ الٰہی سے یہ ایک رسالے کی صورت اختیار کر گیا۔ کتابوں کی عدم فراہمی اور مطالعے کی کمی، بہر حال کتاب میں آپ محسوس کریں گے، تاہم ایک محدود علم رکھنے والے سے جو کچھ ہو سکتا تھا۔ اس کی کوشش کی گئی ہے۔ زیر نظر موضوع پر بہت کچھ لکھا جانا چاہیئے اور بالغ نظر اہل قلم اس موضوع پر علم کے دریا بہا سکتے ہیں، تاہم مختصر وقت میں ضروری باتوں کے علم کے لئے شاید اس میں بہت کچھ مل جائے۔ حتی الامکان مسائل اور حوالہ جات کی صحت کا التزام کیا گیا ہے، پھر بھی بشری تقاضوں سے خالی نہیں ہوں، میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ کتاب کے مندرجات حرف بہ حرف پتھر کی لکیر ہیں۔ بلکہ اہل علم کی خدمت میں عرض ہے کہ علمی اور شرعی خامیاں نظر آئیں تو طعن و تشنیع، تجہیل و تحمیق کے بجائے رہنمائی فرما کر مشکور ہوں۔ تاکہ آئندہ اس کی اصلاح ہو سکے اور راقم کا حوصلہ پست نہ ہو۔

فقیہِ عصر، شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی اطال اللہ عمرہ کا میں بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر مقالہ سنا اور اصلاح سے نوازا اور ساتھ ہی تقریظ تحریر فرمائی۔ یہ ان کی اصاغر نوازی کی ادنیٰ مثال ہے مگر راقم کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔

میرا ایسا کچھ ارادہ نہ تھا کہ یہ کتاب کی صورت میں آپ تک پہنچے گا مگر بعض

احباب مثلاً حضرت مولانا آلِ مصطفی مصباحی جامعہ امجدیہ گھوسی، مولانا طیب علی رضا مصباحی جامعہ فاروقیہ بنارس، مولانا ارشاد احمد مصباحی سہسرامی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور مفتی امان الرب صاحب گلشن بغداد کے اصرار وتعاون سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کتابت کا مرحلہ خوشنویس مولانا محمد شمس الدین فیضی ہزاری باغوی نے بڑے اخلاص سے طے کیا ہے۔ میں ان حضرات کا اور **المجمع العلمی** کے ارکان وممبران ومعاونین کا بے حد شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین۔

فقط والسلام

محمد انوار نظامی مصباحی

کٹگھرا، سودن، ہزاری باغ (بہار)

۱۱ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ / ۳۰ مئی ۱۹۹۶ء

☆

مشیر کار

(۱) حضرت مولانا مشرف حسین مصباحی، مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ بکارو، تھرمل، بہار۔

(۲) حضرت مولانا انوار احمد مصباحی، ٹیچر گرلز ہائی سکول، ہری ہر گنج اورنگ آباد، بہار۔

تقریظ

فقیہِ عصر، شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی

(صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور)

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

جناب مولانا انور علی نظامی صاحب، **زید مجدھم** کا یہ رسالہ جو عورتوں کے پردے کے بارے میں ہے، میں نے تقریباً پورا انہیں سے سنا ہے۔ بہت اہم اور مفید مضامین پر مشتمل ہے۔ عورتوں کی بے پردگی بہت عام ہوتی جا رہی ہے جو معاشرے کے لئے خطرناک ہے۔ اس بے پردگی کے برے نتائج آئے دن سننے میں آتے ہیں لیکن مَردوں کی غیرت جیسے ختم ہوگئی کہ وہ اس کے روک تھام کے لیے کوئی مؤثر اقدام نہیں کرتے۔ حالاں کہ معاشرے کو گندگی سے بچانے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اکبر الہ آبادی نے کہا ہے:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مَردوں کے پڑ گیا

اپنی غیرت سے متاثر ہو کر ایک بار اکبر نے یہ بھی کہا۔

خدا کے فضل سے بی بی میاں دونوں مہذّب ہیں
انہیں پردہ نہیں آتا، انہیں غصہ نہیں آتا!

اور سب سے خطرناک ایک رواج نیم دروں، نیم بروں والا چل پڑا ہے کہ کچھ پردہ نشین بننے والی خواتین برقع اوڑھ کر گھر سے نکلتی ہیں اپنے محلہ اور بستی میں تو منہ چھپائے رکھتی ہیں اور جہاں محلہ اور بستی سے باہر ہوئیں برقع میں لپٹی تو رہتی ہیں مگر منہ کھول دیتی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ جب منہ کھول کے گھومنا ہے تو برقع میں لپٹے رہنے کی کیا ضرورت؟ برقع بھی اتار کر پھینک دیں۔ برقع میں لپٹے رہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں، جب منہ کھول ہی کے چلنا ہے تو برقع اوڑھے رہنے سے سوائے اس کے اور کیا مقصود ہوگا کہ یہ عورتیں اعلان کرنا چاہتی ہیں کہ ہم ہیں تو مسلمان عورتیں مگر غیرت اور حدودِ شرع کو پامال کر کے ترقی یافتہ ہو چکی ہیں۔

مولانا موصوف کی یہ کوشش اس ماحول میں قابل ستائش ہے میری دعا ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان کی اس کتاب کو اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

محمد شریف الحق امجدی
۸ ذوالحجہ ۱۴۱۶ ہجری
بمطابق ۲۷-۴-۱۹۹۶ء

ابتدائیہ

آئینے کو فضا میں اُچھالا نہ کیجئے
کیا کیجئے گاگر کے اگر چُور ہوگیا؟

مردوں کی ذمہ داریاں:

یہ سُلگتا ہوا معاشرہ، یہ سسکتی انسانیت، یہ نیلام ہوتا ہوا ناموس، تارتار عصمتیں، بدکاریوں کے پھیلتے جراثیم، شراب وشباب کی متوالی دنیا، حلت وحرمت میں عدم تفریق، آوارگی وبے پردگی، بے غیرتی وبے حیائی، سب جہنم کے راستے کے حسین وخوبصورت سنگِ میل ہیں۔ جن میں ظاہری چمک دمک، زینت وآرائش اور اعلیٰ طمطراق ہے۔ یہ نئی تہذیب کی نیرنگیاں، شداد کی جنت اور دجال کے مکر وفریب سے کم نہیں۔ ظاہر میں حسین وجمیل، مگر باطن گناہوں میں ڈوبی ہوئی راتیں بدکاریوں کی گہری کھائیاں، بلکہ جہنم کے دہکتے شعلوں میں لے جانے والے اسباب اس میں پوشیدہ ہیں۔ جہنم کے ایندھن دنیاوی لکڑیاں، پٹرول اور کوئلہ نہیں بلکہ انسان ہیں انسان!

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ج (القرآن الحکیم)

''بچو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں''۔

اس جہنم سے اپنے گھر، خاندان اور معاشرہ کو بچاؤ اور خود بھی بچو۔ ہاں! یہ تمہارے اوپر واجب ہے۔ تمہارے لئے اہل خانہ کے لئے، خاندان کے لئے اس

میں دنیوی واُخروی مفاد پوشیدہ ہے۔ ورنہ عذاب الٰہی کسی بھی صورت نازل ہوسکتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (القرآن الحکیم)

''اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ''۔

جواب دینا ہوگا:

دنیا چند روزہ ہے۔ اس کی رعنائیاں دو دن کی ہیں۔ چار دن کی چاندنی پر اترانا عقلمندوں کا کام نہیں۔ قیامت آنے والی ہے، تمہیں اپنے اہل وعیال کا نگہبان اور حاکم بنایا گیا ہے۔ اگر اہل خانہ میں فساد آ گیا تو اس کا جواب تمہیں دینا پڑے گا۔ ہاں! خدا نے مردوں کو حاکم بنایا ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ۔

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں''۔

اور حاکم کو اپنی حکومت کا حساب دینا ہوگا۔ تمہارے زیر تربیت افراد کیوں آوارہ ہو گئے؟

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْهُ

''تم میں کا ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص اپنی حکومت کا جواب دہ ہے''۔

تمہارے گھر کی خواتین آوارگی اور بے حجابی اختیار کرتی ہیں اور تم انہیں سختی سے منع نہیں کرتے تو تمہیں بھی اس کی سزا بھگتنی ہوگی اور ان خواتین پر فسق وفجور اور آوارگی کا حکم لگے گا تو تم پر بے غیرت، دیوث (بھڑوا) اور فاسق وفاجر ہونے کا حکم صادر ہوگا۔ بے پردگی کے وبال میں جہاں انہیں سزا بھگتنی ہوگی وہیں عدمِ ممانعت کا وبال تم پر بھی آئے گا کیوں کہ تمہیں حاکم بنایا گیا ہے۔

یہ عجیب سماں ہے کہ جن کو حاکم بنایا گیا وہ محکوموں کے تابع فرمان ہوئے جاتے

ہیں، وہ کیا اپنی بات ان سے منوائیں گے، خود ان کے آگے سر تسلیم خم کئے بیٹھے ہیں ع
جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

اے اسلام کی شہزادیو!

اسلام کے یہ جانفزا پیغامات تمہارے لئے ہیں۔ تمہیں اپنی عزت کا اتنا خیال نہیں جتنا تمہاری عفت و پاکدامنی کی پاسداری مذہبِ اسلام نے کی ہے۔ بھلا بتاؤ جس اسلام نے تمہیں قعر مذلّت سے نکال کر عزت و حرمت کی بلند ترین چوٹی پر کھڑا کر دیا تمہیں ہر طرح کی مراعات سے نوازا، پیدائش سے لے کر نکاح اور دیگر امور میں مردوں کی طرح اختیار دیا تمہیں ان کی طرح مال و دولت میں حصہ دار ٹھہرایا۔ غور کرو تمہاری حیثیت ایک غلام سے زیادہ نہ تھی، دنیا نے تمہیں ٹھکرا دیا تھا تمہارے پژمردہ رخسار پر تازگی کا غازہ کس نے مَلا۔ تمہارا کھویا ہوا وقار کہاں سے واپس ملا؟ تمہیں اسلام نے بلند کیا۔ دنیا نے تمہیں شر و فساد کا گہوارہ قرار دے رکھا تھا۔ اسلام نے تمہیں امن و آشتی اور سکون و قرار کا مرجع بنا دیا۔ تمہارا وجود دنیا کے لئے جہنم تصور کیا گیا تھا۔ اسلام نے تمہارے قدموں تلے جنت رکھ دی۔

مگر تم ہو کہ پھر اسی دنیا، اسی تہذیب اور اسی ظاہر پرستی پر جان دے رہی ہو۔ یہ دنیا تمہیں تمہارا حق نہیں دلا سکتی۔ اپنے حقوق کی تلاش ہے تو اسلام کے دامن میں رہو جس نے تمہیں عزت و وقار دیا وہی تمہارے حقوق کی پاسداری کرے گا۔

اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ تم کو خدا نے ایمان کی دولت سے مالا مال کیا ہے، پھر تمہاری یہ شان نہیں ہونی چاہئے کہ ایمان کے دشمنوں کی سنو، وہ اسلام کے اور اسلامی روایات کے دشمن ہیں۔ ترقی کے نام پر تمہارا جوہرِ عفت و عصمت بلکہ دولتِ ایمان چھین رہے ہیں۔ خدارا اپنی حیثیت کو پہچانو اور معاشرہ میں ایسا انقلاب پیدا کرو کہ دنیا کہہ اٹھے کہ یہ وہی اسلام کی سرفروش خواتین ہیں جنہوں نے کبھی تاریخ کو خالد

وبو عبیدہ، طارق ومحمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی جیسے مجاہد غزالی ورازی جیسے صاحبِ علم اور غوث وخواجہ جیسے روحانی پیشوا عطا کیے تھے۔

تمہارے سر پر یہ آنچل بہت ہی خوب ہے لیکن
تم اس آنچل سے اک پرچم بنا لیتیں تو اچھا تھا

کیا تم یہ بتا سکتی ہو کہ مغربی طرز روش، آزادانہ زندگی، بے پردگی، دنیوی تعلیم، کارخانوں، تعلیم گاہوں، آفسوں اور سیاست کے سٹیج پر آ کر کسی عورت نے نیک نامی حاصل کی ہے؟ کیا دنیا نے اسے اچھا جانا ہے؟ خبر نہیں کہ ایسی خواتین معزز معاشرے میں کتنی گری ہوئی تصور کی جاتی ہیں یہ اور بات ہے کہ چند نظر فروش اور بندگانِ نفس کے تعریفی جملوں اور ان کے داد وتحسین سے وقتی طور پر انہیں اپنی کامیابی اور سرخروئی کا احساس ہوتا ہے۔ مگر غور کرو تو وہی لوگ اسے غائبانہ کس نام اور کن القابات سے یاد کرتے ہیں۔

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

تمہارے دین میں کس چیز کی کمی ہے، تمہاری اسلامی تہذیب میں ہر خوبی موجود ہے۔ حقوق ومراعات، عزت وعظمت، محبت والفت، علم وعمل کے پاکیزہ اور خوش رنگ پھول جن کی عطر بیزیوں سے سارا جہان مہک رہا ہے۔ اس کی بھینی بھینی خوشبوئیں آج بھی اقوامِ عالم کا مرکزِ توجہ بنی ہوئی ہیں۔ ہم کسی تہذیب وتمدن کے دست نگر نہیں۔ ہماری تہذیب سے دنیا نے جینے کے انداز سیکھے ہیں۔ ایک مسلمان کی شان یہ نہیں کہ اپنی خوبیوں کے بجائے دوسرے کی خامیوں کو اپنائیں۔

برخود نظر کشا! زتہی دامنی مرنج

در سینۂ تو ماہِ تمامے نہادہ اند

اگر ہمارے دل میں ایمان وایقان کی دولت ہے تو ہمارے روز وشب اس آیت کی تفسیر بن سکتے ہیں:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (القرآن الحکیم۔سورۂ الاحزاب: پ:۲۲، ع:۲)

''کسی مسلمان مرد اور عورت کی یہ شان نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملے کا فیصلہ فرما دیں پھر بھی ان کو اپنے معاملے کا اختیار باقی رہے۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلا ہوا گمراہ ہوگیا''۔

اسلامی احکامات تمہاری سلامتی وبقا اور حریت وآزادی کے پاسبان ہیں۔ ذرا ان کا مطالعہ کرو اور ان کے سانچے میں زندگی کے صبح ومسا کو ڈھال دو تو ماتھے کی آنکھوں سے دنیا ہی میں جنت کا نمونہ دیکھ لوگے۔

حالات کی گردش نے چلائے ہیں جو مجھ پر
اے کاش! وہ نشتر تیرے احساس پہ چل جائے

☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱)

اسلام کا فلسفۂ پردہ

اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا معاشرہ ستر وحجاب کے تصور سے یکسر خالی نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عُریانیت وفحاشی کے وافر مواد اُس تہذیب میں نمایاں نظر آتے ہیں جسے قرآن نے ’’تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ‘‘ سے تعبیر کیا ہے۔ نمائشِ حُسن، اظہارِ زینت، نزاکت وادا شخصی واجتماعی مجلسوں میں عام تھے۔ خواتین ایسے لباس پہنتیں کہ گلا اور سینے کا پردہ نہیں ہو پاتا۔ دوپٹے کا استعمال تھا تاہم سروں پر ڈال کر اس کے دونوں سرے پشت کی جانب لٹکا دیئے جاتے۔ وسیع گریبانوں کے دریچے سے بے پردگی کا مظاہرہ ہوتا رہتا تھا۔

زیوروں کی جھنکار اور بھڑکیلی خوشبوؤں سے گردوپیش کو اپنی جانب متوجہ کرنا، نخوت وغرور سے اِترا کر چلنا، اور مردوں کی نگاہوں کے لئے اپنی ذات میں ہر طرح کی کشش پیدا کرنے کی کوشش معیوب نہیں سمجھی جاتی، جس کی وجہ سے بدکاری، فحاشی اور زناکاری جیسے جراثیم معاشرۂ انسانی کو تباہ وبرباد کر رہے تھے۔ الغرض ہر وہ ناز وانداز جس میں صنفِ مخالف کے لیے کشش کا باعث ہو عورتیں اپنانے میں عار محسوس نہیں کرتی تھیں۔

مذہبِ اسلام جس کا مقصد ایک پاکیزہ اور معتدل معاشرہ کی تشکیل کرنا ہے وہ جہاں باطنی طہارت کے لئے عبادت کا نظریہ پیش کرتا ہے وہیں ظلم وزیادتی، اخلاقی

پستی اور معاشرے کے دیگر مہلک جراثیم کے خاتمے کا اصول بھی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک جانب زنا و بدکاری کے مجرمین کے خلاف حدود وتعزیرات مقرر کئے گئے تاکہ مجرم پھر کبھی اِس برائی کا تصور بھی نہ کرسکے تو دوسری جانب اِن برائیوں کے انسداد کے لئے ہر اُس چور دروازے کو بھی بند کیا ہے جس سے اس ناسور کے داخل ہونے کا اِمکان تھا۔

بدکرداری و فُحش آلودگیوں سے معاشرے کو پاک کرنے کے لئے اسلام نے دو طرح کے اقدامات کئے۔

(۱) جرائم اور بدکاری کی پیش بندی اور عزت وناموس کے تحفظ کے لئے پردہ کا اہتمام۔

(۲) ارتکابِ جرائم کے بعد مستقبل میں اس کی اصلاح اور غیروں کی عبرت کے لئے حدود اور سزاؤں کا نفاذ۔

سردست میرا موضوع پہلی صورت ہے جس کا بنیادی مقصد معاشرے کو جرائم سے پاک کرکے عزت وناموس کا تحفظ ہے۔

پردہ کی مخالفت کے اسباب؟

آج کل چند غلط فہمیوں، جہالتوں یا خودغرضیوں کی وجہ سے پردے کی مخالفت کی جارہی ہے۔ خصوصاً تہذیب جدید کے پرستاروں نے تو پردے کی صورت ہی مسخ کرڈالی ہے، اور اُس کو خواتین کی حق تلفی، بے عزتی، اسیری اوران پر ظلم سے تعبیر کیا ہے۔ اور وہ اعتراضات کیے جارہے ہیں جو کچھ اس قسم کے ہیں۔

(۱) پردہ عورت کی آزادی کا دشمن ہے اور اس کی فطری صلاحیتوں کی نشوونما میں حائل ہے۔

(۲) پردہ عورتوں کی غلامانہ ذِلّت اوران کی حق تلفی ہے۔

یہ اور اس قسم کے اعتراضات کرنے والے ذرا سی عقل اور غور و فکر سے کام لیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان اعتراضات کا اسلامی نظریۂ پردہ سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

آزادی نسواں!

اسلامی پردہ کا مقصد نہ تو خواتین کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا ہے نہ ہی ان کی فطری صلاحیتوں کا استیصال اس کا مطمحِ نظر ہے۔ بلکہ اسلامی پردہ عورتوں کو عزت وعظمت اور تحفظ و عصمت کی دولتِ بے بہا سے نوازتا ہے۔ پردہ کا مقصد ان کے حسن و جمال اور عفت و عصمت کی انمول دولت کو حریص نظروں سے بچانا ہے۔

عورت کا سراپا زیبائش و آرائش، نزاکت و رعنائی اور کشش و جاذبیت کا مجسمہ ہے۔ اس کے رگ و پے میں دلوں کو تسخیر اور نگاہوں کو اسیر کرنے والے عناصر کی فراوانی ہے لیکن مذہب اسلام میں ہوس رانی و لذت اندوزی کی کھلی آزادی نہیں بلکہ اس کا دائرہ شرعی بیویوں اور باندیوں میں محدود کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا بیویوں کے سوا اجنبی عورتیں کسی کے قلبی ہیجان کا سبب نہ بنیں۔ اس کے لئے قلب و نظر کی حد بندی اور حسن و جمال کو چھپانا ضروری ہے تا کہ ایک دوسرے کا احترام باقی رہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب خواتین کے پیکرِ دلکش کو چھپا کر رکھا جائے۔

اسی طرح عورتوں میں خود نمائی کا جذبہ قدرتی طور پر وافر مقدار میں پایا جاتا ہے اسی لئے انہیں اس کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت و آرائش اور حسن و جمال کو اجنبیوں سے پوشیدہ رکھیں، مبادا اپنی خود نمائی و ستائش پسندی کے دامِ فریب میں پھنس کر اپنی عصمت کی انمول دولت نہ گنوا بیٹھیں۔

اسلام یہ بھی نہیں کہتا کہ عورتیں مفلوج ہو کر رہ جائیں اور اپنی شرعی و طبعی ہر طرح کی ضرورتوں کا جنازہ نکال دیں اور ساری دنیا سے علاحدہ ((علیحدہ)) گوشہ نشین بن

جائیں۔ اسلام میں اس کی اجازت ہے کہ عورت اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے اعضائے بدن کو دبیز کپڑے میں ڈھک کر گھر سے نکل سکتی ہے ان کی فطری صلاحیتوں کی تکمیل کے لئے علومِ دینیہ کی تحصیل فرض قرار دی گئی۔ دستکاری، اُمورِ خانہ داری اور بچوں کی تربیت و پرداخت کے اصول وضوابط سیکھنے کی، غرض یہ کہ ہر جائز طریقے سے ان کی فطری صلاحیتوں کو کارآمد بنانے پر زور دیا گیا، اور پردہ اس میں کسی طرح بھی مانع نہیں۔

البتہ اسلام اس کی چھوٹ نہیں دیتا کہ عریاں، نیم عریاں، یا باریک لباس میں ملبوس سولہ سنگار کر کے بھڑکیلی خوشبوؤں میں بس کر مٹکتی، اتراتی، شاہراہوں، بازاروں، کلبوں اور پارکوں میں اپنے حسن کی نمائش کرتی پھریں اور اوباش نظروں کا نشانہ بنیں۔ اسلامی پردہ عورتوں کی آزادی ختم نہیں کرتا مگر ان کو شرم وحیا سے بھی آزاد نہیں دیکھنا چاہتا۔

درحقیقت ''آزادی نسواں'' کا نعرہ لگانے والے بندگان نفس عورتوں کے خیر خواہ نہیں بلکہ بدخواہ ہیں۔ وہ ان کی عزت وعصمت، طہارت وپاکیزگی اور نسوانی وقار کے دشمن ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ قلب ونظر کی تسکین کے لئے اپنے گھروں تک ہی محدود نہ رہنا پڑے بلکہ گلیوں سے لے کر بازاروں تک اور ہوٹلوں سے آفسوں تک انہیں ہوس رانی کی کھلی چھوٹ ہو اور کردار وعمل کی دنیا کو جرائم کدہ بنانے میں کوئی شے مانع نہ بنے۔

پردہ عزت ہے ذلّت نہیں

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ''پردہ عورتوں کی ذلت ہے'' حالانکہ یہ کتنی بڑی جہالت ہے۔ پردہ تو عورت کا احترام ہے، پردہ عورت کی عزت وعظمت کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ قیمتی جواہرات کو صندوق میں بند رکھنا، قرآن عظیم کو جزدان میں چھپانا، کعبے پر

غلاف کا پردہ ڈالنا عظمت و بزرگی اور حرمت و عزت کا اظہار ہے۔ پردہ کو ذلت سے تعبیر کرنے والے عقل و شعور، حکمت و دانائی اور حقیقت سے بے بہرہ ہیں۔ کیا کعبہ کا غلاف، قرآن پاک کا جزدان اور مزاراتِ اولیاء کی چادریں اُن کی ذلت و رسوائی کا باعث ہیں؟؟؟

اے اسلام کی غیرت مند شہزادیو! یہ دنیا دار نام نہاد ترقی کا دھوکہ دے کر ہم سے ہمارا اسلامی لباس، ہماری مذہبی علامت اور ہمارا دینی وقار چھین کر مغرب کا غلام بنا دینا چاہتے ہیں اور اسلام کی بیٹیوں سے ان کا نسوانی اعزاز سلب کر لینا چاہتے ہیں جو کبھی خاتون جنت، صحابیات اور متبرک خواتین کی پاک زندگیوں میں نظر آتا ہے۔

پردہ کو حق تلفی سے تعبیر کرنے والوں کی اگر یہ مراد ہے کہ عورتوں کا حق ہے کہ وہ جس طرح چاہیں اپنے بدن کی نمائش کریں جیسے چاہیں جہاں چاہیں جائیں تو یہ سراسر غلط ہے۔ عورتوں کا حق یہ نہیں کہ اپنے جسم کی نمائش کرنے کے لئے آزاد ہوں، ہر جائز و ناجائز جگہ جانے کی مجاز ہوں کہ پردے سے ان کے یہ حقوق ختم ہو جائیں بلکہ ان کا حق تو یہ ہے کہ اپنے جسم کی نگہداشت اور اس کے ستر و حجاب کا اہتمام کریں۔ ان کا حق یہ ہے کہ ان کے بدن کے نازک حصوں پر غیروں کی بے باک نگاہیں نہ پڑیں اور اسلامی پردہ ان کے ان حقوق کو تحفظ فراہم کرتا ہے نہ کہ اُن کی حق تلفی کرتا ہے۔ اُن کی حق تلفی بے حجاب اور آزاد معاشرہ کر رہا ہے۔ جہاں حقوق کے نام پر ان کے فطری حقوقِ حیا داری و ستر پوشی پر ڈاکہ زنی کی جارہی ہے۔ عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش کھڑا کر کے ان کے اندر سے شفقت مادری اور ممتا کی لازوال دولت چھیننے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔ ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

بے پردگی کی تباہ کاریاں

فحاشی اور عُریانیت سے ہمکنار جدید تہذیب کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس نام نہاد ترقی میں ترقیوں کے در پردہ انسانی شرافت کی ایسی تنزّلی ہوئی ہے کہ زنا، اغوا اور قتل جیسی وارداتوں کی تعداد میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ جن ممالک میں بے پردگی ایک فیشن اور عام رواج ہوگئی ہے وہاں عصمت وعفت نام کی کوئی شے شاید ہی موجود ہو۔ کنوارے ماں باپ، ناجائز اولاد کی کثرت اور جنسی اختلاط کے سبب پیدا شدہ مہلک امراض نے ڈاکٹروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہاں کے سکولوں اور کالجوں میں طلبہ وطالبات کو مانع حمل طریقے سکھا دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ روزنامہ ''قومی تنظیم'' پٹنہ جلد ۳۶ شمارہ ۱۴۶ اتوار ۳۱ مئی ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں صفحہ ۳ پر شائع ایک رپورٹ کا یہ حصہ ملاحضہ ہو۔ ''صحیح حالت حال ہی میں امریکہ میں ہوئے ایک فیڈرل سروے سے معلوم ہوا ہے جس کے مطابق سکول میں پڑھنے والے امریکن ۷۵ فیصد بچے سیکس کا مزہ چکھ چکے ہیں، ہر روز امریکہ کے سماج کو نئے دھکے لگتے ہیں۔ حال ہی میں نیو یارک میں ایک ہم جنس تنظیم نے یہ اعلان کیا کہ ایک لاکھ سے زیادہ مانع حمل سامان کھلے عام تقسیم کرے گی۔ آج امریکن سکولوں میں حالت یہ ہے کہ بغیر کوئی سوال کیے اسکولی بچوں کو مانع حمل طریقے سکھائے جاتے ہیں''۔ ایرانی روزنامہ ''اطلاعات'' اپنے ۱۹۴۷-۹-۶ شمسی کے شمارہ میں ''امریکی عورتیں جنسی حملوں کی زد پر'' کے عنوان سے ایک رپورٹ میں لکھتا ہے:۔

''واشنگٹن ایسوسی ایٹڈ پریس امریکی حکومت کو اپنی رپورٹ کرنے والے تین محقق ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ امریکہ میں لاس اینجلس وہ مقام ہے جسے زنا بالجبر کے واقعات میں اولیت حاصل ہے۔ اور اس سلسلے میں واشنگٹن تیرہویں درجہ پر آتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ واشنگٹن میں خواتین جنس پرستی کی زد میں نہیں ہیں بلکہ

بات یہ ہے کہ اس شہر میں دوسرے شہروں کی نسبت عورتوں کو زیادہ تحفظ حاصل تھے۔ لاس اینجلس میں ہر ایک لاکھ افراد میں ۵۲ افراد زنا بالجبر کے واقعہ سے دوچار ہوتے ہیں جبکہ واشنگٹن میں اس کا تناسب ۷ / ۱۷ ہے۔ نیویارک میں چھ ماہ کے عرصے میں آبروریزی کے ۳۰۰۰ (تین ہزار) واقعات پولیس کے ہاں درج کئے گئے ہیں۔ شکایات درج کرانے والوں میں چھ سال سے ۸۸ سال تک کی عمر کے افراد شامل ہیں، لیکن بیشتر شاکیوں کی عمر ۱۴ سال ہے۔ (اسلام میں مسئلہ حجاب، صفحہ ۳۳ و ۳۲)

یہ ترقی یافتہ دنیا کا اجمالی جائزہ تھا جو سرکاری ریکارڈ کے حوالے سے شائع ہوا ہے۔ یوں باہمی رضامندی سے تار تار عصمتوں کے اعداد وشمار کون بتا سکتا ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ روز وشب کتنی دوشیزائیں اپنی دوشیزگی کھوتی ہوں گی اور کتنی آزاد عورتیں غیروں کے بستروں کی زینت بنتی ہوں گی ہوٹلوں اور کلبوں میں کتنی راتیں گناہوں کے سمندر میں ڈوبتی ابھرتی ہوں گی! کیا یہ سب آزادی، عریانی اور بے پردگی کی دَین نہیں؟

دورِ جدید کا مورخ ٹوٹونمبی کہتا ہے: ''میں نے تاریخ کو پڑھا ہے اور پرکھا ہے، اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اقوام عالم اس وقت تباہ و برباد ہوئی ہیں جب ان کی عورتیں بے حجابانہ باہر نکلی ہیں''۔ (موجِ خیال ۹۴)

مشہور مؤرخ پروفیسر جے ٹائن بی لکھتا ہے:

''تاریخ انسانی میں زوال کے ادوار وہی تھے جبکہ عورت نے گھر کو خیرآباد کہہ دیا ہے''۔ (ایضاً ص ۷۳)

بے پردگی کی عبرت ناک سزا

دعوت اسلامی کے امیر مولانا محمد الیاس قادری کا بیان ہے کہ غالباً شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ کا آخری جمعہ تھا رات کو میں کورنگی (کراچی) کے ایک میدان میں منعقد

دعوتِ اسلامی کے بہت بڑے اجتماع میں بیان کر رہا تھا، اس اجتماع میں ایک نوجوان جس پر خوف طاری تھا وہ بھی شریک تھا اس نے حلفیہ بیان دیا کہ میرے ایک عزیز کی نوجوان بیٹی اچانک فوت ہوگئی۔ تدفین سے فارغ ہو کر لوٹے، تو اس کے والد کو یاد آیا کہ میرا ایک ہینڈ بیگ جس میں اہم کاغذات تھے وہ قبر ہی میں لڑکی کے ساتھ دفن ہوگیا ہے۔ لہٰذا ہم نے نہایت غور وخوض کے بعد بیگ نکالنے کے لئے دوبارہ قبر کھودی۔ ابھی ہم نے قبر کو تھوڑا ہی کھولا تھا کہ خوف کے مارے ہماری چیخیں نکل گئیں کیونکہ وہ دوشیزہ جسے ہم نے ابھی چار گھنٹے پہلے ٹھیک ٹھاک صاف ستھرے کفن میں لپیٹ کر دفن کیا تھا وہ کفن پھاڑ کر اٹھ بیٹھی تھی اور وہ بھی کمان کی طرح ٹیڑھی، آہ! اس کے بالوں سے اسکی ٹانگوں کو باندھ دیا گیا تھا اور کئی چھوٹے چھوٹے خوفناک جانور اس کو لپٹے ہوئے تھے۔ یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر ہماری گھگھی بندھ گئی اور کاغذات کا ہینڈ بیگ نکالنے کی جرأت نہ ہوئی، بس جوں توں مٹی ڈال کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ گھر آ کر میں نے اپنے عزیزوں سے دریافت کیا کہ آخر اس نوجوان لڑکی کا ایسا کیا جرم تھا؟ تو مجھے بتایا گیا کہ اور تو کوئی خاص جرم نہیں تھا بس یہی کہ یہ بھی عام لڑکیوں کی طرح بے پردگی کرتی تھی، ابھی انتقال سے چند روز پہلے رشتہ داروں میں شادی تھی تو اس نے فیشن کے بال کٹوائے تھے اور بن سنور کر شادی میں شریک ہوئی تھی۔

(حجاز جدید، فروری ۹۲، ص ۴۶، ۴۷)

پردہ کے فوائد

پردہ میں اسلام نے جو طریقہ اور اس کی جو نوعیت اپنائی ہے اس میں بہت سے شخصی اور اجتماعی فوائد مضمر ہیں جس کا اندازہ ہر شخص لگا سکتا ہے۔

(۱) پردہ اعضائے جسم کی حفاظت اور اس کے رکھ رکھاؤ میں معاون ہوتا ہے کیونکہ جسم کا جو حصہ کھلا رہتا ہے اس کی رنگت زائل ہو جاتی ہے، اور اس میں تدریجاً

سیاہی آنے لگتی ہے مگر وہ حصے جو کپڑے میں چھپے رہتے ہیں ان کے حسن میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح عورت اگر اپنے سارے بدن جسے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے پردے میں رکھے تو اس کا حسن و جمال زائل ہونے کے بجائے دوبالا ہوتا رہے گا جو نسوانی تشخص کا ایک مثالی جوہر ہے۔ ہر عورت اپنے جمال و رعنائی کی حفاظت میں اپنی بے پناہ کوشش اور احتیاط سے کام لیتی ہے۔ عورتیں اگر اس راز کو سمجھتیں کہ ہمارا حُسن پردے سے محفوظ رہ سکتا ہے تو یقیناوہ بے پردگی کے لئے محاذ آرائی نہ کرتیں۔

(۲) پردہ چونکہ نسوانی حُسن کو ماند پڑنے سے بچاتا ہے اس لئے وہ ساری رقم پس انداز کی جاسکتی ہے جو بے پردگی کے بعد اپنا حسن قائم رکھنے یا بڑھانے کی ناکام کوشش میں صرف ہوتی ہے۔

حالانکہ اس مصنوعی حسن کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ اصلی حسن پسینے کے قطروں سے نکھرتا ہے مگر مصنوعی حسن ان قطروں سے بکھر جاتا ہے۔

(۳) پردہ ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اجتماعی زندگی کی ساری خرابیاں دور کرسکتا ہے۔ آج معاشرے میں جس قدر بدکاریاں اور بداعمالیاں پھیلی ہوئی ہیں اس کی جڑ یہی بے پردگی و بے حیائی ہے، یہی وجہ ہے کہ تزکیۂ نفس، طہارتِ قلب اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے حجاب کو اسلام نے اہم و ضروری قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ضروری اشیاء کے مانگنے میں بھی اس کا لحاظ کیا اور اس کی یہ مصلحت بتائی:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ط (الاحزاب:۔ القرآن، پارہ:۲۲، رکوع:۴)

”جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ صاف اور ستھرا طریقہ ہے“۔

بے پردگی برائیوں کی جڑ ہے

آج جس قدر برائیوں، معاشرتی خرابیوں اور بدکاریوں کے سیاہ بادل معاشرۂ انسانی اور تمدنی زندگی پر چھائے ہوئے ہیں یہ سب بے پردگی اور فیشن زدہ عریانی کی دَین ہے۔

عورتوں کا بن سنور کر نکلنا، لباس و انداز سے بے حیائی کا مظاہرہ کرنا، مصنوعی خوشبوؤں کے دبیز پردوں میں فحاشی کا تعفن پھیلانا، فیشن ایبل انگریزی وضع کے چُست و باریک لباس پہن کر گلیوں، بازاروں، ہوٹلوں، پارکوں، اسکولوں اور کالجوں میں آزاد و بے حجاب غیر محرموں کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر گرد و پیش سے بے خبر نہ دنیا سے شرم نہ خدا کا ڈر، عیاشی کی داد دینا، کیا یہی وہ اسباب اور ترقی پسند معاشرہ نہیں جس کی کوکھ سے فحاشی، عیاشی، بدکاری، عصمت فروشی اور بے حیائی جیسی انسانیت سوز اور سماج دشمن برائیوں نے جنم لیا ہے۔

ایسی ترقی کہ باپ اپنی بیٹی، بھائی اپنی بہن اور شوہر اپنی بیوی کی عزت کا لباس، حیا کا پردہ اور غیرت کا آنچل اپنی آنکھوں کے سامنے داغ دار اور چاک ہوتا ہوا دیکھ رہا ہے، بلکہ اپنے ہاتھوں برباد کر رہا ہے، اور خود کو مہذب و ترقی یافتہ اور دوسروں کو دقیانوسی خیالات کا حامل تصور کر رہا ہے۔

ترقی کے نام پر اس انسانیت سوز بے پردگی نے انسانی وقار پر ایسا شب خون مارا ہے کہ عفت و پاک دامنی جیسے الفاظ بے معنیٰ ہو کر رہ گئے ہیں۔

وہ قوم جس کی عزت و عظمت کی ضمانت قرآن کریم نے دی تھی، مغربی تہذیب و تمدن کے سیاہ بادل میں اپنی چمک کھو چکی ہے۔ ''نئی روشنی'' نے ان کی وہ ایمانی روح چھین لی ہے جو تہذیب حجازی نے انہیں امانت کے طور پر دی تھی۔

گم ہوگیا مغرب کی سیہ بخت گھٹا میں
تہذیب حجازی کا درخشندہ ستارا

(بدر القادری)

اسلامی پردہ ہی ان برائیوں کا سدِّ باب ہے

معاشرے کی ان برائیوں کا خاتمہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب اسلامی طرز زندگی اپنائی جائے، اسلامی معاشرے کو گلے سے لگایا جائے اور ستر وحجاب کا ایسا التزام کرلیا جائے جیسا اسلام کا نظریہ ہے کیونکہ جب حُسن وجمال، زینت وآرائش اسلامی پردے کا آنچل اپنے چہروں پر ڈال لیں گی تو نہ حسن کی نمائش ہوگی نہ بندگان نفس معاشرے کو پراگندہ کرسکیں گے۔ نہ صف نازک بے پردہ نکلے گی، نہ دشمن انسان شیطان کوفتنہ پروری کا موقع نصیب ہوگا۔

پردہ پاکیزگیٔ قلب کا سامان ہے

پردہ نسوانی وقار کا محافظ، طہارتِ قلب کا داعی اور قلبی ہیجان کا سدِّ باب بھی ہے کیونکہ یہ بات فطری ہے کہ جب کسی مرد کی نگاہ عورت کے محاسن، زینت وآرائش اور حسن وجمال پر پڑتی ہے تو اس کی جاذبیت اس کے ذہن ودل پر اپنا اثر ضرور چھوڑ جاتی ہے یونہی عورت جسے حدیث صحیح میں نازک شیشیوں سے تعبیر کیا گیا ہے، اپنے جنس مقابل کے وجود سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور تھوڑی سی بے احتیاطی سے یہ نازک شیشیاں چکنا چور ہوسکتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اجنبیوں کے درمیان پردے کی دیوار حائل رہے حتیٰ کہ کوئی ضروری بات بھی کرنی ہو تو پردے سے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ

لِقُلُوْبِکُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ط (القرآن۔سورۃ الاحزاب، پارہ:۲۲،ع:۴)

''اور اگر تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں تمہارے اور ان کے دلوں کی زیادہ طہارت اور پاکیزگی ہے''۔

مسلمانو! مغربی طرز کی اندھی تقلید نے تمہیں بے راہ روی کے کس موڑ پر لا کھڑا کیا ہے کہ نہ عزت و ناموت کا خیال نہ ماں باپ کا پاس نہ دنیا سے شرم نہ خدا اور رسول کا ڈر۔ آؤ اسلام کے ان اصولوں کو دیکھو، اللہ و رسول نے تمہارے عز و وقار، اخلاق و کردار اور عظمت و حرمت کا کتنا خیال رکھا ہے' اور کیسے کیسے حفاظتی انتظامات فرما دیئے ہیں۔

ہم مسلمان ہیں ہمیں انگریزی تہذیب نہیں بلکہ اسلامی معاشرہ چاہیئے رسول ہاشمی کی پاک تہذیب کی موجودگی میں ہمیں کسی نئی تہذیب کی ضرورت نہیں۔ ہمیں یہ نہیں دیکھنا ہے کہ زمانہ کا تقاضا کیا ہے، ہمیں تو اس کا خیال رکھنا ہے کہ خدا اور رسول کا حکم کیا ہے۔ دنیا کہاں جارہی ہے ہمیں اس سے کیا غرض ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

اللہ جل جلالہ و رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے آگے کسی سوسائٹی کو خاطر میں لانا مومن کی شان نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ ط وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا O (الاحزاب:ع۲)

''مسلمان مرد و عورت کے لئے روا نہیں کہ جب اللہ اور رسول کسی معاملے کا فیصلہ فرما دیں تو اس میں ان کا اختیار باقی رہے، اور جو اللہ اور رسول کا

نافرمان ہے وہ کھلا گمراہ ہے''۔

پردہ کی وضاحت

پردہ سے متعلق جس قدر بھی غلط فہمیاں ہیں کہ یہ عورت کو قید و بند کی مصیبت میں گرفتار کرتا ہے، اور معاشرتی و تمدنی زندگی میں برابری کا حق نہ دینے کے مترادف ہے۔ وہ سارے الزامات اسلامی پردہ کی وضاحت اور اس کی تشریح سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے، چنانچہ اسلامی پردے کی تفصیل قرآن مقدس میں یوں ہے:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص (قرآنِ مجید، سورۂ احزاب، پارہ: ۲۲، ع:۲)

''اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (چہرہ اور ہتھیلیاں) خود ہی ظاہر ہے، اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں''۔

اور چند آیات کے بعد ارشاد ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O (نور:۱۰/۸)

''اور زمین پر پاؤں نہ ماریں جس سے ان کا چھپا ہوا سنگھار معلوم ہو جائے اور سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔ اے مسلمانو! اس امید پر کہ فلاح پاؤ''۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ اسلامی پردہ نہ تو عورت کے لئے قید و بند ہے نہ ہی اس کی ذلت کا سبب، بلکہ اسلام پردہ کے ذریعہ عورت کے محاسن، اس کی زینت و آرائش جس سے فتنے کا اندیشہ ہے، اور پاؤں سے لے کر سر تک جو بھی مواضع زینت و آرائش ہیں، اس کی برسرِ عام نمائش اور زمین پر پاؤں مار کر چلنے سے روکتا ہے جس سے زیوروں کی جھنکار سی ادا پیدا ہو۔

چنانچہ شریعتِ مطہرہ میں عورتوں کے لیے سر کے بالوں کا کوئی حصہ، بازو، کلائی، گلے سے پاؤں کے ٹخنوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ غیر محرموں اور کافرہ عورت کے سامنے کھلا رکھنا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، نصف آخر ص ۱۲۹)

پردہ کم سے کم کس قدر؟

دبیز اور گھیر دار کپڑے پہنے، سر سے پاؤں تک جسم ڈھانکے نکلے کہ منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں کے سوا بال، گلا، بازو، کلائی، پیٹ، پنڈلی کچھ ظاہر نہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی بھی ظاہر کر کے نکلتی ہیں تو وہ عورتیں فاسقہ اور ان کے مرد دیوث ہیں ایسے لوگوں سے بچنا چاہئے۔ (فتاویٰ رضویہ دہم، نصف اوّل ص ۲۲۴)

نقاب:

اگر چہ عورت کا چہرہ سترِ عورت میں داخل نہیں، مگر جب ضرورتاً باہر نکلنا ہو تو چہرے پر پردہ ڈال لینا ضروری ہے، چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (القرآن، سورۃ احزاب، پارہ: ۲۲، رکوع: ۵)

”مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنے چہرے پر چادر ڈالی رہیں اس سے وہ پہچانی جائیں گی اور ان کو ایذا نہیں دی جائے گی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے“۔

کن لوگوں سے پردہ فرض ہے؟

اس کا ضابطۂ کلیہ یہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب اور محارمِ نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب، اگر کرے گی گنہگار ہوگی اور محارمِ غیر نسبی جیسے سسرالی رشتے دار

(شوہر کے اصول وفروع) اور دودھ کے رشتے، اِن سے پردہ کرنا نہ کرنا دونوں جائز، لیکن حالت اور مصلحت کا لحاظ ہوگا، جہاں اندیشۂ فتنہ ہو وہاں پردہ واجب ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم، نصف آخر ص ۱۲۹)

چنانچہ قرآن میں اس کی تفصیل یوں ہے:

وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ص وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص (القرآن۔ سورۃ النور، رکوع:۱۰)

”اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہر یا اپنے باپ دادا یا شوہر کے باپ دادا یا اپنے بیٹوں یا شوہر کے بیٹوں (جو دوسری بیوی سے ہوں) یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں یا بہن کے بیٹوں یا اپنے مذہب کی عورتوں یا اپنی نوکرانیوں جو ملکیت میں ہوں یا ان بچوں پر جنہیں عورت کی شرم کی چیزوں کی خبر نہ ہو“۔

یوں ہی دودھ کے رشتے، مثلاً رضاعی باپ، بھائی وغیرہ کے سوا تمام نامحرموں یعنی جن سے عورت کا نکاح جائز ہے۔ مثلاً دیور، جیٹھ، بہنوئی، خالو، پھوپھا اور خالہ زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، چچا زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، دور کے رشتے کے چچا، دادا وغیرہ سب نامحرم ہیں۔ ان سے پردہ فرض سخت فرض ہے۔ خصوصاً ان لوگوں سے جن سے فتنے کا زیادہ اندیشہ ہو جیسے بہنوئی، دیور، جیٹھ وغیرہ کہ حدیث میں آیا ہے:

اَلْحَمْوُ الموت۔ ”دیور، جیٹھ موت ہے“۔

یقیناً اسلام کی حدود سے تجاوز کر کے ان محارم سے بے پردہ اختلاط کی وجہ سے آج ایسے ایسے دل خراش واقعات رونما ہو رہے ہیں جس سے صرف عورت ہی کی عزت نہیں بلکہ انسانیت کی موت ہو رہی ہے، اور نہ تو اُن کم عقل عورتوں کو شرم آتی ہے نہ ہی ان کے مردوں کو، کہ انہیں اس طرح بے پردہ ہونے اور ایک دوسرے سے بے تکلف ہونے سے منع کریں اور اسلامی پردہ کی حدود کو برقرار رکھ کر معاشرے میں اپنی ناک کٹنے سے بچا سکیں۔

جس گھر میں نئی تہذیب کے منحوس قدم پہنچ چکے ہیں اس کا تو کچھ کہنا ہی نہیں ع

شرمِ نبی، خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

پیر سے بھی پردہ فرض ہے

بعض جاہل ناعاقب اندیش پیروں کا طریقہ ہے کہ وہ بھی بے پردہ عورتوں کو سامنے بٹھا کر ہاتھ میں ہاتھ لے کر مرید کرتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں اور بلا حجاب آنے جانے کی اجازت دیتے ہیں اور پردے کا اہتمام یا ہدایت تک نہیں کرتے بلکہ وہ یہ بھی تاثر دیتے ہیں کہ پیر باپ ہو گیا مریدہ بیٹی ہو گئی پھر پردہ کیسا؟ بلکہ بعض مکار تو ان سے ہر طرح کی خدمت لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر حرام ہے۔ قرآن نے محرموں کے علاوہ سب سے پردہ فرض قرار دیا ہے جس کی تفصیل آپ نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ کی کہ نسبی، سسرالی اور دودھ کے رشتوں سے ہی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ پیری، مریدی، استادی و شاگردی کا رشتہ محرم ہونے کے لئے کافی نہیں۔ چنانچہ مریدہ کا پیر سے، شاگردہ کا استاد سے نکاح جائز ہے لہٰذا پردہ بھی فرض ہے۔ ”فتاویٰ رضویہ“ میں ہے:

”نبی سے زیادہ پیر و مرشد کون ہے؟ خصوصاً ہمارے حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضور تو تمام جہان کے پیر ہیں، اس کے باوجود آپ نے اپنی امتی عورتوں ہی سے نکاح فرمایا۔ بعض جاہلوں کی سمجھ میں نہ آئے تو یہ حقیقت

سامنے رکھ لیں کہ حضرات شیخین صدیق اکبر و عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ و سلم کے سب سے افضل و اکمل مرید تھے۔ اولیائے کرام فرماتے ہیں: کہ ''پوری دنیا میں نہ مصطفی صلی اللہ علیہ و سلم جیسے کوئی پیر تھے، نہ ابوبکر صدیق جیسے مرید'' وہ جاہلانہ خیال کہ پیری و مریدی کا رشتہ بعینہٖ رشتۂ نسب کی طرح ہے، اگر سچ ہوتا تو مریدہ اپنی بیٹی ہوتی اور مرید بیٹا۔ پس مریدوں کی بیٹیاں اپنی پوتیاں ہوتیں اور ان سے نکاح حرام ہوتا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صاحبزادیوں سے نکاح فرمایا۔

مزید واضح ہو کہ آج تک تمام عالم میں جملہ فقہائے مذاہب نے مریدہ کو محرما تسے نہیں گنا اور رشتۂ استاذی و شاگردی بھی مثل رشتۂ پیری و مریدی ہے۔ پیر و استاد دونوں بجائے باپ مانے جاتے ہیں جبکہ پیری مریدی بھی خود ایک استادی و شاگردی ہے۔ اگر یہ خیال بالکل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگردہ سے بھی نکاح حرام ہوتا اور بیوی کو پڑھانے سے نکاح جاتا رہتا کیونکہ اب وہ اس کی بیٹی ہوگئی۔ حالانکہ قرآن و حدیث سے زوجہ کو شاگردہ بنانا، اپنی شاگردہ کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت ہیں''۔ ملخصاً
(فتاویٰ رضویہ ۵/ ۱۵ و ۱۴)

عورتوں سے مصافحہ حرام ہے

اجنبیہ کے بدن کے کسی بھی حصہ کا چھونا اگرچہ اندیشہ شہوت نہ ہو ہرگز جائز نہیں، چہ جائے کہ مصافحہ کیا جائے۔ ہاں اگر بہت زیادہ بوڑھی کہ محلِ شہوت نہ ہو کہ فتنہ کا اندیشہ نہیں تو مصافحہ جائز ہے (ہدایہ ۴/ ۴۵۸) صغیرہ جو غیر مشتہات ہو اسے دیکھنا چھونا مطلقاً جائز ہے کیونکہ یہ محل فتنہ نہیں (ہدایہ ۴/ ۴۵۹)

عورتوں سے بیعت کا طریقہ

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم لوگوں کو کلمہ پڑھاتے وقت بھی عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے، بلکہ لوگ حاضرِ خدمت ہوتے اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے اِسلام کے دامن میں داخل ہو جاتے، مگر یہ طریقہ فقط مَردوں کے ساتھ تھا۔ خواتین دامنِ اسلام میں داخل ہوتیں اور بیعت کرتیں تو آپ انہیں صرف کلام سے بیعت فرماتے، چنانچہ آیتِ کریمہ شاہد ہے:

وَ اِذَا جَآئَ کَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ (القران، الممتحنہ)

"جب مومنات آپ کی خدمت میں بیعت کے لئے آتیں"۔

کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فعل ذالک صلی اللہ علیہ وسلم بالقول ولم یصافح واحدۃ منھن (تفسیر جلالین شریف)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے قول سے بیعت فرمائی اور کسی بھی عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لیا"۔

چنانچہ "صحیح بخاری" میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

و اللہ ما مست یدہ ید امراۃ قط فی المبایعۃ ما بایعھن الا بقولہ قد بایعتک علی ذالک۔ (بخاری، ۲/۷۲۷)

"خدا کی قسم! بیعت میں کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا دستِ مبارک کسی عورت کے ہاتھ میں نہیں گیا: آپ نے صرف اس قول سے بیعت فرمایا: میں نے اس چیز پر تمہاری بیعت کی"۔

"موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ" میں روایت ہے: امیہ بنتِ رقیقہ کہتی ہیں کہ

میں چند عورتوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ لائیے ہم آپ سے بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا:

انی لا صافح النساء انما قولی لمائة امراة کقولی لامراةٍ واحدة

(موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۹۲)

''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ایک عورت کی طرح سو عورتوں کے لیے میرا قول ہی کافی ہے''۔

''تفسیر روح البیان'' میں ہے کہ آپ نے عورتوں سے جب بیعت لی اس وقت آپ کے دستِ اقدس اور ان کے ہاتھوں کے درمیان ایک چادر تھی ایک کنارہ آپ کے ہاتھ میں دوسرا عورتوں کے ہاتھوں میں تھا تا کہ اجنبیہ کے مساس سے محفوظ رہیں

۔

(حاشیہ جلالین ۴۵۸)

غرض یہ کہ رسولِ کائنات نے اپنے قول و فعل دونوں سے یہ ہدایت فرمائی کہ اِسلام میں اجنبیوں سے ملاپ کا کوئی جواز نہیں اور تعلیم و تبلیغ کے تعلقات سے اسلامی حرمتیں زائل نہیں ہوتیں بلکہ بہر حال اس کا احترام برقرار رہتا ہے۔

عورت کے لئے سب سے بہتر

یقیناً کوئی شریف زادی یہ گوارہ نہیں کر سکتی کہ کسی غیر کی بے تاب نگاہیں اس کے جسم اور پیکر کی بلائیں لیں یا کسی کا ہاتھ اس کے بدن سے مَس ہو، اس کی عفت و عظمت ہی متاعِ حیات ہے۔ اگر اس کی زندگی سے اس عظیم دولت کو چرا لیا جائے تو اس کی زندگی کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؟ تو انہوں

نے عرض کیا کہ ''نامحرم شخص اسے نہ دیکھے'' آپ نے انہیں گلے سے لگا لیا اور فرمایا:

ذریة بعضها من بعض او کما ورد (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم نصف اوّل ص ۲۸)

اسلام میں حیا کی عظمت

آج جس قدر بے پردگی کے عناصر موجود ہیں وہ شرم وحیا اور غیرت کے فقدان کا نتیجہ ہیں۔ حیا نام کی چیز انسانی معاشرے سے معدوم ہوتی جارہی ہے۔ حالانکہ شرم وحیا فطرتِ انسانیہ کا وہ عنصر جو قدرت نے ان کے اخلاق کی تعمیر اور عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے ودیعت کی ہے۔ حیا صنفِ نازک کی وہ صفت ہے جس سے ان کی نسوانی عظمت اور عفت وعصمت کی بقا ہے۔

شرم وحیا انسان کو معزز بناتا ہے۔ ان کا فقدان عزت وعظمت کا جنازہ نکال دیتا ہے، چنانچہ پیغمبر اسلام نے اس کی اہمیت وضرورت کی طرف توجہ دلائی ہے، اور اپنے قول وفعل سے بھی یہی تعلیم دی ہے:

(۱) ''بیہقی'' میں ابن عمران کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الحیاء و الایمان قرناء جمیعا فاذا رفع احدهما رفع الاخسر۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲)

''حیا اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھی ہیں جب ایک اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے''۔

(۲) زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان لکل دین خلقا و خلق الاسلام الحیاء (مرقات حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۲)

''ہر مذہب کی ایک خاص صفت ہے، اور اسلام کی صفت حیا ہے''۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے قریب سے گذرے، جو اپنے بھائی کو نصیحت کررہا تھا کہ زیادہ حیا نہ کرو، آپ نے فرمایا:

دعه فان الحیاء من الایمان۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲)

''اسے چھوڑ دو کہ حیا ایمان کا حصہ ہے''۔

(۴) عمران بن حصین کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحیاء لا یاتی الا بخیر (صحیح البخاری ۲/ ۹،۳)

''حیا بھلائی ہی لاتی ہے''۔

دوسری روایت میں ہے:

الحیاء خیر کله (موطا امام محمد ص ۳۹۵)

''حیا کل کی کل بھلائی ہے''۔

(۵) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

ان مما ادرک الناس من کلام النبوۃ الاولی اذا لم تستحی فاصنع ماشئت (صحیح البخاری ۲/ ۹)

''اگلی نبوت کا جو کلام لوگوں نے پایا اس میں سے یہ بھی ہے کہ جب تمہارے پاس حیا نہیں تو جو چاہو کرو'' ع

بے حیا باش، ہر چہ خواہی کن

چنانچہ صحابۂ کرام وصحابیاتِ طیبات کی مبارک زندگیوں پر فرامینِ رسولِ اکرم کی اتنی گہری چھاپ پڑی کہ کوئی عورت بے پردہ نظر نہ آتی۔ وہ معاشرۂ عرب جو کچھ دنوں قبل برائیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اب حسنات وخیرات کا لالہ زار بن گیا تھا۔ عصمت فروشی کی جگہ عزتِ نفس، بے پردگی کی جگہ حجاب، آوارگی کی جگہ یکجائی اور بے

حیائی کی جگہ حیا داری نے لے لی تھی چنانچہ اُمِّ خلاد کا یہ ایمان افروز واقعہ صفحۂ تاریخ پر آج بھی درخشاں ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر حاضر ہوئیں۔ ان کا بیٹا شہید ہو چکا تھا، وہ اسی کے متعلق دریافت کرنے آئی تھیں۔ ایک صحابی نے یہ دیکھ کر تعجب سے کہا ''نقاب اوڑھ کر بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہو'' یہ سُن کر اس خاتون نے جواب دیا ''میرا بیٹا جاتا رہا تو کیا ہوا، میری حیا تو نہیں گئی ہے''۔ (سنن ابو داؤد ا / ۳۴۲)

ایک باحیا عورت

''فرہنگ آصفیہ'' اُردو کے ضخیم لغت کے نام سے اردو کا کون پڑھا لکھا ناواقف ہے؟ اس کے مصنف اس کے دیباچہ میں اپنے گھر کی آتش زدگی کا حالِ زار لکھتے ہیں کہ: ذکر ۸ فروری ۱۹۱۲ء کی شب کا ہے اور مصنف کی بیوی اس وقت زچہ خانہ میں تھی۔

> ''جب آدھے گھر کے قریب جل چکا تو اس کے دھوئیں اور آگ کی لپیٹوں نے جھنجھوڑ کر جگایا...... اتنے میں گھر والوں کو خبر ہوئی، وہ پہلے تو تنہا صحن تک آئی، پھر اپنے بچہ کو لینے اندر چلی گئی۔ اُسے گود میں اُٹھا کر غسل خانہ میں آ کھڑی ہوئی۔ اس وقت آگ لگ جانے کا شور مچ گیا۔ دو چار پاس پڑوس کے آدمی آ گئے، ہم نے اپنی گھر والی سے ہر چند کہا کہ دروازے میں آ جاؤ۔ مگر یہی جواب ملا کہ غیر مَردوں کی آواز آ رہی ہے، ہم کیونکر آئیں؟'' اس ہٹ سے ہمیں اس وقت بڑا رنج ہوا''۔
>
> (دیباچہ فرہنگ آصفیہ، صفحہ ۳، طبع دوم)

خیر! وہ آگ بالآخر کیونکر بجھی اور زچہ اور بچہ کی جان بچنے کی کیا صورت نکلی؟ اس سارے قصے سے اِس وقت بحث نہیں۔ ہمارے اور آپ کے کام کی چیز عبارت کے

آخری فقرے ہیں۔ خطرہ کوئی معمولی یا دُور کا نہیں، بالکل جان پر بنی ہوئی ہے۔ اپنی جان پر بھی اور بچہ کی جان پر بھی شوہر خود آواز دے کر مردانہ حصہ میں بلا رہے ہیں، اس پر بھی پردہ نشین خاتون کی عِصمت پرستی کا یہ عالم ہے کہ اپنی اور اپنے بچے کی جان جانا منظور، دونوں کا آگ کے شعلوں میں بھسم ہو جانا منظور، لیکن یہ گوارہ نہیں کہ عصمت وحیاء کے انتہائی اور اعلیٰ معیار پر کوئی سخیف سی بھی آنچ آنے پائے۔

اسلامی شرافت وعصمت اور شرم وحیا کا یہ واقعہ سچی مسلمان عورتوں کا کردار ہے، جل جانا منظور مگر غیر مردوں کی آواز سننا نا منظور۔ اس واقعہ کے پیشِ نظر آج کل کی ماڈرن عورتوں کا کردار دیکھ کر ایک سچے مسلمان کا دل جل جاتا ہے۔ اُنہیں عزت وشرافت کی خاطر جل جانا منظور تھا اور اِنہیں میک اپ کر کے بن ٹھن کے باہر بے پردہ پھر کر جلانا منظور ہے۔

یہ جو آزادی ہے اس سے بھاگ تو
اپنے گھر میں مت لگا یہ آگ تو!

(عورتوں کی حکایات، صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸)

عورت کی آواز بھی عورت ہے

جس طرح عورت کے جسم، اس کی زینت وآرائش اور اس کے حُسن کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے دیکھنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اسی طرح اس کی آواز کو بھی چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور مَردوں کے لئے اجنبیہ جوان عورت کی آواز اور اس کی گفتگو سننے کی ممانعت فرمائی گئی ہے کیونکہ آواز سے بھی فتنوں کو سر اُبھارنے کا موقع مل سکتا ہے

ے

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بساکیں حُسن از گفتار خیزد

ع　حُسن بلائے چشم ہے، نغمہ بلائے گوش

یہی وجہ ہے کہ اجنبیہ جوان عورت کی آواز سننا ناجائز ہے۔ ہاں جہاں شرعی ضرورت ہو مثلاً گواہی وغیرہ تو سننا جائز ہی نہیں بلکہ کبھی واجب وضروری ہو جاتا ہے۔

(البریقہ شرح الطریقہ ص ۱۱۹۲)

اسی طرح سے ان سے کسی طرح کی گفتگو جائز نہیں حتیٰ کہ نہ چھینک کا جواب دے نہ سلام کرے نہ اس کے سلام کا جواب دے، بلکہ دل ہی میں جواب دے، یوں ہی عورت کے لیے بھی یہ روا نہیں کہ غیر مردوں سے بات کریں، یا سلام کریں یا اگر وہ سلام کرتے ہیں تو ان کے سلام کا زور سے جواب دیں۔ (البریقہ شرح الطریقہ ص ۱۱۱۳)

فرمان رسول ہے:

الاذنان زناهما الاستماع واللسان زناه الكلام (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰)

''کانوں کا زنا سُننا اور زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ حالتِ نماز میں آگے سے گزرنے والے کو آگاہ کرنے کے لیے مَردوں کو حکم دیا کہ **سبحان اللہ** وغیرہ کہیں، مگر عورتوں کو تصفیق یعنی (دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں کی پشت پر مارنے) کا حکم دیا کہ عورت کی آواز فتنہ ہے۔

(نور الایضاح ص ۹۲)

چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے:

اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ (القرآن الحکیم۔ الاحزاب۔ پارہ: ۲۲، ع ۱:)

''اگر اللہ سے ڈرو تو نزاکت سے بات نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔ ہاں اچھی بات کہو''۔

اس میں تعلیمِ آداب ہے کہ اگر بہ ضرورت غیر مَردوں سے پسِ پردہ گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں لوچ نہ ہو۔ بات

نہایت سادگی سے کی جائے۔ عِفّت مآب خواتین کے لئے یہی شایانِ شان ہے۔
ضرورت پیش آئے تو دین اور اسلام کی اور نیکی کی تعلیم اور پند ونصیحت کی بات کرو مگر
لہجہ میں نزاکت اور لوچ نہ ہو۔ (خزائن العرفان، الاحزاب، ع:۱)

چنانچہ عورتوں کا میلاد شریف، ذکرِ شہادت اتنی بلند آواز سے کرنا کہ غیر محرموں
تک آواز پہنچے حرام ہے۔ ''نوازل'' امام فقیہہ ابواللیث میں ہے۔

نغمۃ العورۃ عورۃ

''عورت کی آواز بھی عورت ہے''۔

اسی لیے شریعتِ مطہرہ نے حج کے موقع پر عورتوں کو حکم دیا ہے کہ بلند آواز سے
تلبیہ (اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ) نہیں کہہ سکتیں۔ اسی طرح عورتوں کو اذان دینا بھی جائز نہیں
کیونکہ عورتوں کی آواز میں مَردوں کے لیے جذب وکشش ہے جو فتنہ کا باعث ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد دہم آخر ص ۱۴۸، ۱۴۷)

جیسے کو تیسا

آج کل انسان خود تو آزادرہ کر قلب ونظر کی تسکین کا سامان فراہم کرنا چاہتا ہے
مگر اس کی یہ خواہش رہتی ہے کہ میری بیوی پردے میں رہے، خود دوسروں کی عزت
وناموس کو لُوٹ کر اپنی عزت وعصمت کی سلامتی کا متمنی رہتا ہے مگر اسے معلوم نہیں کہ
قدرت کا قانون جیسی کرنی ویسی بھرنی کے تحت اس کی بھی عزت دوسروں کے ہاتھوں
محفوظ نہیں رہتی۔ اگر اپنی عزت کی سلامتی چاہیے تو دوسروں کی عزت کی حفاظت کرنی
ہوگی۔ جیسا کہ فرمانِ رسول ہے:

عفوا تعف نساء کم وبزروا اباء کم یبر کم ابناء کم

(البریقہ شرح الطریقہ، ص ۱۱۲۱)

''تم خود پاک دامن رہو، تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی۔ والدین

کے فرمانبردار رہو تمہارے بچے فرمانبردار رہیں گے"۔ "دیلمی" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے فرمانِ رسول منقول ہے:

لاتزنوا فتذھب لذة نسائِکُم و عفوا تعف نساء کم ان بنی فلان زنوا فزنت نساءھم (ایضاً)

"زنا سے بچو، کیونکہ اس سے بیویوں کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔ پاک دامن رہو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔ فلاں قبیلے کے مَردوں نے زنا کیا تو ان کی عورتیں بھی بدکار ہوگئیں"۔

"نزہۃ المجالس" سے ایک حکایت نذرِ قارئین ہے جس سے ان احادیث کی حقانیت ظاہر ہو جائے گی۔

"ایک نیک فطرت اور پاک باز عورت کا خاوند سُنار تھا۔ اس کے گھر میں پانی بھرنے کے لئے ایک آدمی مقرر تھا جو تیس برس سے اس کے گھر آکر پانی بھرا کرتا تھا مگر کبھی اس نے اس باعفت عورت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ پانی لے کر گھر آیا تو اس باعفت کی کلائیاں پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ عورت نے کلائیاں چھڑائیں اور اندر بھاگ کر دروازہ بند کرلیا، وہ چلا گیا تو اس کا شوہر گھر آیا عورت نے کہا: آج یقیناً آپ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے۔ شوہر نے کہا: اور تو کوئی گناہ نہیں ہوا البتہ ایک عورت آج مجھ سے کنگن خریدنے آئی تھی، میں اس کی نازک اور خوبصورت کلائیاں پکڑ کر بے صبر ہو گیا اور اس کی کلائیاں پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا، وہ اپنی کلائیاں چھڑا کر وہاں سے بھاگی"۔ نیک عورت نے شوہر کی یہ بات سُن کر کہا: ٹھیک ہے اے میرے شوہر! تمہاری اس زیادتی کا بدلہ تمہاری بیوی سے لیا گیا، جیسا کہ تُو نے دوسرے کی بیوی کے ساتھ سلوک کیا تمہاری بیوی کے ساتھ ویسا ہی کیا گیا"۔

صبح ہوئی تو وہی نوکر اس عورت کے پاس آکر اپنی اس ناشائستہ حرکت پر نادم ہو

کر معافی مانگنے لگا۔ باعفت عورت نے کہا ''اس میں تیرا قصور نہیں، میرے ہی شوہر کی نیت بگڑ گئی تھی۔ (عورتوں کی حکایات ص ۱۷،۱۶)

(۲)

لباس اور پردہ

لباس کی وضع وساخت کی غرض وغایت سَتر پوشی اور جسم کا پردہ ہے اور انسان کی فطرت میں بھی سَتر پوشی کا جذبہ ابتدائے آفرینش ہی سے کارفرما ہے۔ چنانچہ حضرت آدم وحوا علیھما السلام سے جنتی لباس چھن گیا تو آپ دونوں نے انجیر کے پتوں سے اپنی سَتر پوشی کا کام لیا تھا۔ (تفسیر نعیمی جلد ا ص ۳۳۰) اور دنیا میں آکر آپ نے سب سے پہلے کپڑا بُننے کا کام کیا تھا۔ (ایضاً ص ا/۳۳۱)

لباس زینت وآرائش کا ایک بہترین ذریعہ بھی ہے، لباس کے بغیر حُسن وجمال کا پیکر بھی بدصورت وبھدّا نظر آتا ہے اور اس کی کشِش وجاذبیت کا عنصر فنا ہوجاتا ہے اور عمدہ لباس معمولی حُسن وجمال کو بھی دل فریب بنادیتا ہے مگر یہ زینت وآرائش لباس کا مقصدِ ثانی ہے، لباس کا مقصدِ اوّل ستر پوشی و پردہ ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقۡوٰی ذٰلِکَ خَیۡرٌ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّہُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ ۝ (الاعراف من القرآن، پارہ:۸، ع:۱۰)

”اے آدم کی اولاد میں نے تمہاری طرف ایک لباس اُتارا جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپائے اور ایک وہ جو تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس بھلا ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہیں وہ نصیحت مانیں“۔

کتنا لباس فرض ہے؟

اتنا لباس فرض ہے جس سے ستر ہو جائے اور گرمی و سردی کی تکلیف سے بچے۔ اور اس سے زائد جس سے زینت مقصود ہو، اللہ کی دی ہوئی نعمت کا اظہار کیا جائے مستحب ہے۔ (بہار شریعت ۱۶ / ۳۸)

جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان کو عورت (شرمگاہ) کہتے ہیں (ایضاً)۔ مرد کے لیے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے۔ اس میں سے کسی حصے کا بلا ضرورتِ شرعیہ وطبعیہ کھولنا جائز نہیں یعنی قضائے حاجت، جماع اور علاج کے سوا کسی وقت بھی ران وغیرہ کا بے پردہ کرنا حرام ہے۔ آج کل لوگوں میں صرف جانگیہ پہننے کا جو رواج انگریزوں سے آگیا ہے جس سے ران کے اکثر حصے کھلے رہتے ہیں۔ یونہی دھوتی جس سے چلنے میں ران کھل جاتے ہیں، حرام ہے۔ کیونکہ ران کا چھپانا فرض ہے۔

(۱) حضرت جرھد کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اما علمت ان الفخذ عورة (مشکوۃ المصابیح: ۲ / ۲۶۹)

''کیا تجھے معلوم نہیں، ران شرم گاہ ہے''۔

(۲) حضرت علی راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

یا علی لا تبرز فخذک لا تنظر الی فخذ حی و لا میت (ایضاً)

''اے علی! اپنا ران نہ ظاہر کرو اور نہ کسی زندہ یا مُردہ کا ران دیکھو''۔

(۳) محمد بن جحش کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمر کے پاس سے گذرے اور اس کے ران کھلے ہوئے تھے، تو آپ نے فرمایا:

یا معمر فخذیک فان الفخذ عورة (مشکوۃ المصابیح ۲ / ۲۶۹)

''اے معمر! اپنی رانوں کو چھپاؤ، کیونکہ ران عورت ہے''۔

عورتوں کے لیے سر کے بال سے پیر کے ناخن تک ہر عضوِ بدن عورت (شرمگاہ) ہے۔ اجنبی مرد یا کافرہ مرد وعورت کے سامنے کسی بھی حصے کا یا بالوں کا ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (قرآن، پ:۱۸)

''اور نہ ظاہر کریں اپنا سنگھار مگر جو خود ہی ظاہر ہے یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں''۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ ان کی بہن اسماء بنت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریک لباس پہنے حاضر ہوئیں تو آپ نے اپنا رُخِ مبارک پھیر لیا اور فرمایا:

یا اسماء ان المراۃ اذا بلغت المحیض لن یصلح ان یری منها الا هذا وهذا و اشار الی وجهه و کفیه (مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۲۷۷)

''اے اسماء جب عورت بلوغ کے قریب پہنچ جائے تو یہ جائز نہیں کہ اس کے اور اس کے سوا اس کے بدن کا کوئی بھی حصہ نظر آئے، آپ نے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا''۔

اس حدیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا عورت کا تمام بدن عورت (شرمگاہ) ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ سالی اور بہنوئی کے درمیان پردہ فرض ہے کیونکہ حضرت اسماء بنت ابوبکر اُمّ المومنین حضرت عائشہ کی بہن اور رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہوئیں، جسے آپ نے باریک لباس میں دیکھ کر منہ پھیر لیا تاکہ غیر محرم کا ستر نہ دیکھیں۔

ستر وحجاب کا مطلب یہ ہے کہ ان حصوں پر جن کا چھپانا فرض ہے، ایسے کپڑے ہوں جن سے نہ بدن کی سفیدی چمکے نہ بالوں کی سیاہی نظر آئے نیز لباس اتنا چُست بھی نہ ہو کہ اعضائے جسم کی ساخت اور ابھار چڑھاؤ نمایاں ہو جائے جیسے بِلاؤز وغیرہ۔

آج کل فیشن ایبل لباس جس میں جسم کے اکثر حصے بازو، کمر، گردن اور سینے کے اکثر حصے کھلے رہتے ہیں اور صنفِ نازک کے حُسن کی نمائش ہوتی ہے ایسے لباس پہننا خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ خدا ایسی بے حیائی سے اسلامی شہزادیوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

مغربی تہذیب نے ناز وانداز اور لباس میں ایسے گھناؤنے وضع پیدا کیا ہے کہ لباس کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ گیا ہے۔ بہت سی خواتین لباس پہن کر بھی ننگی ہی رہتی ہیں۔ اِس نئی روشنی کے چکر میں ڈال کر شیطان نے انسانوں سے روزِ اوّل کی رسوائی کا اچھی طرح انتقام لیا ہے۔ اس دشمنِ انسانیت نے ایسا رسوا کیا ہے کہ اپنوں اور بیگانوں میں یہ انسان اپنی بے حیائی کا مظاہرہ کرتا پھر رہا ہے۔ جنت میں تو اس نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے لباس اتر وادیا تھا اور آج دنیا میں اس کی اولاد کو ننگا کر رہا ہے لیکن کوئی اس دشمن کو پہچانے تو؟ قرآن نے خبردار کر دیا ہے:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (یوسف: ع ۱۱)

''بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے''۔

آہ مسلمانو! ہم نے ایسے کھلے دشمن کو نہیں پہچانا، ہم اس کے بہکاوے میں آکر اسلامی طرز، اسلامی لباس اور اسلامی تہذیب کو خیرباد کہہ رہے ہیں اور اُن کی اتباع و پیروی کر رہے ہیں، ان کا طریقہ اپنا رہے ہیں جو ہمارے دین کے دشمن، ہماری تہذیب کے دشمن، ہمارے خدا اور رسول کے دشمن، ہماری اصلاح کے دشمن، ہماری کامیابی کے دشمن، ہماری تاریخ کے دشمن ہیں۔ مغرب کے یہ سیاہ بادل اسلامی چاندنی کو اپنے دامن میں ہمیشہ کے لئے دفن کر دینا چاہتے ہیں۔

لوگو! یہ دنیا والے ہمیں شیطان کی پیروی کا درس دیتے ہیں اور ہمارا رب کتنا بڑا مہربان ہے کہ ہمیں اس دشمن سے بچنے کی بار بار تاکید فرماتا ہے:

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَاؕ اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○

(القرآن۔الاعراف، پارہ:۸،ع:۱۰)

''اے آدم کی اولاد! کہیں شیطان تمہیں گمراہ نہ کردے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے لباس اُتار کر نکالا تھا کہ ان کی شرمگاہیں نظر آئیں، وہ اور اس کا لشکر تمہیں ایسی جگہ سے دیکھ رہے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتے، میں نے شیطان کو ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان والے نہیں''۔

یقیناً جس شیطان نے حضرت آدم وحوا علٰی نبینا و علیہما السلام کا لباس چھینا تھا آج اسی نے مغربی تہذیب کے دامِ فریب میں پھنسا کر ہمیں بھی عریاں کر دیا ہے۔

لباس والی ننگی عورتیں

آج اکثر عورتیں باریک لباس پہن کر یا نیم عریاں ہو کر نکلتی ہیں۔ انہیں عورتوں کے متعلق اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صنفان من اھل النار لم ارھما قوم معھم سیاط کاذناب البقر یضربون بھا الناس ونساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات روسھن کاسمه البخت المائلة لا یدخلن الجنة ولا یجدن ریحھا وان ریحھا لتوجد من مسیرة کذا کذا

(صحیح مسلم، ۲/ ۲۰۵)

''دو طرح کے جہنمی ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا ایک وہ لوگ

ہوں گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دُم جیسے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، دوسری قسم وہ عورتیں جو لباس پہنی ہوئی مگر ننگی، دوسروں کو مائل کرنے والی خود دوسروں کی جانب مائل ہونے والی، ان کے سر بُختی اونٹوں کے کوہان جیسے مٹکتے ہوں گے وہ نہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی خوشبو پائیں گی، جبکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جائے گی''۔

یعنی وہ عورتیں ایسی ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں پہنیں گی اس کے باوجود ننگی رہیں گی کہ بدن کے کچھ حصے چھپائیں گی کچھ کھلا رکھیں گی۔ یا اتنے باریک کپڑے پہنیں گی رنگت صاف نظر آئے گی اور اترا اترا کر، مٹک مٹک کر چلیں گی اور لباس اتنے تنگ اور چست رہیں گے کہ ہر عضو کی ساخت اور اسکے نشیب و فراز ایسے ظاہر اور نمایاں ہوں گے جیسے بغیر لباس کے۔

آج اگر گردوپیش کا جائزہ لیا جائے تو غیب کی خبر جو رسولِ ہاشمی نے چودہ سو سال قبل دی تھی، حرف بحرف صحیح نظر آتی ہے۔ اس نئی تہذیب و تعلیم کے شر سے آج ۹۰ فیصد خواتین اسی عریانیت کا شکار ہیں۔ لباس و انداز میں فحاشی، بے حیائی و عریانی نظر آئے گی۔ عورتوں کو جہنم میں لے جانے والے اور جنت کی خوشبو ہی ان پر حرام کرنے والے یہی اسباب ہیں۔

اے اسلام کی شہزادیو! کبھی تم نے ٹھنڈے دل سے سوچنے کی کوشش بھی کی ہے کہ تم نے اس عریانیت کا لباس، فلمی فاحشاؤں کے انداز و اطوار اور مغربی تہذیب کی طرزِ زندگی اپنا کر نہ صرف دنیا میں اپنی عزت و عظمت کا چراغ گل کیا ہے بلکہ آخرت میں اپنے لیے دردناک عذاب کا سامان کرلیا ہے، اور اپنے لیے جنت کو ایسا حرام کرلیا ہے کہ اس کی خوشبو تک بھی میسر نہ ہوگی۔

ہائے اسلام کی شہزادیو! ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ تمہارے حُسن کی لہک جھلک دیکھنے کے لیے بادِ صبا کے جھونکے بھی ترس جاتے تھے۔ آج تیرا دیدار اتنا بے قیمت ہو گیا ہے کہ تیرے جسم کی نمائش گلی کوچوں، بازاروں اور پارکوں میں آزادانہ ہو رہی ہے۔ کل تیری عفت و عصمت کی قسم تاریخِ عالم نے کھائی تھی، تمہاری عصمت کی حفاظت کے لئے محمد بن قاسم کی تلوار ساحل سندھ میں عصمت کے لٹیروں کی گردنوں پر چمک رہی تھی۔ آج تمہاری تعلیم و تہذیب اور تمہاری نئی سوسائٹی نے تمہاری عزت کو چند ٹکوں کا بھی نہیں رہنے دیا ہے، کیا اسی کا نام ترقی ہے یہی تعلیم کا مقصد ہے، اسی کو تہذیب کہتے ہیں کیا یہی اسلامی خواتین کی شان ہے؟ اسلام یہ نہیں کہتا کہ گھروں میں بند رہو، مگر جب نکلو تو اپنے قیمتی سرمایہ کے لئے حفاظتی انتظامات کرلو۔ اپنے انگ انگ کو کپڑے میں چھپالو تاکہ تمہاری دولت حسن و عصمت پر کسی اوباش لٹیرے کی للچائی نگاہیں نہ پڑسکیں اور تمہارے نسوائی وقار کو ٹھیس نہ پہنچے۔

باریک لباس

گذشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا کہ لباس کا مقصد شرم کی جگہوں کا پردہ اور بدن کا ستر ہے۔ اگر انسان لباس میں بھی ننگا رہے تو وہ لباس نہیں کہلا سکتا۔ لہٰذا اتنے باریک کپڑے جن سے بدن کی سفیدی اور بالوں کی سیاہی چمکے ان سے ستر عورت نہیں ہوسکتا۔ عورتوں کو ایسا لباس پہننا حرام، حرام، حرام بدانجام ہے۔ موجودہ زمانے کی خواتین کا فیشن ہی یہی ہو گیا ہے کہ باریک سے باریک کپڑے زیب تن کریں اور اس کا دھن ایسا سوار ہوا ہے کہ شرم وحیا اور ستر وحجاب کی فکر سے یکسر بیگانہ ہو گئی ہیں۔ اُمہات المومنین، خاتونِ جنت، صحابیات، صالحات کی پیروی کے بجائے طوائفوں، فلمی اداکاراؤں اور مغربی فاحشاؤں کی طرزِ روش کو اپنا مقصدِ زندگی بنا لیا ہے۔ رسولِ گرامی کا فرمان ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا: ایسی عورتیں جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں

گی، باریک لباس سے آپ کی ناراضگی ملاحظہ ہو:

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میری بہن اسماء بنت ابوبکر باریک لباس پہن کر آئیں، آپ نے اپنا رُخِ مبارک پھیر لیا اور فرمایا:

یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لن یصلح لھا ان یری منھا الا ھذا و ھذا و اشار الی وجھہ و کفیہ

''اے اسماء! جب عورت بلوغ کے قریب پہنچ جائے تو اس کے اور اس کے سوا اس کے بدن کے کسی حصہ کا نظر آنا جائز نہیں اور آپ نے چہرہ اور ہتھیلیوں کی جانب اشارہ فرمایا''۔

(۲) حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں:

دخلت حفصۃ بنت عبدالرحمن علی عائشۃ و علیھا خمار رقیق فشقتہ عائشۃ و کستھا خمارا کثیفا

''حضرت حفصہ بنت عبدالرحمن، حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے آئیں۔ حضرت عائشہ نے اسے پھاڑ دیا اور موٹے کپڑے کا دوپٹہ اڑھا دیا''۔

باریک کپڑے کے نیچے موٹا کپڑا ہو، تو حرج نہیں

باریک ملبوسات کی حرمت کی اصل وجہ بے ستری اور بے پردگی ہے۔ اسلام اسی بے پردگی و بے حیائی کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے وسیع دامن میں اس کی وسعت موجود ہے کہ اگر لباس باریک ہو، تو اس کے ساتھ کوئی موٹا کپڑا پہن لینے سے حرمت اصلاً ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ [illegible] ی علیہ وسلم کی خدمت

میں کچھ قبطی (ایک قسم کا باریک کپڑا) لائے گئے، اس میں سے ایک کپڑا آپ نے مجھے بھی عنایت فرما کر ارشاد فرمایا:

اصدعها صدعين فاقطع احدهما قميصا واعط الاخر امراتک تختمر به فلما ادبر قال وامرا مراتک ان تجعل تحته ثوبا لا يصفها (سنن ابوداؤد، ۲/ ۲۱۴)

''اس کے دوٹکڑے کر کے ایک قمیص بنالینا اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دینا کہ وہ اسے دوپٹہ بنالے۔ جب وہ لوٹنے لگے تو آپ نے مزید فرمایا کہ: اپنی بیوی کو حکم دینا کہ اس کے نیچے کوئی دوسرا کپڑا رکھ لے تاکہ اسکا بدن ظاہر نہ ہو''۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ مذہب اسلام ایسا نظریۂ لباس پیش کرتا ہے جس کا مقصد معاشرہ وسماج کی اصلاح، مرد وزن کی عزت وعصمت کا تحفظ اور اجتماعی زندگی کی متوقع آلودگیوں سے تزکیہ وطہارت ہے۔

اسلام ایسا لباس عطا کرتا ہے جس میں مرد وزن یکسر دو صنفِ متضاد کی حیثیت سے نمایاں رہیں۔ ایک کی سلامتی اس کے چند اعضاء کے ملبوس رہنے میں بھی ہے مگر دوسرے تحفظ کے لئے مکمل ستر وحجات ضروری ہے۔ ایک سراپا ناز وانداز کا مجسمہ جسے کسی بھی صورت میں غیروں کے سامنے بے نقاب دیکھنا اسلام گوارہ نہیں کرتا۔ دوسرا اس کی ضروریاتِ زندگی اور اقتصادی استواری کے لئے جدوجہد کرنے والا اس میں جفاکشی کا عنصر فراوانی سے موجود، اسے اِتنے ستر وحجاب کا پابند بنانا خلافِ عقل ہے، محض محدود اعضاء کا ستر کافی ہے۔

لہٰذا ہر ایک کے لیے ضروری قرار دیا گیا کہ نہ عورت مرد بننے کی کوشش کرے، نہ مرد نسوانی وضع اختیار کرے۔ ہر صنف اپنے اپنے دائرے میں رہے۔

مردانی عورتیں!

آج ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ طبقہ اس مرض کا زیادہ شکار نظر آتا ہے کہ عورتیں مردانی لباس پہن کر خود کو دنیا کی سب سے عقلمند، تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ سمجھتی ہیں۔ ایسی عورتوں اور مردوں پر رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی ہے:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المخنثين من الرجال والمترجلات من النساء

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت بننے والے مَردوں اور مَرد بننے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے"۔

(۲) دوسری روایت میں ہے:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساءِ والمتشبهات من النساء بالرجال

(ریاض الصالحین بحوالہ بخاری ص ۶۲۵)

"رسول اللہ نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے"۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجل يلبس لبسة المراة والمراة تلبس لبسة الرجل (سنن ابوداؤد ۲ / ۲۱۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر جو عورتوں کا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مردوں کا لباس اختیار کرے لعنت بھیجی ہے"۔

مردوں کی مشابہت سے احتراز کے لیے دوپٹوں میں بھی اس احتیاط کا حکم فرمایا۔

(۴) حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا وھی تختمر فقال لیلۃ لا لیتین (ایضاً ۲/ ۲۱۴)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور یہ دوپٹہ اوڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا: ایک ہی پیچ دو، دو پیچ مت دو''۔

وجہ یہ تھی کہ اس میں مردوں کے عمامے کی مشابہت نہ ہو جائے۔

مذہبِ اسلام کے اس نظریہ لباس میں، لباس کی جو کیفیت اور اس کا جو مقصد واضح کیا گیا ہے۔ اس کے تناظر میں اسلامی لباس میں عزت وعظمت، عفت وعصمت اور انسانی وقار کی نمایاں تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔

شلوار پسندیدہ لباس ہے

لباس کا اصل مقصد چوں کہ ستر پوشی ہے، اور یہ شلوار سے زیادہ ساڑھی میں نہیں ہے کیونکہ ساڑھی میں بے پردگی کا امکان باقی رہتا ہے چنانچہ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لیے دعا فرمائی ہے۔ منقول ہے کہ ایک بار آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک عورت کا پاؤں پھسلا اور وہ گر پڑی۔ آپ نے اپنا روئے مبارک اس طرف سے پھیر لیا۔ صحابہ نے عرض کیا: حضور وہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے۔ (الملفوظ ۳/ ۱۳)

آپ نے ارشاد فرمایا:

اللھم اغفر للمتسرولات من امتی یا ایھا الناس اتخذوا السرویلات فانھا من استر ثیابکم وخصوصاً من نساء کم

(فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، نصف اوّل ۸۴)

”اے اللہ میری امت کی پاجامہ پہننے والی عورتوں کو بخش دے۔ اے لوگو! پاجامہ پہنو کہ تمہارے دیگر کپڑوں کی نسبت اس میں ستر پوشی زیادہ ہے۔ خصوصاً تمہاری عورتوں کے لئے“۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ گر جانے سے بھی پاجامہ میں بے پردگی نہیں ہوتی جبکہ ساڑھی میں بے پردگی کا پورا خدشہ رہتا ہے، اور پاجامہ پسندیدہ و مسنون لباس بھی ہے۔ ”عالمگیری“ میں ہے:

”پاجامے پہننا سنت ہے اور اس میں عورتوں اور مردوں کے لیے تمام کپڑوں سے زیادہ ستر اور پردہ ہے“۔ (ایضاً)

ے

(۳)

آنکھیں زباں نہیں ہیں مگر......

نگاہیں نیچی رکھو

آنکھیں برائیوں کا راستہ ہیں جن برائیوں سے معاشرے کو پاک کرنے کا اسلام نے بیڑا اٹھایا ہے وہ برائیاں اسی نظر کے چور دروازے سے داخل ہوتی ہیں۔ نگاہ دیکھتی ہے تو دل کا میلان ہوتا ہے پھر انسان وہ کر گزرتا ہے جو نہیں کرنا چاہئے۔ سچ ہے ''شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ'' دیکھی ہوئی باتوں پر انسان زیادہ جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے برائیوں کے خاتمہ کے لئے لباس و پردہ، ستر وحجاب کے ساتھ ساتھ طائرِ نظر کے پر بھی کترے ہیں تاکہ نہ یہ آتشیں چمن کی طرف پرواز کرے گا نہ عفت وعصمت خاکستر ہوں گے نہ نگاہیں چار ہوں گی نہ دلوں کی دنیا میں ہل چل مچے گی نہ حُسن کا دیدار ہوگا نہ من پاپی بنے گا۔ اس لئے طرح طرح سے پست نگاہی اور آنکھوں کی حفاظت کے لئے ترغیب اور تاکید کی گئی اور حدود نظر کو تجاوز کرنے سے ڈرایا اور دھمکایا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ

(القرآن الحکیم، پ:۱۸، ع:۱۰)

''مسلمان مردوں سے فرمادو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے''۔

ان السمع والبصر ولافواد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔

(قرآن۔اسراء)

''بے شک کان، آنکھ، دل سب سے باز پرس ہوگی''۔

ایک جگہ یوں ارشاد ہے:

یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور (غافر)

''اللہ جانتا ہے نگاہوں کی چوری کو اور دلوں میں چھپی باتوں کو''۔

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لاینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المراۃ الی عروۃ المراۃ ولا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب ولا تفضی المرۃ الی المرۃ فی الثوب الواحد۔ (مسلم شریف: ۲/۳۳۸)

''نہ مرد، مرد کی شرم گاہ کو دیکھے، نہ عورت، عورت کی شرمگاہ کو اور نہ مرد، مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے نہ عورت، عورت کے ساتھ''۔

پہلی نظر

اس زمانے میں اجنبیہ کا چہرہ بھی دیکھنا جائز نہیں، ہاں گواہ یا قاضی کے لئے اور اس شخص کے لئے جو اس سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، دہم نصف آخر ۱۰/۷) اس کے علاوہ کسی غیر محرم کے لئے قطعی جائز نہیں۔ اگر اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لے۔ چنانچہ ''صحیح مسلم شریف'' میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت منقول ہے:

سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاۃ فامرنی ان اصرف بصری۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۶۸)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑنے کے

متعلق سوال کیا تو آپ نے حکم دیا کہ نظر پھیر لوں''۔

''مسند امام احمد''، ''ترمذی''، ''ابوداؤد'' اور'' دارمی'' نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا:

یا علی لا تتبع النظرة النظرة فان لک الاولی ولیست لک الاخرة (مشکوٰۃ المصابیح،ص۲۶۹)

''اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ دیکھو، پہلی نظر (بے ارادہ) تو معاف ہے مگر دوبارہ دیکھنے کی اجازت نہیں ہے''۔

معلوم ہوا کہ نظرِ ثانی جائز نہیں کیونکہ اس میں ارادہ اور خواہش کا دخل ہے۔ اس لئے اس سے احتراز واجتناب ضروری ہے۔

ابلیس کا زہر آلود تیر

آنکھیں دل کا راستہ ہیں جو چیز آنکھ دیکھتی ہے وہی دل میں اترتی ہے۔ اسی لئے ابلیس نظروں کو بہکاتا رہتا ہے تاکہ جب نگاہ بھٹکے گی تو قدم کو لغزش کھانے میں دیر نہیں لگے گی، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً حدیثِ قدسی مروی ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

النظرة سهم مسموم من سهام ابلیس من ترکها من مخافتی ابدلته ایمانا یجد حلاوته فی قلبه (طبرانی وحاکم البریقہ ص ۱۱۹۷)

''نظر ابلیس کا ایک زہر آلود تیر ہے جو میرے خوف سے اسے چھوڑ دیتا ہے اس کے بدلے ایسا ایمان عطا کرتا ہوں جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پاتا ہے''۔

لعنت وعبادت

ایک جانب شریعت نے آوارہ نگاہی پر لعنت وملامت کی ہے تو دوسری جانب نظر کی حفاظت کو عبادت قرار دیا ہے۔ ''بیہقی'' کی روایت ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن اللہ الناظر والمنظور الیھا۔

''دیکھنے والے مرد اور دیکھی جانے والی عورت پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے''۔

کیونکہ دیکھنے والا آوارہ نگاہی کا مجرم ہے اور دیکھی جانے والی بے پردگی کے گناہ میں ملوث۔

ہاں اگر اچانک کسی عورت پر نظر پڑ گئی مگر وہ سنبھل گیا اور نظر نیچی کرلی تو یہ اس کی عبادت میں شمار ہوگا۔ امام احمد نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت نقل کی ہے:

ما من مسلم ینظر الی محاسن امرۃ اوّل مرۃ ثم یعض بصرہ الا احدث اللہ عبادۃ یجد حلاوتھا

''جس مسلمان کی پہلی نظر کسی عورت کے محاسن پر پڑ گئی اور اس نے نگاہیں جھکالیں تو اللہ تعالیٰ اسے عبادت بنا دیتا ہے جس کی حلاوت وہ محسوس کرتا ہے''۔

فرمانِ رسول ہے کہ جس نے کسی عورت پر غور کیا اور اس کے کپڑوں کو دیکھا یہاں تک کہ اس کے اعضاء کے حصے اس پر ظاہر ہوگئے تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، دہم، اوّل ص ۸۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

كل عين ماكية يوم القيمة الاعينا غضب عن محارم الله وعينا حرست فى سبيل الله وعينا حرج منها مثل راس الذباب من خشية الله (البریقہ شرح الطریقہ ص ۱۱۹۸)

''قیامت کے دن ہر آنکھ آنسو بہائے گی مگر ا۔ وہ آنکھ جس نے اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو نہ دیکھا، ۲۔ وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں بیدار رہی اور وہ آنکھ جس سے خوفِ خداوندی میں مکھیوں کے سروں کے مثل آنسو ٹپکے'' (یہ آنکھیں عذاب سے نہیں روئیں گی)۔

حضرت معاویہ بن جندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرمانِ رسول منقول ہے:

ثلاثة لا ترى اعينهم النار يوم القيمة عين حرست فى سبيل الله وعين بكت من خشية الله وعين كفت عن محارم الله

(البریقہ شرح الطریقہ، ص ۱۱۹۹)

''تین شخص ایسے ہیں جن کی آنکھیں قیامت کے دن جہنم نہیں دیکھیں گی۔ (۱) جس نے اللہ کی راہ میں شب بیداری کی (۲) جو خوفِ خداوندی میں اشک بار ہوا اور (۳) جس نے اپنی آنکھوں کو حرام چیزوں کے دیکھنے سے روکے رکھا''۔

نمائش

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی کتاب ''الاسراء المعراج'' میں لکھتے ہیں: ''جب معراج کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں سے لٹکتی ہوئی عورتیں دیکھیں جن کے دماغ ہانڈی کی طرح اُبل رہے تھے تو آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا ''یہ بے پردہ عورتیں ہیں جو غیروں کو اپنے بالوں کی نمائش کراتی تھیں''۔

(حجاز جدید: فروری ۹۲ء ص ۴۷)

پست نگاہی راستے کا حق ہے

عام مشاہدہ ہے کہ لوگ گذرگاہوں، چوراہوں اور چبوتروں پر بیٹھے رہتے ہیں اور ہر آنے جانے والے پر گہری نظر ڈالتے ہیں۔ حلت وحرمت کا کچھ پاس ولحاظ نہیں ہوتا، بلکہ اکثر کا مقصد ہی آوارہ گردی ہوتا ہے۔ اوّلاً ایسی جگہوں پر ہجوم اور مجلسیں جمانا ہی نہیں چاہیئے اور ضروری ہی ہے تو اپنی نظر کی حفاظت بھی کرنی چاہیئے اور گذرگاہوں کا حق بھی ادا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ایاکم والجلوس علی الطرقات فقالوا یا رسول اللہ مالنا من مجالسنا بد نتحدث فیھا قال فاذا ابیتم الا المجلس فاعطوا الطریق حقه فقالوا وما حق الطریق یا رسول اللہ قال غض البصر وکف الاذی وَرَدُّ السَّلام (صحیح البخاری: ۲/ ۹۲۰)

”گذرگاہوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان مجلسوں سے کیسے بچ سکتے ہیں وہاں ہم آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جب بیٹھنا ضروری ہی ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے عرض کیا راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نگاہیں پست رکھنا، تکلیف دہ چیزیں ہٹانا اور سلام کا جواب دینا“۔

”صحیح مسلم“ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

العیان فزناھما النظر والاذنان زناھما الاستماع واللسان زنا الکلام (مشکوٰۃ المصابیح ۱/ ۲۰)

''دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے، سننا کانوں کا زنا ہے' اور گفتگو زبان کا زنا ہے''۔

یومِ نحر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے پیچھے سوار کرلیا تھا۔ فضل شکیل و وجیہہ آدمی تھے، ایک جگہ آپ مسئلہ بتانے کے لئے رُکے تو بنی خشعم کی ایک خوبرو عورت کوئی مسئلہ دریافت کرنے آئی۔ فضل اسے غور سے دیکھنے لگے۔ وہ اس کے حسن میں مبہوت تھے، آپ متوجہ ہوئے دیکھا کہ فضل اسے غور سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے دست مبارک پیچھے کیا اور فضل کی تھوڑی پکڑ کر رُخ پھیر دیا۔ (بخاری شریف ۲/ ۹۲۰)

حکما کا قول ہے کہ جس نے اپنی نگاہ کو آوارہ چھوڑ دیا اس نے بے انتہاء شرمندگی اٹھائی۔ یہ آزاد نگاہ ہی انسان کو بے نقاب کر دیتی ہے، اسے ذلیل و خوار کرتی ہے' اور جہنم میں طویل مدت تک رہنا واجب کر دیتی ہے۔ اپنی نظر کی حفاظت کرو اگر تو نے اسے آوارہ چھوڑ دیا تو برائیوں میں گھر جائے گا اور اگر تُو نے اس پر قابو پالیا تو تمام اعضائے بدن تیرے مطیع ہو جائیں گے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۱۹۶)

عورتوں کے گرے ہوئے بال اور کٹے ہوئے ناخن؟

جس عضو کو دیکھنا ناجائز ہے اگرچہ وہ بدن سے جدا ہو جائے پھر بھی اسے دیکھنا ناجائز ہی رہے گا۔ مثلاً پیڑو کے بال، کہ ان کو جدا کرنے کے بعد بھی دوسرا شخص نہیں دیکھ سکتا۔ عورت کے سر کا بال یا اس کے پاؤں وکلائی کی ہڈی، کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اجنبی شخص کے لئے دیکھنا جائز نہیں، اسی طرح عورت کے پاؤں کے ناخن بھی اجنبی نہیں دیکھ سکتا۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ غسل خانہ یا بیت الخلاء میں موئے زیر ناف مونڈ کر لوگ چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسا کرنا درست نہیں بلکہ ان کو ایسی جگہ ڈال دیں کہ کسی کی نظر نہ

پڑے یا زمین میں دفن کردیں۔ عورتوں کو بھی لازم ہے کہ کنگھا کرنے میں یا سر دھونے میں جو بال نکلیں انہیں کہیں چھپادیں کہ ان پر اجنبی کی نظر نہ پڑے۔

(بہارشریعت ۱۶ / ٦٨)

کیا عورت نامحرم کو دیکھ سکتی ہے؟

صرف یہی نہیں کہ مرد عورتوں کو قصداً نہ دیکھے بلکہ جس طرح مرد کے لئے کسی اجنبیہ کا دیکھنا جائز نہیں یوں ہی عورتوں کو بھی روا نہیں کہ قصداً اجنبی مردوں کو دیکھیں اگرچہ عورتیں مَردوں کو بلاشہوت دیکھ سکتی ہیں مگر یہ زمانہ فتنہ کا ہے اس زمانہ میں شاید ہی کوئی بلاشہوت دیکھے۔ (فتاویٰ رضویہ ۷۸)

شہوت کا مطلب یہ ہے کہ اگر دیکھے تو یقین ہے کہ شہوت پیدا ہوگی۔ اگر شبہہ بھی ہو تو بھی جائز نہیں۔ بوسہ کی خواہش پیدا ہونا بھی شہوت کی حد میں داخل ہے۔

(بہارشریعت ۱۶ / ٦٣)

چنانچہ جس طرح مَردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے یونہی عورتوں کو بھی پست نگاہی کی ہدایت کی گئی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ

"اور مومنہ عورتوں سے فرمادو کہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں"۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ پردہ نشین خواتین بھی دریچوں اور کھڑکیوں سے اجنبی مَردوں کو دیکھنے کی کوشش کرتی ہیں جس کی پاداش میں خود بھی دیکھ لی جاتی ہیں۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اندھوں سے بھی حجاب کا حکم دیتا ہے کہ خود بھی اسے نہ دیکھیں۔ چنانچہ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ کہتی ہیں کہ میں اور میمونہ حضور کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبداللہ ابن اُمّ مکتوم داخل ہوئے (یہ نابینا تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دونوں

پردہ کرلو" میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو اندھے ہیں، اِن سے کیسا پردہ؟ وہ ہمیں دیکھ تو نہیں سکتے"۔ آپ نے فرمایا:

افعمیاوان انتما السماتبصر انه

"کیا تم دونوں بھی اندھی ہو، کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو؟"

(سنن ابوداؤد ۶ / ۲۱۴، نیز مشکوٰۃ المصابیح، ۱ / ۲۶۹)

گویا اسلام ہر اندیشۂ فتنہ کو دور کرنا چاہتا ہے کہ نہ عورتیں مردوں پر نظر دوڑائیں نہ مردوں کی نظریں عورتوں کا تعاقب کریں تاکہ ایک صاف ستھرا معاشرہ تشکیل پذیر ہو۔

ے

(۴)

اِستیذان (اجازت طلبی) اور پردہ

اجازت طلبی کی مصلحتیں

اسلام نے پردہ کے اہتمام میں جہاں دیگر چیزوں کا اہتمام کیا ہے وہیں اس بات کو بھی واجب قرار دیا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت حاصل کر لی جائے۔ اس قانون کی شرعی حیثیت سے قطع نظر سماجی اور معاشرتی محاسن کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بہت ساری مصلحتیں شامل نظر آتی ہیں۔ جو معاشرے کی تزکیہ وطہارت کے لئے بے حد ضروری ہیں اور اس کا التزام نہ کرنا ستر وحجاب کی بہت سی دیواروں کو منہدم کرنا ہے۔

(۱) اجازت لینے میں اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ میرا آنا صاحبِ خانہ پر گراں بار تو نہیں۔

(۲) گھر کے لوگ نہ جانے کس حالات میں ہوں کیونکہ گھر میں وہ احتیاطیں نہیں ہوتیں جو گھر سے باہر برتی جاتی ہے۔ اجازت لینے سے اُنہیں آپ کی آمد کا علم ہو جائے گا اور وہ محتاط ہو جائیں گے۔

(۳) عورتیں اپنے محارم کے درمیان پردے کا اہتمام نہیں کرتیں اور بے احتیاطی میں وہ کسی بھی حالت میں ہو سکتی ہیں۔ اجازت طلب کرنے میں انہیں اپنے پردے کا خیال آ جائے گا اور حجاب کرنے کا موقع بھی مل جائے گا۔ اس طرح کسی اجنبی کے سامنے بے پردہ ہونے سے بچ جائیں گی۔

(۴) ممکن ہے کہ زن وشوہر اپنے کمرے میں کسی ناگفتہ بہ حالت میں ہوں کہ آپ کا ناگاہ وارد ہونا ان کے لئے اور خود آپ کے لئے خجالت وشرمندگی کا باعث بنے۔ لہٰذا اجازت طلب کرنے سے وہ اپنے حالت پر قابو پا کر عریانیت و بے پردگی سے بچ سکتے ہیں۔

اجازت طلب کرنا واجب ہے

یہ وہ خوبیاں ہیں جو سطحی نظر ڈالنے سے سمجھ میں آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک انصاری خاتون نے آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ یہ گوارا نہیں کرتی کہ اس حال میں مجھے کوئی دیکھ لے، وہ میرا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو حالانکہ اسی حالت میں باپ بھی داخل ہو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی آتا رہتا ہے۔ اس وقت یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (الصاوی علی الجلالین، ۳/ ۱۲۷):

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (القرآن الحکیم۔ پ:۱۸، ع:۱۰)

”اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور اگر ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک اجازت نہ ملے، اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو“۔

دوسرے گھر کا مطلب

ہر شخص کے لئے وہ گھر یا حجرہ اس کا اپنا گھر ہے جس میں وہ سکونت پذیر ہے اور جس کمرے میں یا جس گھر میں وہ نہیں رہتا بلکہ دوسرے لوگ رہتے ہیں، اِس کے لیے وہ دوسرے کے گھر کے حکم میں ہے خواہ وہ اسی کی ملکیت کیوں نہ ہو۔ لہٰذا کرایہ دار سے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔ جس گھر میں کوئی نہیں رہتا اس میں اجازت کی ضرورت نہیں۔

بالغ بچے مردوں کے حکم میں ہیں

بلوغ کے بعد جس طرح تمام احکام عائد ہوتے ہیں یونہی اجازت لینا بھی تمام اوقات میں ضروری ہوجاتا ہے جس طرح مردوں کے لئے واجب ہے، ارشاد ہے:

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ (پ۱۸: ع ۱۳)

''اور جب تمہارے بچے بالغ ہوجائیں تو ان کو بھی اجازت لینا ویسا ہی ضروری ہے جیسا اس سے پہلے (مذکورہ) مردوں پر ضروری ہے''۔

ہوشیار بچے بھی اجازت لیں

وہ بچے جو ہوشیار ہوں اور انہیں شرمگاہ وغیر شرمگاہ کی تمیز ہو ان کا ان اوقات میں بے اجازت داخل ہونا جائز نہیں۔ (۱) نماز فجر سے پہلے (۲) دوپہر کے وقت کہ یہ قیلولہ کا وقت ہے، اور آدمی اس وقت عام لباس میں نہیں ہوتا بلکہ نیم برہنہ سونے کے لباس میں ہوتا ہے (۳) اور عشاء کے بعد کہ یہ بھی عام لباس اتار کر سونے کا وقت ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ

يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ط مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلاَةِ الْعِشَآءِ قف ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ط لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ط طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَ [ ] عْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ O (القرآن الحکیم، پ:۱۸، ع:۱۲)

"اے ایمان والو! چاہیئے کہ تمہارے غلام تمہاری باندیاں اور جو بلوغ کو نہیں پہنچے اور عورتوں کے امور جانتے ہیں تین وقتوں میں تم سے اجازت لیں۔ (۱) نمازِ فجر سے پہلے (۲) دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اُتار دیتے ہو اور (۳) عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین اوقات ہیں جن میں ستر کھلے رہتے ہیں۔ ان اوقات کے بعد تمہارے لئے اور ان کے لیے حرج نہیں کہ ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایسے ہی نشانیاں ظاہر فرماتا ہے، اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے"۔

ماں سے بھی اجازت لینا ضروری ہے

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولِ اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے پوچھا "کیا ماں کے پاس جانے میں بھی اجازت لوں؟" آپ نے فرمایا: پھر بھی اجازت لے کر داخل ہو۔ پھر اس نے عرض کیا میں تو ان کا خادم ہوں یعنی اکثر آنا جانا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

استاذن علیھا اتحب ان ترھا عریانة قال لا قال فاستاذن علیھا

(مشکوٰۃ ص ۴۰۰)

"اجازت لے کر جایا کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اسے ننگا دیکھو، اس نے کہا

نہیں، آپ نے فرمایا: تو اجازت لے کر جایا کرو"۔

اِجازت لینے کا طریقہ

اجازت ہر اس لفظ سے لی جا سکتی ہے جس سے اہلِ خانہ کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو جائے۔ اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے "**سبحان اللہ، الحمد اللہ یا اللہ اکبر** کہے یا کھکھارے یا کہے کہ مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ (تفسیر خزائن العرفان، پ:۱۸، ع:۴) مگر بہتر طریقہ یہ ہے "السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں" کہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (الصاوی علی الجلالین، ۳/ ۱۲۸)

"ترمذی" و "ابوداؤد" میں کلدہ بن حنبل سے روایت ہے کہ صفوان بن امیہ نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں بھیجا تھا، میں نے نہ سلام کیا نہ اجازت لی اور اندر چلا گیا تو آپ نے فرمایا:

ارجعل فقل السلام علیکم ادخل (مشکوۃ ص ۲۰۱)

"واپس جاؤ اور کہو السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"۔

جب کوئی اجازت طلب کرتا ہے تو صاحبِ خانہ پوچھتا ہے کہ کون ہیں؟ ان کا مقصد یہ جاننا ہوتا ہے کہ آنے والا شناسا ہے یا اجنبی؟ اس وقت یہ جواب دینا کہ "میں ہوں" مناسب نہیں بلکہ اس وقت اپنا نام یا تعارف پیش کرے تا کہ پوری معرفت حاصل ہو جائے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک دفعہ میں اپنے والد کے قرض کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم کی خدمت میں پہنچا۔ دروازے پر دستک دی، آپ نے پوچھا:

من ذا، فقلت انا، فقال انا انا کانہ کرھہ

(سنن ابوداؤد ۲/ ۳۵۸، ایضاً بخاری ۲/ ۹۲۳)

''کون؟ میں نے کہا ''میں'' آپ نے ناگواری سے فرمایا ''میں تو میں بھی ہوں''۔

اگر دروازہ بے پردہ ہوتو ظاہر ہے کہ اجازت لیتے وقت گھر کے اندر نظر جائے گی اور اجازت طلب کرنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ اس لئے ایسے مواقع میں چاہئے کہ سیدھے دروازے کے سامنے نہ کھڑا ہو بلکہ دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ جیسا کہ رسولِ کائنات کا یہ عمل ''سننِ ابوداؤد'' میں مذکور ہے:

کان رسول اللہ اذا اتی باب قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجھه ولکن من رکنه الایمن او الایسر و یقول السلام علیکم السلام علیکم و ذلک ان الدور لم یکن یومئذ علیھا ستور (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۱، ایضاً سنن ابوداؤد ۲ / ۳۵۱)

''رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم جب کسی کے دروازے پر پہنچتے تو دروازے کے مقابل کھڑے نہ ہوتے، بلکہ دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے پھر فرماتے السلام علیکم! السلام علیکم! کیونکہ اُس زمانے میں دروازے پر پردے نہیں ہوا کرتے تھے''۔

اجازت نہ ملنے پر واپس ہو جائے

کسی سے اجازت طلب کی جائے اور کوئی جواب نہ ملے یا لوٹنے کو کہا جائے تو دل میں کسی قسم کی کدورت نہ پیدا کرے بلکہ خوشی خوشی واپس چلا جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی اہم کام میں مصروف ہو اور آپ سے ملنے کے لئے وقت نہ دے سکتا ہو یا اور دوسری وجوہات ہوں۔ ایسا نہیں کہ گھر سے کوئی آواز نہ ملی تو اندر داخل ہوتے چلے گئے۔ ہاں اگر ایسا گھر ہو جس میں کوئی نہیں رہتا یا ویران پڑا ہوا ہے تو اس میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فِيۡهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدۡخُلُوۡهَا حَتّٰى يُؤۡذَنَ لَـكُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ قِيۡلَ لَـكُمُ ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا‌ هُوَ اَزۡكٰى لَـكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ (القرآن الحکیم۔پ:۱۸،ع:۱۰)

"اور اگر ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک اجازت نہ ملے۔ اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو"۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں: میرے پاس ابوموسیٰ اشعری آئے اور کہا کہ مجھے حضرت عمر نے بلایا تھا۔ میں ان کے دروازے پر گیا اور تین مرتبہ سلام کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ میں لوٹ آیا۔ عمر کہتے ہیں: تُو کیوں نہیں آیا؟ میں نے جواب دیا کہ آپ کے دروازے پر میں نے تین بار سلام، سلام کیا، آپ نے کچھ جواب نہیں دیا، تو میں واپس چلا آیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یوذن له فلیرجع

(مشکوٰۃ المصابیح ۴۰۰، ایضاً مسلم شریف ۲/ ۲۱۰)

"جب تم نے کسی سے تین مرتبہ اجازت مانگ لی پھر بھی اجازت نہ ملی تو لوٹ جاؤ"۔

"سنن ابوداؤد" میں ہے کہ:

لیستاذن احدکم ثلاثا فان اذن له والا فلیرجع (سنن ابوداؤد ۲/ ۳۵۷)

"ہر شخص کو چاہئے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کرے اگر اجازت مل جائے تو اندر جائے ورنہ لوٹ جائے"۔

بے اجازت جھانکنا بھی جائز نہیں

پردے کے اہتمام کے لئے شریعت نے جہاں بے اجازت گھروں میں داخل ہونے سے منع کیا ہے وہیں تانک جھانک سے بھی سختی سے روکا ہے کیونکہ اِستیذان ((اجازت طلبی)) کا مقصد بے پردگی اور بے حیائی کا خاتمہ ہی تو ہے' اور اسی طائرِ نظر کو قید کرنے کے لئے ہی اجازت طلبی کا حکم دیا گیا ہے، اگر نظریں اندرونِ خانہ کا جائزہ لیتی رہیں تو اجازت لینے کا کیا معنیٰ؟

تانک جھانک خواہ دروازے سے ہو یا دریچوں سے یا اور کسی سوراخ وغیرہ سے، بے حیائی، بے پردگی اور بدکاری کے ایسے جراثیم کو جنم دے سکتی ہے جن کا خاتمہ مشکل ہو جائے گا۔ بے اجازت داخلے سے جس طرح خواتین اور افرادِ خانہ پر نگاہیں بے حجابانہ پڑ سکتی ہیں اسی طرح کی برائیاں بے اجازت نگاہ دوڑانے سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ اسی لئے اس کی بھی سختی سے مذمت کی گئی، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے:

(۱) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ: ایک شخص نے سوراخ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرے میں جھانکا، اس وقت آپ کے دستِ اقدس میں لوہے کا کنگھا تھا جس سے سرِ اقدس کھجلا رہے تھے، آپ نے فرمایا:

لو علمت انک تنظر لطعنت بھا فی عینک انما جعل الاستیذان من اجل البصر (جامع الترمذی، ۱/ ۹۵)

''اگر میں جانتا کہ تُو دیکھ رہا ہے تو اسی سے تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ آنکھ ہی کی وجہ سے اِستیذان ضروری قرار دیا گیا ہے''۔

(۲) ''سننِ ابوداؤد'' میں حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا دخل البصر فلا اذن (سنن ابوداؤد ۲/ ۳۵۲)

''جب نظر پہنچ ہی گئی تو اب اجازت سے کیا فائدہ''۔

(۳) ''ترمذی'' میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی بیتہ فاطلع علیہ رجل فاھوی الیہ بمشقص فتاخر الرجل (جامع الترمذی ۲/ ۹۵)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آپ کو جھانکا، آپ نے تیر کا پھل اس کی طرف اٹھایا تو وہ پیچھے ہٹ گیا''۔

(۴) ''سننِ ابوداؤد'' میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کے متعلق فرمایا: حلال نہیں، ان میں یہ بھی ہے۔

ولا ینظر فی قعر بیت قبل ان یستاذن فان فعل فقد خانھم

(مشکوٰۃ المصابیح ۱/ ۹۶)

''بے اجازت کسی کے گھر میں نہ جھانکے۔ اگر ایسا کیا تو اس نے اہل خانہ کے ساتھ خیانت کیا''۔

جھانکنے والے کی آنکھیں پھوڑ دو

قصاص اسلام کا ایک جامع اور مستحکم دستور ہے جس کا مقصد ظلم وستم کا انسداد اور جبر واستبداد کا خاتمہ ہے۔ جس کے لئے آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان اور جان کے بدلے جان، قصاص میں واجب قرار دیا گیا مگر پردہ اور تزکیۂ معاشرہ کی اہمیت کا اندازہ تو لگایئے کہ بے حیائی و بے پردگی کے سدباب کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ بغیر اجازت جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی جائے تو قصاص نہیں...... چنانچہ رسولِ اکرم کا ارشاد ہے کہ:

(۱) من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنهم فقد حل لهم ان یفقئوا عینه

(صحیح المسلم: ۲/ ۲۱۲)

''کسی نے اگر کسی کے گھر میں بے اجازت جھانک لیا تو ان کے لئے اس کی آنکھ پھوڑنا جائز ہے''۔

(۲) دوسری حدیث میں جسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں:

ایما رجل کشف ستر افادخل بصره قبل ان یوذن فقد اتی حذا لا یحل ان یاتیه ولو ان رجلا قفا عینه لهدرت

(فتاویٰ رضویہ نصف اوّل ۱۰/ ۷۴)

''جو شخص قبل اجازت پردہ اٹھا کر دیکھے وہ ایسی ممنوع بات کا مرتکب ہوا جو اسے جائز نہ تھی اور اگر کوئی اس کی آنکھ پھوڑ دے تو قصاص نہیں''۔

(۳) ''سننِ ابوداؤد'' میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

من اطلع فی دار قوم بغیر اذنهم ففقوا عینه فقد هدرت عینه

(سنن ابوداؤد ۲/ ۳۵۶)

''کسی نے بے اجازت کسی کے گھر میں جھانک لیا اور ان لوگوں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس کا قصاص باطل ہے''۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں پردے کی اہمیت وضرورت قصاص سے بدرِجہا ارفع واعلیٰ ہے، قصاص کا مقصد ظلم وستم کا خاتمہ کر کے ایک معتدل معاشرہ پیدا کرنا ہے۔ جبکہ پردہ فحاشی وبدکاری کے جراثیم بد کی بیخ کنی اور عفت وعصمت کی محافظت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جان دے کر بھی اگر عزت وعظمت اور عفت وعصمت کا تحفظ ہو جائے تو انسان اس سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

غیروں سے تنہائی

جب دو صنفِ مخالف یکجا ہوں، ہر ایک کے لئے دوسرے میں جذب وکشش کا عنصر موجود ہو اور کوئی تیسرا موجود نہیں یا کسی کے آنے کا اندیشہ بھی نہیں۔ ایسے مقامات پر گرچہ وہی دو نظر آتے ہیں تاہم ایک تیسرا بھی ان کے درمیان موجود رہتا ہے جو دونوں کے رگ و پے میں گردش کرتا اور جذبات وخیالات کو ابھارتا رہتا ہے اور انجام کار انہیں شرم سے دور کر کے ایک دوسرے سے بے تکلف کر دیتا ہے اور وہ تیسرا شیطان ہے۔ اسی لئے اجنبیوں کی خلوت وتنہائی سے ممانعت فرمائی گئی اور قلب ونظر کی طہارت کے لئے اس کا بھی حکم دیا گیا کہ اگر کوئی ضروری سامان بھی خواتین سے طلب کرنا ہو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ط (القرآن۔پ:۲۲،ع:۴)

’’اور جب تم ان سے برتنے کا کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ احتیاط تمہارے اور ان کے دلوں کی طہارت و پاکیزگی کا ذریعہ ہے‘‘۔

رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن ارشاداتِ عالیہ میں بھی تزکیۂ نفس اور اصلاحِ معاشرہ کا عنصر کار فرما ہے۔

(۱) ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ ارایت الحمو فقال الحمو الموت (مشکوٰۃ ص ۲۶۸)

’’عورتوں کے پاس جانے سے بچو، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جیٹھ دیور کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جیٹھ، دیور تو موت ہیں‘‘۔

(۲) الا لایبیتن رجل عند امراۃ ثیب الا ان یکون ناکحا اوذا محرم (مشکوٰۃ ص ۲۶۸)

''خبردار! کسی بے شوہر عورت کے پاس شوہر یا محرم کے سوا کوئی رات نہ گذرے''۔

(۳) لایخلون رجل یامراۃ الا کان ثالثھا الشیطان (مشکوٰۃ ۲۶۸)

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا ہوتا ہے تو ضرور وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے''۔

(۴) لاتلجوا المغیبات فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم (مشکوٰۃ ۲۶۹)

''جن عورتوں کے شوہر گھر پر نہ ہوں ان کے پاس نہ جاؤ کہ شیطان خون کی طرح تمہاری رگوں میں گردش کرتا رہتا ہے''۔

(۵) لایخلون احدکم بامراۃ الا مع ذی محرم (ریاض الصالحین ۶۲۴)

''کسی محرم کے بغیر کسی اجنبی عورت سے کوئی تنہا نہ ملے''۔

یہ وہ ارشاداتِ عالیہ ہیں جن میں انسانوں کی نفسیات پر گفتگو کی گئی ہے کہ مرد وعورت ایک دوسرے کے لئے اپنے اندر کشش رکھتے ہیں اور اس پر طرفہ یہ کہ شیطان ان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا رہتا ہے، تنہائی کا موقع ملا نفس نے سرکشی کی، شیطان نے جذبات کو ابھارا۔ ایک دوسرے سے قربت بڑھی اور بڑھتی چلی گئی۔ پھر وہ سب کچھ ہوسکتا ہے جو نہیں ہونا چاہئے۔ اسی لئے اس خلوت وتنہائی کی سختی سے ممانعت فرمادی گئی، خصوصاً شوہر کے قرابت دار مثلاً دیور جیٹھ کو رسولِ کائنات نے ''موت'' فرمایا، وجہ یہ ہے کہ دیگر اجنبیوں کی نسبت انہیں تنہائی کے مواقع زیادہ میسر ہوسکتے ہیں پھر ان سے وہ جھجک اور حجاب بھی نہیں رہتا حالانکہ انہیں سے زیادہ احتیاط

اور پردہ کی ضرورت ہے۔

مگر آج کے معاشرہ کا سرسری جائزہ لیا جائے تو دیور بھابھی کے تعلقات اتنے گہرے ملیں گے کہ الامان والحفیظ! ہنسی، مذاق، کھیل کود کچھ بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا بلکہ ایک دوسرے کا حق سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی اس کھلی آزادی سے نہ جانے کیا کیا گل کھلتے ہیں کتنی عصمتیں لٹتی ہیں۔ جہاں تک ہنسی مذاق کا تعلق ہے عورتوں کو صرف اپنے شوہر اور اپنی سہیلیوں سے روا ہے۔ ان کے سوا کسی غیر محرم کے ساتھ کھلی آزادی دے دینا اپنی عزت آپ برباد کرنا ہے۔ اس کے سدِّ باب کے لئے اپنے گھر میں دوستوں اور اجنبیوں کی آمدورفت پر کڑی نظر رکھنی ہوگی اپنے احباب کی محبت اپنی ذات تک محدود رکھنی ہوگی نہ کہ اپنے گھر کی عورتوں سے ان کی دوستی کرا دیجئے۔ ع

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

؎

آئینے کو فضا میں اُچھالا نہ کیجئے
کیا کیجئے گا گر کے اگر چُور ہو گیا؟

ے

(۵)

عورتوں کا گھروں سے نکلنا

مسجدوں سے ممانعت

زمانۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں آیتِ حجاب نازل ہونے کے بعد بھی عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ آنے جانے کی اجازت تھی بلکہ مسجدوں سے روکنے کی ممانعت فرمائی گئی۔ بعض صحابہ نے جب اپنی بیویوں کو روکا اور انہوں نے آپ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

لا تمنعوا اماء اللہ من مساجد اللہ (صحیح مسلم ۱/۱۷۳)

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کے گھروں سے مت روکو''۔

اور عیدین میں حیض والیوں کو بھی لانے کا حکم دیا گیا گرچہ وہ کنارے بیٹھیں۔ پردہ نشین دوشیزاؤں کو بھی اور ان عورتوں کو بھی حاضر ہونے کی تاکید کی جن کے پاس پردہ کے لئے چادر نہ ہو اور دوسری عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی چادر کا ایک حصہ اسے بھی اوڑھا لیں تاکہ یہ سب دعا میں شریک ہو جائیں جیسا کہ صحیحین میں اُمِ عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نخرجھن فی الفطر والضحی العوائق والحیض وذوات الخذور فاما الحیض فیعترلن الصلوۃ ویشھدن الخیرو دعوۃ المسلمین قلت یارسول اللہ احدٰنا لایکون لھا جلباب قال لتلبسھا اختھا من جلبابھا (صحیح مسلم ص ۱/۲۹۱)

''رسول اللہ صل صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم نے ہمیں حکم دیا کہ عیدین میں شریف عورتوں، حیض والیوں اور پردہ نشینوں کو نکال لائیں، ہاں حیض والیاں مصلّٰی سے الگ رہیں تاکہ وہ بھی خیر اور دعائے مسلمین میں حاضر ہوں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کسی کے پاس چادر نہیں ہوتی؟ آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ والی اپنی چادر اوڑھا لے''۔

غرضیکہ زمانۂ رسالت مآب، نفوسِ قدسیہ کا زمانہ تھا، لوگوں کے دلوں میں شریعت کی گہری چھاپ تھی۔ خوفِ خداوندی سے ان کے قلوب لرزاں و ترساں رہتے، تزکیہ وطہارت اور محاسبۂ نفس ان کے رگ و پے میں بسے ہوئے تھے۔ شامتِ نفس کی وجہ سے اگر کوئی گناہ سرزد بھی ہو جاتا تو بارگاہِ اقدس میں آکر اس کا برملا اعتراف کرتے اور حد جاری کرنے کی گذارش کرتے۔ خواتین اسلام کی پابندیٔ شریعت کا یہ حال تھا کہ شریعت کے حکم کے خلاف چاہے وہ شوہر کا حکم کیوں نہ ہو وہ کبھی تسلیم نہ کرتیں۔ عفت و پاکدامنی، قلب ونگاہ کی پاکیزگی، شرم وحیا اور غیرت ان کے لیے سب سے بڑا سرمایہ تھی۔ مسجد سے روکنے کے لیے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اندھیرے میں اپنی بیوی کے سر پر ہاتھ مارا اور پھر چھپ گئے۔ ان کی بیوی عاتکہ نے کہا: اِنّ لِلّٰہِ لوگوں میں فساد آ گیا، یہ کہہ کر گھر لوٹ آئیں اور پھر ان کا جنازہ ہی نکلا۔ (جمل النور لنھی النساء عن زیارۃ القبور)

زمانۂ رسالت ہی کی طرح زمانۂ صدیقی میں بھی عورتوں کو اجازت تھی کہ وہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتیں عورتوں کی صفیں سب سے آخر میں ہوتیں۔ اقامت ہوتی عورتیں مسجد پہنچ جاتیں۔ سب سے آخری صف میں نماز ادا کرتیں اور سلام پھیرتے ہی گھر واپس آجاتیں، نہ مردوں سے مخالطت کا وقت ملتا نہ اس کی گنجائش ہوتی۔ راستے میں چلنے میں عورتوں کو کنارے چلنے کا حکم تھا اور مردوں کو

تاکید تھی کہ عورتوں کے درمیان نہ چلیں۔ غرض اس متبرک دور میں جب عورتیں باجماعت مسجدوں میں نمازیں پڑھا کرتیں اس بات کا پورا خیال رکھا جاتا کہ مرد وعورت خلط ملط نہ ہوں۔

مگر جب عہدِ فاروقی آیا تو لوگوں میں نفسانیت اور فتنہ وفساد آ گیا، ان میں وہ پاکیزگی باقی نہیں رہی جو زمانۂ رسالت اور زمانۂ صدیقی میں تھی۔ قلب ونظر کی چوری پکڑی جانے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیا۔ عورتوں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی شکایت کی کہ زمانۂ اقدس میں ہمیں مسجدوں سے نہیں روکا گیا تو عمر کو روکنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ حضرت صدیقہ نے جواب دیا کہ:

لو ادرک رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کا منعت نساء بنی اسرائیل

(صحیح البخاری)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان باتوں کو پاتے جو عورتوں میں پیدا ہوگئی ہیں تو انہیں وہ بھی مسجدوں سے روک دیئے ہوتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں''۔

اس کے بعد تابعین کے ہی زمانے سے آئمہ نے عورتوں کو مسجدوں و جماعتوں سے منع فرمانا شروع کیا۔ پہلے جوان عورتوں کو پھر بوڑھیوں کو پہلے صرف دن میں روکا پھر رات میں بھی ممانعت فرمادی گئی۔

وہ ازمنۂ مبارکہ جنہیں خیر القرون کہا گیا، جس میں صحابہ وصحابیات، تابعین اور صالحین وصالحات کا وجودِ مسعود تھا۔ جب اس زمانے کے متعلق یہ حکم حضرت عائشہ نے دیا کہ اب عورتوں میں فساد آ گیا۔ آئمہ نے مسجد جانے سے ممانعت فرمادی، کن

کو؟ صحابیات کو، صالحات کو، وہ بھی فرض نماز اور جماعت میں شرکت سے جس کی تاکید احادیث میں فرمائی گئی۔ رسول اللہ نے مسجد سے روکنے سے منع فرمایا پھر بھی فسادِ زمانہ کی وجہ سے حضرت عمر فاروق، حضرت عائشہ صدیقہ بلکہ جمہور صحابہ وتابعین آئمہ مجتہدین نے مسجد جانے سے روک دیا۔ حالانکہ آخری وقت میں آخری صف میں نماز پڑھ کر سلام پھیرتے ہی مکمل احتیاط و پردہ کے ساتھ گھر چلا آنا کتنا پاکیزہ کام تھا۔ مگر اس کی بھی اجازت نہیں دی گئی تو اس زمانہ میں جبکہ ننانوے فیصد عورتوں اور مردوں میں فساد آ گیا۔ ہر نظر ہوس سے پر، ہر دل گناہ کی آماجگاہ، ایسے بگڑے ہوئے ماحول میں عورتوں کا گھروں سے بازاروں، دفتروں، کلبوں، مجلسوں، جلسوں، شادی کی محفلوں، میلوں اور عرسوں میں ہزار طرح سے بن سنور کر جانا بھلا شریعت اس کی اجازت کیسے دے سکتی ہے۔ وہ عورتیں گنہگار اگر مرد راضی ہیں تو ان کے مرد مستحقِ نار اور ایسے مرد و عورت تو انسانی معاشرہ اور دھرتی پر بار ہیں۔

حالانکہ شریعت نے اُسی زمانے سے بلا ضرورت عورتوں کو گھروں سے نکلنے اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے، زینت کے اظہار، حسن و جمال کی نمائش اور دلفریب اداؤں کی تشہیر، زیوروں کی جھنکار اور خوشبوؤں کی پھوہار سے ممانعت فرمادی تھی ...... اور گھر کی چاردیواری میں خانگی ذمہ داریوں کو سنبھالنے، آل و اولاد کی تربیت و پرداخت اور اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کا حکم دیا۔ آوارہ گردی اور بے راہ روی اور بازاری عورتوں کی طرزِ روش سے باز رہنے کا حکم فرمایا، چنانچہ قرآنِ حکیم میں یہ ارشاد فرمایا:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی

(القرآن الحکیم۔ الاحزاب، پ: ۲۲، ع: ۱)

''اپنے گھروں میں رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ پھرو''۔

یونہی مردوں کو حکم دیا کہ اپنی عورتوں کو کامل ستر و حجاب عطا کرو اور ان کی ہر

ضرورت کو گھر میں مہیا کر دو اور انہیں کسی غیر شرعی وطبعی ضرورت سے گھروں سے نہ نکالو، تو بھلا جو لوگ اپنی عورتوں سے کسب (کمائی) کراتے ہیں نوکری کراتے ہیں ان بے غیرتوں کا کیا حشر ہوگا۔ قرآن میں حکم دیا گیا:

وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ (القرآن الحکیم۔ الطلاق: پ، ع)

''عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو''۔

سیاسی ومعاشی میدان میں عورتوں کی مساوات کی بات کرنا بلکہ یہ دلیل دینا کہ عورتوں کو بھی حق ہے کہ وہ معاشی استحکام کی جدوجہد کریں۔ اس طرح کی باتیں اس وقت قابل قبول ہوتیں جب عورتوں پر اہلِ خانہ کے اخراجات کی ذمہ داری عائد ہوتی۔ یہاں تو معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ خود عورتوں کی ساری ضروریات کی تکمیل مردوں کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے حتیٰ کہ عورتوں پر یہ بھی واجب (۱) نہیں کہ وہ کھانا بنا کر شوہروں کو دیں بلکہ شوہر پر ضروری ہے کہ بیوی کے لئے بنا بنایا کھانے کا انتظام کرے۔ ان مراعات کے باوجود بھی اگر نافہم حضرات خواتین کو ہر میدان میں مردوں کے دوش بدوش کھڑا کرنے کے لئے گھروں سے کھینچ کر باہر کرنا ضروری تصور کرتے ہیں تو یہ کوشش قانونِ فطرت سے بغاوت ہے، بلکہ اصلاحِ معاشرہ اور عالمی امن وسکون کی کھلی مخالفت کرنی ہے۔ آج جن اداروں میں خواتین کو نمائندگی ملی ہے وہاں دفتروں سے لے کر کارخانوں تک کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کام سے زیادہ تفریح اور عیاشی میں وقت صَرف ہوتا ہے، سکولوں میں تعلیم وتعلم کا فقدان ہوتا جا رہا ہے۔ البتہ قلب ونظر کی تسکین اور مجلسوں کو گرم کرنے کا سامان ضرور فراہم کیا جاتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ناز وادا کا مجسمہ عورت گھر سے نکلے گی ہزار دلفریبیوں کے ساتھ لباس وآرائش کا اعلیٰ اہتمام ہوگا پھر نگاہیں تو اٹھیں گی اور کوچہ وبازار دفاتر وتعلیم

---

(۱) یہ حکم قضاءً ہے، دیانۃً عورتوں کو اس ذمہ داری کو نبھانا ضروری ہے، (البریقہ ۱۳۱۷)۔

گاہ ہر جگہ اپنی دلفریب مسکراہٹوں کی نمائش ضرور کرے گی اور اس کی جانب سے نہ بھی ہو تو شیطان لعین ہر نکلنے والی عورت کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ عورت نکلی شیطان نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ہزار جلوہ سامانیاں اس میں نظر آئیں، کسی کی نگاہ بھٹکی، کسی کا دل بہکا، کسی کے قدم لڑکھڑائے، عورت خود اگر نیک ہے مگر کیا ضروری کہ اس پر ہوس ناک نگاہیں ڈالنے والے پارسا ہوں۔ عورت شیطان کا ایک تیر بہدف ہتھیار رہے، اور شیطان انسان کے بدن میں ایسے گردش کرتا ہے جیسے خون کے قطرے۔ اسے انسان کو بہکانے میں دیر نہیں لگتی۔ احادیث کریمہ میں بار بار اس طرح کی تاکیدیں آئیں۔

فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۹)

''بے شک شیطان خون کی طرح تمہارے جسم میں دوڑتا ہے''۔

عورت جب گھر سے نکلتی ہے فتنوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، شیطان اس کی چال میں ناز و انداز اور سراپا کو دلکش بنا دیتا ہے کہ نگاہیں بے تابانہ اس کی سمت اٹھ جاتی ہیں۔ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المرءۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان (ایضاً)

''عورت مکمل شرمگاہ ہے جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے''۔

''صحیح مسلم'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

ان المرءۃ تقبل فی صورۃ شیطان و تدبر فی صورۃ شیطان

(طیبی علی ہامش مشکوٰۃ)

''عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے، اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے''۔

یعنی اس کا آنا جانا آوارہ نگاہی کا سبب ہے جیسے شیطان شرور وَ ساوِس کا باعث ہے۔علامہ صاوی نے ایک حدیث نقل کی ہے:

اذا اقبلت المرءۃ جلس ابلیس علی رأسھا فزینھا لمن ینظر و اذا اذبرت جلس علی عجیزتھا فزیّنھا لمن ینظر

(الصاوی علی الجلالین، ۳/ ۱۲۸)

''جب عورت سامنے آتی ہے تو ابلیس اس کے سر پر بیٹھتا ہے اور دیکھنے والے کے لئے اسے خوبصورت بنا دیتا ہے، اور جب واپس جاتی ہے تو اس کے سُرین پر بیٹھتا ہے، اور دیکھنے والے کے لیے اس میں کشش پیدا کرتا ہے''۔

عورت کب گھر سے نکل سکتی ہے

اسلام نے اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں طہارت و پاکیزگی اور اصلاح کے لئے عورتوں کی بے پردگی اور گھروں سے نکلنے پر پابندی عائد کی ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں قید و بند کی صعوبتوں میں گرفتار کر کے شرعی اور طبعی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بھی گھر سے نکلنے کے حق کو سلب کرلیا ہے۔ اسلام بے جا شدت اور سختی کا مخالف ہے۔ اس میں ہر ایک کے جائز حقوق کی پاسداری کی گئی ہے،عورتوں کو بھی بعض حالات میں گھروں سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے مگر اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی ہر ضرورت کی تکمیل شرعی حدود میں رہ کر کریں۔ ایسا نہیں کہ ان اوقات میں ان کو ستر وحجاب اور دیگر ممنوعات سے آزاد کر دیا گیا ہے چنانچہ آئمہ مجتہدین نے ان صورتوں کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

''شوہر اپنی بیوی کو سات مقامات پر جانے کی اجازت دے سکتا ہے: (۱) ماں باپ کی ملاقات (۲) اُن کی عیادت (۳) ان کی تعزیت (۴) محارم کی ملاقات

(۵) اگر دایہ ہو (٦) مُردہ نہلانے والی ہو (۷) یا اس کا کسی دوسرے پر حق آتا ہو یا دوسرے کا حق اس پر ہو تو ان صورتوں میں اجازت لے کر اور بلا اجازت بھی نکلے گی۔ حج بھی اسی حکم میں ہے، ان صورتوں کے علاوہ اجنبیوں کی ملاقات، ان کی عیادت اور دعوتِ ولیمہ کے لیے شوہر اجازت نہ دے۔ اگر اجازت دی اور عورت وہاں گئی تو مرد وعورت دونوں گنہگار رہوں گے۔ (جمل النور لنہی النساء عن زیارۃ القبور، ۴٦، ۴۷)

اس عبارت پر تشریحی نوٹ لکھتے ہوئے استاذِ گرامی حضرت مولانا محمد احمد مصباحی (شیخ الادب الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) نے کتنی اچھی بات لکھی ہے:

"یہ عبارت اور یہ سات مقامات یاد رکھنے کے ہیں۔ مردوں نے عورتوں کو آنے جانے کے معاملے میں جتنی زیادہ چھوٹ دے رکھی ہے اس کا شریعت میں کہیں پتہ نہیں۔ انہیں اپنی ماتحت عورتوں کے بارے میں اتنی خوش فہمی رہتی ہے کہ جہاں کسی عورت نے عرس یا کسی اجتماع، کسی شادی، کسی جلسے میں شرکت، کسی غیر محرم قرابت دار یا کسی دوست کے یہاں حاضری کی خواہش ظاہر کی، انہوں نے اجازت دے دی۔ یا اتنے سے نہیں تو ضد اور اصرار کے بعد تو ضرور تابع فرمان ہوئے۔

لوگ راہوں اور غیر محرموں کے گھروں میں عورتوں کی بے پردگی، نامحرموں سے آنکھیں ملا کر گفتگو کرنا یا کم از کم اجنبیوں وہ بھی فاسقوں فاجروں بلکہ کافروں، شاطروں، خدا نا ترسوں کی نظر پڑھنے کا تماشہ خود دیکھتے ہیں اور دوسروں کی عورتوں کے لئے اسے سخت ناپسند بھی کرتے ہیں اور واقعی حمیتِ اسلامی کا تقاضا یہی ہونا چاہئے مگر خود بھی تو اجازت دیتے وقت انجام پر غور کر لینا چاہئے۔

یہ اور بات ہے کہ مولائے کریم کی جانب سے حفاظت ہو جائے اور اصل فتنے کا وقوع نہ ہو۔

مگر بتایئے! کیا شریعت نے عورتوں کو نامحرموں، اجنبیوں کے سامنے اس بے

پردگی کی کہیں اجازت دی ہے؟ صحابہ وتابعین تو اپنی پارسا نمازی، متقی اور خداترس عورتوں کے لئے وہ پابندیاں رکھیں اور اب یہ آزادیاں دی جائیں۔ دونوں حالتوں اور نظریوں میں کتنا فرق ہے؟ اب تو پہلے سے زیادہ پابندی کی ضرورت ہے۔ اللہ ہدایت دے اور شریعتِ مطہرہ پر عمل کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

(جمل النور لنھی النساء عن زیارۃ القبور (حاشیہ) ۴۸،۴۷)

زیوروں کی جھنکار؟

یہ امر مسلّم ہے کہ خواتین کو تزئین و آرائش کے لئے سونے چاندی کے زیورات کے استعمال کی اجازت دی گئی بلکہ حضرت عائشہ کے بقول بے زیور رہنا ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ حتیٰ کہ اگر کچھ نہ ہو، تو کم از کم ایک دھاگہ ہی گلے میں ڈال لے۔ (فتاویٰ رضویہ، دہم) بلکہ اندرونِ خانہ قابلِ نکاح دوشیزاؤں کو زیوروں سے آراستہ کر کے رکھنے کی تاکید کی گئی تاکہ رشتے برغبت آئیں۔ (فتاویٰ رضویہ دہم) بلکہ تزئین و آرائش نہ کر کے پھوہڑ بنے رہنا تعزیر کا سبب قرار دیا گیا کہ شوہر اس پر باز پرس کر سکتا ہے مگر ان تمام زیب و زینت کا مقصدِ واحد یہ ہے کہ شوہر کا التفات دوسری کی جانب نہ ہو۔ عورت ہر طرح سے شوہر کو بہلاتی رہے۔ المختصر یہ کہ لباس و انداز، زیورات و سنگھار ہر چیز کی اجازت اسی حد تک ہے کہ شوہر کے لئے ہو، پردے میں ہو، مگر اجنبیوں میں اس کا اظہار آمد و رفت میں پاؤں زمین پر مارتے ہوئے چلنا جس سے زیوروں کی جھنکار اجنبی کانوں تک پہنچے، اس کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی، چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ط (النور: پ ۱۸، ع ۱۰)

"اور اپنا پاؤں زمین پر نہ ماریں جس سے ان کا چھپا ہوا سنگھار معلوم ہو"۔

سنن ابوداؤد اور نسائی میں ابن مسعود کی روایت جس میں دس بُری خصلتوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں یہ بھی ہے۔

والتبرج بالزينة بغير محلها (مشکوٰۃ المصابیح ۳۷۸)

''غیر محل میں زینت کا اظہار بری عادت ہے''۔

سنن ابوداؤد ہی میں حضرت ابن زبیر کی روایت ہے کہ ان کی ایک باندی زبیر کی ایک لڑکی کو حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئی۔ اس بچی کے پیروں میں گھنگھرو بندھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے اسے کاٹ کر الگ کردیا اور فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ: **مع كل جرس شيطن** (سنن ابوداؤد ۲/۲۲۹) (ہر گھنگھرو کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے) اور وہ شیطان گھنگھرو کی آواز میں ایسی کشش پیدا کرتا ہے کہ اس جھنکار کی طرف نگاہیں اُٹھ جاتی ہیں اور دل میں ہنگامہ برپا ہونے لگتا ہے، پھر شیطان آگے کی رہنمائی کرتا رہتا ہے۔

عبدالرحمن بن حیان انصاری کی باندی بُنانہ کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک بچی لائی گئی جو گھنگھرو پہنے ہوئے تھی جس سے آواز نکلتی تھی۔ حضرت صدیقہ نے فرمایا: گھنگھرو کاٹ ڈالو پھر میرے پاس لانا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے، فرماتے ہیں: **لاتدخل المئكة بيتا فيه جرس** (سنن ابوداؤد ۲/۲۳۰) ''جس گھر میں گھنگھرو ہو، رحمت کے فرشتے نہیں آتے''۔

یہ تو صحابہ وصحابیات اور اُمہات المؤمنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل ہے، مگر ہمارا عمل یہ ہے کہ ہماری عورتیں گھروں میں کیا، گلیوں، کوچوں، بازاروں، عرسوں، شادی کی محفلوں اور دیگر تقریبات میں پوری ڈھٹائی کے ساتھ

اپنے زیورات جھنکاتی پھرتی ہیں اور ہم تماشہ دیکھتے رہتے ہیں۔ خدا اُن مردوں اور عورتوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے، شیطان کے اس ہتھیار سے بچنے کی توفیق دے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: گھنگھرو کے متعلق آپ نے فرمایا: **مزمار الشیطن** (کہ وہ شیطان کی بانسری ہے) (مشکوٰۃ المصابیح ۱/ ۳۷۰) شیطان کی بانسری بجے گی تو نفس کی سرکشی دوبالا ہوگی (خدا کی پناہ) اسی لیے شریعتِ مطہرہ نے ایسے زیورات کی ممانعت فرمادی تاکہ شیطانی آواز جذبات کو برانگیختہ نہ کریں۔

خوشبو لگا کر نکلنا

خوشبو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز ہے۔ خوشبو کا استعمال سنتِ رسول ہے۔ عورتوں کو تو بھڑکیلی خوشبوؤں کی بھی اجازت دی گئی۔ مگر جب کسی طبعی یا شرعی ضرورت سے نکلنا ہو تو اس وقت اس کی ممانعت آئی ہے چونکہ خوشبو ایسی چیز ہے جو دل و دماغ میں مستی و سرور پیدا کردیتی ہے اور خوشبو والی چیز کی طرف دل کا میلان بڑھ جاتا ہے اور اس کے حصول وطلب کی خواہش دل میں انگڑائیاں لینے لگتی ہے جس طرح کوئی شخص کسی باغ میں پہنچتا ہے، رنگارنگ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبوئیں اس کے دل و دماغ کو اس قدر معطر و مسحور کردیتی ہیں کہ ان خوشبودار پھولوں کو شاخوں سے جدا کرکے اپنے گھر کی زینت بنانے کی خواہش دل میں پیدا ہو جاتی ہے' اور دو ایک پھول لئے بغیر گلشن سے نہیں نکلتا۔ حضرت جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ؎

چوں یا بدبوئے گل خواہد کہ بیند
چوں بیند روئے گل خواہد کہ چیند

پھر بھلا اس انسانی فطرت کے باوجود شریعت اس کی اجازت کب دے سکتی

ہے کہ عورت کوچہ و بازار اور مجلس و ماحول کو معطر کرتی پھرے اور فساق و فجار کو فتنہ و فساد برپا کرنے کا موقع ہاتھ آئے۔ اغواء اور زنا کی وارداتیں منظرِ عام پر آئیں۔ وہ اجنبی لوگ جن کے سامنے بے پردہ آنا جانا تو درکنار نرم لہجہ میں بات کرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا، چنانچہ زمانۂ رسالت مآب میں جبکہ عورتوں کو با جماعت مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت تھی۔ آپ نے خوشبو لگا کر آنے والی عورتوں کو سخت تنبیہہ فرمائی کہ جا کر غسل کر کے آئیں۔ ملاحظہ ہو ''مسلم شریف'' کی روایت عبداللہ بن مسعود راوی ہیں:

اذا شهدن احدلكن المسجد فلا تمش طيبا (صحیح مسلم ۱/ ۱۸۳)

''جب تم میں سے کوئی عورت مسجد آئے تو خوشبو نہ لگائے''۔

دوسری روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے:

ايما امراة اصابت خورا فلا تشهد معنا العشاء الاخرة (ایضاً)

''جو عورت خوشبو لگائے ہو، وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہو''۔

''سننِ ابوداؤد'' میں حضرت ابوہریرہ ہی سے مروی ہے:

لاتقبل صلوة امراة تطيب للمسجد حتى تفسل غلسلها من الجنابه (مشکوٰۃ المصابیح ۱/ ۹۶)

''جو عورت مسجد جانے کے لئے خوشبو لگاتی ہے اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ غسلِ جنابت کی طرح غسل نہ کر لے''۔

امام ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

كل عين زانية وان المرءة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهى كذا وكذا يعنى زانية (ایضاً)

”ہر (شہوت سے غیر کو دیکھنے والی) آنکھ زانی ہے۔ بے شک عورت خوشبو لگا کر مجلس سے گذرے تو وہ زانیہ ہے“۔

الغرض عورتوں کو جس قدر تزئین و آرائش، خوشبو و سنگھار کی اجازت ہے وہ فقط شوہر کے لئے پردے کے اندر ہے۔ غیر محل میں اظہارِ زینت کا کوئی جواز ہرگز نہیں۔ عورت اپنی زینت و آرائش کی ہر جگہ بے محابا نمائش کرتی پھرے اور فسادِ معاشرہ کا سبب بنے، کوئی ذی ہوش اور ادنیٰ عقل و شعور رکھنے والا اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

مسجد و جماعت اور نمازِ عید وغیرہ میں جانے کے لئے ان پاکباز و پارسا نمازی و متقی خواتین کے لئے یہ پابندیاں رکھیں اور وہ بھی صحابہ کے اجتماع میں جن کے تقویٰ و طہارت کی قسمیں کھائی جاتی ہیں اور آج کل اس قدر آزادی اپنی بہو بیٹیوں اور بیویوں کو دی جائے کہ بازاروں، شادی کی محفلوں، میلوں ٹھیلوں میں ہر طرح کے فیشن، خوشبو اور عطریات لگا کر جائیں جہاں اکثر اوباشوں سے ان کا سابقہ پڑتا ہے۔ کس قدر بے حیائی و بے غیرتی ہے۔ اب تو زیادہ احتیاط اور پابندی کی ضرورت ہے

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تابکی

آئینے کو فضا میں اُچھالا نہ کیجئے
کیا کیجئے گا؟ گر کے اگر چُور ہوگیا

سکولوں میں لڑکیوں کی تعلیم پر ایک نظر

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

تعلیم انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ایک لازمی امر ہے۔ تعلیم ایسا آبِ حیات ہے جو روحانی شریانوں میں سرایت کر کے اخلاق و کردار، افعال و اعمال کی

تربیت وتزئین کرتا ہے اور شخصی واجتماعی زندگی کی بالیدگی اور اس میں بہار لانے کی بے مثال غذا ہے، تو کیا خواتین زیورِ علم سے آراستہ نہ ہوں، انہیں جہالت ونادانی کی گہری کھائیوں سے نہ نکالا جائے؟

تو اس پر میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ مذہبِ اسلام ہی وہ واحد ہمہ گیر مذہب ہے جس نے انسانوں کی اخلاقی وسماجی زندگی کے نکھار کے لیے بلاتفریقِ مرد وزن حصولِ علم کو فرض قرار دیا اور علم وآگہی، شعور ودانائی سے آراستہ اور جہل ونادانی کی تاریکیوں میں گم لوگوں کے درمیان خطِ امتیاز کھینچا اور برملا یہ اعلان کیا:

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

(القرآن الحکیم۔الزمر، پ: ۲۳)

"کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں"۔

اور زندگی کے مختلف شعبوں میں درپیش مسائل سے آگاہ ہونے کے لئے علم کا سہارا لینے کا حکم دیا گیا۔ جس نے بھی ایمان کی دولتِ بے بہا سے اپنا خزانۂ دل بھر لیا ہے اسے ضروری ہے ایمان کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے اتنا علمِ شریعت حاصل کرے جس سے اپنی زندگی کو سنوار سکے۔ عبادات ومعاملات حقوق اللہ اور حقوق العباد، ذات وصفاتِ الٰہیہ اور جملہ امورِ اعتقادیہ کی معتدبہ آگاہی حاصل کر لے۔ چنانچہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۴)

"علمِ دین حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

اور علمِ دین، یہ ایسا اہم فریضہ ہے جس پر دیگر فرائض کی صحت واصلاح بلکہ ایمان واعتقاد کی سلامتی کا دارومدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبِ اسلام نے والدین پر جہاں تربیت اولاد کے لئے دیگر امور حقِ وَلَد شمار کیا، وہیں ان پر یہ بھی واجب کیا ہے کہ اپنی

اولاد کو علمِ دین سکھائیں۔ ان کے لیے اچھے، لائق، دین دار اساتذہ کا انتخاب کریں تاکہ نیک استاذ کی صحبت میں نیک، فرماں بردار اور شریعت کا پاسدار بن کر مستقبل میں خاندان و معاشرہ کی خدمت کر سکے۔ خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں اس کی ہدایت کی گئی ہے کہ بچپن ہی سے عبادات، طہارات اور پردہ وحجاب کی تعلیم دے۔ اس کے لئے کسی نیک، دین دار نمازی مُعَلِّمَہ کی خدمات حاصل کرے تاکہ اس کی اچھی صحبت کا اچھا اثر پڑے۔

غرض کہ تعلیم کی افادیت واہمیت کا بہرصورت خیال کیا گیا ہے مگر وہ تعلیم جس سے اخلاق سنورتے ہیں، انسان انسان رہ کر خدا کی معرفت حاصل کر سکے۔ اپنے ایمان واعتقاد کی شناخت کرے۔ زندگی کے ہر موڑ پر اپنے اخلاق کے شیشے سے ناکارہ پتھروں کو تراش کر نگینہ بنا دے۔

مگر دورِ حاضر کی تعلیم خصوصاً تعلیمِ نسواں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ۹۵ فیصد خواتین ایسی تعلیم سے یا تو یکسر محروم ہیں یا یہ تعلیم ان کی عملی زندگی میں مغلوب ہو کر رہ گئی ہے۔ بچیاں ابھی ہوش سنبھال بھی نہیں پاتیں کہ انہیں انگریزی تعلیم و تربیت کے حوالے کر دیا جاتا ہے جہاں انہیں عہدِ طفلی ہی سے انگریزی طرزِ زندگی اور انگریزی کلچر کا دل دادہ بنا دیا جاتا ہے۔ تعلیم و تربیت، وضع قطع، کردار و عمل، ہر چیز میں اسلامی قوانین کی مخالفت کے جراثیم ڈالے جاتے ہیں، پھر آگے چل کر کسی اسکول میں داخل کر دی جاتی ہیں جہاں کے آزاد ماحول میں وہ بلوغ کی دہلیز پر قدم رکھتی ہیں۔ ایک تو بچپن سے اسلامی تعلیم و تربیت سے محروم رہیں، اس پر طرفہ یہ کہ طلبہ و طالبات کا مخلوط ماحول مل گیا جہاں کے آزاد ماحول میں کسی اختلاط و تعلق پر کوئی قدغن نہیں۔ عشق و محبت، نغمہ و سرود، فحش لٹریچرس، آزادانہ ماحول اور بے حیائی ان کی تعلیم کا مقصدِ اوّل بن جاتا ہے، پھر تعلیم ایسی جس میں الحاد ولادینیت کے زہریلے جراثیم، ایمان واعتقاد

کے خود رو پودے کو وبائی کیڑے کی طرح کھا جاتا ہے۔ ایک طرف تو عقیدہ و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے تو دوسری طرف اخلاق و کردار کی وہ دُرگت بنتی ہے کہ شرم و حیا، عفت و عصمت کا جنازہ ہی نکل جاتا ہے۔

((ایک ممکنہ اعتراض کا جواب))

آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سکولوں میں پڑھنے والی ساری لڑکیاں ایسی نہیں ہوتیں، بہت سی طالبات ایسی ہیں جو سکول میں رہتے ہوئے بھی وہاں کی آزادی سے متاثر نہیں ہوتیں لہٰذا لڑکیوں کی اس تعلیم پر کیونکر پابندی عائد کر دی جائے۔ لہٰذا سب کو ایک رسی میں کیسے جکڑا جا سکتا ہے؟۔

تو میں اتنا عرض کروں کہ اوّلاً یہ تعلیم لازم و ضروری نہیں بلکہ ان پر اور ان کے سرپرستوں پر تو یہ واجب تھا کہ دین کی تعلیم دلائیں جن کی انہیں سخت اور اہم ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں دست کاری، امورِ خانہ داری سکھائیں جس سے وہ پردہ میں رہ کر بھی معاشی استحکام میں مدد دے سکتی ہے، اور اپنے مشترکہ خاندان کی بھی مدد کر سکتی ہے مگر یہ تعلیم جن سے دنیا و آخرت کی ڈھیر ساری خرابیاں اور تباہیاں وابستہ ہیں ان میں عورتوں کو پھنسا کر ان کی نسوانی حیثیت کو مجروح کرنا ہے۔ وہ فقط اندرونِ خانہ کی ملکہ ہیں، خانہ داری کے علوم ہی ان کے لئے بہت ہیں۔ انہیں ڈاکٹر، انجینئر اور ٹیچر بنا کر اپنا حاکم بنانا ہے اور بچوں کو ماں کی ممتا سے محروم کرنا ہے۔

ثانیاً یہ کہ اسلامی تعلیم کے حصول میں بھی انہیں اس چیز کا پابند بنایا گیا ہے کہ اسلامی پردہ و حجاب اور مذہبی اقدار پامال نہ ہوں نہ غیر محرموں کا سامنا ہو نہ ان سے تخلیہ بلکہ اسلامی تعلیم بھی صاف اور ستھرے ماحول میں دین دار متقیہ عورت سے حاصل کرے۔ پھر اس کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے کہ دنیاوی غیر ضروری تعلیم کے لئے انہیں بے حجاب غیر محرموں کے بیچ بے تکلّف کر دیا جائے، جہاں فاسقوں اور

اوباشوں کی نگاہوں کا شکار ہوں اور حیا سوز تعلیم بے حیاؤں سے حاصل کریں۔ نہ راستے میں غیروں کی نگاہوں سے پردہ، نہ تعلیم گاہوں میں اس سے چھٹکارا۔ اگر وہ خود دل کی بُری نہیں تو کیا ضرور کہ راہوں اور تعلیم گاہوں میں جن سے سابقہ پڑتا ہے ان کی نیتیں بھی غیر مشکوک ہوں، بلکہ آئے دن مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اسکولی طالبات کے اعضائے جسم کی بلائیں لینے والے اوباش لفنگے طرح طرح سے راہوں حتیٰ کہ درسگاہوں میں لڑکیوں کو چھیڑتے اور پریشان کرتے ہیں پھر بھی ان لڑکیوں کو شرم آتی ہے نہ ان کے سرپرستوں کو غیرت۔ زنا، اغواء، ناجائز حمل یہ اکثر دیکھنے اور سننے کو ملتے رہتے ہیں پھر ایسے ماحول سے وہ لڑکیاں متاثر نہیں ہوسکتیں جو ناواقف و نادان یا آپ کے خیال میں سیدھی سادھی اور پارسا ہیں؟ کہتے ہیں کہ:

''تربوزہ دیکھ کے رنگ پکڑتا ہے''۔

حالاتِ زمانہ اور فسادِ عمل کی وجہ سے جب مسجد و جماعت اور عیدگاہ و جلسہ گاہ سے ممانعت کردی گئی جہاں فقط عبادت اور وعظ و نصیحت کا حصول ان کا مقصد تھا۔ صحابۂ کرام نے پاکباز بیویوں کو مسجد و عیدگاہ سے منع فرمادیا کہ اب نظروں میں فساد آگیا تو اس زمانہ کی خواتین اور لڑکیوں کے لئے کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ بے پردگی کے ساتھ ہزار بناؤ سنگھار کرکے اوباشوں کی نظروں سے گذرتی ہوئی سکول اور کالج کے آزاد ماحول میں لڑکوں کے دوش بدوش نہ صرف کلاسوں میں بلکہ پارکوں اور تفریح گاہوں میں بے تکلّفی کا مظاہرہ کریں۔ پھر عاشقانہ اشعار، فحش گانے گائیں اور ڈرامے و رقص جیسے دیگر پروگراموں میں حصہ لیں۔ کیا ان فُحش عوامل و محرّکات سے ان نازک شیشوں کے اخلاق و کردار پر بُرا اثر نہیں پڑے گا؟۔

فتحِ مکہ کے موقع پر ایک صحابی جن کی آواز ترنم ریز تھی، حدی پڑھتے جارہے تھے، اس پر سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں تنبیہ فرمائی اور

عورتوں کے نازک دلوں کو شیشوں سے تعبیر کیا کہ یہ سریلی آواز ان کے شیشۂ دل کو کہیں چُور نہ کر دے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

رویدک الجشۃ رفقا بالقواریر (جمل النور النھی النساء من زیارۃ القبور)

''انجشہ شیشیوں پر نرمی کے لئے آہستہ......''

غرض کہ اسلام نے اخلاقِ کردار، تقویٰ وطہارت کی حفاظت کے لئے عورتوں کو گفتگو میں نرمی اور لوچ، آوارہ نگاہی، زیوروں کی جھنکار اور بھڑکیلی خوشبوؤں سے منع فرمایا ہے۔ پھر بھلا اس آزاد روِش، مخلوط تعلیم اور غیر اسلامی طرزِ زندگی کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے؟۔

مگر جو لوگ اسلامی تعلیمات اور خدائی احکام سے ناواقف و بے بہرہ اور دنیاوی عزّ وجاہ، تفاخر و ناموری اور نام نہاد ترقی کے خوشنما شیش محل کی تعمیر میں مصروف ہیں وہ اپنی ظاہری شہرت پر لڑکیوں کو ان کے فطری حقوق سے محروم کر کے ان کا نسوانی وقار ان کی قدرتی حیاء وعفت، پاکدامنی کو نیلام اور بلیک میل کر رہے ہیں بلکہ اپنی ملّی اور سماجی زندگی کی موت کا سامان کر رہے ہیں ......ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

یہ سکول کی تعلیم ہی کا تو اثر ہے کہ مَردوں کی گاڑھی کمائی کا ایک معتدبہ حصہ فیشن پرستی کی نذر ہو رہا ہے۔ لڑکیاں اپنے انداز واطوار میں وہ طریقے اختیار کرتی ہیں کہ وہ سارے مَردوں کی مرکزِ توجہ بن سکیں۔ یہ جدید تراش کے لباس ہزاروں طرح کے سنگھار کیا اس لئے ہیں کہ ان کے شوہر ان سے خوش رہیں۔ اگر ایسی بات ہوتی تو اپنے گھروں تک تزئین وآرائش اور عمدہ ملبوسات کو محدود رکھتیں مگر مقصد تو یہ ہے کہ بازار

میں کوئی عورت اس سے اچھے فیشن اور جدید سنگھار میں نہ ہو، ہر گزرنے والا مرد صرف اور صرف اسے ہی مرکزِ توجہ سمجھے۔ غرض کہ اس تہذیبِ نو اور انگریزی تعلیم کی متوالی خواتین کے لئے اگر اس دنیا میں ناقابلِ اعتنا ہے تو وہ اس کا شوہر ہے اس کے علاوہ سارے مرد اس کے مطمع نظر ہیں۔

یہ تعلیم لڑکیوں کو بہترین رقاصہ، ماڈرن طوائف، خوبصورت اداکارہ اور مسحور کن مغنّیہ (گائیکار) تو بنا دیتی ہے مگر ایک وفا شعار بیوی، شفیق ماں اور رحم دل پڑوسن یا پارسا خاتون نہیں بنا سکتی۔ پھر اس سے یہ امید کیسے کی جائے کہ دیندار، پاکباز اور صوم وصلوٰۃ کی پابند بنا دے۔

گم ہوگیا مغرب کی سیہ بخت گھٹا میں
تہذیبِ حجازی کا درخشندہ ستارہ

(بدر القادری)

خواتین کی فطری جذبۂ خود نمائی اور آوارہ نگاہی کے سدِّ باب کے لیے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ''انہیں بالا خانوں پر نہ رکھو'' کہ شیطان کو فتنہ وفساد کے دروازے کھولنے کا موقع نہ ملے۔

اسی طرح فتنہ کے سدِّ باب کے لیے حکم دیا کہ ''انہیں لکھنا نہ سکھاؤ'' کہ یہ فتنے کا دروازہ ہے۔ حضرت لقمان علی نبینا وعلیہ السلام نے ایک مکتب میں ایسی تعلیم ہوتے دیکھا تو فرمایا: من یضقل ھذا الصیف؟ (فتاویٰ رضویہ دہم نصف آخرص ۱۲۹) (یہ تلوار کس کے لیے تیز کی جا رہی ہے؟) چنانچہ فتاویٰ رضویہ، جلد دہم نصف آخر میں ہے کہ لڑکیوں کے لئے موجودہ طریقہ تعلیم خصوصاً سکولوں میں کسی طرح خیر نہیں، بلکہ فتنوں کو ہوا دینا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (القرآن الحکیم)

''فتنہ قتل سے بڑا گناہ ہے''۔

ہاں دینیات کی تعلیم جس سے دین و دنیا دونوں سنور سکتے ہیں فرضِ اہم ہے۔ بلکہ والدین پر ضروری ہے کہ اپنی بچیوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کر کے ایک مثالی خاتون بنائیں، دستکاری اور ہُنر بھی سکھائیں۔

تقریبات میں عورتوں کی شرکت

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ بات بھی اچھی طرح واضح اور روشن ہوچکی ہوگی کہ جلسہ وجلوس، شادی بیاہ، اعراسِ اولیاء اور دیگر تقریبات میں بھی خواتین کی شرکت شرعاً ممنوع ہے۔ مزید وضاحت اور اس کی شناعات کے تفصیلی علم کے لئے امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے رسالہ ''مروج النجا لخروج النساء'' سے چند اقتباسات ہدیۂ قارئین کر رہا ہوں:

''اصلِ کُلّی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال، خواہ نساء کے پاس ان کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب ومباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ مثلاً بے ستری نہ ہو، مجمع فساق نہ ہو، ممنوعِ شرعی تقریب نہ ہو، ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو، بے حیاء اور بے باک عورتوں کی صحبت، شیطانی گیت، سمدھنوں کی گالیاں، سننا سنانا، نامحرم دولہا کو دیکھنا دکھانا، رتجگے وغیرہ میں ڈھول وغیرہ نہ ہو۔

اجنبیوں کے یہاں جہاں کے مرد و زن سب اس کے نامحرم ہوں شادی، غمی، زیارت، عیادت، ان کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں۔

اگرچہ شوہر اجازت دے۔ شوہر اجازت دے گا تو خود بھی گنہگار ہوگا۔

محارم کے یہاں بھی (کتبِ معتمدہ میں ظاہر کلماتِ ائمۂ کرام) شادیوں

میں جانے سے ممانعت ہے۔ اگرچہ محارم کے ساتھ، علامہ طحطاوی نے اسی جزم اور علامہ مصطفی رحمتی وعلامہ شامی نے اسی کا استظہار کیا اور حدیثِ عبداللہ بن عمر وحدیثِ خولہ بنت النعمان وحدیثِ عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا یہی مقتضیٰ"۔

احادیثِ ثلاثہ میں ارشاد ہوا: عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں، حدیثِ اوّلین میں اس کی علّت بیان فرمائی کہ جب وہ اکٹھی ہوتی ہیں بے ہودہ باتیں کرتی ہیں، حدیثِ ثالث میں فرمایا: ان کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل گر نے لوہا تپایا، جب آگ ہوگیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا اجلا دیا۔ (رواھن جمیعاً الطبرانی فی الکبیر)

عورتیں کہ بوجہ نقصانِ عقل ودین سنگدل اور امرِ حق سے کم منفعل ہیں، لوہے سے تشبیہ دی گئیں اور نارِ شہوات وبے حیائی کہ ان میں مردوں سے سو حصہ زائد، مشتعل لوہار کی بھٹی اور ان کا بے تکلّف ہو کر اجتماع لوہے اور ہتھوڑے کی صحبت۔ اب جو چنگاریاں اُڑیں گی دین، ناموس، حیاء غیرت اور جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی"۔

"سلمٰی پارسا ہے، ہاں پارسا ہے۔ وبارک اللہ! مگر جانِ برادر! کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں؟ ان سے گناہ نہیں ہوسکتا؟ کیا صحبتِ بد میں اثر نہیں؟ سرپرستوں سے جدا، خودسر وآزاد۔ ایک مکان میں جمع اور سرپرستوں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل۔

فانما خلقت من ضلع اعوج

"کج سے بنی کج ہی چلے گی"۔

آپ نادان ہے تو شُدہ شُدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی۔ جسے عورت کی اصلاح

کی پرواہ نہیں، یا زمانہ کے حالات سے آگاہ نہیں۔ اوّل ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گذارش کیجئے:

معذور دار مت، کہ تو اورا نہ دیدئہ

مجمعِ زناں کی شناعات وہ ہیں کہ زبان پر لانا گوارہ نہیں، چہ جائیکہ لکھی جائیں جسے ان نازک شیشیوں کو صدمے سے بچانا ہو، تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجتِ شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں۔ حاجاتِ شرعیہ وہی جس کی علمائے کرام نے استثناء فرمادی۔ غرض احادیثِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ مجمعِ نساء میں خیر واصلاح نہیں، آئندہ اختیار بدستِ مختار" ملخصاً

(احکام شریعت ۳/ ۸۵،۸۲)

محفلِ وعظ میں عورتوں کی شرکت سے متعلق ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اسی طرح اگر عادتِ نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلسِ وعظ وذکر اقدس جائیں اور سُنیں، نہ سنائیں، بلکہ عین وقتِ ذکر اپنی کھچڑیاں پکائیں جیسا کہ غالب احوال زنانِ زمانہ۔ تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنامِ خیر ہے، مگر بوجہ غیر ہے"۔

اور انصاف کیجئے تو عورت کا بہ سترِ کامل وحفظِ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجدِ صلحا میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں توسیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ، غیر جگہ، بے معیتِ محرم، اجنبیوں کے گھر اور غیروں کے احاطے میں جا کر مجمع ناقِصات العقل وَالدِّین کے ساتھ بے تکلّف ہونا، مگر علماء نے حاضریٔ مسجد بلحاظِ زمانہ منع کردیا۔ باآں کہ صحیح حدیثوں میں اس سے ممانعت کی

ممانعت موجود۔ اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکیدِ اکید کہ ''حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کرلیں، مصلّٰی سے الگ بیٹھیں، خیر و دعائے مسلمین کی برکت لیں'' تو یہ صورتِ اولیٰ بالمنع ہے۔

شرعِ مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیۃً اس کا سدِّ باب کرتی اور حیلہ و وسیلہ کے یکسر پر کترتی ہے۔ غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر، جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گذر۔ حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا۔ **لاتسکنوھن الغروف** (عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو) یہ وہی طائرِ نگاہ کے پَر کُترنے ہیں۔ شرعِ مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلیٰ و سلمیٰ پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمر کے مکانوں کو مظنّۂ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعتِ نسا کو نا بایستنی بناؤ، مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ: **ان من الحزم لسوء الظن** (بدگمانی بھی ایک احتیاط ہے)

صالح و طالح کسی کے منہ پر لکھا نہیں ہوتا، ظاہر ہزار جگہ، خصوصاً اس زمنِ فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق بھی ہو تو کیا صالحین و صالحات معصوم ہیں؟۔ زید کہتا ہے، بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا۔ جانِ برادر علاجِ واقعہ کیا بعد الوقوع چاہئے۔ گھڑا کنویں سے ہر بار سلامت نہیں جاتا، کھانے پینے وغیرہ کی صدہا صورتوں میں اطباء لکھتے ہیں: ''یہ مضر ہے'' اور لوگ ہزارِ بار کرتے ہیں، طبیعت کی قوت، ضد کی مقاومت، تقدیر کی مساعدت کہ ضَرر نہیں ہوتا۔ اس سے اس کا بے ضرر ہونا سمجھا جائے گا؟ خدا پناہ دے بُری گھڑی کہہ کر نہیں آتی۔ اجنبیوں سے پردہ کا واجب کرنا اسی سدِّ فتنہ کے لیے ہے''۔

(احکام شریعت ۳/ ۲۸۹۔۲۸۸)

کسبِ معاش

عورت اگر بے شوہر ہے یا شوہر تو ہے مگر کسی کام کا نہیں۔ اس کی خبر گیری نہیں کرتا، دن کاٹنے کے لئے اپنے پاس بھی کچھ نہیں، نہ رشتہ دار کو اس کی توفیق ہوتی ہے نہ استطاعت ہے، نہ ہی بیت المال کا انتظام جس سے انہیں کچھ حاصل ہو سکے، نہ خود اپنے اندر دست کاری کی صلاحیت کہ گھر بیٹھے کچھ حاصل کر سکے، نہ اپنے محارم کے یہاں کمانے کا کوئی ذریعہ، نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے شادی کی رغبت۔ ایسی صورت میں اجنبیوں کے یہاں نوکری جائز ہے مگر اس میں بھی ستر و تحفظِ عصمت اور جائز وسیلہ رزق کی شرط ہے۔ حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو گھر آ کر پورا کر لے ورنہ اس گھر میں نوکری کرے جہاں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے ہوں ورنہ جہاں کا مرد متقی و پرہیز گار ہو۔ ہاں اگر عورت ساٹھ ستر برس کی بدشکل بوڑھی ہے تو اسے خلوت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ (ایضاً ص ۲/ ۲۸۳)

کیونکہ اکثر لوگ نوکری اور کسبِ معاش کے نام پر مجبور عورتوں کی عصمت کا سودا کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے پیٹ کی آگ اور نابالغ اولاد کی خاطر سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ایسی نوکری اور ایسی دولت سے موت اچھی ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

ایسی خواتین اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے دیندار گھروں کی جستجو کریں، تاکہ دو وقت کی روٹی عزت کے ساتھ نصیب ہو۔

اس سے یہ بات روشن ہوگئی کہ اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانے کی عورتیں جن کے شوہر خود اچھی دولت و ثروت کے مالک، جن کے آباؤ اجداد اچھے عہدوں پر فائز

ہوں ان کے لئے سروس اور نوکری ہرگز جائز نہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ شریعتِ اسلامیہ نے خواتین کی عزت و آبرو ان کے نسوانی وقار اور خلقی حیثیت کے تحفظ و بقا کے لئے چند شرعی و طبعی ضرورتوں کے علاوہ گھروں کے پُرسکون ماحول کو اسی وقت چھوڑنے کی اجازت دی ہے جب اُن کے پاس کوئی ذریعۂ معاش اور کوئی پُرسانِ حال نہ ہو۔

محض فیشن پرستی اور اندھی تقلید میں اپنے نسوانی وقار کے خیال اور عزت و ناموس کی فکر کئے بغیر اسکولوں، آفسوں اور کارخانوں میں مردوں کے دوش بدوش نوکری کے نام مٹر گشتی کرنے کی اجازت وہی دے سکتا ہے جس کے دل میں اپنی اور اپنے خاندان کی عزت و عظمت اور عصمت و ناموس کا کچھ خیال نہ ہو اور غیرت و حیا نام کی چیز اس کے دل سے رخصت ہو چکی ہو ورنہ جس کے دل میں ذرّہ برابر ایمانی غیرت، مذہبی جوش اور انسانی حمیت ہوگی وہ کبھی بھی یہ گوارہ نہیں کر سکتا کہ ہمارے گھر کی خواتین سروس کے نام پر غیروں کی ہوس ناک نگاہوں کا شکار بنیں۔

یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

عورتوں کی نوکری سے متعلق ایک استفتاء اور اس کا جواب نذرِ قارئین کر رہا ہوں، جس سے مسئلے کی مزید وضاحت ہو جائے گی:

سوال: کیا فرماتے ہیں: علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید کی عورت بسبب ناداری کے ایک معتبر جگہ پر ملازم ہے اور زید اور اس کی عورت شریف القوم ہے۔ کپڑا اس طرح نہیں استعمال کیا جاتا کہ جس سے ستر کو نقصان پہنچے، کچھ لوگ کہتے ہیں: نماز زید کے پیچھے نہیں پڑھنی چاہئے کہ اس کی عورت غیر محرم کے یہاں بے پردہ رہتی ہے۔ اگر زوجۂ زید ملازمت نہ کرے تو صرف تنخواہِ زید کافی بسر اوقات کو نہیں ہو سکتی ہے۔

جواب: یہاں پانچ شرطیں ہیں (۱) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے (۲) کپڑے تنگ و چست نہ ہوں جو بدن کی ہیئات ظاہر کریں (۳) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو۔ (۴) کبھی نامحرم کے ساتھ کسی خفیف دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو (۵) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنۂ فتنہ نہ ہو۔ یہ پانچوں شرطیں اگر جمع ہیں تو حرج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو حرام۔ پھر اگر زید اس پر راضی ہے یا بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو ضرور اس پر الزام، ورنہ نہیں۔

لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

(فتاوٰی رضویہ، دہم آخر، ص ۲۵۲،۲۵۱)

۷

کتابیات

(۱) القرآن الحکیم

(۲) صحیح البخاری

(۳) صحیح المسلم

(۴) جامع الترمذی

(۵) سنن ابی داؤد

(۶) الموطّا لامام محمد

(۷) مشکوٰۃ المصابیح

(۸) ریاض الصالحین

(۹) تفسیر الجلالین

(۱۰) الصاوی علی الجلالین

(۱۱) خزائن العرفان
(۱۲) تفسیر نعیمی
(۱۳) المرقاۃ شرح مشکوٰۃ
(۱۴) مراۃ المناجیح
(۱۵) نور الایضاح
(۱۶) الہدایہ
(۱۷) البریقۃ شرح الطریقۃ، محمد بن مصطفی الخادمی ابو سعید النقشبندی الحنفی م ۱۱۷۶ھ
(۱۸) الفتاویٰ الرضویہ، امام احمد رضا قدس سرہ
(۱۹) احکام شریعت
(۲۰) جمل النور لنھی النساء عن زیارۃ القبور
(۲۱) مروج النجاء لخروج النساء
(۲۲) الملفوظ، امام احمد رضا قدس سرہ
(۲۳) بہار شریعت، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ
(۲۴) فتاویٰ امجدیہ، " " "
(۲۵) مکاشفۃ القلوب، حجۃ الاسلام محمد ابن محمد غزالی علیہ الرحمۃ
(۲۶) موج خیال، پروفیسر مسعود احمد، پاکستان
(۲۷) اسلام اور امنِ عالم، مفکر اسلام مولانا بدر القادری ہالینڈ
(۲۸) اسلام میں مسئلہ حجاب، مرتضیٰ مُطَہری خانہ فرہنگ ایران
(۲۹) عورتوں کی حکایات مولانا ابو النور محمد بشیر
(۳۰) ماہنامہ حجاز جدید، دہلی
(۳۱) قومی تنظیم، پٹنہ

ے

پردہ اسلامی غیرت کا اظہار

مؤلف
مولانا حافظ خلیل احمد سلطانی

ے
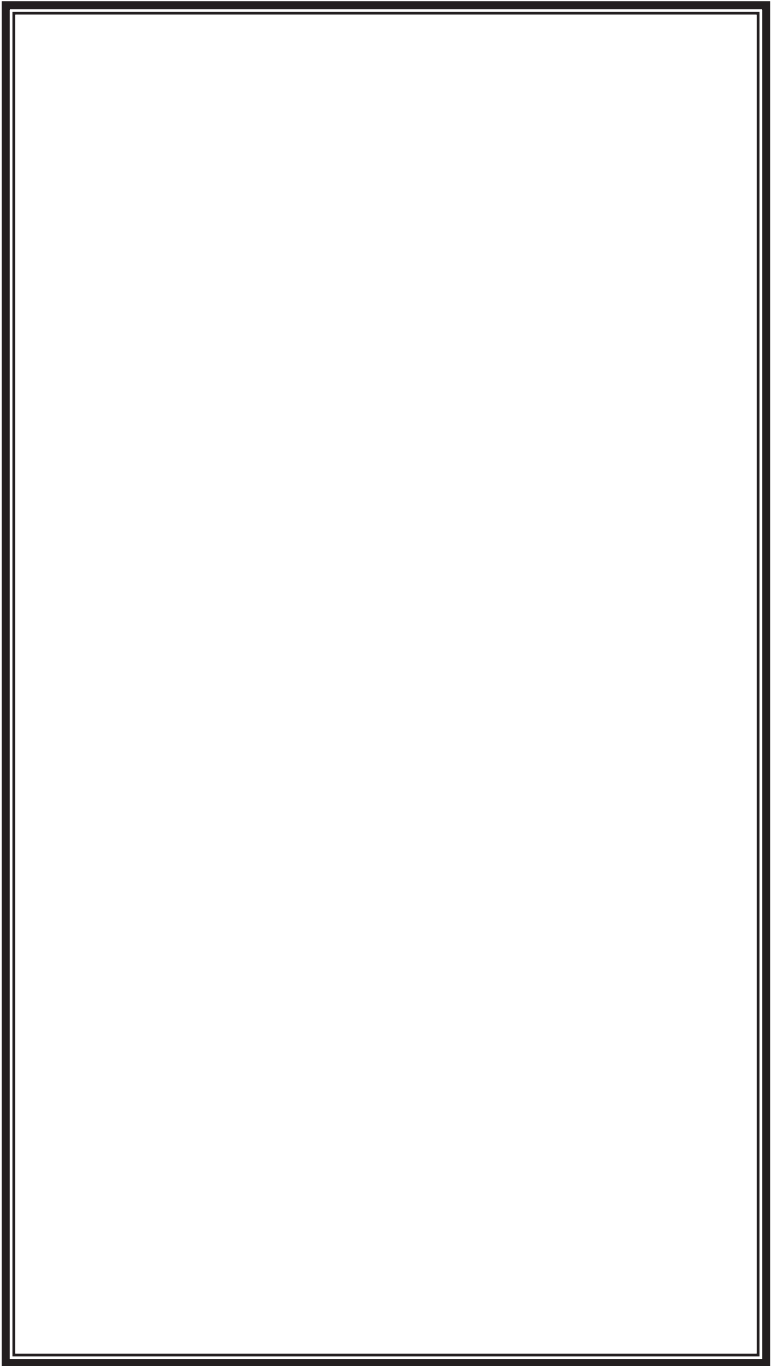
انتساب

جامع المعقول والمنقول یادگارِ اسلاف

حضرت مفتی عبدالقادر سعیدی رحمۃ اللہ علیہ (بھونگ شریف)

کے نام

جنہوں نے تدریس کا پاکیزہ ذوق

میرے رگ وریشے میں اُتار دیا

حافظ احمد سلطانی

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ o

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شریعت اسلامیہ صرف گناہوں سے نہیں روکتی بلکہ ان تمام ذرائع پر بھی پابندی عائد کرتی اور انہیں ممنوع قرار دیتی ہے جو انسان کو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں لہٰذا جب گناہوں کی طرف لے جانے والا راستہ ہی بند ہوگا تو گناہوں کا ارتکاب کیسے ہوسکتا ہے۔ طبیعت میں ہیجان پیدا کرنے والے اور جذباتِ شہوت کو مشتعل کرنے والے کاموں سے نہ روکنا، ان کو کھلی چھٹی دے دینا اور پھر یہ توقع رکھنا کہ ہم گناہوں سے محفوظ رہیں گے یہ بڑی نادانی ہے۔

شہوت کے پیدا کرنے والے جو اسباب ہیں ان میں سے ایک آنکھ بھی ہے جو انسان کو شہوت کی طرف ابھارتی ہے۔ اس سے بچنے کا علاج ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔ **غض البصر** کا حکم اللہ تعالیٰ نے صرف مردوں کو نہیں دیا بلکہ جس طرح مردوں کو حکم دیا اسی طرح ربِّ کائنات نے عورتوں کو بھی حکم دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ نور میں پہلے زنا کاروں کی سزا بتائی اب ان راستوں کو ہی بند کیا جارہا ہے جو اس جرم کی طرف لے جاتے ہیں کیونکہ بدکاری کا سب سے خطرناک راستہ نظر بازی ہے اس لئے سب سے پہلے اس کو بند کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ O (النور:۳۰)

''اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مومن مردوں کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ بہت اچھا ہے ان کے لیے، بے شک اللہ تعالیٰ ان کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کیا کرتے ہیں''۔

محترم قارئین! یہاں پر اس آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں کو غض البصر کا حکم دیا۔ ایک تو یہ ہے کہ آنکھ بند کر رکھیں آنکھ ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ان النظر سھم من سھام ابلیس مسموم من ترکة مخافتی ابدلته ایمانا یجد حلاو تھافی قبله (تفسیر ابن کثیر، مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۶۳)

ترجمہ: ''نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے جو اس کو میرے خوف سے ترک کرتا ہے میں اسے ایمان کی نعمت بخشوں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پائے گا''۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی فرماتے ہیں: کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر اچانک کسی اجنبیہ پر نظر پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ فرماتے ہیں: کہ فَاَمَرَنِی اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِیْ (صحیح مسلم، جلد ۲ ص ۲۱۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: میں اپنی نظر کو پھیر لوں، اچانک اگر کسی نامحرم پر نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے لیکن اگر دوبارہ دانستہ اس کی طرف دیکھے گا تو گنہگار ہوگا۔ جیسا کہ ''نسائی شریف'' میں ہے کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کسی سواری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے تو ایک عورت آئی،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ بوڑھا ہے حج کی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، تو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اس عورت کی طرف دیکھنے لگے۔ یصرف وجہ الفضل الی الشق الاخر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا (بخاری جلد ۲، ص ۱۲۹، نسائی جلد ۲، ص ۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے پتہ چلتا ہے کہ غیر محرم عورت کی طرف دیکھنے کی بہت وعید ہے کیونکہ البصر ھو الباب الاکبر الی القلب نظر دل کی طرف کھلنے والا ایک بہت بڑا دروازہ ہے نگاہ کی بے روی کے باعث ہی اکثر لغزشیں ہوتی رہتی ہیں، اس لیے اس سے بچنا چاہیے اور تمام محرکات سے انہیں روکنا چاہیے، اس طرح ہی تمہارا دامن عفت پاک رہ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا::

اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡئُوۡلًا

(سورۂ بنی اسرائیل، پارہ نمبر ۱۵، آیت نمبر: ۳۶)

''بے شک کان اور آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَ مَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ

(سورۃ المومن، پارہ نمبر ۲۴، آیت نمبر: ۱۹)

''اللہ تعالیٰ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے''۔

چوری کی نگاہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نامحرم عورتوں کی طرف دیکھتے ہیں اگرچہ انسانوں سے چوری دیکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات تو دیکھ رہی ہے قیامت کے دن حساب تو اسی نے لینا ہی ہے کان سے وہی بلوائے گا اے کان بتا تو کیا کیا

ناجائز اور ناشائستہ باتیں سنتا رہا؟ اس دن زبان پر مہر لگ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (سورۂ یٰسین، پارہ نمبر ۲۳، آیت نمبر: ۶۵)

ترجمہ: ''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھوں سے بات کرائیں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے ہوئے کاموں کی گواہی دیں گے''۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ جن اعضاء نے گناہوں کی طرف رغبت کی ان سے بھی پوچھا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولادِ آدم علیہ السلام کے حصے میں زِنا بھی ہے یقینا وہ اسے پانے والا ہے۔ **العینان زناھما النظر**۔ فرمایا: ''دونوں آنکھوں کا زنا کسی غیر محرم کی طرف دیکھنا ہے'' یعنی جہاں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا پھر اس کی طرف گھور گھور کر دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ آگے فرمایا: **الاُذُنَانِ زناھما الاستماع** فرمایا ''کانوں کا زنا بُری باتیں سننا ہے'' یعنی کسی کا گلہ وغیرہ سننا یہ کانوں کا زنا ہے۔ فرمایا: **اللسان زناہ الکلام** ''زبان کا زنا بری باتیں کرنا ہے'' مثلاً کسی کی غیبت یا چغلی وغیرہ کرنا یہ زبان کا زنا ہے **الید زناھما البطش** ''ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے'' مثلاً چور ہے چوری کرتا ہے یا شہوت سے کسی غیر محرم عورت کو پکڑا یہ ہاتھوں کا زنا ہے۔ **الرجل زناھما الخطا** ''پاؤں کا زنا کسی بُرے کام کی طرف چلنا ہے'' جیسے کوئی زنا کی طرف چلتا ہے یا چوری کرنے چلتا ہے یہ پاؤں کا زنا ہے۔ **القلب یھدی وَیَتَمَنّٰی** ''دل کا گناہ کسی بُرے کام کی خواہش کرنا ہے'' یعنی دل نے کوئی ناجائز بات سوچی تو یہ دل کا گناہ ہے دل سے بھی سوال کیا جائے گا۔ (بخاری جلد ۲ ص ۸۴۲، ریاض الصالحین، ص ۴۸۲)

اس حدیثِ پاک نے مذکورہ آیتِ مقدسہ کی تشریح کر دی۔ سیّدُ نا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم راستے میں بیٹھنے سے بچو، انہوں نے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا اور تو کوئی چارہ نہیں، ہماری بیٹھک وغیرہ نہیں کہ ہم وہاں جا کر بیٹھیں، گھر سے باہر نکل کر ہم باتیں وغیرہ کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم راستے میں بیٹھتے ہو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تو پھر تم راستے کا حق ادا کرو۔

قالوا و ما حق الطریق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستے کا کیا حق ہے؟'' قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عض البصر ''فرمایا راستے کا ایک حق تو یہ ہے کہ آنکھیں نیچی رکھو'' یعنی اگر کوئی غیر محرم عورت اس راستے سے جا رہی ہو، تو تم نے آنکھ اٹھا کر اس کی طرف دیکھنا نہیں یہ ایک راستے کا حق ہے دوسرا حق فرمایا و کف الاذی ''کسی کو ایذا دینے سے رُک جاؤ'' یعنی اگر کوئی تمہارے راستے سے گزرے تو اس کو کسی قسم کی ایذا نہ دو، ایذا لسانی بھی نہ ہو، مثلاً کوئی شخص راستے سے گزرتا ہے آپ اس کو ہاتھ سے تو کچھ نہیں کہتے لیکن زبان سے اس کو گالی دے دیتے ہیں یا اس راہ گیر کی بے عزتی کر دیتے ہیں یا آپ زبان سے تو کچھ نہیں کہتے مگر ہاتھ سے اس کو ڈھیلا مار دیتے ہیں یا اس کو ڈنڈا اٹھا کر مار دیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی راستہ کا حق ہے کہ راہ گیر کو کوئی ایذا نہ دو، تیسرا راستے کا حق یہ ہے کہ رَدُّ السلام۔ ''سلام کا جواب دو'' یعنی اگر کوئی تمہیں سلام کہے تو تم اس کا جواب دو، اگر وہ سلام نہ کرے تو تم اس کو سلام کرو فرمایا یہ بھی راستہ کا حق ہے۔ چوتھا حق یہ ہے کہ الامر بالمعروف و النھی عن المنکر

''نیک اور اچھے کاموں کا حکم دو اور بُرے کاموں سے منع کرو''۔

(صحیح بخاری، جلد اول، ص ۳۳۳، صحیح مسلم، جلد دوم، ص ۲۱۳)

یہ راستے کے حقوق ہیں جن کا ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے بظاہر تو صحابہ کرام کو حکم فرمایا لیکن حقیقت میں پوری امت کو یہ حکم ہے، پھر دوسری روایت میں ہے کہ **وحسن الکلام** ''اچھی گفتگو کرو'' یعنی کوئی راہ گیر گزرے تو خوش اخلاقی سے اُسے پیش آؤ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اکمل المومنین ایمانا حسنھم خلقا** ''کامل مومن وہ ہے جس کا خلق اچھا ہے'' آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں کو دوسرا حکم فرمایا: **وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَھُمۡ** ''اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہتر ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو مجھے چھ باتوں کی ضمانت دیتا ہے میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں یعنی چھ باتوں کا وعدہ تم کرلو جنت کا وعدہ میں کرتا ہوں۔ ''تفسیر ابن کثیر'' میں ہے، ان چھ باتوں سے ایک یہ ہے کہ:

(۱) **اذا حدث احدکم فلا یکذب** ''جب تم سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے'' کیونکہ **لَعۡنَۃُ اللہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ** جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔

(۲) **واذا اوتمن فلا یخن**۔ جب تجھے امانت دی جائے تو اس کی خیانت نہ کرنا کیونکہ خائن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق قرار دیا ہے۔

(۳) **واذا وعد فلا یخلف** ''جب تو کسی سے وعدہ کرے تو مخالفت نہ کر'' یہ بھی وعدہ توڑنا منافق کی علامت ہے۔

(۴) **وغُضوا ابصارکم** ''اپنی آنکھوں کو نیچی رکھو'' یعنی کسی غیر محرم عورت کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھو۔

(۵) **وکفوا ایدیکم** اپنے ہاتھوں کو کسی پر ظلم و زیادتی سے روکو۔

(۶) واحفظوا فروجکم اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ امام بخاری نے ایک اور روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں: من یکفل لی بین لحبیبہ و بین رجلیہ اکفل لہ الجنۃ۔

''جو شخص مجھے دو باتوں کی ضمانت دے کہ جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر عورتوں کے لیے فرمایا:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّامَا ظَھَرَ مِنْھَاوَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ وَلَایُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّالِبُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اٰبَآئِھِنَّ ☐ ۔الی اخرۃ

ترجمہ: ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیجئے ایماندار عورتوں کو کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں اور حفاظت کیا کریں اپنی عصمتوں کی اور نہ ظاہر کیا کریں اپنی آرائش کو مگر جتنا خودبخود نمایاں ہو اس سے اور ڈالے رہیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر اور نہ ظاہر ہونے دیں اپنی آرائش کو مگر اپنے شوہروں کے لئے یا اپنے باپوں کے لئے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے لئے یا اپنے بیٹوں کے لئے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لئے یا اپنے بھائیوں کے لئے یا اپنے بھتیجوں کے لئے اور اپنے بھانوں کے لئے یا اپنی ہم مذہب عورتوں پر یا اپنی باندیوں پر یا اپنے اپنے نوکروں پر جو (عورت) کے خواہشمند نہ ہوں یا ان بچوں پر جو (ابھی تک) آگاہ نہیں عورتوں کی شرم والی چیزوں پر اور نہ زور سے ماریں اپنے پاؤں (زمین پر) تا کہ معلوم ہو جائے وہ بناؤ سنگھار جو وہ چھپائے ہوتے ہیں اور رجوع کرو اللہ تعالیٰ کی طرف سب کے سب اے ایمان والو تا کہ

تم (دونوں جہانوں میں) کامیاب ہو جاؤ''۔ (سورۃ نور، پارہ:۱۸، آیت ۳۱)

یہ سورت نور مدنی ہے یہ کب نازل ہوئی اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام اسحاق اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: کہ یہ آیت غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر نازل ہوئی اور یہ غزوہ ۶ ھ میں واقع ہوا، اور موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۴ ھ کو پیش آیا۔ ہمارے نزدیک بھی چار ہجری کا قول زیادہ صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورت نور چار ہجری میں نازل ہوئی اور عورتوں کے سَتر کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا، اس ستر کا حکم محارم سے ہے اور نماز اور حالت کے اعتبار سے ستر کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب! مومن عورتوں کو فرما دیجئے اپنی آنکھوں کو نیچی رکھیں پہلے والی آیتِ کریمہ مردوں کو خطاب تھا اب عورتوں کو خطاب ہو رہا ہے صرف مرد آنکھیں بند نہ کریں بلکہ رب کائنات نے عورتوں کو خبردار فرمایا کہ: یہ نہ ہو کہ تم پردہ میں رہ کر غیر محرم مردوں کے چہرے کی طرف دیکھتی رہو۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔

عن اُمّ سلمة انها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونه قالت بينهما نحن عنده اقبل ابن اُمّ مكتوم فدخل عليه وذالک بعد ما امرنا بالحجاب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجبا منه فقالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اليس هو اعمى لا يبصرونا ولا يعرفنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افعميا وان انتما الستما تبصر انه هذا حديث حسن صحيح (جامع ترمذی، ص ۳۹۵)

ترجمہ: ''حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حاضر تھیں۔ اسی اثناء میں حضرت ابنِ اُمّ مکتوم آ گئے۔ یہ اس وقت کا

واقعہ ہے جب پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ نابینا نہیں ہیں۔ ہم کو دیکھے گا نہ پہچانے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینی ہو، کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے‘‘۔

اس حدیثِ پاک سے یہ بات صراحتہً ثابت ہوگئی کہ جس طرح مردوں کے لیے عورتوں کا دیکھنا جائز ہے اسی طرح عورتوں کے لیے مردوں کا دیکھنا بھی ناجائز ہے۔

اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کے جواز کی صورتیں

امام فخر الدین رازی اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’تفسیر کبیر‘‘ میں فرماتے ہیں کہ: اجنبی عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا بغیر کی غرضِ صحیح کے جائز نہیں ہے اگر کسی شخص کی نظر اچانک کسی عورت کے چہرے پر پڑ جائے تو وہ اپنی نظریں نیچی کرے کیونکہ مذکورہ آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم آپ پڑھ چکے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول اس بارے میں یہ ہے کہ اگر محلِ فتنہ نہ ہو تو ایک بار دیکھنا جائز ہے لیکن بار بار دیکھنا جائز نہیں (لیکن شرط یہ ہے کہ فتنہ کا خوف نہ ہو تو ایک بار دیکھنا جائز ہے یعنی شہوت کی نگاہ سے نہ دیکھے ورنہ ایک مرتبہ دیکھنا بھی حرام ہوگا)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سمع بصر اور دل میں سے ہر ایک سے سوال کیا جائے گا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار کے بعد دوبارہ نظر نہ ڈالنا اور حضرت جابر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے انہیں نظر ہٹانے کا حکم فرمایا اس لئے عموماً پہلی بار نظر پڑ جانے سے احتراز کرنا ممکن نہیں، اس لیے پہلی نظر معاف ہے خواہ قصداً ہو یا بلا قصد ہو جس

اغراضِ صحیحہ کی وجہ سے اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز ہے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس عورت کے ہتھیلیوں اور چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ **اذا خطب احد کم المراۃ فلا جناح علیہ ان ینظر الیھا** یعنی ''اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اسے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں''۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے منگنی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تو نے اسے دیکھا ہے انہوں نے عرض کی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **فانظر فانہ احری ان یدوم بینکما** یعنی ''پہلے دیکھ لو اسی طرح تمہارے رشتہ کے بقا کا زیادہ امکان ہے''۔

(۲) دوسری صورت خرید وفروخت کے وقت عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے تاکہ نزاعی صورت میں دکاندار بتا سکے کہ اس نے کسی عورت کو کیا بیچا تھا یہ اس وقت ہے جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو اگر فتنہ کا خوف ہو تو عورت کے لئے خرید وفروخت بھی ممنوع ہے۔

(۳) جب کسی عورت کو کسی معاملہ پر گواہ بنایا جائے تو اس کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے تاکہ ادائے شہادت کے وقت اس کو پہچان سکے۔

(۴) ڈاکٹر اور طبیب مریضہ کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھ سکتا ہے جبکہ اس کا دیکھنا علاج کے لئے ضروری ہو لیکن مستورات کے علاج کے لئے ایسے ڈاکٹر یا طبیب کے پاس جانا چاہیے جو امین ہو، اسی لیے امام رازی فرماتے ہیں: **یجوز للطبیب الامین ان ینظر الیھا للمعالجۃ** یعنی امین ڈاکٹر علاج کے لئے عورت کے چہرے کی طرف دیکھ سکتا ہے۔

(۵) زنا کے واقعہ پر گواہی دینے کے لئے زانیوں کے فرج کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

(٦) رضاعت پر گواہی دینے کے لئے عورت کے پستان کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

(۷) اگر عورت ڈوب رہی ہو یا جل رہی ہو یا کسی اور حادثہ میں مبتلا ہو تو اس کو بچانے کے لئے اس کے جسم کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔ (تفسیر کبیر، ج ۶، ص ۲۶۱)

دراصل اس بات میں بھی فقہا کرام کے مختلف مسالک ہیں۔

فقہائے حنبلیہ کا مسلک

حافظ ابن کثیر ''تفسیر ابن کثیر'' میں لکھتے ہیں کہ:

ذهب كثير من العلماء الى انه لا يجوز للمراة النظر الى الرجال الاجانب بشهوة او لغير شهوة اصلا (تفسیر ابن کثیر، ج ۵، ص ۸۸)

ترجمہ: ''کثیر علماء کا مذہب یہ ہے کہ عورت کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا بالکل جائز نہیں خواہ شہوت کے ساتھ دیکھیں یا بغیر شہوت کے''۔

جب عورت غیر محرم مرد کو نہیں دیکھ سکتی تو غیر محرم مرد اجنبی عورت کو بلا عذر کس طرح دیکھ سکتا ہے؟۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: کہ:

ان كان لعذر مثل ان يريد ان يتزوجها ويشهد عليها فانه ينظر فى الحالين الى وجهها خاصة فاما النظر اليها لغير عذر فلا يجوز لا لشهوة ولا لغيرها وسواء فى ذالك الوجه والكفان وغيرهما من البدن۔ (زاد المسیر، ج ۶، ص ۳۲)

ترجمہ: ''اگر مرد کا کوئی عذر ہو مثلاً وہ کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے یا اس کے خلاف گواہی دینا چاہتا ہے تو دونوں صورتوں میں صرف اس کے چہرے کی طرف دیکھ سکتا ہے اور بغیر عذر کے عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز نہیں خواہ شہوت ہو یا نہ ہو، اس میں چہرہ، ہاتھ اور بدن سب برابر ہیں''۔

((غیر مقلدین کے پیشوا کا مؤقف))

علامہ ابنِ قیم حنبلی لکھتے ہیں: ''یہ کہنا کہ آزاد بوڑھی اور بدصورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور جوان اور خوبصورت باندی کی طرف دیکھنا جائز ہے یہ شریعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کہاں حرام کیا ہے اور اس کو کہاں جائز کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا: **قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ** ''مسلمان مردوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں'' اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ: خوبصورت باندیوں کو تکتے رہو، یہ شُبہہ اس سے پیدا ہوا کہ شریعت نے آزاد عورتوں کو اجنبی مردوں سے چہرہ چھپانے کا حکم دیا ہے، اور باندیوں پر یہ واجب نہیں کیا لیکن یہ اجازت گھر میں کام کرنے والی باندیوں کو ہے، اور جو باندیاں بازاروں میں پھرتی ہیں ان کو چہرہ کھولنے کا کہاں حکم دیا ہے، اور مردوں کو انہیں دیکھنے کا کہاں حکم دیا ہے؟ یہ چیز شریعت پر محض افتراء ہے، یہ مضائقہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ آزاد عورت کے چہرہ اور ہاتھ کے سوا تمام جسم واجب الستر (چھپانے کی چیز) ہے، اور باندی کا صرف پیٹ، پشت اور پنڈلیاں واجب الستر ہیں۔ حالانکہ یہ حکم صرف نماز کے متعلق ہے کیونکہ ستر (چھپانے کی چیز) کی دو قسمیں ہیں، ایک ستر نماز کا ہے، اور ایک ستر نظر کا آزاد عورت کا نماز میں ستر چہرے اور ہاتھوں کے ماسوا ہے، اس لیے وہ چہرے اور ہاتھوں کو کھول کر نماز پڑھ سکتی ہے، اور آزاد عورت کا نظر میں ستر پورا جسم ہے اس لئے وہ بازاروں میں اور اجنبی لوگوں کی مجلسوں میں نہیں جاسکتی اور اس کے چہرے اور ہاتھوں سمیت پورے جسم کو اجنبی مردوں کے لئے دیکھنا جائز نہیں ہے''۔ (اعلام الموقعین، ج ۲ ص ۳۲، ۳۳)

علامہ ابو قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ: امام احمد کے ظاہر مذہب کے مطابق مرد کا اجنبی عورت کی طرف دیکھنا بغیر کسی عذر کے جائز نہیں جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دے تو وہ

اس کے لئے اجنبی ہے اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ دیکھے کہ وہ کس طرح کھانا کھا رہی ہے اور قاضی نے کہا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ باقی جسم کو دیکھنا حرام ہے کیونکہ وہ ستر ہے اگر شہوت سے مامون ہو تو اس کے چہرے کی طرف دیکھنا کراہت کے ساتھ دیکھنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء باریک کپڑے پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کا صرف یہ اور یہ دکھانا جائز ہے یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں اور چہرے کی طرف اشارہ کیا۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ”جب تم ان سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردے کی اوٹ سے سوال کرو“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تمہارا مکاتب غلام نصابِ کتابت کا مالک ہو جائے تو اس سے پردہ کرو۔ اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اس وقت ابن اُمّ مکتوم آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے پردہ کرو اور حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نظر ہٹانے کا حکم دیا، یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ ایک بار کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا کیونکہ پہلی نظر معاف ہے اور دوسری معاف نہیں، اور نکاح کے ارادے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت

دی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی طرف دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے ورنہ اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہوگی اور حضرت اسماء کی روایت جو ابھی گزری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ اور چہرہ دیکھنا جائز ہے یہ صحیح نہیں اگر صحیح ہو تو یہ پردے کے حکم کے پہلے کی بات ہے۔ یہ تھا امام احمد بن حنبل اور ان کے متبعین کا مسلک۔

فقہائے مالکیہ کا مسلک

پردہ کے بارے میں یہ ہے کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورت کو چہرہ چھپانا مستحب ہے اگر فتنہ کا خوف ہو تو چہرہ چھپانا واجب ہے یہ حکم اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کا ہے۔ علامہ ابو عبداللہ مالکی لکھتے ہیں کہ: قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العین تزنی آنکھ زنا کرتی ہے۔ علماء نے کہا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت بازار میں جائے تو اس پر چہرہ چھپانا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے البتہ مرد پر واجب ہے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھے اور بغیر کسی غرضِ صحیح کے عورت کی طرف نہ دیکھے مثلاً شہادت وغیرہ کے لئے دیکھ سکتا ہے۔ علامہ ابو عبداللہ مالکی اور قاضی عیاض مالکی اور دیگر مالکی فقہاء نے اجنبی مردوں کے لیے عورت کے چہرے چھپانے کے وجوب کے دلائل سے بالکل صرف نظر کرلیا ہے۔ علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں کہ: اگر کوئی شخص لذت اندوزی کے لئے اجنبی عورت کی طرف دیکھے تو یہ حرام ہے اس صورت میں عورت پر پردہ واجب ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں ایک قول ہے کہ واجب ہے لیکن مشہور قول ہے کہ واجب نہیں ہے۔

(حاشیہ الدسوقی علی شرح الکبیر، جلد اول، ص ۲۱۴)

او علامہ زروق مالکی فرماتے ہیں: کہ خوبصورت عورت پر پردہ کرنا واجب ہے اور بدصورت عورت پر پردہ واجب نہیں مستحب ہے اور علامہ قرطبی مالکی نے بھی لکھا ہے کہ خوبصورت عورت پر پردہ واجب ہے بدصورت پر نہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن، ج ۱۴، ص ۲۲۹)

فقہائے مالکیہ کا پردہ کے بارے میں مسلک آپ نے بغور پڑھا اب ہم فقہائے شافعیہ کے مسلک کا مطالعہ کرتے ہیں۔

فقہائے شافعیہ کا مسلک

پردے کے بارے میں دیکھتے ہیں علامہ قاضی بیضاوی شافعی لکھتے ہیں کہ:

فان کان بدن الحرة عورة لایحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شئی منها الا لضرورة کالمعالجة وتحمل الشهادة (انوار التنزیل علی هامش الخفاجی، ج ۴ ص ۳۷۶)

”ہر آزاد عورت کا بدن واجب الستر ہے خاوند اور محرم کے سوا عورت کے بدن کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں البتہ ضروریات مستثنٰی ہیں جیسے علاج اور شہادت وغیرہ“۔

علامہ ابو اسحٰق شیرازی شافعی لکھتے ہیں: علاج اور گواہی کے لیے اجنبی اعورت کی طرف دیکھنا جائز ہے، اور بغیر ضرورت کے نہ مرد کو اجنبی عورت کے لئے دیکھنا جائز ہے نہ عورت کے لیے مرد اجنبی کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ** ط ”آپ مومن مردوں سے کہیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں“ اور فرمایا **وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ** ”آپ مسلمان عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں“۔

اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے پردہ کرو، ہم نے عرض کیا وہ نابینا ہے نہ ہمیں دیکھتا ہے نہ پہچانتا ہے۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: تم تو نابینی نہیں ہو۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (سواری پر) اپنے پیچھے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو بٹھایا ہوا تھا کہ خشعم کی ایک عورت آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کی گردن دوسری طرف پھیر دی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد کی گردن کیوں پھیر دی ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جوان مرد اور جوان عورت کو دیکھا اور اُن پر شیطان سے بے خوف نہ ہوا۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ: متقدمین شافعیہ نے کہا ہے کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا مکروہ ہے، اور علامہ اصطخری شیخ ابومحمد امام اور صاحب مہذب (علامہ شیرازی) نے کہا ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے، اور امام نے اس کی توجیہہ یہ کی کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں کا منہ کھول کر باہر نکلنا ممنوع ہے اور عورت کو دیکھنا فتنہ کا محل ہے اور شہوت کا محرک ہے اس لیے شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ فتنہ کا دروازہ بند کیا جائے۔ (روضۃ الطالبین، ج ۷، ص ۳۱) یہ تھے باقی آئمہ کرام کے نزدیک جنہوں نے پردے کے بارے میں اپنی اپنی تحقیق پیش کی۔

اب فقہائے احناف کا مسلک:

دیکھتے ہیں متقدمین فقہا احناف نے تو یہی لکھا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب نہیں ہے اور اجنبی عورتوں کو بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے اور شہوت ہو تو دیکھنا حرام ہے لیکن متاخرین فقہائے احناف نے لکھا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے اور اس کی طرف دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے یہی قرآن اور حدیث کے مطابق ہے۔

علامہ زاہد الکوثری حنفی لکھتے ہیں کہ: نماز اور حج کے احرام میں عورت کے لئے چہرہ کھولنا

جائز ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بلا ضرورت منہ کھول کر نکل سکتی ہے کیونکہ آیت جلبیات میں عورت کو چادر سے چہرہ چھپانے کا حکم دیا اور نماز حج اور دیگر ضروریات مثلاً شہادت وغیرہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور ''سننِ ابوداوٗد'' میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چہرہ اور ہاتھوں کے استثناء کی روایت ہے اوّل تو وہ صحیح نہیں، کیونکہ حدیث کو خالد بن دریک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ بھی نہیں پایا لہٰذا راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت نہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں سعید بن بشر ایک ضعیف راوی ہے اور اس میں بعض مدلسین کا عنعنہ بھی ہے تیسری وجہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود اس پر عمل کو ترک کر دیا۔ جب راوی کسی حدیث کے خلاف کرے تو وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے اور علامہ ابنِ قدامہ نے اس کا جواب یہ بھی دیا ہے کہ یہ حکم احکامِ حجاب کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ (شرح صحیح مسلم، از علامہ غلام رسول سعیدی)

علامہ الکوثری لکھتے ہیں کہ: چونکہ قرآن اور احادیث کی نصوصِ صریحہ سے عورتوں کے حجاب کا حکم ثابت ہے اس پر زمانۂ قدیم سے روئے زمین کے مشرق اور مغرب میں تمام مسلمان عورتیں پردہ کی انتہائی پابندی کرتی ہیں۔ حجاز، یمن، فلسطین، شام، حلب، عراق، بلادِ مغرب، سوڈان، بلادِ فارس غرضیکہ تمام روئے زمین پر سفر اور حضر میں تمام مسلمان عورتیں پردہ اور حجاب میں رہتی ہیں البتہ وہ اقوامِ مغرب جو اپنی عورتوں کے معاملہ میں لبرل ہیں اور اپنی بیویوں کو دوسرے مردوں کی پناہوں میں دیکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ان کا معاملہ جداگانہ ہے۔ سلطان عبدالحمید الثانی سے بعض یورپی محققین نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے مشرقی عورتیں تمام عمر اپنے گھروں میں پردے کے پیچھے گزار دیتی ہیں اور اجنبی مردوں سے بالکل میل جول نہیں رکھتیں تو سلطان نے فی الفور جواب دیا اس لئے کہ وہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور شخص کا بچہ

جننے میں کوئی رغبت نہیں رکھتیں اس جواب کے سنتے ہی وہ شخص خاموش ہو گیا۔

(مقالات الکوثری، ص ۲۶۴)

''عمدۃ القاری'' میں ہے: ولا شیء للمراۃ احسن من لزوم قصر بیتھا۔ ''اور عورت کے لیے اپنے گھر کے اندر رہنا سب سے اچھا ہے''۔ ہمارے فقہاء اور محدثین اور قرآن پاک کہتا ہے کہ عورتوں کو گھر میں رکھو لیکن سابق صدر کا نظریہ آپ نے پڑھ لیا حالانکہ پاکستان کا وجود بھی اس لئے قائم کیا گیا کہ اس پاک ملک میں شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا قانون نافذ ہوگا۔ شریعت کا قانون نافذ کرنا تو درکنار اب شریعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اور ہمارے ملک پر رحم فرمائے۔ آمین۔

مذاہبِ فقہاء کا حاصل

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مرد کا اجنبی عورت کو اور عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا مطلقاً جائز نہیں خواہ شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے اور عورت پر اجنبی مردوں سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو چھپانا واجب ہے اور قرآن مجید اور سنت کی نصوصِ صریحہ کے مطابق یہی قول صحیح ہے اور امام مالک کے نزدیک شہوت کے اندیشہ سے یا خوبصورت عورت پر حجاب واجب ہے اور جب شہوت نہ ہو یا عورت بدصورت ہو تو عورت پر حجاب مستحب ہے اور امام ابو حنیفہ اور فقہائے متقدمین کے نزدیک عورت پر چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب نہیں ہے۔ البتہ اس کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور متاخرین فقہائے احناف کے نزدھیک عورت کو مطلقاً دیکھنا جائز نہیں ہے اور اس پر پردہ کرنا واجب ہے اور یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے جیسا کہ ہم قرآنِ مجید کی آیات اور احادیثِ صحیحہ سے صراحت بیان کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ''اور نہ ظاہر کیا کریں

اپنی آرائش کو مگر جتنا خود بخود ظاہر ہو" اس سے مطلب یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم خلقی یا کسی زیبائش کا اظہار بجز محارم کے کسی کے سامنے جائز نہیں۔ جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے، اور اس کے ظہور کو بسبب عدمِ قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی اس کے بمجبوری یا بضرورت کھلا رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے کیا مراد ہے؟

قال علی وابن عباس رضی اللہ عنہما مَا ظَهَرَ مِنْهَا الكحل والخاتم والمراد موضعهما وهو الوجه والكف كما ان المراد بالزينة المذكورة مواضعها۔ (ہدایہ، جز رابع کتاب کراہیۃ)

"حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد (سرمہ اور انگوٹھی) ہیں اور مراد ان دونوں کی جگہ ہے وہ چہرہ اور ہتھیلی ہیں جیسا کہ مراد اس زینت سے جو مذکور ہے مواضعِ زینت ہیں"۔ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہیں اور مجاز مرسل کے چوبیس علاقوں میں سے علاقہ حالیت اور محلیت بھی ہے یعنی حال بول کر محل اور محل بول کر حال مراد لینا، تو یہاں حال بول کر محل مراد لیا گیا ہے یعنی سرمہ سے آنکھ اور وہ چہرہ ہوتی ہے تو سرمہ سے مراد چہرہ ہے، اور انگوٹھی سے مراد انگلی اور وہ ہتھیلی میں ہوتی ہے لہٰذا اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے چہرہ اور ہتھیلی مراد ہیں اور آیتِ کریمہ میں ذکر ہوا۔ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ہے۔ زینت سے مراد مواضعِ زینت ہیں، علاقہ حالیت کی وجہ سے اور مواضع زینت میں چہرہ اور ہتھیلی کے علاوہ سارا بدن داخل ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

قال فان كان لا يامن الشهوة لا ينظر الى وجهها الا لحاجة لقوله عليه السلام من نظر الى محاسن امراة اجنبية عن شهوة صب فی

عینہ الانک یوم القیامۃ فان خاف الشھوۃ لم ینظر من غیر حاجۃ تحرزا عن المحرم وقولہ لا من یدل علی انہ لا یباح اذا شک فی الاشتہاء کما اذا علم او کان اکبر رایہ ذالک۔ (ہدایہ، جزرابع، کتاب الکراہیت)

صاحبِ قدوری نے فرمایا: پس اگر وہ شہوت سے مامون نہیں ہے تو عورت کے چہرے کی جانب نہیں دیکھے گا مگر کسی حاجت کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان کی وجہ سے کہ جس نے کسی اجنبی عورت کے محاسن کی طرف دیکھا شہوت کی نگاہ سے تو قیامت کے دن اس کی آنکھ میں سیسہ ڈالا جائے گا۔ پس اگر شہوت کا خوف ہو تو بغیر حاجت کے نہیں دیکھے گا حرام سے بچتے ہوئے اور قدوری صاحب کا قول لا یأمن اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ دیکھنا مباح نہیں ہے جب کہ وہ اشتہاء میں شک کرے، جب کہ اس کو یقین ہو یا اسی کا غالب گمان ہو اس صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ اور علامہ قدوری رحمۃ اللہ علیہ کی بات سے معلوم ہوا کہ اگرچہ شہوت کا گمان بھی ہو تب بھی ناجائز ہے۔ لیکن خیال رہے کہ یہ اجازت اس وقت ہے جبکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ چہرہ اور ہتھیلی کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ علامہ ابن حیان الاندلسی ''بحر محیط'' میں لکھتے ہیں:

اذا کانت جمیلۃ وخیف من وجھھا وکفھا الفتنۃ فعلیھا ستر ذالک ''اور اگر عورت خوبصورت ہو اور اس کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا فتنہ کا باعث ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر نہ کرے''۔ (بحر محیط)

آج جبکہ لوگوں کی آنکھوں میں حیا نہیں رہی ہر طرف آوارگی اور بیہودگی کا دور دورہ ہے ہر اس شخص کو جس کی نگاہوں میں عفت و عصمت کی کوئی قدر و قیمت ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنی جوان بہو بیٹیوں کو بے پردہ باہر جانے سے روکے اور انہیں نامحرموں

کے سامنے بے تکلفی سے آنے کی اجازت نہ دے۔ دراصل اس زینتِ ظاہرہ کی سات تفسیریں ہیں۔

(۱) حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔

(۲) ان سے دوسری روایت ہے کہ اس سے مراد چادر ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ سرمہ اور انگوٹھی ہے۔

(۴) حضرت مسعود بن مخرمہ سے روایت ہے کہ یہ کنگن انگوٹھی اور سرمہ ہے۔

(۵) مجاہد سے روایت ہے کہ یہ سرمہ اور انگوٹھی اور مہندی کا رنگ ہے۔

(۶) حسن بصری نے کہا یہ انگوٹھی اور کنگن ہے۔

(۷) ضحاک نے کہا یہ چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔

قاضی ابویعلیٰ نے کہا کہ پہلا قول سب سے زیادہ صحیح ہے اور امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے کہ زینتِ ظاہرہ کپڑے ہیں ورنہ عورت کی ہر چیز ستر ہے حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی ستر ہیں۔ امام احمد کے اسی قول سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ بغیر عذر کے اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے ہاں اگر کوئی عذر ہو تو پھر جائز ہے اور بغیر عذر کے اس کے چہرے کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے خواہ شہوت ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کے چہرے یا ہاتھوں کی طرف دیکھے یا جسم کے کسی حصے کی طرف دیکھے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ پھر چہرہ کھولنے سے اس کی نماز کیوں نہیں ٹوٹتی تو اس کا جواب یہ ہے چونکہ چہرہ چھپانے میں مشقت ہے اس لئے اس کو کھلے رکھنے کی رخصت دی گئی۔

قرآن مجید کی اس آیت میں عورت کے ستر سے اسی زینت کو مستثنیٰ کیا ہے جواز خود ظاہر ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس زینت سے مراد لباس ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (پ:۲، سورۃ الاعراف، آیت:۳۱)

''ہر نماز کے وقت اپنا لباس لے لو''۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو خود اپنی زینت اظہار اور نمائش کا نہیں کرنی چاہئے البتہ جو زینت از خود ظاہر ہو جائے وہ ایک علیحدہ بات ہے جیسے چادر یا دوپٹہ کا ہوا سے اُڑ جانا، عبداللہ بن مسعود اور حسن بصری اور ابن سیرین اور ابراہیم نخعی نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے، اور اس سے یہ واضح ہوا کہ عورت کا تمام جسم واجب الستر ہے لیکن بعض مفسرین نے یہاں زینت سے مراد چہرہ اور ہاتھ لیا ہے۔ ان کے قول کی تقدیر پر چہرہ اور ہاتھ عورت کے ستر سے مستثنیٰ ہیں۔ حجاب سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ (شرح صحیح مسلم، از علامہ غلام رسول سعیدی)

حجاب اور سَتر میں فرق

دراصل سَترِ عورت کے جسم کے اس حصہ کو کہا جاتا ہے جس کو شوہر کے علاوہ کسی اور کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ ستر چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ آزاد عورت کا پورا جسم ہے۔ چہرہ اور ہاتھ تو عورت ان کو اپنے محارم کے سامنے کھول سکتی ہے اور عورت کے بال بھی ستر میں شامل ہیں، عورت کو اپنے بال چھپانا بھی فرض ہے یہ تو تھا محرم اور غیر اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا ستر چھپانا ضروری ہے، اور غیر محرم اور اجنبی مردوں کے سامنے حجاب بھی ضروری ہے یعنی چہرہ اور ہاتھوں کو چھپانا واجب ہے چونکہ عورت کا چہرہ فتنہ کا محل ہے اور اس کے چہرے کو دیکھنے سے بہت سے فساد برپا ہو سکتے ہیں اس لئے عورت کو لازم ہے کہ وہ اپنے چہرے کو چھپائے اور حجاب میں رکھے اور لوگوں کو دعوتِ ابتلاء نہ دے۔

آیئے سوچیں تفکر کریں

جو لوگ کہتے ہیں: اِلَّا مَا ظَھَرَ سے مراد چہرے اور ہتھیلیاں ہیں کہ اس کو ہتھیلیاں اور چہرہ کھولنا جائز ہے، آپ نے پیچھے اکثر مفسرین کے اقوال پڑھے اور ہر

مفسر نے یہی کہا ہے کہ اگر فتنے کا خوف نہ ہو، تو پھر عورت منہ اور چہرے کو نہ ڈھانپے، تمام مفسرین کی شرط یہی ہے کہ اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو آپ دیکھیں کہ اگر آپ کی بہن یا بیوی بن ٹھن کر بازار میں چلے کیا بازار میں فتنے کا خوف نہیں ہوتا؟ ننانوے فیصد فتنہ کا خوف پڑتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی

(سورۃ احزاب، پ: ۲۲، آیت نمبر: ۳۳)

''اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے پہلے دورِ جاہلیت میں رواج تھا''

لفظ قرن یا لفظ قرار سے ماخوذ ہے یا وقار سے، دونوں الفاظوں سے مقصد یہ ہے کہ اُمہات المؤمنین کو اپنے گھروں میں سکون و وقار سے ٹھہرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، اور بلا ضرورت گھروں سے نکلنے کی ممانعت فرمائی جا رہی ہے اور زمانہ جاہلیت میں عورتیں جس طرح بن ٹھن کر بازاروں میں بے حجاب پھرا کرتی تھیں اور اپنے حسن و جمال کی نمائش کیا کرتی تھیں اس سے سختی سے روکا جا رہا ہے۔ اگرچہ یہاں آیتِ مقدسہ میں خطاب صرف ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن حقیقتاً امت کی تمام مسلمان خواتین کے لئے عام ہے ہر عورت کا یہی حکم ہے۔ تَبرُّج کے بارے میں علامہ ابن منظور اس لفظ کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ: ہر اونچی چیز جو دور سے نظر آ رہی ہو اس کے لئے لفظ تبرج استعمال ہوتا ہے۔ و کل ظاهر مرتفع و قد برج (لسان العرب) بروج کو بھی بروج اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دُور سے دکھائی دیتے ہیں اسی سے لفظ تبرج ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے کہ عورت کا اپنے حسن و جمال اور آرائش کو غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنا۔ التبرج اظهار المرأة زینتها و محاسنها للرجال (لسان العرب) علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ: زمانۂ جاہلیت میں عورتیں ناز و ادا سے مٹکتی اور

مچلتی ہوئی سرِ بازار ٹہلا کرتی تھیں فتنہ پڑ جاتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے بازاروں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے، اسلام کے نزدیک جو عفت و عصمت کی قدر و منزلت ہے اس کے پیشِ نظر یہ احکام صادر فرمائے جارہے ہیں ان راستوں کو ہی بند کیا جارہا ہے ان اسباب کا ہی قلع قمع کیا جارہا ہے جن کے ذریعہ اس متاع گرانمایہ کے لُٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے، دیکھیں کوئی زیرک آدمی قیمتی جواہرات رکھ کر اپنے گھر کے دروازے چوروں کے لیے نہیں کھولتا، جو لوگ اس گمان باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کے گھروں کی خواتین، ان کی بچیاں بہنیں پختہ کردار کی مالک ہیں وہ اگر قیمتی اور بھڑکیلے لباس پہن کر بے پردہ گھومتی رہیں تو ان کی عزت و آبرو پر کوئی آنچ نہیں آسکتی انہیں ہم نرم سے نرم الفاظ میں ''بھولا'' کہہ سکتے ہیں اور ان کا یہ بھولا پن انہیں ایک روز ایسے گڑھے میں پھینک دے گا جس سے اس کی باہر نکلنے کی کوئی صورت بھی نہیں ہوگی۔ فطرتِ انسانی کے حیوانی تقاضوں کی شدت سے ان کی دانستہ چشم پوشی انہیں ایسے بھیانک نتائج سے دوچار کردے گی کہ ان کا قلبی سکون برباد اور ذہنی توازن بگڑ کر رہ جائے گا اس وقت وہ پچھتائیں گے لیکن جب چڑیا چُگ گئیں کھیت، اب مینہ برسا تو کس کام کا۔ اس وقت وہ زار و زار، روئیں گے لیکن ان کو اپنے درد کا درماں نہیں ملے گا۔ محترم قارئین! اسلام نے مسلمانوں کو جو ثقافت اور تہذیب عطا کی ہے وہ تو ان آیات میں مذکور ہے اب اگر ہمارے قائدین اپنی ملت کی بچیوں کو کوئی دوسری ثقافت سکھانا چاہیں اور مغربی تمدن و معاشرت کے آداب کی تعلیم دینا چاہیں تو ان کی مرضی اسلام اور قرآن پاک نے اور حاملِ قرآن نے تو مسلمان عورتوں کے لئے اس حیا سوز اور غیرت باختہ طرزِ معاشرت سے سختی سے روکا ہے۔ امام بزاز اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ساری فضیلت تو مردوں نے لوٹ لی وہ جہاد کرتے

ہیں اور راہِ خدا میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسا عمل بتائیں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر ملے تو:

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قعدت منکن فی بیتھا فانھا تدرک عمل المجاھدین فی سبیل اللہ

(مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۳۵)

ارشاد فرمایا: "تم میں سے جو عورت گھر بیٹھے اُسے مجاہدین فی سبیل اللہ کا درجہ ملے گا"۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد جہاد میں اسی وقت دل جمعی سے لڑ سکتا ہے جب وہ اپنے گھر کے بارے میں پوری طرح مطمئن ہو کہ اس کی بیوی گھر میں اس کی عزت کی امین ہے اور امورِ خانہ داری کی صحیح نگہداشت کر رہی ہے اور جو عورت مرد کو یہ اطمینان فراہم کرتی ہے جہاد کا ثواب مرد کے برابر اُسے ملے گا اب وہ خواتین اپنی گریبان میں جھانکیں جو بازاروں میں پھرتی ہیں کہ جہاد کا ثواب گھر بیٹھنے میں ہے یا بازاروں کے ٹہلنے میں ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المراۃ عورۃ وانھا اذا خرجت استشرفھا الشیطان وانھا اقرب ماتکون الی اللہ وھی فی قعر بیتھا رواہ الطبرانی فی الکبیر، ورجالہ موثقون (جامع ترمذی: ص ۱۸۹)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت واجب الستر ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت کے اس وقت زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کی کوٹھڑی میں ہو"۔

معلوم ہوا کہ اگر کوئی خاتون چاہتی ہے کہ وہ اپنے رب کی رحمت کے سب سے زیادہ قریب ہو تو وہ اپنے گھر میں رہے تو ان شاءَ اللہ، اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کا استقبال کرے گی۔

عن الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ استعطرت فمرت علی قوم لیجدوا من ریحھا فھی زانیۃ (سنن نسائی، ج ۲، ص ۲۴۳)

''حضرت ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے تاکہ انہیں اس کی ہوا آئے وہ زانیہ عورت ہے''۔

قارئینِ کرام! ابتدائے اسلام میں عورتیں جنگوں میں پردے کے ساتھ زخموں کی تیمارداری اور بیماروں کو پانی پلانے کے لئے شریک ہوتی تھیں لیکن بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات میں جانے سے روک دیا۔ حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں کہ:

عن اُمّ کبشۃ انھا قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتاذن ان اخرج فی جیش کذا و کذا قال لا قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیس ارید ان اقاتل انما اریدا داوی الجرحی والمرضی او اسقی المرض قال لو لا ان تکون سنۃ ویقال فلانۃ خرجت لاذنت لک ولکن اجلسی۔

(مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۲۲۴، ۲۳۲)

''حضرت اُمّ کبشہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے فلاں فلاں لشکر میں

جانے کی اجازت دیتے ہیں؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا لڑنے کا ارادہ نہیں، میں تو صرف زخموں اور بیماروں کو دوا دوں گی یا بیماروں کو پانی پلاؤں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے خدشہ نہ ہوتا کہ آگے چل کر یہ چیز امرِ شرعی بن جائے گی اور اس سے یہ استدلال کیا جانے لگے گا کہ فلاں عورت جہاد میں گئی تھی تو میں تم کو اجازت دے دیتا لیکن تم (اپنے گھر میں) بیٹھو''۔

جب عورتیں جہاد کے لیے نہیں جا سکتیں تو بازاروں میں جانے کی وہ کیسے حق دار ہیں؟۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ بُری چیز بازار ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ مسجدیں لگتی ہیں''۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکا ہے۔ ابتدائی دور میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی، جیسا کہ ''بخاری شریف'' میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ) ''اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو''۔

(صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۱ ص ۱۲۳)

اور دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ:

اذا استاذنکم نساء کم باللیل الی المسجد فاذنوا لھن

(بخاری، ج ۱، ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع، کراچی)

فرمایا: ''جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دو'' یعنی یہ اس وقت کی بات ہے جب امن کا دور تھا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی مبارک تھی صحابہ کے دور میں عورتوں کو منع کر دیا گیا

اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

لو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی من النساء ما راینا لمنعھن من المساجد کما منعت بنو اسرائیل نسائھا۔

(بخاری، ج ۱، ص ۱۲۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

''یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے زمانے کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے تو انہیں مساجد جانے سے منع کرتے، جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا''۔

جب زمانۂ رسالت سے کچھ اور بُعد ((فاصلہ)) ہوا، آئمہ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی جب اور فساد پھیلا تو علماء نے جوان وغیر جوان کسی کے لیے اجازت نہ رکھی۔ ''درمختار'' میں ہے:۔

یکرہ حضور من الجماعۃ ولو لجمۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوز الیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان۔

(درمختار، باب الامامۃ، مطبع مجتبائی، دہلی، ج ۱ ص ۸۳)

''رات کو عورتوں کا خواہ بوڑھی ہوں جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور اگر جمعہ عید اور وعظ کی مجلس ہو تو مفتیٰ بہ مذہب میں مطلقاً مکروہ ہے زمانہ کے فساد کی وجہ سے''۔

اسی طرح اور کتبِ معتمد علیہ میں ہے آئمہ دین نے جماعتِ جمعہ وعیدین درکنار وعظ کی حاضری سے بھی مطلقاً منع فرمادیا اگرچہ بڑھیا ہو اگرچہ رات ہو۔ وعظ سے مقصود تو صرف اخذِ فیض سماع امر بالمعروف ونہی عن المنکر وتصحیحِ عقائد واعمال ہے، لیکن پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانۂ اقدس کے بعد فقہاء اور مجتہدین صحابہ کرام وتابعین نے عورتوں کو نماز تو درکنار وعظ ونصیحت کی محفلوں سے بھی منع کر دیا

اس لیے کہ لوگوں کا تغیر ہو گیا جو کہ فسادِ زمانہ پر دلالت کرتا ہے تابعین کے زمانہ سے آئمہ کرام نے ممانعت شروع فرما دی پہلے جوان عورتوں کو پھر بوڑھیوں کو پہلے دن میں ممانعت تھی پھر رات کو بھی منع کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ حکمِ ممانعت عام ہو گیا۔ کیا اس زمانہ کی عورتیں گربے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دلالہ تھیں اور آج کی عورتیں نیک اور صالحات ہیں؟۔ حاشا بلکہ قطعاً یقیناً اب معاملہ بالعکس ہے اب اگر ایک صالحہ ہے تو ہزار فاسقہ ہیں اس وقت ایک فاسقہ تھی تو ہزار صالحہ ہوتی تھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یاتی عام الا و الذی بعدہ شر منہ

(بخاری، باب لایاتی زمان، ج ۲ ص ۱۰۴۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

''جو سال بھی آئے اس کے بعد والا اس سے بُرا ہی ہوگا''۔

بلکہ جب سیّدُنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد جانے سے منع کیا تو عورتیں اکٹھی ہو کر اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں۔ دیکھیں ہمیں عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے روکتا ہے ہم نیکی کا کام کرتی ہیں تو اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ:

فقالت لو علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما علم عمر اذن

(العنایۃ علی حامش فتح القدیر، باب الامۃ، ج ۱ ص ۳۱۷، نوریہ رضویہ، سکھر)

''اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے تو وہ بھی تمہیں مسجد میں جانے کی اجازت نہ دیتے''۔

اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ اسی بات سے ہمارے علماء نے استدلال کیا اور جوان عورتوں کو جانے سے مطلقاً منع فرما دیا یا رہ گئیں بوڑھی عورتیں ان کے لیے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ظہر و عصر میں جانے سے ممانعت اور فجر و مغرب اور عشاء

میں اجازت رکھی اور آج فتویٰ اسی پہ ہے کہ تمام نمازوں میں ان بوڑھیوں کی حاضری منع ہے اس لئے کہ خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ عینی جلد ششم میں ہے۔

وقال ابن عباس رضی اللہ عنهما المراۃ عورۃ واقرب ما تکون الی اللہ فی قعر بیتها فاذا خرجت استشرفها الشیطان وکان ابن عمر رضی اللہ عنه یقوم یحصب النساء یوم الجمعة یخرجهن من المسجد وکان ابراهیم یمنع النساء من الجمعة والجماعة

یعنی ”حضرت عمر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عورت سراپا شرم کی چیز ہے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب اپنے گھر کی تہہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے' اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے اور امام ابراہیم نخعی تابعی امام اعظم ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ رضی اللہ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ کی جماعت میں نہ جانے دیتے“۔

اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ نمازِ جمعہ عورت پر فرض نہیں کیونکہ عورت سراپا شرم کی چیز ہے اس لیے شریعتِ مطہرہ نے جمعہ وعیدین واجب وفرض نہیں فرمایا عورت کے پردہ کی وجہ سے، عورت نے پردہ کرنا ہے جمعہ وعیدین میں مردوں کی کثیر تعداد ہوتی ہے اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی بات ہے کہ جب شارع علیہ السلام نے جمعہ عورتوں پر ساقط کرا دیا اور صحابہ وتابعین عظام نے مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا یہ نیکی کے کام ہیں جس کے لئے پیارے آقا صل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنے یا نیکی کی نیت سے چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے نیکیاں عطا فرما دیتا ہے جب عورت اللہ تعالیٰ کی محبوب چیز مسجد میں نہیں جا سکتی تو اللہ

تعالیٰ کے نزدیک مبغوض چیز ''بازار'' ہے تو پھر وہاں کیسے جا سکتی ہے۔ وہ بھی بلا پردہ۔ الامان و الحفیظ۔ حضرت سیّدُنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ صالحہ عابدہ زاہدہ متقیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو اسی معنی پر عملی طور پر متنبہ کر کے حاضری مسجدِ کریم مدینۂ طیبہ سے باز رکھا، اس پاک بی بی کو مسجد پاک سے عشق تھا۔ یہ بی بی پہلے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں آپ رضی اللہ عنہ نے قبلِ نکاح امیر المؤمنین سے یہ شرط کرالی تھی کہ مجھے مسجد سے نہ روکیں اس زمانہ خیر میں محض عورتوں کو مسجد سے ممانعت قطعی نہ تھی جس کے سبب بیبیوں سے، حاضری مسجد اور کبھی کبھی زیارت بعض مزارات بھی منقول ہے۔ ''بخاری'' و ''مسلم'' میں حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

نُهينا عن اتباع الجنائز و لم يعزم علينا

(بخاری، ج ۱ ص ۱۷۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

''ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع فرمایا گیا مگر قطعی ممانعت نہ تھی''۔

اسی پر ''غنیۃ'' کی اس عبارت میں فرمایا کہ: یہ اس وقت تھا جب حاضری مسجد ان عورتوں کے لئے جائز تھی اب حرام اور قطعی ممنوع ہے۔ غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے ان کی شرط قبول فرمالی پھر بھی چاہیے یہی تھا کہ عورتیں مسجد میں نہ جائیں اور اپنی بیوی کے بارے میں یہی چاہیے وہ بھی نہ جائے اب چونکہ نکاح میں عاتکہ رضی اللہ عنہا نے شرط رکھی تھی اس پر آپ رضی اللہ عنہ انہیں نہیں روکتے تھے۔ امیر المومنین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا، منع فرماتے وہ نہ مانتیں۔ ایک روز انہوں نے یہ تدبیر کی کہ نمازِ عشاء کے وقت ان کے مسجد میں جانے سے پہلے راستہ میں چھپ کر بیٹھ گئے جب یہ آئیں وہاں سے گزرنے لگیں تو انہوں نے نکل کر ان کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور پھر چھپ گئے۔ حضرت عاتکہ رضی اللہ

عنھا نے کہا۔ اِنَّالِلّٰہ فسد الناس ’’ہم اللہ کے لیے ہیں لوگوں میں فساد آ گیا‘‘۔ آپ رضی اللہ عنھا یہ فرما کر اپنے مکان کی طرف واپس چلی گئیں پھر باہر کبھی بھی نہیں نکلیں۔ یہاں تک کہ جنازہ اُٹھا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی صالحہ ہو اس کی طرف اندیشہ نہ سہی فاسق مردوں کی طرف سے اس خوف کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ محقق علی الاطلاق نے ’’فتح القدیر‘‘ میں فرمایا:

بالنظر الی التعلیل المذکور منعت غیر المزنیة ایضا لغلبة النساق ولیلا وان کان النص یبیحه لان النساق فی زماننا اکثر انتشارهم وتعرضهم باللیل وعمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلٰوت کلها بغلبة الفساد فی سائر الاوقات۔

(فتح القدیر، باب الامة، ج ۱ ص ۳۱۷)

دلیلِ مذکور کے پیشِ نظر ایسی عورت کے لئے بھی ممانعت ہوئی جو خود بدکار نہیں کیونکہ بدمعاشوں کا غلبہ ہے اور رات کو بھی ممانعت ہوئی اگرچہ امامِ اعظم کی نص سے اس کی اباحت ثابت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں فاسقوں کا گھومنا پھرنا اور چھیڑ چھاڑ کرنا زیادہ تر رات ہی کو ہوتا ہے اور متاخرین (فقہائے کرام) نے بوڑھی، جوان سب عورتوں کے لئے تمام نمازوں میں عام ممانعت کر دی۔ اس لیے کہ سبھی اوقات میں فساد و خرابی کا غلبہ ہے۔ اسی مضمون کی ایک عبارت ’’عمدۃ القاری‘‘ میں ہے کہ:

انه ینبغی (ای للخروج) ان یاذن لها لا یمنهما مما فیه منفعتها وذالک اذا لم یخف الفتنة علیها ولا بها وقد کان هو الاغلب فی ذالک الزمان بخلاف زماننا هذا فان الفساد فیه فاش والمفسدون کثیرون وحدیث عائشة رضی اللہ عنها الذی یاتی

یدل علی ھذا

(عمدۃ القاری، باب خروج النساء الی المساجد، ج ۶ ص ۱۵۷، ادارۃ الطباعۃ المنبریہ، بیروت)

کہ ”جس کام میں عورت کے لیے منفعت ہے اس کے لئے چاہئے کہ شوہر اُسے نکلنے کی اجازت دے دے اور منع نہ کرے اور یہ حکم اس صورت پر ہے جب عورت پر یا عورت کے سبب فتنے کا اندیشہ نہ ہو اور اس زمانے میں اکثری حالت اطمینان و بے خوفی ہی کی تھی مگر اب ہمارے زمانے میں تو فساد اور برائی عام ہے اور فسادی لوگ بہت ہیں۔ہم نے حالتِ امن کی جو قید ذکر کی اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے“۔

اسی طرح ”عمدۃ القاری“ میں ہے کہ:

اما الشواب فلا تومن من الفتنة عليهن وبهن حيث خرجن ولا شيء للمراة احسن من لزوم قعر بيتها۔

(عمدۃ القاری، زیارۃ القبور، ج ۸ ص ۶۹، المنیریہ بیروت)

”لیکن جوان عورتیں تو وہ جہاں بھی نکلیں ان کے سبب اور ان کے اوپر فتنہ سے بے خوفی نہیں اور عورت کے لئے اپنے گھر کے اندر رہنا سب سے اچھا ہے“۔

”ابوداؤد شریف“ کی حدیث مبارک ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم لا تمنعوا نساء كم المساجد بيوتهن خير لهن۔

(ج ۱ ص ۸۴، نور محمد، اصح المطابع)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اللہ کی باندیوں کو مساجد سے مت

روکو اور ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں''۔

اور آگے اسی صفحہ پر اس حدیث کی تفسیر میں ہے کہ:

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوۃ المراۃ فی بیتھا افضل من صلوتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی مخدعھا افضل من صلوتھا فی بیتھا

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا حویلی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے''۔

پردے کا حکم عہدِ رسالت میں بھی تھا، یہ آج کا حکم نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پردہ کا حکم تھا اس لیے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نماز پڑھنے کو سب سے اچھا فرما رہے ہیں، اگر عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پردے کا حکم نہ ہوتا احرام کی حالت میں نقاب کا کوئی مطلب نہیں ہوگا، اس لیے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ولا تنتقب المراۃ المحرمۃ ولا تلبس القفازین۔** (بخاری ج ا، ص ۲۸۴ نور محمد مکتبہ) ''اور احرام کی حالت میں عورت نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانے پہنے''۔

معلوم ہوا کہ اس وقت پردے کا عام رواج تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نقاب ڈالنے کو احرام کی حالت میں منع فرمایا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کہ:

استمرار العمل علی جواز خروج النساءِ اِلَی المساجد والاسواق والاسفار منتقِبات لئلا یراھن الرجال

(فتح الباری، ج ۹ ص ۳۳۷، مطبوعہ الاسلامیہ لاہور)

کہ ''عورتیں مساجد، بازار اور سفروں میں ہمیشہ نقاب پہن کر جایا کرتی تھیں تا کہ ان کو مرد نہ دیکھیں''۔

علامہ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ ''عمدۃ القاری''، ج ۲۰،ص ۲۱۷ مطبوعہ المنبر یہ مصر میں یہی بات لکھتے ہیں: اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

قالت لاتلثم ولا تبرقع ولا تلبس ثوبا بورس ولا زعفران

(بخاری، ج ا،ص ۲۰۹)

''احرام میں عورت نہ منہ ڈھانپے، نہ برقع پہنے اور نہ سرخ یا زرد رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہنے''۔

معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں بھی پردہ ہوا کرتا تھا جو اوپر علامہ عینی اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی ان دونوں کے قول گزرے ہیں یہ دونوں محدیث ۸۵۵ ھ کے ہیں۔

معلوم ہوا کہ آج سے پانچ سو سال پہلے پردے کا یہی معمول رہا، عروس پردہ کیا کرتی تھیں، اگرچہ مسلمان خواتین عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حالتِ احرام میں نقاب نہیں پہنتی تھیں، لیکن اس کے باوجود وہ اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو چھپا کر رکھتی تھیں۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنها قال کان الرکبان یمرون بنا ونحن محرمات مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاذا حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابها من راسها عل وجهها فاذا جاوزنا کشفناة (ابوداؤد، مطبع مجتبائی، لاہور، ج ا ص ۱۵۴)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے ساتھ سوار

گزرتے تھے حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے جا رہی ہوتی تھیں۔ جب لوگ ہمارے سامنے آتے تو ہم اپنی چادروں کو اپنے سروں سے اپنے چہروں پر لٹکا لیتی تھیں اور جب وہ (سوار) گزر جاتے تو ہم اپنے چہروں کو کھول دیتیں"۔

امامِ مالک بیان کرتے ہیں کہ:

عن فاطمة بنت المنذر انها قالت كنا نخمر وجوهنا ونحن محرمات ونحن مع اسماء بنت ابی بكر الصديق رضی اللہ عنه فلاتنكره علينا (موطا امام مالک، ص ۴ ۳۳، مطبع مجتبائی لاہور)

"فاطمہ بنتِ منذر بیان کرتی ہیں کہ ہم حالتِ احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپ لیا کرتی تھیں ہمارے ساتھ حضرت اسماء بنت ابوبکر بھی تھیں وہ ہم کو منع نہیں کرتی تھیں"۔

قارئینِ کرام ان دونوں حدیثوں سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں بھی عورتیں اپنے چہرے کو ڈھانپ لیتی تھیں حالانکہ احرام کی حالت میں نقاب پہننا منع ہے پھر بھی مسلمان اور باشرم اور باحیاء خواتین احرام کی حالت میں بھی غیر محرم مردوں سے پردہ کیا کرتی تھیں یہ تو ممانعت کے باوجود پردہ اور شرم وحیاء کا یہ عالم تھا اور عام حالات میں ستر وحجاب میں ان کی پابندیوں کا کیا عالم ہوگا اس کا اندازہ ایک اور حدیث سے ہوتا ہے کہ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں۔

عن شماس عن ابيه عن جده قال جاءت امراة الى النبی صلی اللہ عليه وسلم يقال لها اُمّ خلاد وهی متنقبة تسال عن ابنها وهو مقتول فقال لها بعض اصحاب النبی صلی اللہ عليه وسلم جئت

تسالین عن ابنک وانت متنقبة فقالت ان ارزا ابنی فکن ارزا حیاتی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنک له اجر شهیدین قالت ولم ذاک یا رسول اللہ قال لانه قتله اهل الکتاب۔ (ابوداؤد، جلد ۲، ص ۳۳۷)

''حضرت شماس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُمِّ خلاد نام کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی دراں حالیکہ اس نے نقاب پہنا ہوا تھا اس کا بیٹا شہید ہو چکا تھا وہ اس کے متعلق پوچھنے آئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کے متعلق پوچھنے آئی ہو اس حال میں بھی تم نقاب پہنے ہوئی ہو، اس عورت نے کہا میں نے بیٹا کھویا ہے اپنی حیا نہیں کھوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے بیٹے کو دو شہیدوں کا ثواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اس عورت نے کہا وہ کیسے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تو مظلوماً شہید ہوا اور دوسرا یہ کہ یہودیوں کے ہاتھوں مارا گیا''۔

محترم قارئین! اس عورت صحابیہ کا یہ جواب سن کر ہر غیرت مند مسلمان تڑپ جاتا ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُمت کے سردار ہیں اور امت کے تمام مرد غلام ہیں اور امت کی تمام عورتیں خادمہ ہیں لیکن پھر بھی صحابیہ کا شرم اور حیا ملاحظہ فرمائیں، اتنی شرم وحیاء کی پیکر صحابیہ لوگوں کو جواب دیتی ہوئی کہتی ہیں۔ ارے لوگو! ٹھیک ہے میرا بچہ یہودیوں نے قتل کر دیا مگر میری حیاء تو بحمد اللہ باقی ہے میری حیاء تو قتل نہیں ہوئی، اس صحابیہ نے اُمتِ مسلمہ کی تمام خواتین کو سبق سکھایا کہ اے شرم وحیاء کی پیکر خواتین خیال کرنا اگر تمہارا کوئی بھائی یا بیٹا یا خاوند فوت ہو جائے

تو صبر کا مظاہرہ کرنا۔ اپنی حیاء کو باقی رکھنا۔ اپنے پردے کو لازم رکھنا۔ اپنے سروں سے دوپٹہ نہ اُتارنا اگرچہ میں نے اپنا پیارا بیٹا راہِ خدا میں دے دیا ہے لیکن پھر بھی کوئی چون و چرا نہیں کوئی آہ وفغاں نہیں، اللہ تعالیٰ ہماری خواتین کو بھی اس صحابیہ کے نقشِ قدم پر چلائے آمین۔ اس حدیث پر کسی کو یہ شُبہہ لاحق نہ ہو کہ جب حجاب لازم ہے تو صحابہ نے اس عورت سے یہ سوال کیوں کیا کہ تم اس حالت میں بھی نقاب پہنے ہوئی ہو؟ کیونکہ عورت کے ہاتھوں اور چہرے کے علاوہ باقی جسم سَترِ غلیظ ہے اس کو چھپانا فرضِ قطعی ہے، چہرہ اور ہاتھ کو چھپانا فرضِ قطعی نہیں ہے اور نہ ہی سَترِ غلیظ ہیں لیکن ان کو حجاب میں رکھنا لازم امر ہے۔ کیونکہ بعض حالات میں چہرہ کھولنے کی شریعت نے اجازت بھی عطا فرمائی ہے مثلاً کسی بات کی گواہی دینی ہے اور نماز پڑھنی یا حج کرنا ان جیسے مقامات پر چہرہ اور ہاتھوں کو کھولنے کی اجازت ہے کیونکہ چہرہ چھپانے کا باقی جسم کی طرح سخت حکم نہیں ہے اور بعض ایسے حالات ہیں جو اس حکم میں تخفیف بھی کر دیتے ہیں اس وجہ سے صحابہ حیران و پریشان ہیں کہ اس پریشانی اور گھبراہٹ کے موقع پر بھی جب لوگوں سے صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور پریشانی اور بے صبری کے عالم میں ان سے کچھ غیر شرعی حرکات سرزد ہو جاتی ہیں ایسی حالت کا بھی وہ کمالِ صبر وضبط کے ساتھ نقاب پوشی اور حجاب کے ساتھ آئی ہیں، بڑی حیرت انگیز بات تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے پر پردے کے رواج پر ایک یہ بھی دلیل ہے جو علامہ زرقانی نے ''مواہبِ لدنیہ'' میں بیان فرمایا:

مسلمانوں کی ایک عورت چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے بنو قینقاع کے بازار میں گئی، یہودیوں نے اس کا چہرہ کھولنا چاہا مگر اس عورت نے انکار کر دیا انہوں نے اس کی چادر کو پیچھے کسی چیز کے ساتھ اٹکا دیا کہ جب وہ عورت اُٹھی تو اس کا چہرہ کھل گیا۔ آخر اس کے نتیجے میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور غزوۂ

بنوقنیقاع واقع ہوا''۔ (محمد عبدالباقی زرقانی، شرح مواہب اللدنیہ، ج ا ص ۴۵۷) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اس وقت پردے کا اہتمام تھا مسلم خواتین پردہ کیا کرتی تھیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ انسان ایک یا آدھا کلو گوشت بازار سے لے آتا ہے اپنے گھر میں اس کو محفوظ کرتا ہے اس لیے کہ کہیں اس گوشت پر کتا منہ نہ لگائے یا کوئی بلی وغیرہ منہ نہ لگائے۔ بڑی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ اے مسلمانو! تم ایک کلو گوشت کی کتوں اور بلیوں سے حفاظت کرتے ہو لیکن آپ اپنی بہن اور بیوی ڈیڑھ من کی لاش کو اکیلے بازاروں میں بھیج دیتے ہو جس طرح گھر میں ایک کلو گوشت کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح ڈیڑھ من کی لاش اپنی بہو بیٹیوں کی بھی حفاظت کیا کرو۔ ان کو بھی گھر میں محفوظ رکھا کرو تا کہ باہر والے درندوں سے محفوظ رہ سکیں۔ بارگاہِ رب العزت میں دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں اور بہنوں کو چادرِ تطہیر کا صدقہ باپردہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین

حافظ خلیل احمد سلطانی، مدرس فریدی

دارالعلوم، شعبۂ درسِ نظامی، مرکزی، عیدگاہ، جام پور

☆

مؤلف

مولانا قاری محمد طیب نقشبندی

۷
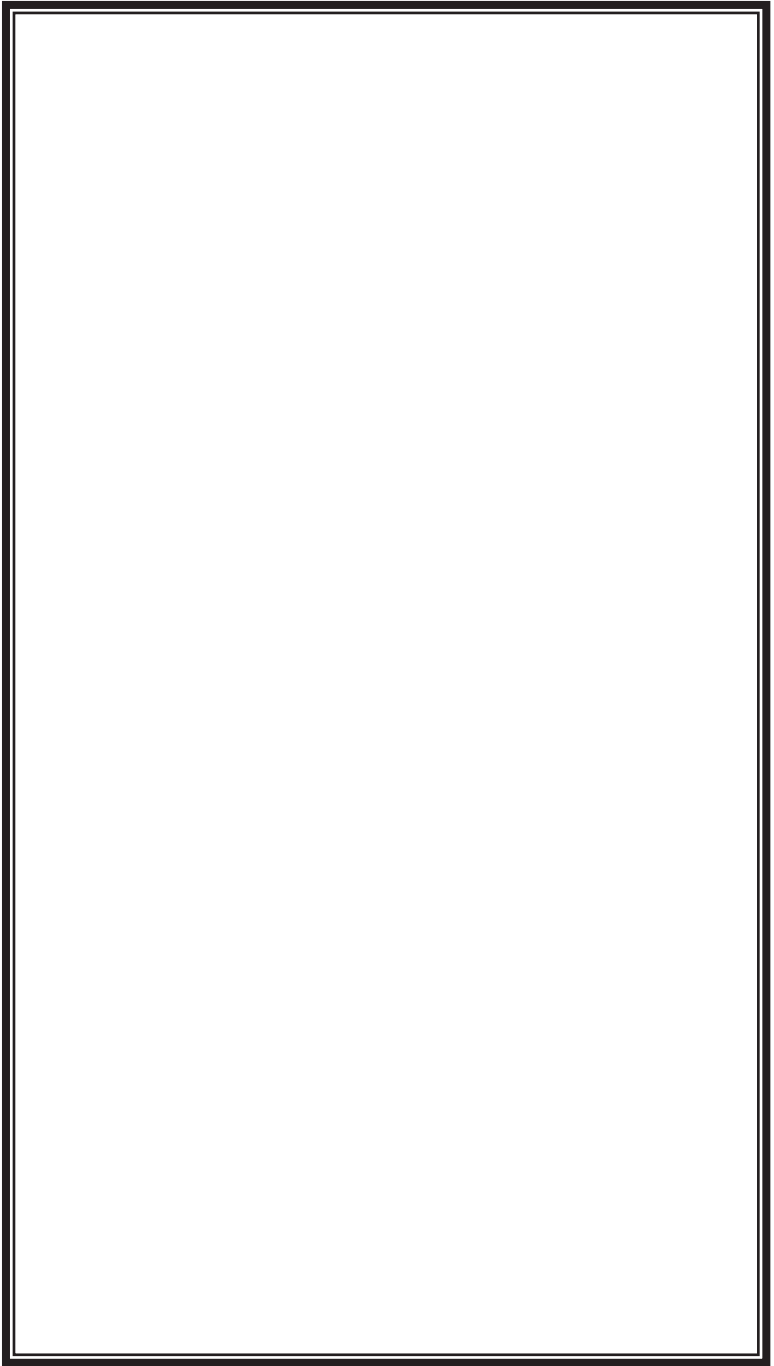
پیش لفظ

آج اسلامی ممالک میں مغرب پرستی کا طوفان آیا ہوا ہے۔اسلامی اقدار زوال پذیر ہیں۔شرم وحیاء رخصت ہو رہی ہے۔نوجوان لڑکیاں اور عورتیں بن ٹھن کر باہر نکلے اور مردوں کی نظروں میں زیادہ سے زیادہ خوبصورت دکھائی دینے کی دوڑ میں ایک دوسری سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ہر عورت پر الا ماشاء اللہ یہ بھوت سوار ہے کہ جب وہ باہر نکلے تو دیکھنے والے اسے دیکھتے رہ جائیں۔اس جذبے کی تسکین کے لئے وہ بالوں کی تراش خراش کے نت نئے ڈیزائن اور سٹائل اپناتی ہیں۔لباس اتنا تنگ اور چست استعمال کرتی ہیں کہ اعضاءِ جسم مکمل نظر آتے اور دیکھنے والوں پر قیامت ڈھاتے چلے جاتے ہیں۔

اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ایسی لڑکیوں اور عورتوں کے بھائی باپ اور شوہر انہیں اس اخلاق سوز لباس سے منع کرنے کے بجائے ان کا ساتھ دیتے ہیں اور ساتھ چلتے ہوئے کچھ شرم محسوس نہیں کرتے کہ ان کی بیٹی یا بہن کو زمانہ کن نظروں سے دیکھ رہا ہے۔کیونکہ وہ خود دوسروں کی بہو بیٹیوں اور اپنی مسلمان بہنوں کی زلف و رخسار شہوانی نظروں سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہوتے ہیں اس لئے جب ان کی اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو مستانی نظروں سے دیکھا جاتا ہے تو وہ کچھ افسوس یا شرم محسوس نہیں کرتے۔

اکبر الٰہ آبادی خوب کہتے ہیں:

بے پردہ مجھ کو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردے کو کیا ہوا
بولیں کہ وہ تو عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

یعنی مجھے چند عورتیں بے پردہ نظر آئیں جن کے سروں پہ چادر نہیں تھی۔ میں نے ان سے پوچھا اے مسلم خواتین! تمہارے سروں اور چہروں پہ جو پردہ ہوا کرتا تھا وہ کیا ہوا؟۔ کہنے لگیں وہ ہمارے سروں سے اُتر کر مردوں کی عقل پہ پڑ گیا ہے۔ اے کاش کہ عورتوں سے پہلے مردوں کو شرم آ جائے اور وہ اپنی بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں سے کہیں کہ وہ ننگے سر باہر نہ نکلا کریں۔

خصوصاً وہ مسلمان جو یورپین اور دیگر مغربی ممالک میں آباد ہیں ان کی حالت بے حد افسوس ناک ہے۔ ایسے ماحول میں رہتے ہوئے جہاں ہر طرف شیطان برہنہ ناچ رہا ہے۔ اخبارات، رسالے اور ٹی وی غلیظ ترین تصویریں اور مناظر دکھانے میں کچھ بھی قباحت محسوس نہیں کرتے، مسلمان عورتوں کا متاثر ہونا فطری عمل ہے۔

مجھے برطانیہ میں کچھ عرصہ بسلسلۂ تبلیغ رہنے کا اتفاق ہوا، وہاں مسلمان لڑکیوں کے ایسے لرزہ خیز واقعات سننے میں آئے کہ پیروں تلے سے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہاں ہر شہر میں یہ حوادث رونما ہونے لگے ہیں کہ مسلمان لڑکیاں ہندو، سکھ اور عیسائی لڑکوں کے ساتھ گھروں سے بھاگ جاتی ہیں۔ مخلوط تعلیمی ماحول، آزاد معاشرہ اور عریاں مناظر ان تینوں امور کی شیطانی تثلیث نے وہاں کی نوجوان نسل کو جس میں مسلمانوں سمیت ہندو، سکھ اور عیسائی سبھی شامل ہیں بے حد متاثر کیا ہے۔ جب کسی مسلمان گھرانے کی لڑکی کسی ہندو یا عیسائی نوجوان کے ساتھ بھاگ جاتی ہے تو وہ بے چارے خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں کیونکہ ملکی قانون کا طاقت ور ہاتھ ان کا گلا

گھونٹ دیتا ہے اور ان کے منہ سے صدائے احتجاج بھی بلند نہیں ہو پاتی بلکہ اگر ایسی لڑکی کے والدین یا بھائی اسے کچھ سزا دے دیں تو پولیس انہیں گرفتار کر لے جاتی ہے اس لئے کہ ایسا کرنے سے وہاں کے غیر مسلم قانون کے تحت وہ ایک آزاد و خود مختار انسان (جو انہیں کے دل کا ٹکڑا ہے) کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی (Enterference) کے مرتکب ہوئے ہوتے ہیں۔ وہاں لڑکیاں اپنے بوائے فرینڈ (Boy Friend) منتخب کرتی ہیں اور لڑکے اپنے لئے گرل فرینڈ (Girl Friend) پسند کرتے ہیں۔ اگر ایک لڑکی **معاذ اللہ** اپنے بوائے فرینڈ کو اپنے گھر لے آتی ہے اور اسے گھر میں اپنے ساتھ رکھتی ہے تو اس کے والدین اسے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ بے چارے صرف خون کے گھونٹ پی سکتے اور گھٹ گھٹ کر مر سکتے ہیں۔

یہ دردناک صورتِ حال دیکھ کر میں نے یہ چند اوراق لکھنے کا فیصلہ کیا تاکہ ان مسلمان بچیوں تک اپنی آواز پہنچا سکوں جو اپنے والدین اور رشتہ داروں کو عارضی خوش وقتی کی خاطر خون کے آنسو رلاتی اور ان کی عزت خاک میں ملا کر رکھ دیتی ہیں۔ اللہ ہر مسلمان بچی کو اپنے گھر کی عزت کی نگہدار بنائے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے میری مسلمان بہنو اور بیٹیو! اس سے قبل کہ میں آپ پر قرآن پاک کی آیات اور نبی **صلی اللہ علیہ وسلم** کے اِرشادات سے پردے کی ضرورت و اہمیت واضح کروں، میں چاہتا ہوں کہ آپ پر اس یورپین تہذیب کی حقیقت اور اس کا انجام واضح کر دیا جائے جس کی تقلید میں آپ نے اسلامی آدابِ زندگی کو خیر آباد کہہ کر یورپین طرزِ حیات اپنا لیا ہے اور ایک مسلم خاتون کی حیثیت سے اسلام نے آپ کی اپنی بہتری کے لئے جو پابندیاں عائد کی تھیں انہیں نظر انداز کرتے ہوئے سر پہ چادر لینے کو آپ نے اپنے لئے عار بنا لیا ہے۔

یاد رکھئے! یورپین تہذیب اور مغربی معاشرت کی دو نظریات پہ بنیاد رکھی گئی ہے۔

۱۔ مردوں کی طرح عورتوں کی معاشی خود مختاری۔

۲۔ مردوں عورتوں کا باہمی مخلوط ماحول۔

عورت کی معاشی خود مختاری:

کا معنی یہ ہے کہ مردوں کی طرح عورتیں حصولِ رزق کے لیے کارگاہِ حیات میں اُتریں۔ انہی کی طرح کارخانوں، فیکٹریوں میں کام کریں اور وہ اخلاقی پابندیاں جو ایک عورت کی عزت و ناموس کی حفاظت کرتی ہیں، اسی طرح اُٹھالی جائیں جس طرح وہ مردوں کے لئے نہیں ہیں۔ اس نظریے نے مغربی عورت پر جو ظلم ڈھائے ہیں اس کی ایک دھندلی سی تصویر ملاحظہ ہو۔

۱۔ اس اصول نے اگرچہ عورت کو مرد سے بے نیاز کر دیا ہے اور وہ اپنے لئے اپنی روزی خود پیدا کرتی ہے مگر اسی اصول ہی نے عورت سے اس کی نسوانیت چھین لی ہے۔ انسانوں میں قدیم سے یہ اصول چلا آ رہا تھا کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے اور بچوں کی تربیت و پرورش کی طرف پوری توجہ دے۔ اب مغرب میں یہ اصول یوں بدل گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کمائیں اور گھر کا انتظام کرائے پہ کروایا جائے۔ مغربی عورت نے ازدواجی زندگی کی جملہ پابندیوں کو جو گردن سے اتار پھینکا ہے۔ بچوں کی تربیت، گھر کا انتظام اور شوہر کی خدمت یہ چیزیں اس کی زندگی سے خارج ہو گئی ہیں۔ وہ دن بھر دفتر میں کام کرتی ہے۔ پھر رات گئے تک محکمانہ میٹنگز اٹینڈ کرتی ہے اور اگلے دن صبح ہی صبح پھر دفتر کی تیاری میں لگ جاتی ہے۔ اس کے پاس وقت نہیں کہ بچوں کی تعلیم اور ان کی ضروریات کی دیکھ بھال کر سکے۔ بسا اوقات شیر خوار بچے نرسریوں میں داخل کروا دیئے جاتے ہیں جہاں ملازم عورتیں ان کی

پرورش کرتی ہیں۔

پچھلے دنوں اخبارات میں امریکہ کی کسی ریاست سے یہ خبر آئی تھی کہ ایک نوجوان نے اپنی سگی ماں کو گولی ماردی۔ وجہ پوچھے جانے پر اس نے بتلایا کہ مجھے میری والدہ نے شیر خوارگی ہی میں نرسری کے حوالے کر دیا تھا۔ ایک بار وہاں کی نرسوں اور ملازموں نے ہڑتال کر رکھی تھی اور میں سارا دن بھوکا پڑا رہا۔ مجھے وہ دن آج تک یاد ہے میں نے اس وقت تہیہ کر لیا تھا کہ اس عورت کو جس نے مجھے جن کر یہاں پھینک دیا ہے، زندہ نہیں چھوڑوں گا سو آج میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے۔

۲۔ نکاح کا رشتہ جو تمدنی زندگی کی بنیاد ہے نہایت کمزور ہو گیا ہے۔ معاشی طور پر خود کفیل ہو جانے کی وجہ سے عورت کی سوچ یہ بن گئی ہے کہ اسے زندگی کے دن گذارنے کے لئے کسی دوسرے انسان کے لئے خدمت گزار اور اطاعت کیش کی حیثیت سے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اپنی روزی خود کماتی ہے پھر اسے مرد کی پابند ہو کر رہنے کی کیا مجبوری ہے۔ اب مغرب میں شوہر اور بیوی کے درمیان شہوانی خواہش کی تسکین کے سوا کوئی ربط اور تعلق باقی نہیں رہا۔ اور یہ ربط بھی ایسا ہے جو وہاں نکاح کے بغیر بھی ارزاں میسر آ جاتا ہے۔ نکاح کے بغیر بھی اگر وہ کسی مرد سے صنفی تعلق قائم کر لیتی ہے تو معاشرہ اسے کچھ بھی ملامت نہیں کرتا۔ ایک وقت تھا جب مغرب میں کسی عورت کے ہاں حرامی بچہ پیدا ہونا بے حد معیوب سمجھا جاتا تھا مگر آزادی کی دیوی نے اب مولودِ حرام کو مودودِ احترام بنا دیا ہے۔ ۱۹۸۹ء میں فرانس اور برطانیہ دونوں کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق سال بھر میں پیدا ہونے والے بچوں میں سے ۱/۴ سے زیادہ حرامی بچے تھے جو نکاح کے بغیر پیدا ہوئے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

۳۔ مذکورہ اسباب نے صورت حال یہاں تک پہنچا دی ہے کہ بیشتر مغربی

ممالک میں لاکھوں جوان عورتیں نکاح کے بغیر محض آزاد شہوت رانی کی زندگی گذار رہی ہیں چونکہ مرد اور عورت دونوں اپنی اپنی جگہ معاشی لحاظ سے خود کفیل ہیں اس لیے معمولی سی رنجش بھی نکاح کا رشتہ ختم کر دینے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ کوئی کسی کا بوجھ محسوس نہیں کرتا۔ جب چاہتا ہے نکاح کی بندش سے آزاد ہو کر کسی دوسرے انسان سے وہ تعلق نکاح کے بغیر ہی قائم کر لیتا ہے اور یوں ان لاکھوں مغربی خواتین کی زندگی نت نئے دوست تبدیل کرتے ہوئے آزاد شہوت رانی کی نذر ہو جاتی ہے اور آج یورپین ممالک اس بے جا آزادی کی تباہ کاریوں پر خود مضطرب ہیں۔

میں مسلم خواتین سے پوچھتا ہوں کیا وہ بھی اس دردناک انجام سے دوچار ہونے کو تیار ہیں جس سے مغربی عورت دوچار ہوئی ہے اور جس طرح اس کی عزت و ناموس کی مٹی پلید ہوئی ہے کیا وہ بھی اپنی عزت کی اس طرح نیلامی چاہتی ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر میں مسلمان عورتوں سے خصوصاً مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کی نوجوان بچیوں سے اپیل کروں گا کہ وہ غیر اسلامی تہذیب کو اپنانے کی بجائے اپنے والدین کی اتباع کریں اور اسلام نے ان پر جو پابندیاں عائد کی ہیں انہیں خوش دلی سے پورا کریں۔

مخلوط ماحول

مغربی تہذیب کا دوسرا اساسی نظریہ مردوں اور عورتوں کا باہمی آزادانہ اختلاط اور میل جول ہے۔ اس آزاد اختلاط نے عورتوں میں نمائش حسن اور عریانی کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ قدرت نے نسل انسانی کی بقاء کے لئے مرد اور عورت کے درمیان جو صنفی میلان (Sexualattraction) پیدا کیا ہے وہ آزاد اور مخلوط ماحول میں بہت زیادہ قوی ہو جاتا ہے اور دونوں صنفوں میں سے ہر ایک میں یہ جذبہ شدت اختیار کر جاتا ہے کہ وہ جنس مقابل کو زیادہ سے زیادہ جاذب نظر آئے۔ اس پر اہل یورپ نے

دوسرا ظلم یہ ڈھایا کہ عورت کو تمام اخلاقی پابندیوں سے آزاد کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغربی عورت نے خود کو مردوں کی نظر میں پرکشش اور دلربا بنانے کے لئے شوخ وشنگ لباس اپنانے شروع کئے۔ وہ بالوں کے نت نئے ڈیزائن تبدیل کرنے لگی۔ جب اس طرح اس کے جذبۂ حُسن آرائی کی تسکین نہ ہوئی تو اس نے خود کو کپڑوں سے آزاد کرنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ اس کے وجود کے سارے کپڑے اتر گئے اور وہ مکمل طور پر برہنہ ہوگئی۔ ادھر مرد ھَلْ من مزید کا نعرہ لگا رہے تھے۔ مغربی عورت جس قدر برہنہ ہوتی گئی مردوں کی جنسی پیاس اتنی ہی زیادہ ہوتی چلی گئی۔ آج لاکھوں کی تعداد میں گندے جرائد چھپتے ہیں۔ روزنامے اور اخبارات عورتوں کی ننگی تصاویر بڑے اہتمام سے شائع کرتے ہیں۔ ٹیلی ویژن اور سٹیج ڈراموں کے ذریعے عریانی کے وہ حیا سوز مناظر دکھائے جا رہے ہیں جن کے بعد عورت کے جسم کی کوئی قابلِ اظہار چیز باقی نہیں رہ جاتی۔

اسی مخلوط ماحول کا یہ ثمر ہے کہ آج امریکہ میں وہاں کے محققین کے مطابق ہائی سکول کی ۴۵ فیصد لڑکیاں اسکول چھوڑنے سے قبل گندی ہو چکی ہوتی ہیں اور ہائی سکول سے بعد والے تعلیمی مدارج میں یہ گندگی اس سے کہیں بڑھ جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات سے روگردانی کرنے کے نتیجے میں اہل مغرب پر جو آفتیں ٹوٹی ہیں اس رسالے کے آخر میں ہم اس کا مختصر تذکرہ کریں گے۔ میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ مغربی عورت نے اسلامی اقدار سے دور رہ کر کیا بہتری پائی ہے؟ اس کی عزت کا جنازہ نکالنے کے لئے وہ ذلیل ترین اطوار اپنائے گئے ہیں جن کا تصور بھی انسانیت کے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔

یہاں میں مسلم خواتین سے کھلے لفظوں میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ انہوں نے سر سے چادر غائب کر کے اور شوخ وشنگ لباس پہن کر اور خوب بن ٹھن کر بازاروں میں

گھومنے کا جو وطیرہ اپنایا ہے اس کا انجام خدا نہ کرے۔ وہی ہے جس میں آج مغرب مبتلا ہے اور اگر ان میں اس انجامِ بد سے دوچار ہونے کا یارا نہیں تو انہیں آج ہی اپنے عمل پہ نظرِ ثانی کر کے اسلامی طرزِ زندگی اپنا لینا چاہیئے اور انہیں چاہیئے کہ بازار میں آئیں تو ان کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ اسی طرح ان کی عزت محفوظ رہ سکتی ہے۔ ورنہ بے حیائی کا وہ طوفان اٹھے گا جو ان کی عصمت و ناموس خشک تنکوں کی طرح بہا لے جائے گا۔ اللہ اسلامی اقدار کی نگہداری عطا فرمائے۔

فصل اوّل:

مسلم خواتین کا لباس کیسا ہونا چاہیے؟

سروں پر چادر لینا

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

آیت: یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّـاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ (سورۂ احزاب، آیت نمبر ا)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر چادروں کے گھونگھٹ چال لیا کریں اس طرح یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ انہیں پہچان لیا جائے گا۔ اور ستایا نہ جائے گا''۔

اس آیتِ مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پہلے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو پردے کا حکم دیں اس کے بعد اپنی امت کی خواتین سے

کہیں کہ وہ پردہ کریں تا کہ آپ کا گھرانہ پردے پر عمل کر کے مسلم خواتین پر واضح کر دے کہ ایک مسلمان عورت کا لباس ایسے ہونا چاہئے تو آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور ساری مسلمان عورتوں کو حکم فرما دیں کہ وہ باہر نکلتے وقت اپنے سر پر اس طرح چادر اوڑھ لیا کریں کہ اس کا ایک پلّو چہرے پر لٹک آئے۔ جب وہ حیا کی چادر میں لپٹ نکلیں گی تو لوگ معلوم کرلیں گے کہ یہ حیا دار اور باپردہ عورتیں ہیں۔ اس طرح کوئی انہیں تنگ کرنے یا تکلیف پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اور اگر وہ سروں پر چادر لینے کی بجائے ننگے سر اور ننگے منہ، زُلفیں سنوار کر بازار میں آئیں گی تو یقیناً ان کی طرف ہوسناک نگاہیں اٹھیں گی اور توقع ہے کہ کوئی شخص ان پر دست درازی بھی کر ڈالے گا (جیسا کہ آج کل یہ واقعات عام ہو چلے ہیں)

صحابی رسول ابن عباس رضی اﷲ عنہ سے اس آیت کی تفسیر یوں مروی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مسلم خواتین کو حکم فرمایا ہے کہ اگر انہیں ضرورت کے تحت گھر سے نکلنا پڑے تو وہ سر پہ چادر لے لیا کریں اور اس کا ایک حصہ چہرے پر لٹکا لیا کریں البتہ آنکھ ننگی رہے۔ (درمنثور، مصنفہ علامہ سیوطی بحوالہ ابن جریر، ابن ابی حاتم وابن مردویہ، جلد ۵، ص ۲۲۱)

مشہور تابعی حضرت سعید بن جُبیر اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ عورتیں دوپٹے کے اوپر چادر لیا کریں جسے اوڑھنی کہا جاتا ہے اور کسی مسلم خاتون کے لئے یہ چیز حلال نہیں کہ وہ اوڑھنی کے بغیر جس نے اس کا سر اور سینہ ڈھانپ رکھا ہو باہر نکلے۔

(درمنثور بحوالہ ابن ابی حاتم، جلد ۵، ص ۲۲۲)

ابن سیدین رضی اﷲ عنہ کہتے ہیں: میں نے عبیدہ بن حارث سلمانی سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کپڑے سے اپنا سر، چہرہ اور داہنی آنکھ ڈھانپ کر دکھلایا کہ یوں پردہ کرنا چاہئے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، ص ۵۱۸)

اُمّ سلمہ رضی اﷲ عنہا زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں: جب

یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد انصاری عورتیں یوں سنبھل کر باہر نکلا کرتیں گویا ان کے سروں پہ پانی سے بھرے گھڑے رکھے ہیں اور انہوں نے اپنے اوپر بڑی بڑی سیاہ چادریں ڈال رکھی ہوتی تھیں۔ (ابنِ کثیر حوالہ مذکور)

اس آیت نے واضح کر دیا کہ مسلم خواتین پر گھر سے باہر نکلتے ہوئے چادر سے سر اور چہرے کا ایک حصہ یعنی پیشانی وغیرہ چھپا کر نکلنا فرض ہے۔ صحابۂ کرام نے بھی اس سے یہی سمجھا اور صحابیات نے بھی اسی طرح عمل کر کے دکھایا۔

عورت اپنا بدن کہاں سے کہاں تک چھپائے

وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولایبدین زینتهن الاماظهر منها ولیضربن نجمر من علی جیوبهن۔ (سورۂ نور، آیت: ۳۱)

ترجمہ: ''اور اے نبی! آپ مومنہ عورتوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی پاکدامنی کی نگاہ داری کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں ہاں جو خود ہی ظاہر ہے (اس میں حرج نہیں) اور اپنی چادریں اپنے سینوں پر بھی لپیٹ لیا کریں''۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے مسلم خواتین! اپنی نگاہیں پست رکھیں جس بھی چیز کی طرف اللہ نے دیکھنے سے منع فرمایا ہے، اُسے مت دیکھیں تاکہ تمہارے خیالات پاک رہیں اور تمہاری عزت محفوظ رہے اور اپنی زینت (یعنی اپنا بدن) کسی پہ ظاہر نہ کریں۔ البتہ جو اعضائے جسم ظاہر کئے بغیر چارہ نہیں جیسے دیکھنے کے لئے چہرے کا کچھ حصہ اور پکڑنے کے لئے ہاتھ۔ اگر یہ بھی ظاہر ہوں تو حرج نہیں۔ اس کے علاوہ جسم کا ایک بال اور بدن کا ایک رونگٹا بھی کسی کو نظر نہیں آنا چاہئے۔ اس کے علاوہ انہیں بڑی بڑی چادریں اوڑھنا چاہئے جس سے وہ اپنے

گریبان اور سینے لپیٹ لیا کریں تاکہ ان کے اعضائے نسوانی مکمل طور پر چھپ جائیں۔

چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ پہلی مہاجرات عورتوں پر رحم فرمائے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ تم چادروں سے اپنے سینے لپیٹ لیا کرو تو انہوں نے اپنے (پہننے کے لئے رکھے ہوئے) تہبند پھاڑ کر ان کی چادریں بنا لیں اور انہیں اوڑھ لیا۔ (درمنثور بحوالہ بخاری، ابوداؤد و نسائی وغیرہ، جلد ۵، ص ۴۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں قریش کی عورتوں کی بڑی عظمت ہے اور میں نے ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی جو انصاری عورتوں سے بڑھ کر کتابُ اللہ کی تصدیق کرنے اور اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے والی ہو۔ جب یہ حکم نازل ہوا کہ عورتیں اپنے اوپر چادریں لپیٹا کریں تو ان کے مردوں نے گھروں میں جا کر انہیں یہ حکم سنایا ہر مرد اپنی بیوی، بیٹی اور بہن کو یہ حکم سنا رہا تھا تو ہر عورت نے فوراً ایک بڑی چادر سے خود کو لپیٹ لیا تاکہ اللہ کے حکم پر فوراً تعمیل ہو جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (یعنی ''بدن کا جو حصہ خود ہی ظاہر ہے اس کا چھپانا ضروری نہیں'') کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس سے عورت کا چہرہ دونوں ہاتھ اور انگوٹھی مراد ہے۔ (ابن کثیر، جلد ۳، ص ۲۸۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے ماں شریک بھائی کا بیٹا یعنی میرا بھتیجا عبداللہ بن طفیل ہمارے ہاں آیا۔ میں اس کے سامنے زینت کے ساتھ آئی (شاید سر کو ڈھانپ نہیں رکھا تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر چہرہ دوسری طرف کر لیا (گویا غصے کا اظہار فرمایا) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو میرا بھتیجا ہے؟ آپ نے فرمایا یاد رکھو جب لڑکی کو حیض آنے لگے تو اس کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ اس کے چہرے اور اس جگہ کے سوا جسم کا کوئی حصہ نظر آئے۔ آپ نے ہاتھ کے

قریب کلائی کو پکڑ کر سمجھایا۔ آپ کی گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔ (درمنثور بحوالہ ابن جریج، جلد ۵، ص ۴۳)

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ ان کی ہمشیرہ اسماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باریک کپڑے لینے حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان سے رُخِ انور پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء جب عورت کو حیض آنے لگے تو اس کے بدن کے صرف یہ اعضاء ہی نظر آنے چاہئیں، آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے پاس ایک عورت حاضر ہوئی اس نے ایک باریک دوپٹہ سر پہ اوڑھ رکھا تھا جس سے اس کے سر کے بال نظر آ رہے تھے۔ آپ نے وہ اس کے سر سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا تم جانتی نہیں ہو اللہ نے سورۂ نور میں کیا نازل فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک چادر منگوا کر اسے اوڑھا دی۔

(درمنثور، جلد ۵، ص ۴۲)

ان تمام روایات سے پتہ چلا جب عورت باہر نکلے تو چہرے اور ہاتھوں کے سوا بدن کا کوئی حصہ اسے ننگا رکھا حرام ہے اور جو عورت اس پابندی پر پورا اترتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین میں شامل کر لیتا ہے اور اس کی برکت سے دوسروں کے مصائب دور کر دیئے جاتے ہیں۔

حکایت

بعض روایات میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی جنگ پر ایک لشکر روانہ کرنے کی تیاری فرمائی۔ اس کے لئے چندے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ کے نمائندے چندہ جمع کرنے کو گھر گھر پہنچے۔ ایک بڑھیا کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ اس نے رقم کے بجائے چیتھڑوں سے گول بنا ہوا ایک گیند سا دیتے ہوئے کہا یہ گیند

لے جاؤ اگر تمہیں جنگ میں خدانخواستہ شکست کے آثار نظر آئیں تو اس گیند کو سامنے رکھ کر اللہ سے دعا کرنا ان شاء اللہ تمہاری دعا قبول ہوگی اور شکست فتح سے بدل جائے گی۔ چنانچہ لشکرِ اسلامی جنگ پہ پہنچا۔ خدا کی شان! شکست محسوس ہونے لگی۔ ایک مسلمان نے کہا وہ بڑھیا کا گیند کہاں ہے؟ اسے تو آزما کر دیکھو۔ امیرِ لشکر نے اسے نیزے کی نوک پر رکھ کر عرض کیا اے اللہ تو بہتر جانتا ہے اس گیند میں کیا لپٹا ہے۔ اگر اس میں تیرے ہاں کوئی محبوب چیز لپٹی ہے تو اس کے طفیل سے ہمیں فتح عطا فرما۔ دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا پانسہ پلٹنے لگا اور ہاری ہوئی جنگ پھر سے جیت لی گئی۔

اسلامی لشکر جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے انہیں کو مبارک باد دی۔ امیرِ لشکر نے کہا جناب! اس گیند کو مبارک باد دیں اور ساتھ ہی سارا واقعہ کہہ سنایا۔ کسی نے کہا حضور کھول کر دیکھئے اس میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اسے کھولنا ہوتا تو بڑھیا ہی کھول دیتی۔ جاؤ اسی سے پوچھو اس میں کیا ہے؟ بڑھیا کے پاس لوگ گئے اور عرض کیا اماں جان! امیر المومنین عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں اس گیند میں کیا ہے جس کی طاقت لاکھوں تلواروں سے بھی زیادہ ہے؟ مائی صاحبہ نے بتلانے میں پس وپیش کیا۔ جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو انہوں نے بتلایا اس میں صرف میرے سر کا ایک بال لپٹا ہے۔ آج تک کسی غیر آدمی نے میرے سر کا بال تک ہیں دیکھا اور میں نے اللہ کے خوف سے پردے کی پابندی کی ہے۔ مجھے یقین ہے میرے بالوں کی خدا کے ہاں یہ عزت ہے کہ اگر ان کے صدقے میں بڑی سے بڑی دعا کی جائے تو اللہ اسے رد نہیں فرمائے گا اور میں خوش ہوں کہ خدا نے مجھے میرے عمل اور یقین کا پھل دے دیا ہے۔

عورت کا باریک اور تنگ لباس پہننا

عورت کا باریک لباس پہننا جس سے اس کا بدن نظر آئے یا اتنا تنگ لباس

زیب تن کرنا جو اعضاء کو علیحدہ علیحدہ دکھلائے قطعی حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔ آج مسلمان عورتیں یورپین عورتوں کی نقالی کرتے ہوئے شوخ وشنگ اور چست وتنگ لباس پہننے لگی ہیں۔

ایسی عورتوں سے ہمارا سادہ سا سوال ہے کہ آخر وہ اپنے بدن کی نمائش کر کے اس کے سوا کیا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہیں کہ مردوں سے خراجِ تحسین وصول کریں اور ان کی نظروں میں بس جائیں اور دیکھنے والے انہیں دیکھتے رہ جائیں۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ قدرت نے مردوں اور عورتوں کے درمیان قدرتی جنسی کشش (Natural sexual attraction) پیدا کی ہے اس لیے جب عورتیں بن ٹھن کر اور چست وتنگ لباس پہن کر زلفیں لہراتی مردوں کے درمیان سے گزرتی ہیں تو بات صرف نظر نوازی تک محدود نہیں رہتی بلکہ دست درازی تک پہنچتی ہے۔ اور فتنے کا وہ دروازہ کھلتا ہے جسے بند کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عورتیں ناراض نہ ہوں میں صرف سمجھانے کے لئے ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ پٹرول کے پاس اگر کوئی شخص آگ لے کر آئے اور پٹرول کو آگ لگ جائے جس میں وہ آگ لانے والا بھی جل کر بھسم ہو جائے تو قصور پٹرول کا نہیں خود آگ لانے والے کا ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے زُیِّنَ للناس حب الشهوات من النساء۔ سورۂ بقرہ۔ ایک خوبصورت پھول کے دیکھنے اور ایک خوبرو عورت کے دیکھنے سے انسانی ذہن پر مرتب ہونے والے اثرات میں جو فرق ہے وہ کسی ذی شعور پہ مخفی نہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت چھپانے کی چیز ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانکتا ہے۔ یعنی اسے جھانکنا شیطان صفت لوگوں کا کام ہے۔ (ترمذی شریف)

ابھی پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جب باریک

کپڑے پہنے آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ موڑ لیا تھا اور فرمایا تھا کہ بالغ ہونے کے بعد عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آنی چاہئے۔ یونہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے باریک دوپٹہ اوڑھ کر آنے والی عورت کے سر سے دوپٹہ کھینچ کر پھاڑ دیا تھا اور سخت ڈانٹ ڈپٹ پلاتے ہوئے فرمایا تھا: تمہیں پتہ نہیں اللہ نے سورۂ نور میں کیا حکم نازل فرمایا ہے۔ اس کے بعد اسے ایک چادر منگوا کر اوڑھا دی۔

یہاں ہمارے پیشِ نظر ایک حدیث ہے، پردے سے بے نیاز عورتیں اگر اپنے دل میں ذرہ سا بھی خوفِ خدا اور حیا کا کچھ شائبہ رکھتی ہیں تو یہ حدیث ان کے رونگٹے کھڑے کر دینے کے لئے کافی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ جہنم میں سے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا (یعنی وہ میری حیاتِ ظاہرہ میں پیدا نہیں ہوئے) ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دم جیسے ڈنڈے ہوا کریں گے جن سے وہ لوگوں پر ظلم و ستم بڑھایا کریں گے۔ دوسری وہ عورتیں جنہوں نے کپڑے پہن رکھے ہوں گے اس کے باوجود وہ ننگی ہوں گی (اپنے نیم برہنہ جسم کے ذریعے) وہ لوگوں کو اپنی اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوتی جائیں گی۔ ان کے سر اونٹ کی جھکی ہوئی کوہان جیسے ہوں گے، وہ جنت میں ہرگز نہ جاسکیں گے بلکہ انہیں جنت کی خوشبو بھی نہ ملے گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو دور دراز سے آتی ہوگی۔ (مسلم شریف، جلد دوم، کتاب الآداب)

تشریح: ''کپڑے پہنے ہوں گے اس کے باوجود ننگی ہوں گی'' کے تین مطالب ہو سکتے ہیں۔ (۱) یہ کہ ان کے جسم کا بہت سا حصہ کپڑے سے عاری ہوگا جیسے آج کل کی ماڈرن عورتیں سر، گردن، بازو اور سینے کا ایک حصہ برہنہ رکھتی ہیں۔ (۲) یا یہ کہ وہ

بے حد تنگ لباس پہنیں گی۔ جس سے ان کے اعضائے بدن علیحدہ علیحدہ نظر آئیں گے۔ آج کل یہ وباء بھی عام ہے۔ (۳) اور یا یہ کہ ان کا لباس اتنا باریک ہوگا جو ان کا جسم چھپا نہ سکے گا۔ یاد رکھئے باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے یا آدھے سر کا پردہ سبھی اس حدیث کے تحت داخل ہیں۔

فصلِ دُوم

مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط اسلام کی نظر میں

مغربی معاشرے کی طرح جہاں مرد و عورت دونوں ہر قسم کی اخلاقی پابندی سے بالاتر ہو کر مخلوط ماحول میں رہتے ہیں اور مل کر کارخانوں، فیکٹریوں، دفتروں اور دیگر کارگاہ ہائے حیات میں باہم دوش بدوش کام کرتے نظر آتے ہیں، مسلمانوں کے لئے ایسا مخلوط ماحول اسلام ہرگز پسند نہیں کرتا بلکہ اسلام کی رو سے مرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی بچوں کے لئے روزی کما کر لائے اور عورت بیوی کی حیثیت سے گھر میں ٹھہرے اور امورِ خانہ داری بجا لائے۔ یہی عورت کی اصل ذمہ داری ہے۔ اس کی یہ ذمہ داری ہرگز نہیں کہ وہ بھی روزی کمانے گھر سے نکلے اور مردوں میں گھل مل کر کام کرے، لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں کہ عورت کو روزی کمانے کی کسی صورت میں اجازت ہی نہیں، وہ اپنے گھر میں رہ کر سلائی مشینوں اور دیگر گھریلو صنعتوں اور دستکاری کاموں کے ذریعے گھر میں بیٹھے ملکی ترقی میں حصہ لے سکتی ہے۔ ۔۔۔۔۔ اگر لڑکیوں کے لیے علیحدہ اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز قائم کر دی جائیں جہاں وہ اسلامی لباس کے ساتھ جائیں اور لیڈی ٹیچرز کے ساتھ بیٹھ کر تعلیم حاصل کریں تو اس میں اسلام کی رو سے ہرگز کوئی حرج نہیں جیسا کہ راقم الحروف کو سعودیہ میں دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ لڑکیاں مکمل اسلامی پردے میں ملبوس ہو کر جو ان کے سارے وجود کو چھپا لیتا

ہے، پیدل چلتے ہوئے یا کالج وین کے ذریعے کالج پہنچتی ہیں جہاں انہیں عورتیں ہی تعلیم دیتی ہیں اور مردوں سے ان کا سامنا نہیں ہو پاتا اور اسی پردے میں واپس گھر آ جاتی ہیں۔ سعودیہ، ایران، کویت، متحدہ عرب امارات وغیرہ میں یہی طریقہ رائج ہے۔

اسی طرح عورتوں کی مخصوص امراض اور بچے کی ولادت کے لئے مخصوص طبی مراکز میں صرف عورتوں ہی کو لیڈی ڈاکٹر یا نرس کی حیثیت سے کام کرنا چاہئے۔ مردوں کا داخلہ وہاں نہیں ہونا چاہئے۔ اسے مراکز میں ملازم عورتیں بھی اسلامی پردے کے ساتھ گھر سے نکل سکتی ہیں۔

لیکن اسلام یہ ہرگز برداشت نہیں کرتا کہ مسلمان عورتیں تعلیم اور ملازمت کے بہانے کالجوں، یونیورسٹیوں، دفتروں اور کارخانوں میں اجنبی مردوں کے ساتھ مل جل کر بیٹھیں۔ ان کے ساتھ آزادانہ گھومیں پھریں، مسکراہٹوں کے تبادلے کریں اور چہک چہک کر باتیں کرتی پھریں۔ ورنہ یہ ہوگا کہ مرد اور عورت کے درمیان پائی جانے والی قدرتی صنفی کشش انہیں ایک دوسرے سے قریب کر دے گی۔ جس سے وہ فتنے پیدا ہوں گے جن کا انجام ذلت ورسوائی اور پریشانی و پشیمانی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ خصوصاً آج کے خطرناک دور میں جسے عالمگیر بے حیائی کا دور کہنا چاہئے۔ جہاں ہر طرف ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے نشر ہونے والے پیار بھرے نغمے لڑکوں اور لڑکیوں کے صنفی احساسات بیدار کر رہے ہیں۔ ٹیپ ریکارڈز کے ذریعے بجنے والے ہیجان خیز فلمی گیت مردوں اور عورتوں کی باہمی جنسی کشش میں اضافہ کر رہے ہیں۔ فلمیں اور رسائل ایسے ایسے گندے اور حیا سوز مناظر دکھا رہے ہیں۔ جنہوں نے جنسی جذبات کو آگ لگا دی ہے۔ ایسے لڑکوں لڑکیوں اور مردوں عورتوں کا باہمی آزادانہ اختلاط جو قیامتیں ڈھا سکتا ہے وہ آج کسی سے مخفی نہیں رہیں۔ مغربی ممالک نے اس ناجائز

آزادی کا جو نقصان اٹھایا ہے اس کی ایک جھلک برطانیہ کے ایک انگریز مصنف جارج رائیفی اسکاٹ کی کتاب ''تاریخِ قحبہ گری'' (A History of Prostitaion) میں سے دکھائی جاتی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''اب جوان لڑکیوں کے لئے بدچلنی، بے باکی اور سوقیانہ اطوار فیشن میں داخل ہو گئے ہیں۔ سگریٹ پینا، تلخ شرابیں استعمال کرنا، ہونٹوں پہ سرخی لگانا، جنسیات اور منع حمل کے متعلق اپنی واقفیت کا اظہار کرنا، فحش لٹریچر پر گفتگو کرنا، یہ سب چیزیں ان کے لئے فیشن بن گئی ہیں۔ ایسی لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے جو شادی سے پہلے مردوں سے جنسی تعلقات قائم کر لیتی ہیں اور وہ لڑکیاں اب شاذ و نادر کے حکم میں ہیں جو کلیسا کی قربان گاہ کے سامنے نکاح کا پیمانِ وفا باندھتے وقت صحیح معنوں میں دوشیزہ ہوتی ہیں۔''

''ایک اور اہم سبب جو معاشرے میں وسیع پیمانے پر صنفی آوارگی پھیلنے کا سبب بنا ہے۔ یہ ہے کہ عورتیں روز افزوں تعداد میں تجارتی کاروبار، دفتری ملازمتوں اور مختلف پیشوں میں داخل ہو رہی ہیں جہاں دن رات انہیں مردوں کے ساتھ اختلاط کا موقع ملتا ہے۔ اس چیز نے عورتوں اور مردوں کا اخلاقی معیار بہت پست کر دیا ہے۔ مردانہ اقدامات کے مقابلہ میں عورت کی قوتِ مزاحمت بہت کمزور ہو گئی ہے اور دونوں صنفوں کا باہمی شہوانی تعلق تمام اخلاقی قیود سے آزاد ہو کر رہ گیا ہے، اب جوان لڑکیوں کے ذہن میں شادی اور باعصمت زندگی کا خیال آتا ہی نہیں۔ آزادانہ خوش وقتی جسے پہلے کبھی آوارہ مرد ڈھونڈا کرتے تھے آج ہر لڑکی اس کی جستجو میں لگی ہے۔ دوشیزگی اور بکارت کو ایک دقیانوسی چیز سمجھا جاتا ہے اور دور جدید کی لڑکی اسے ایک مصیبت خیال کرتی ہے۔ اس کے نزدیک زندگی کا لطف یہ ہے کہ عہد شباب میں لذتِ نفس کا جام خوب جی بھر کے پیا جائے۔ اسی چیز کی تلاش میں وہ رقص خانوں،

نائٹ کلبوں اور ہوٹلوں کے چکر لگاتی ہے اور اس کے جو خطرناک نتائج ہیں ان سے وہ گھبراتی نہیں بلکہ ان کا والہانہ استقبال کرتی ہے۔''

یہ عبارت پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ فحاشی و بے حیائی کے جن اسباب و ذرائع کا ادراک خرابی بسیار کے بعد مغربی مفکرین نے آج کیا ہے اسلام نے ان اسباب اور ان کے خطرناک نتائج کی آج سے چودہ سو سال قبل تفصیل لکھ دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے ارشاد فرماتا ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی۔ (الاحزاب: ۳۲ تا ۳۳)

ترجمہ: ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو! اگر تم اللہ سے ڈرتی رہو تو تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ لہٰذا بات کرتے ہوئے تمہاری زبان میں لوچ نہ ہو کہ جس سے اس شخص کا جی للچانے لگے جس کے دل میں مرض ہے۔ اور معقول بات کہا کرو اور اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو اور جہالت کے پرانے دستور کے مطابق بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو''۔

اس آیت کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج! تم تمام مسلمان خواتین کی رہنما ہو، تم امت کو عصمت و عفت کا اعلیٰ نمونہ قائم کر کے دکھاؤ، جب کسی اجنبی مرد سے گفتگو کرنا پڑے تو سپاٹ لہجہ اختیار کرو۔ آواز میں لوچ نہ ہو، غیر مردوں سے ہنس ہنس کر باتیں نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ دل میں ناپاک عزائم رکھنے والا کوئی بدکار انسان تم سے غلط امید وابستہ کر بیٹھے اور جس طرح ظہور اسلام سے قبل دورِ جہالت میں عورتیں بن سنور کر بازاروں میں گھوما کرتی تھیں۔ تم اس طرح مت باہر نکلو اور تم اپنے گھر میں جم کر بیٹھو، بلاسبب اور بلامقصد تمہارا باہر نکلنا اللہ کو ہرگز پسند

نہیں۔ اور اگر نکلنا ہی پڑے تو مکمل باپردہ نکلو۔ نہ تمہارے سر کے بال ننگے ہوں کہ لوگوں کی نظریں تمہاری حسین زلفوں میں اُلجھ جائیں اور نہ لباس ہی ایسا پہنو کہ جسم کا زیر وبم لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلے، ورنہ معاشرے میں بے حیائی اور بدکرداری پھیلے گی جو فتنوں کے دروازے کھول دے گی۔

ظہورِ اسلام سے قبل عرب کے مرد عورتیں باہم مل کر گھوما پھرا کرتے اور ساتھ ساتھ بیٹھ کر آزادانہ کام کاج کیا کرتے۔ ایک دوسرے کے گھروں میں جاتے تو اجنبی مرد عورتیں گھل مل کر بیٹھتے، ایک دوسرے سے گریز اور اجتناب کا کوئی تصور نہ تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: ایک بار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ کر ایک پیالے میں کھانا کھا رہی تھی اتنے میں عمر فاروق گزرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی بلا کر ساتھ ملا لیا۔ کھانے کے دوران ان کا ہاتھ میرے ہاتھ سے ٹکرا گیا۔ ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا ''اوہ'' پھر وہ کہنے لگے اگر میری بات مانی جاتی تو تمہیں کوئی آنکھ دیکھ نہ پاتی۔ اس کے بعد اللہ نے پردے کی یہ آیت نازل فرما دی۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (سورۂ احزاب، آیت: ۵۳)

ترجمہ: ''اور اے مسلمانو! جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔ اس طرح تمہارا دل بھی پاک رہے گا اور ان کا بھی''۔ (ابن کثیر، جلد ۳، ص ۵۰۵)

اس آیت سے معلوم ہوا اجنبی مردوں اور عورتوں کا باہم گھل مل کر رہنا جائز نہیں بلکہ عورتوں کو مردوں سے پردہ کرنا چاہئے۔

عورت کن لوگوں کے سامنے چادر یا دوپٹے کے بغیر آسکتی ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّامَا ظَهَرَمِنْهَاوَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّالِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِ هِنَّ اَوْ اٰبَآئِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْاَبْنَآئِ هِنَّ اَوْاَبْنَآئِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ۔ اِخْوَانِهِنَّ اَوْبَنِيْ۔ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْنِسَآئِهِنَّ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِالتّٰبِعِيْنَ غَيْرِاُولِى الْاِرْبَةِمِنَ الرِّجَالِ اَوِالطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآئِ وَلَايَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَايُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ (سورۂ نور، آیت نمبر ۳۱)

ترجمہ: ’’اور مسلمان عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے، شوہر، باپ، خسر، بیٹے، سوتیلے بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، مسلمان عورتیں، اپنے غلام، وہ بدحواس مرد جو عورتوں کی طرف میلان نہیں رکھتے، چھوٹے لڑکے جو ابھی عورتوں کی خفیہ چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے اور مسلمان عورتوں کو چاہیئے کہ (بازار میں چلتے ہوئے) زمین پر یوں زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ جو زینت وہ چھپاتی ہیں وہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے‘‘ (یعنی زیور کی جھنکار لوگوں کو سنائی نہ دے کہ اس میں بھی فتنہ ہے)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مذکورہ لوگوں کے سامنے عورت بلاحجاب آ سکتی ہے چاہے اس کے سر پہ چادر نہ بھی ہو۔ کیونکہ ان میں اکثر تو وہ ہیں جن سے عورت نکاح نہیں کرسکتی اور وہ اسے نگاہِ بد سے دیکھنے کی بجائے اس کی عزت کے محافظ ہیں۔ جیسے باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جو شہوت نام سے ناواقف ہیں جیسے بچے اور بدحواس لوگ۔ پتہ چلا ان کے سوا دوسرے رشتہ داروں کے سامنے عورت کا چادر

کے بغیر نکلنا ہرگز جائز نہیں جن میں چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ اور ماموں زاد بھائی اور دیور وغیرہ ہیں۔ یہ لوگ اجنبی مردوں کی طرح ہیں۔ ان کے سامنے بلاحجاب آنا حرام ہے۔

آج ہمارے بعض مسلمان بھائی اپنی بچیوں کو ان کے کزنوں یعنی چچازاد یا پھوپھی زاد بھائیوں کے ساتھ بازار یا کالج وغیرہ بھیج دیتے ہیں۔ یہ بے حد خطرناک چیز ہے اور ہم نے اسے بارہا باعثِ فتنہ بنتے دیکھا ہے۔ اس سے احتیاط چاہئے۔

میری مسلمان بہنو! ذرا سوچو جب چچازاد یا پھوپھی زاد بھائیوں کے سامنے ننگے سر آنا اللہ کے ہاں ناجائز اور حرام ہے تو اجنبی مردوں کے سامنے ننگے سر آنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ اللہ ہمیں سچی بات سمجھنے اور اسے دل میں اُتارنے کی توفیق دے۔

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عورت نے اپنے گھر کے سوا کسی جگہ اپنے کپڑے (یعنی دوپٹہ یا چادر وغیرہ) سر سے اُتار کر رکھے اس نے اپنے اور اللہ کے درمیان حجاب کو پامال کر دیا۔ (کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۳۹۹، کتاب النکاح)

اُمِ درداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے خاندان کی بزرگ خواتین کے سوا کسی اور شخص کے گھر میں سر سے کپڑے اتار کر رکھے وہ اپنے اور خدائے رحمان کے درمیان قائم ہر حجاب کو پامال کر دینے والی ہے۔ (کنز العمال، حوالۂ مذکورہ)

مقامِ عبرت ہے اگر عام عورتوں کے سامنے بھی سر ننگا کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں تو اجنبی مردوں کے سامنے ننگے سر پھرنا کیوں نہ عذابِ خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا؟

۷

عورتوں کا خوشبو لگا کر نکلنا

موسیٰ بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک عورت گزری جس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ آپ نے اسے فرمایا: اے خدائے جبار کی بندی! کہاں جا رہی ہے؟ کہنے لگی مسجد جا رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے خوشبو لگا رکھی ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تو جاؤ نہا کر آؤ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد سُنا ہے، آپ نے فرمایا: اللہ اس عورت کی نماز قبول نہیں کرتا جو خوشبو لگا کر مسجد کو جائے تا آنکہ وہ واپس آ کر غسل کر کے وہ خوشبو نہ اُتار دے۔ اسے ابنِ حزیمہ نے روایت کیا ہے۔ (الترغیب، جلد ۳، ص ۸۵)

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گذرتی ہے اور وہ اس کی خوشبو محسوس کرتے ہیں تو وہ زنا کرنے والی ہے اور اسے دیکھنے والی ہر نظر زنا کار ہے۔ اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔ (الترغیب، جلد ۳، ص ۸۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے قبیلہ مزینہ کی ایک عورت بیش قیمت لباس اور مہنگے زیورات پہنے ناز و ادا سے مسجد میں آئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اپنی عورتوں کو زینت اور ناز و ادا کے ساتھ مت باہر آنے دو۔ بنی اسرائیل پر اس وقت ہی لعنت کی گئی جب اس کی عورتیں پُر زینت لباس پہن کر ناز و نخرے کے ساتھ مسجدوں میں آنے لگیں۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(الترغیب، جلد ۳، ص ۸۵)

اے مسلم خواتین! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ محض عطر و خوشبو لگا کر بازار میں آنے کی وجہ سے زنا جیسے جرم کا گناہ اپنے نامہ اعمال میں لکھوالو اور ہر دیکھنے والے کو بھی زنا کے گناہ میں مبتلا کرو۔ خود بھی اللہ کی لعنت کی مستحق بنو اور دیکھنے والوں کو بھی لعنتِ خداوندی میں مبتلا کرو۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جہنم میں چلے جانے سے مترادف قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک عورت اپنے شوہر کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے خوشبو لگاتی ہے تو اس کا ایسا کرنا دوزخ میں جانا اور ذلت اٹھانا ہے۔ (کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۳۸۱، کتاب النکاح)

میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت بھی خوشبو لگا کر گھر سے نکلتی ہے اور لوگ نظریں اُٹھا کر اسے دیکھتے ہیں وہ گھر لوٹ آنے تک خدا کے عذاب میں گرفتار رہتی ہے۔

(کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۳۸۷، کتاب النکاح)

یعنی قدم قدم پر اس پر خدا کی پھٹکار پڑتی ہے اور اس کا ہر قدم جہنم کے عذاب کی طرف اُٹھتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر مسجد کی طرف نماز پڑھنے آتی ہے اور اس کی خوشبو دوسروں تک پہنچتی ہے۔ اللہ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا تا آنکہ وہ ایسا غسل کرے جو جنابت کے لئے کیا جاتا ہے۔ (کنز العمال بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۱۶، ص ۳۹۲)

جب خوشبو لگا کر نماز پڑھنے کو جانے پر خدا کا یہ عذاب ہے تو دنیاوی کاموں کے لئے خوشبو لگا کر عورت کا نکلنا خدا کے ہاں کس قدر لرزہ خیز گناہ ہے۔ اس کا اندازہ ہر ذی شعور کرسکتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ خوشبو بذاتِ خود اتنی بُری نہیں کہ عورت کے لئے اس کے یوں استعمال کو اتنا بُرا سمجھا گیا ہے لیکن خوشبو دوسروں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے اور عورت جب ایسا کرے گی تو یقیناً مردوں کا صنفی میلان اس کی طرف شدت سے ملتفت ہوگا اور یہیں سے مفاسد جنم لیتے ہیں اور معاشرے سے حیاء رخصت ہونے لگتی ہے۔

معلوم ہوا اصل خرابی عورت کا مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے اور یہ صرف خوشبو تک محدود نہیں۔ تنگ لباس اور لہراتی زلفیں بھی اپنی کشش میں کچھ کم کردار ادا نہیں کرتیں۔ اسی لئے یہ سب چیزیں اسلام کی نظر میں قبیح اور گناہ ہیں۔

فصل سوم:

اجنبی مرد اور عورت کا تنہائی میں اکٹھے بیٹھنا نیز لڑکوں اور لڑکیوں کا باہم دوست بننا

(To be boy freind and girl feiend)

آزاد ماحول کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں تعلیمی دور میں ایک دوسرے کے دوست بن جاتے ہیں جنہیں مغربی ماحول میں بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ کہا جاتا ہے۔ یہ مغربی معاشرے کا جزو لاینفک ہے۔ وہاں جس لڑکی کا کوئی دوست لڑکا نہ ہو وہ یقیناً ذہنی مریضہ ہے۔ آج کے دور میں اس مسئلے کی اچھائی اور بُرائی پر تبصرہ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ اس کے خطرناک اور تباہ کن نتائج ہر کھلی آنکھ کے دیکھ لئے ہیں اور یہ مسئلہ روز افزوں سنگین ترین صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔

امریکہ میں Denver کی (Iuvenile corties) یعنی ''عدالت جرائمِ اطفال'' کا صدر Justise Ben Zindrey اپنی کتاب (Revolt of Modern youth) ''ماڈرن نوجوانوں کی بغاوت'' میں اپنی سروس کے دوران پیش آنے والے حقائق سے پردہ اُٹھاتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہائی سکول کی کم ازکم ۴۵ فیصد لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے قبل خراب ہو چکی ہوتی ہیں اور بعد کے تعلیمی مدارج میں خراب ہونے والی لڑکیوں کی اوسط اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہی Lindrey لکھتا ہے:۔

''لڑکیاں ان لڑکوں سے جن کے ساتھ وہ تفریح کے لئے نکلتی ہیں خود برائی کے ارتکاب کا تقاضا کرتی ہیں اور جنسی ارادوں کی تکمیل میں ان کی بے با کی لڑکوں سے کسی طرح کم نہیں ہوتی''۔ (مذکورہ کتاب، ص ۵۷)

ڈاکٹر ایڈتھ ہوکر Edith Hooker اپنی کتاب Laws of sex ''قوانینِ جنس'' میں لکھتا ہے۔

''مہذب ترین اور امیر ترین طبقوں میں بھی یہ بات اب کوئی غیر معمولی نہیں کہ سات آٹھ برس کی لڑکیاں اپنے ہم عمر لڑکوں سے عشق و محبت کے روابط قائم کر لیتی ہیں اور بسا اوقات ان سے مباشرت بھی ہو جاتی ہے۔''

اس کا یہ بھی کہنا ہے۔

''ایک سات برس کی چھوٹی سی لڑکی جو ایک نہایت مہذب خاندان کی نوردیدہ تھی خود اپنے بڑے بھائی اور اس کے چند دوستوں کے ساتھ برائی کی مرتکب ہوئی۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ پانچ بچوں کا ایک گروہ جو دو لڑکوں اور تین لڑکیوں پر مشتمل تھا اور وہ آپس میں ہمسائے تھے باہم جنسی تعلقات قائم کر چکے تھے اور انہوں نے دوسرے ہم عمر بچوں کو بھی

اس کی ترغیب دی تھی۔ ان میں سب سے بڑا بچہ صرف دس برس کا تھا‘‘۔

(۱)

(کتاب مذکورہ، ص ۳۲۸)

(۱) یاد رہے یہ حوالہ جات کتاب ’’پردہ‘‘ مصنفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب ’’پردہ‘‘ سے اخذ کیے گئے ہیں۔

جیسا کہ میں نے پیچھے عرض کیا ہے۔ مغربی ممالک میں آباد مسلمان گھرانے سخت اذیت ناک صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ ان کی نوجوان بچیاں مغربی ماحول میں پروردہ ہونے کی وجہ سے مسلم اور غیر مسلم لڑکوں سے جن میں ہندو، سکھ، عیسائی سبھی شامل ہیں۔ سکول کے دور ہی میں (Friend ship) دوستی قائم کر لیتی اور ان کے ساتھ گھروں میں بھاگ جاتی ہیں۔ یہ حادثہ ان کے مسلم والدین اور خاندان کے لئے کتنا اذیت ناک ہوتا ہے۔ ان کی آزاد خیال بچیوں کو اس کا کچھ احساس نہیں ہو پاتا۔ ان کا ذہن یہ قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا کہ ان کے اس عمل نے ان کے والدین پر کیا قیامت ڈھا دی ہے۔

میں ان چند اوراق کے ذریعے اپنی تمام مسلمان بہنوں اور بیٹیوں تک خصوصاً مغربی ممالک میں آباد مسلمانوں کی نوجوان بچیوں اور بچوں تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں تا کہ وہ جان جائیں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان کی زندگی کیسی ہونی چاہیئے۔

اب تو آزاد ماحول کی یہ وبا اور اس کے گندے اثرات اسلامی ممالک میں بھی تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ جن دنوں راقم الحروف لاہور میں پیشِ نظر سطور لکھ رہا تھا، اخبارات میں ’’بلیو پرنٹ سکینڈل‘‘ کے عنوان سے ایک سنسنی خیز خبر چھپی اور اس کی تفصیلات کئی روز تک اخبارات میں آتی رہیں۔

روزنامہ جنگ لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۹۰ء بروز اتوار کیا شاعت میں لکھتا ہے کہ ’’پولیس نے ایک مقامی ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے مالک محمد ظفر خاں، اس کی ساتھی

ہالہ فاروقی اور ایک ۲۲ سالہ لڑکی عائشہ کو گرفتار کرلیاہ ے۔ ایس پی سٹی سٹاف کے آفیسر نے بتایا کہ ظفر خاں، اختر اور ہالہ کے ساتھ مل کر اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو اپنے دام میں پھنسا کر ان کے بلیو پرنٹ بناتے۔ اس مقصد کے لئے وہ بعض کیسٹوں کی لڑکی کی رضامندی یہ کہہ کر شامل کرلیتے کہ ہم بعد میں فلم صاف کردیں گے جبکہ ایسے شواہد بھی موجود ہیں کہ ملزموں نے لڑکی کو پتہ ہی نہ چلنے دیا اور اس کا بلیو پرنٹ بنالیا۔ پولیس کے مطابق پہلے انہوں نے علامہ اقبال ٹاؤن میں ہالہ کے گھر چھاپہ مار کر ایک بلیو پرنٹ قبضے میں لے لیا جو ظفر اور عائشہ کا ہے اور یہ کیسٹ اڑھائی گھنٹے کی ہے۔ اس میں ہالہ فاروقی ان کی مدد کرتی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے بعد باقی کیسٹ گلبرگ میں ان کے دفتر سے ملی جبکہ ایک لڑکی فوزیہ کی گرفتاری کے لئے بھی جو اس کیس میں ملوث ہے، پولیس چھاپے مار رہی ہے۔''

ہالہ، عائشہ اور فوزیہ جیسے نام بتلاتے ہیں کہ یہ لڑکیاں مسلمان ہیں مگر خدا اور رسول کے مقرر کردہ احکامِ پردہ سے بغاوت اور مخلوط تعلیمی ماحول نے انہیں اسلام تو کجا مقامِ انسانیت سے بھی گرادیا اور وہ گدھوں اور کتوں جیسی حرکتوں پہ آ گئے۔ اگر یہ واقعہ کسی یورپین ملک میں رونما ہوا ہوتا تو کچھ تعجب کی بات نہ ہوتی۔ ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ پاکستان جیسے اسلامی اور نظریاتی ملک میں عریانی اور بے غیرتی کے یہ کھیل کھیلے جا رہے ہیں۔

یہی وہ مفاسد اور لعنتیں ہیں جن کے سدِّ باب کے لیے اسلام نے اجنبی مرد اور عورت کو تنہائی میں مل کر بیٹھنے سے روکا ہے۔ اجنبی عورت کے جسم کو چھونا حرام قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم اجنبی مرد اور عورت کے باہمی تخلیے کی حرمت پر اسلام کی رو سے روشنی ڈال رہے ہیں۔ شاید کسی بھولے ہوئے کو ہدایت مل جائے۔

۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنه سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیه

وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے مگر یہ کہ عورت کے ساتھ اس کا کوئی ذی محرم ہو تو حرج نہیں۔

(ترغیب بحوالہ طبرانی، جلد ۳، ص ۳۹)

۲۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! کسی عورت کے تنہائی میں بیٹھنے سے دور بھاگو! اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، جب بھی کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھتا ہے تو ان دونوں کے درمیان شیطان بھی آ بیٹھتا ہے اور یہ کہ کسی آدمی کا مٹی یا گندگی میں لتھڑے ہوئے خنزیر کو گلے لگا لینا اس بات سے بہتر ہے کہ کسی اجنبی عورت کے کندھے سے اس کا کندھا مل جائے۔ (الترغیب، جلد ۳، ص ۳۹)

۳۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک انصاری آدمی عرض کرنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیور کے بارے میں کیا ارشاد ہے کہ آیا وہ بھاوج کے پاس علیحدگی میں بیٹھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا دیور تو موت ہے۔

(بخاری، جلد ۲، ص ۷۸۷، کتاب النکاح، مسلم وترمذی وغیرہ)

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی عورت کے گھر نہ سوئے سوا اس کے کہ وہ اس کا شوہر یا ذو محرم ہو۔ (مشکوٰۃ شریف، باب النظر الی المخطوبۃ، ص ۲۶۸)

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجنبی عورتوں جن کے شوہر گھر میں موجود نہ ہوں، کے پاس مت جاؤ۔ کیونکہ شیطان تمہارے جسم میں خون کی طرح چل رہا ہے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے جسم میں بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ہاں مجھ میں بھی، لیکن اللہ نے مجھے میرے شیطان پر غلبہ دیا ہے اور وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ (ترمذی)

ان احادیث میں سے حدیث نمبر ۳ بتلا رہی ہے کہ عورت کو اپنے دیور یعنی شوہر کے بھائی کے ساتھ بھی تنہائی میں نہیں بیٹھنا چاہیئے اور آج کئی ایسے گھرانے ہیں جہاں دیوروں کے ہاتھوں عورتوں کی عزتیں پامال ہو چکی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیور کو موت قرار دیا ہے اس لئے کہ عورت کو اپنے دیور کے ساتھ اختلاط اور تنہائی کے زیادہ مواقع میسر آتے ہیں اور خرابی کا خطرہ ہر وقت سر پہ رہتا ہے۔ لہٰذا بے حد احتیاط لازم ہے۔

اجنبی عورت کے جسم کو چھونا

یاد رہے جب ایک اجنبی مرد اور عورت ایک دوسرے کے جسم کو چھوتے ہیں خصوصاً جب وہ نوجوان ہوں تو اس کا اثر سیدھا دل پر پڑتا ہے اور سازِ دل پہ نغمۂ محبت چھڑ جاتا ہے پھر دونوں جسم ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے لگتے ہیں۔

ماہرینِ جسمیات کے نزدیک کسی جاندار جنس کے نر و مادہ کے مابین اس قدر صنفی کشش اور جنسی میلان نہیں جتنا مرد اور عورت کے درمیان قدرت نے بنایا ہے۔ جانوروں کے طبعی میلان کے لئے ایک مخصوص موسم ہوتا ہے مگر انسان میں یہ قوتِ جاذبہ ہمہ وقت اور ہمہ گیر ہے اس کے لئے موسم کی کوئی قید نہیں۔ مرد اور عورت کے درمیان صنفی کشش کے غیر محدود اسباب و دواعی رکھ دیئے گئے ہیں۔ ان کا ایک دوسرے کو دیکھنا، پاس بیٹھنا اور ایک دوسرے کے جسم کو چھونا سب کچھ ہیجان خیز ہوتا ہے خصوصاً ایک دوسرے کے بدن کو چھونا اور وہ بھی اُس وقت جب دونوں طرف جوانی اپنے زور پہ ہو جس طرح دونوں کے دل پہ قیامت ڈھاتا ہے وہ سوچنے والی

بات نہیں۔

اس لیے شریعتِ اسلامیہ نے اس ہیجان خیز عمل کے لئے حدود متعین کر دی ہیں اور ان کی خلاف ورزی پر سخت وعید اور سزا کا تقرر کیا ہے۔

۱۔معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لان یطعن فی رأس احدکم بمخیطٍ من حدید خیرٌ له من ان یَمَسَّ امرأة لاتحل له۔ (الترغیب، جلد سوم، ص ۳۹)

ترجمہ: ''تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی سے کچھوکے لگائے جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ آدمی ایسی عورت کا بدن چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں''۔

۲۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی آدم کے لیے زنا کا ایک حصہ لکھا گیا ہے جو اسے مل جاتا ہے چنانچہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ کانوں کا زنا سننا ہے۔ زبان کا زنا (بُرا) کلام ہے۔ ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور چھونا ہے۔ پاؤں کا زنا گناہ کی طرف چل کر جانا ہے۔ دل گناہ کا ارادہ اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے۔ (بخاری)

یہ حدیث اپنے مفہوم کے اعتبار سے بڑی معنیٰ خیز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ زنا صرف شرمگاہ ہی سے نہیں کیا جاتا بلکہ زنا کے لئے آنکھیں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ اگر وہ نہ دیکھتیں تو زنا کیسے ہوتا۔ پیروں کا اپنا کردار ہے۔ اگر وہ چل کر نہ جاتے تو زنا کیسے ممکن ہوتا۔ ہاتھوں کا اپنا زنا ہے۔ اگر وہ اپنا کردار ادا نہ کرتے تو زنا کیسے وقوع پذیر ہوتا؟ الغرض یہ تمام امور زنا ہی کے حصے اور اس کے ابتدائی مراحل ہیں۔

آج اگر کسی کو عورت کی زلف و رخسار کو دیکھنے کا حوصلہ پڑا ہے تو کل اسے چھو لینے کا حوصلہ بھی ہو جائے گا اور جب چھو لینے کا مرحلہ طے ہو جائے گا تو پھر زنا کے لئے بھی کوئی رکاوٹ نہیں رہ جائے گی۔ آج تک کوئی بھی زنا اس وقت تک واقع نہیں ہو سکا جب تک اس سے پہلے دیکھنے دکھانے اور پاس بیٹھنے اور ایک دوسرے کا بدن چھونے کے مراحل طے نہیں ہوئے۔ اسلام ان راستوں کو بند کر دینا چاہتا ہے جو زنا تک لے جاتے ہیں۔

اے مسلم خواتین! اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کی عزت محفوظ رہے تو پھر مذکورہ راستے ترک کرنا پڑیں گے جن پر چلنے کا انجام عزت کو تار تار کر دینے کے سوا کچھ نہیں۔

۴۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ بات کرو تو سچ کہو، وعدہ کرو تو اسے نبھاؤ، تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت مت کرو، اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھو، نظریں جھکا کر رکھو اور ہاتھ روک کر رکھو۔ (الترغیب بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۳، ص ۳۵)

آج مغربی معاشرے کی تقلید میں جہاں مرد عورتیں ہاتھ ملاتے بانہوں میں بانہیں ڈال کر بازاروں میں گھومتے اور کلبوں میں ڈانس کرتے ہیں بعض نام نہاد ترقی یافتہ مسلمان خواتین نے بھی دوسروں کے ساتھ ہاتھ ملانے کا طریقہ اپنا لیا ہے۔ یہ سراسر ناجائز اور حرام ہے، کسی مرد کو یہ جائز نہیں کہ وہ اجنبی عورت کے وجود کو ہاتھ لگائے۔ درج ذیل احادیث پڑھئے۔

۵۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے کسی عورت کا ہاتھ چھوا حالانکہ اسے یہ چھونا جائز نہ تھا اس کے ہاتھ پر روزِ قیامت

دہکتا ہوا انگارہ رکھا جائے گا۔ (تکملہ فتح القدیر)

۶۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے یہ حدیث پیچھے گذر چکی ہے کہ ایک دن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ کر ایک پیالے سے پنیر کھا رہی تھیں، اتنے میں ادھر سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ گذرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی بلا کر کھانے میں شامل کرلیا۔ اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اُنگلی میری انگلی سے ٹکرا گئی، تو ان کے منہ سے افسوس کے ساتھ بے ساختہ نکلا ''اوہ! اوہ'' ساتھ ہی وہ کہنے لگے، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج! اگر تمہارے متعلق میری بات مان لی گئی ہوتی تو آج تمہیں کوئی آنکھ دیکھ نہ پاتی۔ چنانچہ اس کے فوراً بعد ہی پردے کے احکام نازل ہو گئے۔ (ابن جریر، درمنثور وغیرہ)

۷۔ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی (آپ کے سامنے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئیں) تو آپ نے کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا صرف زبانی عہد لیا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۶، ص ۲۶۹، مسانید عائشہ الصدیقہ)

۸۔ امیمہ بنتِ رقیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وہ چند عورتوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان سے یہ اقرار لیا کہ شرک، چوری، زنا، بہتان تراشی اور نبی کی نافرمانی نہ کرنا۔ جب اقرار لیا جا چکا تو انہوں نے عرض کی حضور تشریف لائیں تا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ صرف زبانی اقرار ہی کافی ہے۔ (بخاری شریف)

مسئلہ: علاج کے لئے ڈاکٹر یا حکیم اجنبی عورت کے اعضاء کو دیکھ سکتا اور چھو بھی سکتا ہے تاہم متاثرہ حصے سے زیادہ چھونا یا دیکھنا جائز نہیں۔

عورت کا تنہا سفر کرنا

اسلام نے عورت کی عزت و عصمت کی حفاظت کے لئے اس پر ایک اور پابندی نافذ کی ہے وہ یہ کہ اسے تنہا دُور دراز کا سفر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ گھر والوں اور رشتہ داروں سے دُور سفر میں اپنی عزت خطرے میں ڈال لے۔ کوئی بدمعاش اور گندا آدمی یا ایسا گروہ اس کے پیچھے پڑ جائے اور وہ اپنی عصمت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اسلام کے پیش نظر یہ احتمال بھی ہے کہ اگر عورت کو آزادانہ سفر کی اجازت دی جائے تو اس طرح اس کے اجنبی مردوں کے ساتھ گھل مل جانے اور شرم وحیاء کی صفت گنوا دینے کا خطرہ ہے۔

اس لئے عورت پر لازم ہے کہ اگر وہ اپنے شہر سے دور کسی دوسرے شہر کو جانا چاہے تو اس کے ساتھ اس کا خاوند یا کوئی ذی محرم رشتہ دار ہو۔ چند احادیث لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہے اسے یہ ہرگز جائز نہیں کہ تین دن یا اس سے زیادہ مدت کے سفر پر تنہا نکل پڑے۔ سوا اس کے کہ اس کے ساتھ اس کا باپ، بھائی، شوہر، بیٹا یا کوئی اور ذی محرم رشتہ دار ہو۔

(الترغیب بحوالہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ وابوداؤد، جلد ۴، ص ۷۱)

۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والی (مسلم) عورت کو یہ جائز نہیں کہ کسی ذِی محرم رشتہ دار کے سوا ایک دن اور ایک رات کے سفر پر نکلے۔ (الترغیب، جلد ۴، ص ۷۲)

۳۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: کوئی عورت کبھی بھی اس طرح سفر نہ کرے کہ اس کے ساتھ اس کے شوہر یا ذی محرم رشتہ داروں میں سے کوئی بھی نہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

وضاحت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو سفر تین دنوں میں طے ہوتا تھا آج چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اس دور کے لوگ اونٹوں اور خچروں کے ذریعے تین دنوں میں زیادہ سے زیادہ ستر میل یا کم وبیش طے کرتے تھے۔ اب یہ فاصلہ ایک گھنٹے سے بھی کم عرصہ میں طے ہو سکتا ہے مگر اس سے مقصد نہیں بدلا۔ آج بھی عورت کو ستر میل کے قریب فاصلے تک تنہا سفر کی جازت نہیں۔ اگر آج عورت سے یہ کہا جائے کہ وہ تین دن سے کم عرصہ تک جہاں چاہے سفر کر سکتی ہے۔ تو یہ کہنا بجائے خود ایک نادانی اور مضحکہ خیزی ہوگی کیونکہ آج تو چوبیس گھنٹوں میں ساری دنیا گھومی جا سکتی ہے۔

بعض مغرب زدہ مسلمان جو اسلام کے خلاف مغربی پراپیگنڈہ سے متأثر ہو کر اپنا ایمان اور عقیدہ متزلزل کر بیٹھے ہیں یہ کہتے ہیں کہ عورتوں پر اس قدر پابندیاں عورت کی تذلیل وتحقیر ہے گویا اسے انسان کے بجائے جانور بنا لیا گیا ہے یا پھر اس کی حیثیت ایک قیدی کی سی بنا کر رکھ دی گئی ہے۔ اب اگر وہ شوہر یا ذی محرم رشتہ دار کے بغیر سفر نہیں کر سکتی تو وہ انسان نہیں ایک جانور ہے جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے کوئی انسان چاہیئے۔

مگر ہم کہتے ہیں کہ ان مغرب زدہ مسلمانوں کی یہ سوچ قطعی منفی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت کو تنہا سفر کی اجازت دینا عورت کی تذلیل وتحقیر ہے۔ شوہر یا قریبی رشتہ دار کے ساتھ سفر کی پابندی تو عورت کی حفاظت اور عصمت ہے۔ جس عورت کے ساتھ اس کا شوہر یا باپ بھائی ہوگا اسے کوئی بدمعاش اور خبیث آدمی یا ایسا گروہ چھیڑنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ وہ اپنی عزت ایک محفوظ حصار میں لے کر نکلے گی اور محفوظ حصار

میں محفوظ عزت کے ساتھ گھر آجائے گی۔ اس حقیقت سے انکار کا کسی کو یارا نہیں۔

برطانیہ جیسے ملک میں جہاں ہر مرد اور عورت کو باہمی رضامندی کے ساتھ زنا کرنے کی پوری پوری اجازت بلکہ سہولت میسر ہے، عورتوں پر جنسی حملے دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں وہاں کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ہر بارہ عورتوں میں سے ایک عورت کسی نہ کسی صورت مجرمانہ جنسی حملے کی زد میں آئی تھی۔ یہ تو وہ اعداد و شمار ہیں جو اخبارات کی زینت بنے مگر حقیقت اس سے بھی زیادہ تلخ ہے۔ ابھی دوسرے یورپین ممالک کی نسبت برطانیہ میں سرکاری ذرائع ابلاغ کے ذریعے عریانی و فحاشی کی اشاعت نسبتاً کم ہے۔ جب وہاں یہ حالت ہے تو باقی یورپ کا کیا حال ہوگا۔

میں پوچھتا ہوں عورت کا اپنے بھائی یا شوہر کی معیّت میں محفوظ سفر کرنا اس کی تذلیل ہے یا تنہا سفر کرنا اور جنسی حملوں کا شکار ہو کر اپنی عزت کو تار تار کروا لینا اس کی تذلیل ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

فصل چہارم

نگاہ کی حفاظت

نگاہ دل کی پیغام رساں ہے۔ نگاہ جو کچھ دیکھتی ہے دل فوراً اس کا اثر قبول کرتا ہے۔ اگر دل کسی تک اپنی بات پہنچانا چاہتا ہو اور زبان وہاں ساتھ نہ دیتی ہو تو نگاہ وہ بات بآسانی پہنچا دیتی ہے۔ دل کی خرابی آنکھ کے ذریعے سے ہے۔ آنکھ محفوظ ہے تو دل محفوظ۔ اگر آنکھ پر سے حیا کا پردہ اُٹھ گیا تو سمجھو دل میں غیرت کا مادہ دم توڑ چکا۔

شیطان کی کوشش ہے کہ ہماری نگاہ سے حیاء کا پردہ اُٹھا دے مگر اسلام اس پردے کو قائم رکھنا چاہتا ہے کیونکہ جب یہ پردہ اُٹھ جاتا ہے تو نگاہ بے باک ہو جاتی ہے۔ وہ گندی سے گندی چیز کو دیکھنے کا تقاضا کرتی ہے اور جتنے گندے اور عریاں مناظر دیکھے گی اس کی شہوتِ نظر بڑھتی چلی جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ معاشرے میں بے حیائی، بے غیرتی، فحاشی، عریانی اور برہنگی جیسی لعنتیں پھیل جائیں گی۔

آج یورپ اور امریکہ میں عریانی کا سیلاب اسی لئے آیا ہوا ہے کہ ان اقوام نے اسلامی اقدار قبول کرنے سے انکار کیا اور وہ رحمان کی دعوت ٹھکرا کر شیطان کی قید میں پھنس گئیں اور اس کا جو انجام سامنے آیا اسے دیکھ کر خود ان کے اپنے اہلِ فکر لرزہ براندام ہو گئے۔ مشہور امریکن مصنف ہینڈ رچ وان لون (Hand rich won loon) نے بڑی دل سوزی سے اپنی کتاب How i can get married کے صفحہ ۱۷۲ پر امریکی معاشرے میں پھیل جانے والی عریانی اور گندگی پر ان الفاظ میں نوحہ خوانی کی ہے۔

> ''یہ لٹریچر جس کی سب سے زیادہ مانگ امریکن یونیورسٹیوں میں ہے گندگی، فحاشی اور بے ہودگی کا بدترین مجموعہ ہے جو کسی زمانہ میں اس قدر آزادی سے پبلک میں پیش نہیں کیا گیا۔ اس لٹریچر سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ان پر آزادانہ مباحثے کرتے ہیں اور اس کے بعد عملی تجربات کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔''

بے حیا نگاہوں کی جنسی بھوک سے تسکین کے لئے امریکہ میں گندے لٹریچر، گندی ویڈیو کیسٹوں اور عورتوں کے شوق حسن آرائی و آوارگی کے خطرناک انجام پر امریکہ کے ایک میگزین نے جن الفاظ میں روشنی ڈالی ہے وہ مغرب کے تاریک اخلاقی مستقبل کا خوب پتہ دیتے ہیں، وہ لکھتا ہے:۔

’’ تین شیطان قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔

۱۔ فحش لٹریچر جو جنگِ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

۲۔ متحرک تصویریں (گندی ویڈیو کیسٹیں اور ٹی وی کے گندے پروگرام) جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔

۳۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے نا آشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تین چیزیں ہمارے ہاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور ان کا نتیجہ مغربی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخر کار کامل تباہی ہے۔ اگر اسے نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری اقوام کی مماثل ہوگی جنہیں یہی نفس پرستی اور شہوانیت، ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اُتار چکی ہے۔

یہ اقتباسات پڑھ کر یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ انسان کی دائمی کامیابی و بہبود اسلام کے سایۂ دامانِ رحمت میں ہے اور نگاہوں کی بے شرمی اور اس کے نتیجے میں قوم کی اخلاقی تباہی سے بچنے کا یہی واحد طریقہ ہے کہ اسلامی خطوط پر چلتے ہوئے نگاہوں کی حفاظت کی جائے۔ آیئے سُنیے، اللہ اور اس کے رسول کے اس بارے میں کیا ارشادات ہیں۔

حفاظتِ نگاہ کا حکم

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ۔

(قرآنِ مجید، سورۂ نور، آیت: ۳۰۔۳۱)

ترجمہ: ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مومن مردوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں۔ اور اپنی عزت و پاکدامنی کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے پاکیزگی کا بہتر طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ کو معلوم ہے۔ اور مومنہ عورتوں سے بھی فرمادیں کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کریں اور وہی زینت ظاہر کریں جو خود ہی ظاہر ہے (یعنی باہر نکلتے ہوئے چہرے اور ہاتھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ ننگا نہ کریں) اور اپنے سینوں پر چادریں لپیٹے رکھیں''۔

تفسیری نقاط

۱۔ قرآنِ کریم میں اکثر جگہ مردوں ہی سے خطاب فرمایا گیا ہے عورتیں اس کے تحت خود ہی داخل شمار کی جاتی ہیں۔ انہیں علیحدہ طور پر مخاطب کئے جانے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی مگر اس مقام پر نگاہ کی حفاظت کا حکم مردوں کو علیحدہ کیا گیا ہے اور عورتوں کو علیحدہ۔ تاکہ دونوں فریق اس بارہ میں پوری توجہ اور احتیاط سے کام لیں اور ان کی عزت ہر طرح محفوظ رہے۔

۲۔ نگاہیں نیچی رکھنے کے بعد عزت کی حفاظت کا حکم دیا جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ عزت کی حفاظت کا سب سے بنیادی تقاضا نگاہوں پہ کنٹرول ہے۔ اگر ان کی حفاظت نہ کی گئی تو اس کا نتیجہ آخر کار عزت کی تباہی اور زنا کے وقوع کی صورت میں سامنے آئے گا۔

۳۔ نگاہیں نیچی رکھنے کا مقصد یہ نہیں کہ مرد اور عورتیں بازاروں میں چلتے ہوئے اور گھر یا دفتر میں بیٹھے ہوئے ہر وقت نگاہیں پست ہی کئے رکھیں اور سر جھکائے رکھیں۔ یہ منشاءِ الٰہی ہرگز نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ہر وہ چیز دیکھنے سے اجتناب کیا جائے جو شہوانی جذبات برانگیختہ کرنے والی ہو۔ مرد اجنبی عورتوں کے چہروں، زلفوں اور دیگر اعضائے جسم کے حُسن و جمال پر ہرگز نظریں نہ جمائیں۔ عورتیں مردوں کی طرف بنظرِ شہوت نہ دیکھیں۔ گندی اور عریاں تصویریں، فلمیں اور مناظر مت دیکھے جائیں کیونکہ یہ سب چیزیں موجبِ فتنہ ہیں۔ الغرض قرآن کی زبان میں ''نگاہیں پست رکھنا'' اپنے اندر وسیع اور جامع مفہوم رکھتا ہے۔

۴۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ نگاہیں پھیر لو۔

(مسلم شریف، جلد دوم، ص ۲۱۲، کتاب الآداب اور ترمذی، جلد ۲، ص ۱۰۱، کتاب الآداب)

۳۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا: اے علی! تمہارے لئے جنت میں ایک خزانہ ہے اور تم اس کے مالک ہو۔ اس لئے تم ایک بار (اچانک) نظر پڑ جانے کے بعد دوبارہ مت دیکھا کرو تمہیں پہلی نظر حلال ہے، دوسری تمہارے لئے جائز نہیں۔

(ترغیب بحوالہ مسند احمد بن حنبل، جلد ۳، ص ۳۵)

ان احادیث کا مدعا یہ ہے کہ اگر کسی گندی چیز یا حیا سوز عریاں منظر پر نظر پڑ جائے یا کوئی عورت سامنے آ جائے جس نے باریک اور چست کپڑے پہن رکھے ہوں یا سر سے کپڑا اُتار رکھا ہو یا بازو اور پنڈلیاں ننگی کر رکھی ہوں تو دیکھنے والے مرد کو چاہیئے کہ فوراً اپنی نظریں ہٹا لے۔ اسے دوبارہ دیکھنا جائز نہیں کہ یہ بار بار دیکھنا حیا

ختم کر دیتا ہے۔

۴۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راستوں میں نہ بیٹھا کرو (اس طرح کہ لوگوں کو تکلیف ہو) لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمیں تو وہاں بیٹھنا پڑتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہیں بیٹھنا ہی پڑ جائے تو راستے کا حق ادا کرو۔ انہوں نے عرض کیا راستے کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا نگاہیں پست رکھنا، کسی کو تکلیف نہ دینا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا۔ (ابوداؤد، جلد ۲، ص ۳۰۷، کتاب الادب)

حفاظتِ نگاہ کی فضیلت

۱۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے دزدیدہ نگاہ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو آدمی میرے خوف کے ساتھ اس سے بچے گا میں اس کے دل میں ایمانی حلاوت پیدا کردوں گا (یعنی اس کا دل نورِ ایمان سے منور ہو جائے گا)۔ (ترغیب، جلد ۳، ص ۳۴)

۲۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان آدمی کسی عورت کے حُسن و جمال اور خوبصورت اعضا کو دیکھ کر فوراً اپنی نظریں ہٹا لیتا ہے اللہ اسے ایسی عبادت کی توفیق دیتا ہے جو اس کے دل میں حلاوت پیدا کر دیتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد ۵، ص ۲۶۴)

۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت تین قسم کی آنکھوں کے سوا سب آنکھیں روتی ہوں گی۔ (۱) وہ آنکھ جو ایسی چیز دیکھنے سے بچی رہی جنہیں دیکھنا اللہ نے حرام کیا ہے۔ (۲) وہ آنکھ جو راہِ حق میں بے خواب رہی۔ (۳) اور وہ آنکھ جن سے مکھی کے سر کے برابر خوفِ خدا کے ساتھ ایک آنسو نکل آیا۔ (ترغیب، جلد ۳، ص ۳۴)

۴۔ معاویہ بن حیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین انسانوں کی آنکھیں جہنم کا چہرہ دیکھنے سے محفوظ رہیں گی۔ (۱) وہ آنکھ جس نے میدانِ جہاد میں نگرانی وحفاظت کا فریضہ انجام دیا۔ (۲) وہ آنکھ جو خوفِ خدا سے رو پڑی۔ (۳) اور وہ آنکھ جو اللہ کی طرف سے حرام کردہ اشیاء کو دیکھنے سے بچی رہی۔ (ترغیب، جلد ۳، ص ۳۵)

۵۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے مسلمانو!) تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ ۱۔ بات کرو تو سچ کرو، ۲۔ وعدہ کرو تو اسے نبھاؤ، ۳۔ تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کرو، ۴۔ اپنی پاکدامنی محفوظ رکھو، ۵۔ نگاہیں نیچی رکھو ۶۔ اور ہاتھ روکے رکھو۔ (ترغیب، جلد ۳، ص ۳۵)

۶۔ شکل بن حمید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی نفع بخش دعا سکھلائیں۔ آپ نے فرمایا یہ دعا کیا کرو:

> ''اے اللہ مجھے میرے کانوں، میری آنکھوں، میری زبان اور میری شرمگاہ کو شر سے محفوظ فرما۔'' (نسائی شریف، جلد ۲، ص ۳۱۴، کتاب الاستعادہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سکھلا رہے ہیں کہ اللہ سے یہ دعا کیا کریں اے اللہ ہمیں نگاہ اور شرمگاہ کی برائی سے بچا۔ کہیں ہماری نظر بہک نہ جائے کہ یہ بہک گئی تو انجامِ کار شرمگاہ گناہ آلود ہو جائے گی اور زنا جیسا قبیح فعل سرزد ہو جائے گا۔

میں کہتا ہوں وہ لوگ کتنے قوی الارادہ اور بہادر ہیں اور ان کے دل خوفِ خدا سے کس قدر بھرے ہوئے ہیں جو بے پردہ عورت کو دیکھ کر نظریں جھکا لیتے ہیں اور کسی گندے اور فحش منظر کو دیکھ کر اپنے دل میں شہوانی جذبہ محسوس کرنے کے بجائے خوفِ خدا سے کانپ اُٹھتے ہیں۔ ایسے لوگ واقعتاً اللہ کی خصوصی رحمت کے مستحق ہیں۔

یہ سودا کتنا سستا اور عمدہ سودا ہے کہ آج گندے اور حیا سوز مناظر سے آنکھیں پھیر لو۔ روزِ قیامت جب ہر آنکھ رو رہی ہوگی اُس وقت تمہاری آنکھوں میں خوشیوں اور مسرتوں کے چراغ جل رہے ہوں گے۔ لوگ تو جہنم میں جائیں گے اور تمہیں جہنم دیکھنے کو بھی نہ ملے گی۔ اللہ ہر مسلمان مرد اور عورت کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نظر بازی کا گناہ

۱۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھیں زنا کرتی ہیں، پاؤں زنا کرتے ہیں اور فرج زنا کرتا ہے۔

(الترغیب بحوالہ مسند احمد بن حنبل، جلد ۳، ص ۳۶)

اس حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ زنا صرف شرمگاہ کا کام نہیں، زنا میں آنکھیں بھی کردار ادا کرتی ہیں اور جیسے فرج کو اپنے گناہ کا عذاب ہوگا اسی طرح آنکھیں اپنے گناہ کا عذاب چکھیں گی۔

۲۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اپنی آنکھیں جھکا کر رکھو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ نہیں تو خدا تمہارے چہرے بگاڑ کر رکھ دے گا۔ (الترغیب بحوالہ طبرانی، جلد ۳، ص ۳۷)

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس آدمی نے کسی عورت کے حُسن و جمال کو بنظرِ شہوت دیکھا، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اُس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالے گا۔ (تکملہ فتح القدیر)

۴۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ دیکھنے والے پر اور اس پر جسے دیکھا گیا لعنت کرتا ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دوسروں کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو شہوانی اور مستانی نگاہوں سے دیکھنا اللہ کے ہاں کتنا بڑا گناہ ہے۔

یہ گناہ تو اپنی جگہ پر ہے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ آنکھوں سے حیا کا حجاب اُتار کر دوسرے لوگوں کی بہنوں اور بیٹیوں کو للچائی ہوئی اور شہوت پرستانہ نگاہوں کا شکار بنانا بے غیرتی، درندگی اور سفا کی کی بھی بدترین مثال ہے۔ ایسا کرنے سے پہلے اگر وہ یہ سوچ لیں کہ ان کی بھی بیٹی یا بہن ہے۔ اگر انہیں اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے لوگوں کی بھوکی اور گندگی نظروں کا شکار بننا نا قابلِ برداشت ہے تو دوسروں کی عزتوں سے کھیلنا کس قدر کمینگی اور اخلاقی پستی ہے۔

مگر اس کا کیا علاج ہے کہ عورتیں اور لڑکیاں جب خود بن سنور کر زلفیں سنوار کر بصد ناز انداز سرِ بازار اپنے حُسن کی نمائش کرتی ہوئی یوں گذرتی ہیں کہ گویا ان کا قدم زمین پر پڑنے کے بجائے دیکھنے والوں کے دل پر پڑتا ہے تو مردوں کی نگاہوں کا ان کی طرف اُٹھ جانا بھی کچھ قابلِ تعجب نہیں۔

قدرت نے مرد کی نسبت عورت کو دولتِ حُسن سے بہت زیادہ نوازا ہے۔ عورت دستِ قدرت کی صنّاعی کا عظیم شاہکار ہے اور ہر حسین شے نگاہوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جیسے ہر میٹھی اور مترنم آواز سُن کر کانوں کو لذت ملتی ہے اور ہر میٹھی اور مزے دار چیز سے زبان کو حلاوت اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر خوبصورت چیز نگاہوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک خوبصورت پھول اور ایک عورت کے حسین چہرے کو دیکھتے ہوئے آنکھ کا زاویۂ نظر یقینا مختلف ہوتا ہے کیونکہ قدرت نے عورت کو حسین ہونے کے علاوہ مرد کے لئے صنفی کشش کی حامل بھی بنایا ہے۔ عورت جب اپنے حسین چہرے اور خوبصورت بالوں کے ساتھ دادِ حُسن دیتی ہوئی گذرتی ہے تو صرف مردوں کی نگاہیں ہی اپنی طرف ملتفت نہیں کرواتی، ان کے

جنسی جذبات کو بھی بھڑکاتی چلی جاتی ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھانے والی اور دیکھنے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔ اس لیے عورتوں کو مردوں کی ہوسناک نگاہوں کا شکوہ کرنے کی بجائے اپنے کردار پہ نظرِ ثانی کرنی چاہیئے۔

پردے کے متعلق بعض شبہات کا ازالہ

پہلا شُبہہ

جب کسی مغرب زدہ فیشن پرست اور بے پردہ عورت سے کہا جاتا ہے کہ بہن تم مسلمان ہو، تمہارے سر پر چادر ہونی چاہیئے۔ اسلام کی رو سے یہ فرض ہے اور ننگے سر پھرنا بہت بڑا گناہ ہے تو وہ جواب دیتی ہے کہ جناب! پردہ آنکھ اور دل کا ہوتا ہے، آنکھ میں شرم ہونی چاہیئے اور دل میں حیا، سر پر چادر لینا تو کوئی ضروری نہیں۔ اس کے بغیر بھی حیاء قائم رکھی جاسکتی ہے۔ باقی سر کو ننگا رکھنا تو ہمارا فیشن ہے۔

جواب نمبر ۱: ہم پوری دیانت داری سے عرض کرتے ہیں کہ خواتین کے اس عذرِ لنگ کی کوئی بنیاد نہیں۔ اس کا جواب خود اللہ رب العزت قرآن میں یوں دیتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ

(سورۂ احزاب)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور تمام مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (غیر مردوں کے سامنے) اپنے چہروں پر چادر کا پلو لٹکا لیا کریں، اس طرح توقع ہے کہ ان کی شرافت کی شناخت کر لی جائے اور ان پر کوئی دست درازی نہ کی جائے"۔

یعنی اللہ فرما رہا ہے کہ اے مسلم خواتین! ہم تمہیں پردے کا حکم اس لئے نہیں

دے رہے کہ ہمیں ہر صورت تمہاری نیت اور کردار پر شبہہ ہے، ہم نے مانا کہ تم اپنی جگہ پر باحیا اور باکردار ہو مگر اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ تمہارے حسین چہرے اور خوبصورت بالوں اور چست لباس کو دیکھ کر کوئی غنڈہ اور بدمعاش انسان تمہیں چھیڑنے اور تم پر دست درازی کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

اس لئے اگر تم اپنے سر پہ چادر لے لو اور اس کا کچھ حصہ چہرے پر بھی لٹکا لو تو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے کیونکہ اس طرح تمہیں پردے میں لپٹی ہوئی دیکھ کر لوگ جان جائیں گے کہ یہ کوئی شریف زادی ہے، اس لیے کوئی بدمعاش تمہاری طرف شہوت بھری نظر سے نہیں دیکھے گا اور نہ تم پر دست درازی کی جسارت کرے گا کیونکہ اسے کوئی ایسی شہوت انگیز چیز نظر ہی نہیں آئے گی جو اس کے حیوانی جذبے کو بھڑکائے اور تمہارے پیچھے لگا دے۔

اے مسلم خواتین! اگر تمہیں اپنے مسلمان ہونے کا ذرا سا بھی احساس ہے تو یقینا یہ ارشادِ ربانی تمہاری ہدایت کے لئے کافی ہے۔

جواب نمبر ۲: اے مسلم خواتین! تم نے تو ابھی صرف سر سے چادر اتاری ہے یا زیادہ سے زیادہ بازو اور پنڈلیاں ننگی کی ہیں۔ ذرا مغربی ممالک میں آباد غیر مسلم خواتین کی طرف بھی دیکھیں جو ٹی وی کے کیمرے کے سامنے یوں آتی ہیں کہ ان کے وجود پر بہت ہی زیادہ مختصر کپڑا بلکہ نہ ہونے کے برابر خفیف سا کپڑے کا نام ہوتا ہے اور جب وہ ساحلِ سمندر پر دھوپ میں لیٹنے یعنی (Sunbath) کرنے نکلتی ہیں تو ان کے وجود پر کپڑے کا ایک تار بھی نہیں ہوتا اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تمہیں شرم نہیں آتی سب مرد تمہیں دیکھ رہے ہیں تو ان کا لفظ بلفظ وہی جواب ہوتا ہے جو مغرب پرست بے پردہ مسلم خواتین کے لبوں پر ہے کہ پردہ ہماری آنکھوں اور دل پر ہے۔ کپڑے اُتارنا یہ ہمارا فیشن ہے۔ فرمایئے! اگر یہی فلسفہ مان لیا جائے تو پھر فیشن پرستی

کے لئے سر کیا سارے وجود سے بھی کپڑے اُتار پھینکنا بھی درست ہونا چاہئے۔ یقینا ((آپ کے کُلیے کے مطابق)) فیشن اپنے کمال کو تب ہی پہنچے گا جب مسلمان عورت کا وجود مغربی عورت کی تقلید میں مکمل برہنہ ہو جائے گا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

یہ بات بھی مت بھولیں کہ مغربی عورت بھی ایک دم ننگی نہیں ہوئی۔ اس نے بھی پہلے سر ہی سے چادر اُتاری تھی۔ چادر اتارنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ اس کے بالوں میں بڑی کشش ہے۔ لوگ اسے بڑی محبت سے دیکھتے ہیں۔ تب اس میں جذبۂ حُسن آرائی پیدا ہوا۔ پھر جوں جوں وہ ننگی ہوتی گئی، مَردوں کا شوقِ دیدار بڑھتا ہی گیا اور ان کی نظروں کی جنسی بھوک برابر بڑھتی چلی گئی اور اب وہاں یہ حالت ہو گئی ہے کہ مرد ویڈیو کیسٹوں کے ذریعے عورت کی ذلیل سے ذلیل ترین حالت کو برانگیختہ کر سکے۔

دوسرا شبہ

پردے کے متعلق بعض بیمار ذہن کے مالک لوگ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جناب! آپ پردے پر اتنا زور دے رہے ہیں، کیا آپ کے نزدیک معاشرے کا ہر مرد بدکردار اور بدفطرت ہے۔ کیا آپ کے نزدیک سبھی مرد بے غیرت ہو گئے ہیں جب بھی تو آپ عورتوں کو اُن سے پردہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اگر سارے مرد بے غیرت نہیں ہیں تو پھر چند بے ضمیر افراد ہر معاشرے میں ہمیشہ سے چلے آئے ہیں ان سے محفوظ رہنے کے لئے تمام عورتوں پر پردے جیسی بھاری پابندی عائد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں عالی جاہ! دوکانوں کے دروازوں پر تالے کیوں لگائے جاتے ہیں، پولیس کا محکمہ کیوں قائم کیا جاتا ہے اور آئے دن سکیورٹی کا نئے سے نیا نظام کیوں وضع کیا جا رہا ہے۔ کیا سب لوگ چور ہو گئے ہیں؟ معاشرے کا ایک فرد بھی ایمان دار نہیں رہا؟ اگر سبھی چور نہیں تو صرف چند چوروں سے محفوظ رہنے

کے لئے پولیس، سی آئی اے اور دیگر حفاظتی محاکم پر کروڑوں اربوں روپے ہر سال کیوں برباد کئے جاتے ہیں؟ لیکن اگر معاملہ ایسا نہیں اور دوکان کو تالہ لگانا اس لئے ضروری ہے تاکہ ہمارا مال چوروں سے محفوظ رہے تو یاد رکھئے عورت کو پردہ کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اس کی عزت اور پاک دامنی محفوظ رہے کہ اگر معاشرے میں چور موجود ہیں تو مانیے کہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو دیکھنے میں انسان ہیں مگر فطرت میں بھیڑیے سے کم نہیں۔ وہ شہوت پرستی کے دلدادہ ہیں۔ اگر ان کی ذرہ برابر بھی حوصلہ افزائی ہو تو وہ بھیڑیوں کی طرح عورتوں پر ٹوٹ پڑیں اور ان کی عزت و ناموس تار تار کر دیں۔ خوب یاد رکھئے عورت کا خوبصورت جسم، اُبھری ہوئی چھاتی، نکھرا ہوا چہرہ اور لہراتی ہوئی زلفیں ان جنسی بھیڑیوں کے جذبات صرف برانگیختہ ہی نہیں کرتی، انہیں دعوتِ عمل بھی دیتی ہیں بلکہ ہر دیکھنے والے کے دل پر قیامت ڈھاتی اور اس کا ایمان برباد کرتی ہیں جبکہ عورت کے وجود پر لپٹی ہوئی چادر، سر پہ اوڑھا ہوا موٹا کپڑا اور چہرے پر ڈالا ہوا گھونگھٹ، ان گندے اور بدکردار عناصر کی بھرپور حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ ان کے جنسی جذبات کے چہرے پر زوردار طمانچہ رسید کرتا ہے اور انہیں آگاہ کر دیتا ہے کہ ذلیل انسانو! دُور ہٹے رہو، ہمیں اپنی پاک دامنی کو بچانا آتا ہے۔

تَمّتْ بالخیر

ے

اسلامی پردہ

مؤلف

مولانا عبداللطیف مجددی

ے
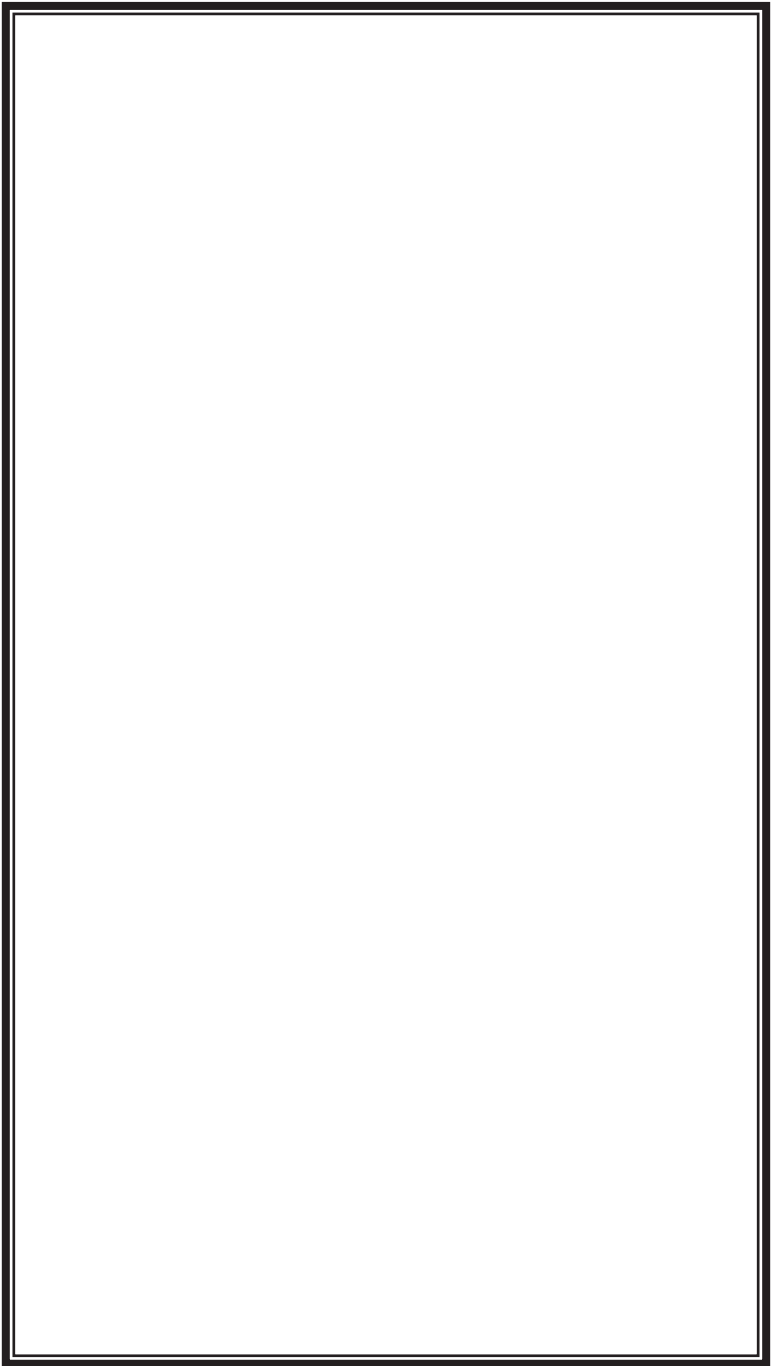
انتساب

فقیر اپنی اس معمولی سعی و کوشش کو مُحی السنۃ، قاطع البدع، امام طریقہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ، مجدد الفِ ثانی، حضرت **شیخ احمد سرہندی** قدس سرّہ کی بارگاہِ عالیہ میں بصد عقیدت و نیاز پیش کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید کی توفیق عنایت فرمائے (آمین)

عبدہ الضعیف

محمد عبد اللطیف عُفِیَ عَنْہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

نحمده ونصلی علٰی رسوله الکریم اما بعد فاعوذباللّٰہ من الشیطن الرجیم۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً وَّلَاتَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ (پ:۲،ع:۹،آیت:۲۰۸)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! دینِ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو۔ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے“۔

اہلِ ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی کو احکامِ خداوندی کے سانچے میں ڈھال لیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

مَآاٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَمَانَھٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ (پ:۲۸،ع:۴،آیت:۷)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جو حکم دیں اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور جس سے منع کریں اسے چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وہ سخت عذاب دینے والا ہے“۔

یعنی خود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا پابند بنا لو۔ خلاف ورزی کرنے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ سخت ترین عذاب دینے والا ہے۔

مسلمان کا ہر کام، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، کمانا، خرچ کرنا، پہننا، اوڑھنا قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہئے۔ مگر افسوس ہے کہ مغربی تہذیب کی چمک ودمک سے مرعوب ہوکر ہم نے زندگی کے ہر شعبہ میں خود کو اسلام سے دور اور مغرب کی بے دینی کے قریب کرلیا ہے۔ خصوصاً عریانی اور فحاشی میں تو ہم ان کے تابع مہمل بن کر رہ گئے ہیں۔ اس دوڑ میں مرد بھی پیچھے نہیں رہے لیکن عورتیں تو بہت آگے نکل گئی ہیں۔ اس مختصر کتابچے کے تحریر کرنے کا مقصد مسلمان مردوں اور عورتوں کو بے پردگی سے بچانا ہے۔ لباس اور تن پوشی کے ضروری مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے ایک طرف تو ہم معاشرتی بے راہ روی کا شکار ہیں تو دوسری طرف ہم نماز جیسی اہم عبادت کو ضائع کر کے قرآنی وعید:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (پارہ ۱۶، سورۂ مریم، رکوع ۷، آیت ۵۹)

"ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا۔ نفسیاتی خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ ان کی جلد ہی غی جیسے جہنم سے ملاقات ہوگی"۔

کا مصداق بن رہے ہیں۔ یہ کوشش اس امید پر ہے کہ کوئی مسلمان بھائی یا بہن اسے پڑھے اور اپنی اصلاح کرلے تو نہ صرف یہ کہ وہ خود کو اللہ جَلّ شانہٗ کے اس سچے وعدے کا مستحق قرار دے گا۔ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ شَیْئًا" مگر جنہوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک عمل کیے، وہی جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا"۔ (پارہ ۱۶، سورۂ مریم، آیت: ٦٠) بلکہ اس کی یہ اصلاح میرے لئے سرمایۂ آخرت ہوسکتی ہے۔ بمصداق حدیث من دعا الی ھدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه

لا ینقص ذالک من اجورھم شیئا یعنی ''لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور وہ عمل کر لیں تو بلانے والے کو ان سب کے برابر ثواب ملے گا ان کا ثواب بھی کم نہیں ہو گا'' (مسلم) **اگر قبول افتدز ہے قسمت** ما توفیقی الا باﷲ العلی العظیم علیہ توکلت والیہ انیب۔

العبد الضعیف

محمد عبداللطیف

جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری گیٹ، لاہور

شرعی پردہ قرآن وحدیث کی روشنی میں

آیاتِ کریمہ

۱۔ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ "اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت لباس پہنے رکھو"۔ (پارہ ۸، سورۂ اعراف، ع ۱۰، آیت ۳۱) یعنی اپنے بدن کے ان اعضاء کو چھپائے رکھو جن کا نماز میں اور نماز سے باہر بھی چھپانا فرض ہے ان کا قصداً کھلا رکھنا بغیر نماز بھی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور نماز میں کھلے رہیں تو نماز بالکل نہیں ہوتی۔

عورتوں کے لیے خصوصی حکم

۲۔ وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنۡہَا وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِہِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِہِنَّ "عورتیں اپنی زینت یعنی مواضع زینت کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے ان اعضاء کے جن کا ظاہر کرنا جائز ہے اور گریبانوں کو اوڑھنیوں سے ڈھانپے رکھیں"۔

(پارہ:۱۸، سورۂ النور، ع:۱، آیت:۳۱)

تنبیہ: عورت کے جن اعضاء کا ظاہر کرنا جائز ہے وہ صرف پانچ اعضاء ہیں۔ چہرہ، دونوں ہاتھ پونہچوں تک، دونوں پاؤں ٹخنوں تک۔

پونہچے اور ٹخنے چھپائے رکھیں یعنی ان پانچ اعضاء کے سوا عورت کا تمام بدن عورت ہے۔ آیتِ کریمہ میں عورت کو گلے، گردن، کان، سر اور سر کے بالوں کے پردہ کی خصوصی تاکید فرمائی۔ گریبانوں تک کو اوڑھنیوں سے ڈھانپنے کا حکم دینے سے یہ

بات ظاہر ہے۔

۳۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّط ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ "اے نبی! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (باہر نکلیں) تو چادر اوڑھ لیا کریں۔ (اس طرح) وہ پہچانی جائیں گی کہ (مسلمان شریف) عورتیں ہیں۔ کسی کو (چھیڑ چھاڑ) کر کے ان کو ایذا دینے کی جرأت نہ ہوگی۔ یعنی برقعہ یا ایسی بڑی چادر اوڑھ کر نکلیں جس سے پورا بدن چھپا رہے"۔ (پارہ ۲۲، سورۂ احزاب، ع ۵، آیت ۵۹)

۴۔ آیت کریمہ: وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ۔ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (پارہ: ۱۸، رکوع: ۱۰، آیت: ۳۱) "آپ مومن مردوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اس میں ان کے لئے پاکیزگی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے کردار سے باخبر ہے۔ اور مومن عورتوں سے بھی فرما دیں کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنے مواضع زینت کو کھلا نہ رکھیں یعنی اپنے بناؤ کو نہ دکھلائیں۔ مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر دوپٹے ڈالے رکھیں۔ اپنی زینت نہ ظاہر کریں۔ مگر اپنے شوہروں، اپنے آباء، اپنے شوہروں کے آباء، اپنے بیٹوں، اپنے بھائیوں، اپنے بھائیوں کے بیٹوں، اپنی بہنوں

کے بیٹوں، اپنی دین کی عورتوں، اپنی مملوکہ عورتوں، نوکروں پر بشرطیکہ شہوت والے نہ ہوں۔ یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہ ہو۔ یعنی ان سے پردہ نہیں ہے اور زمین پر پاؤں نہ ماریں۔ جس سے ان کا چھپا ہوا سنگھار معلوم ہو جائے۔ مثلاً پاؤں میں ایسا زیور پہنا ہوا ہے کہ چلنے سے اس کی آواز مردوں کو سنائی دیتی ہو۔ اے ایمان والے مردو اور عورتو! سب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور توبہ کرو تا کہ تم فلاں پاؤ“۔

اسی طرح اپنی تصویر غیر مردوں کو دکھانا، تیز خوشبو لگا کر باہر نکلنا یہ سب لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ کے تحت ناجائز اور حرام ہیں کیونکہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ عورتوں کی ایک قسم وہ ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہیں۔ سیدھی راہ سے بہکانے والی اور خود بھی بھٹکنے والی ہیں جن کے سرناز سے بختی اُونٹوں کی طرح ٹیڑھے رہتے ہیں۔ وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو کو پاسکیں گی، حالانکہ اس کی مہک تو اتنی دور سے آتی ہے البتہ چند مقام ایسے ہیں جنہیں فقہاء نے پردہ کے احکام سے مستثنیٰ کیا ہے مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دیکھ لینے کی اجازت دی ہے بلکہ ترغیب دی ہے۔ اسی سے فقہاء نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ بضرورت دیکھنے کی دوسری صورتیں بھی جائز ہیں مثلاً تفتیش کے سلسلہ میں کسی مشتبہ عورت کو دیکھنا، علاج کے لئے طبیب کا مریضہ کو دیکھنا وغیرہ۔

احادیث مبارکہ:

عن عائشة ان اسمآء بنت ابی بکر دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیھا ثیاب رقاق فاعرض عنھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا اسمآء ان المرءَۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح لھا ان یرٰی منھا الا ھذا وھذا واشار الی وجھہ وکفیہ۔ (ابو

داؤد)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ انہوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے تو آپ نے منہ پھیرلیا اور فرمایا: اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو جائز نہیں کہ اس اور اس کے سوا بدن کا کوئی حصہ نظر آئے اور آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا''۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اتنا باریک لباس پہننا جس میں سے بدن کی اور سر کے بالوں کی رنگت نظر آئے، بے پردگی اور ناجائز ہے اور یہ کہ ہاتھوں اور چہرہ کے سوا عورت کے تمام بدن کا پردہ لازم ہے۔ اسی طرح مرد کا باریک تہبند یا شلوار پہننا کہ ناف سے گھٹنے تک کے حصہ بدن کے اعضاء میں سے کوئی عضو نظر آئے ناجائز ہے۔

۲- عن الحسن قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الناظر و المنظور الیہ۔ (بیہقی)

حسن سے روایت ہے کہ مجھے حدیث پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کے سَتر کو دیکھنے والے اور دِکھانے والے دونوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی''۔ یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے عام ہے۔

۳- عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال امرءۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفها الشیطان۔ (ترمذی)

عورت پوری یعنی اس کا سارا بدن عورت ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے لہٰذا عورت کو اول تو بلاضرورت نکلنا نہیں

چاہیئے۔ اگر ضرورتاً نکلے تو پردے کے ساتھ۔

۴۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المَرءَۃ تقبل فی صورۃ الشیطان وتدبر فی صورۃ الشیطان۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت آتی ہے تو شیطان کی صورت میں اور جاتی ہے تو بھی شیطان کی صورت میں یعنی عورت کا گھر سے باہر بے پردہ چلنا پھرنا شیطانی فعل ہے جو فتنہ کا سبب ہے۔

۵۔ عن ام سلمتہ انہا کانت عندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونتہ اذا اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یارسول اللہ الیس ھوا عمی لایبصر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعمیا وان انتما الستما تبصرانہ۔ (ترمذی وابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور میمونہ وہ بھی آپ کی بیوی ہیں۔ ہم دونوں آپ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے۔ اندر آئے تو آپ نے ہم سے فرمایا کہ اس سے پردہ کرلو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں، جو ہمیں نہیں دیکھتا؟ تو آپ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھ رہیں؟''

یعنی جس طرح مرد کا عورت کو بے پردہ دیکھنا ناجائز ہے۔ اسی طرح عورت کا مرد کو دیکھنا ناجائز ہے۔

۶۔ عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اباکم والدخول علی النساء فقال رجل یارسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ارایت الحمو قال الحمو الموت۔

(متفق علیہ)

’’حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے پاس جانے سے بچو، تو ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دیور تو موت ہے‘‘۔ دیور، جیٹھ، چچا کا بیٹا، ماموں کا بیٹا، بہنوئی ان سب کا ایک حکم ہے۔ یہ سب اجنبی کی طرح غیر محرم ہیں۔ ان سے بے پردگی میں اجنبی کی نسبت فتنہ کا اندیشہ زیادہ ہے۔ اسی لیے ان کو موت فرمایا۔

اس زمانہ میں یہ بے پردگی عام ہے۔ جس کے نتیجہ میں فحاشی اور بے حیائی کا طوفان برپا ہے۔ کوئی ہے جو اس حکم پر عمل کر کے سو شہیدوں کا ثواب لے۔ حدیثِ پاک میں ہے۔

۷- عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائتہِ شہید۔

(بیہقی)

’’جس نے زمانۂ فساد میں میری سنت پر عمل کیا اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے‘‘۔ فحاشی اور بے حیائی سے بڑھ کر اور کیا فساد ہوگا۔

’’ترمذی‘‘ کی بھدل بن حرث مزنی سے روایت ہے۔

۸- من احیا سنتہ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجورھم شیاء۔

’’جس نے میری کسی سنت کو جو میرے بعد متروک ہو گئی ہو، زندہ کیا

(عمل کیا اور کرایا) تو اس کے لیے اتنا اجر ہوگا جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے۔ ان کا اجر بھی کم نہیں کیا جائے گا"۔

۹ - عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتباشر المرأۃ المرأۃ فتنعتھا لزوجھا کانہ ینظر الیھا

(متفق علیہ)

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "کوئی عورت کسی عورت کے پاس بیٹھے تو اپنے خاوند کے سامنے اس عورت کی اس طرح تعریف وتوصیف نہ کرے، گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو"۔

یعنی غائبانہ کسی عورت کے حالات اس کے حُسن وجمال، بول چال، عادت واخلاق کا غیر محرم کے سامنے بیان کرنا بھی بے پردگی میں شامل ہے۔ اسی طرح کسی عورت کی تصویر غیر محرم کو دکھانا بھی بے پردگی ہے۔

۱۰ - عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المرأۃُ الی عورۃ المرأۃُ ولایفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأ ۃ الی المرءۃ فی ثوبٍ واحد۔ (مسلم)

"ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کوئی مرد دوسرے مرد کی عورت (ناف سے لے کر گھٹنے تک) کو نہ دیکھے۔ اور کوئی عورت دوسری عورت کے اتنے حصۂ بدن کو نہ دیکھے۔ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ننگا ایک کپڑے میں نہ سوئے اور کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ننگی ایک کپڑے میں نہ

سوئے''۔

ناف سے گھٹنے تک کا بدن ایسا حصہ ہے۔جس کا میاں بیوی کے سوا کسی بھی مرد یا عورت کا آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنا، چھونا حتیٰ کہ عورت کا عورت کو بھی دیکھنا اور چھونا ناجائز اور سخت گناہ اور بے حیائی ہے۔اسی لیے ایک کپڑے میں مل کر سونے کی ممانعت کی گئی۔

۱۱- عن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الا لایبیتن رجل عندا مرۃ ثیب الا ان یکون نا کحا او ذا محرم۔

(مسلم)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! کوئی مرد کسی شادی شدہ عورت کے پاس رات نہ گزارے مگر یہ کہ اس کا خاوند ہو یا محرم ہو''۔

۱۲-عن عمر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لایخلون رجل بامرئۃ الا کان ثالثھا الشیطان۔ (ترمذی)

حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ کی نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہوتا۔مگر یہ کہ وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ جو انہیں گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے،لہٰذا بیوی کے سوا کسی عورت کے ساتھ خلوت سے پرہیز لازم ہے۔

۱۳-عن جریر بن عبداللّٰہ قال سالت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن نظرۃ الفجآءِۃِ فامرنی ان اصرف بصری۔

(مسلم)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر نامحرم پر اچانک نظر پڑ جائے تو کیا

کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نظر کو فوراً پھیر لو۔

۱۴ - عن بریدة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یاعلی لاتتبع النظرة النظرة فان لک الاولیٰ ولیست لک الاخرة۔ (ترمذی)

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! ایک نظر جو اچانک پڑ گئی ہو تو دوسری نہ ڈال کیونکہ پہلی تو معاف ہے دوسری معاف نہیں''۔

۱۵ - عن ابی امامتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال مامن مسلم ینظر الی محاسن امرءَة ثم یغض بصرہ الا احدث اللہ لہ عبادة یجد حلاوتھا۔ (احمد)

''ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: نہیں ہے کوئی مسلمان کہ اس کی نظر کسی عورت کے محاسن پر پڑے اور پھر اس نے آنکھ بند کر لی ہو۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس فعل کو ایسی عبادت میں بدل دے گا جس کی وہ اپنے اندر حلاوت محسوس کرے گا''۔

ان تینوں حدیثوں کی اہمیت زمانۂ حال میں بہت زیادہ ہے اس لئے کہ کوئی گلی کوئی سڑک کوئی بازار کوئی تقریب کوئی مجمع ایسا نہیں جہاں بے پردہ عورتیں موجود نہ ہوں بلکہ اعلیٰ درجہ کی میک اپ زیب وزینت جاذبِ نظر آرائش وزیبائش کے ساتھ دیکھنے کو ملیں گی۔

مسلمان مردوں اور عورتوں پر لازم ہے کہ ان احادیثِ مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے نہ تو عورتیں بے پردہ نکلیں اور نہ مردان کا نظارہ کریں۔

بلکہ اگر اچانک نظر پڑ بھی جائے تو فوراً نظر کو پھیر لیں یا بند کر لیں۔ قلب ونظر کی پاکی اسی میں ہے ورنہ شیطان اور اس کا لاؤلشکر تو اپنے پورے ساز وسامان کے ساتھ ہمارے خیالات وجذبات کو پراگندہ وآلودہ کرنے میں مصروف عمل ہے۔

۱۶- عن جرھد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اما علمت ان الفخذ عورۃ۔ (ترمذی)

"جرھد سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ ران عورت ہے"۔

یعنی ران کا کھلا رہنا بے پردگی اور ناجائز ہے۔

۱۷- عن محمد بن جحش قال مرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علٰی معمر و فخذاہُ مکشوفتان قال یامعمر غط فخذیک فان الفخذین عورۃ۔ (شرح السنۃ)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معمر کے پاس سے گزرے تو معمر کی دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معمر! رانوں کو ڈھکیو، کیونکہ رانیں عورۃ ((چھپانے والی)) ہیں"۔

۱۸- عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یاعلی لاتبرز فخذک ولا تنظر الی فخذحی ولا میت

(ابو داؤد)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اپنی ران نہ کھول اور نہ کسی زندہ یا مردہ کی ران کی طرف دیکھ"۔ ان تینوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ ران

عورت کی ہو یا مرد کی سَتر میں شامل ہے۔ ان کا کھلا رہنا بے پردگی اور گناہ ہے۔ جو مرد کھیلتے یا مزدوری کرتے ہیں۔ انہیں رانیں ننگی نہیں رکھنی چاہئیں یہ بے پردگی اور گناہ ہے۔

۱۹- عن المسور بن مخزمة قال حملت حجر اثقیلا فبینما انا امشی سقط عن ثوبی فلا استطع اخذه فرانی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لی خذ علیک ثوبک ولا تمش عراة۔

(مسلم)

''مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا۔ جب میں چلنے لگا تو کپڑا مجھ سے گر گیا۔ میں اسے پکڑ نہ سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو مجھ سے فرمایا اپنا کپڑا اسنبھال اور ننگے مت چلو''۔

معلوم ہوا کہ مرد کو بھی ران کسی وقت نہیں کھولنی چاہئے۔ خواہ کھیل رہا ہو یا محنت مزدوری کرر ہا ہو۔ پردہ کا ہر حال میں خیال رکھنا چاہئے۔

۲۰- عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ایاکم و التعری فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط و حین یفضی الرجل الٰی اهله فاستحیوهم و اکرموهم۔

(ترمذی)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صل صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ننگا ہونے سے بچو۔ کیونکہ تمہارے ساتھ کچھ مخلوق ایسی رہتی ہے جو تم سے الگ نہیں ہوتی۔ مگر رفع حاجت کے وقت اور جس وقت مرد اپنی عورت کے پاس ہو۔ لہٰذا اس

غیر مرئی مخلوق فرشتوں وغیرہ سے بھی پردہ کرو"۔

تنہائی میں بھی بے پردہ نہیں رہنا چاہئے۔ ناف سے گھٹنے تک کا بدن مردوں اور عورتوں میں سے کسی کو بھی تنہائی میں کبھی کھلا نہیں رکھنا چاہئے۔

۲۱۔ عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدّہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احفظ عورتک الا من زوجتک اوما ملکت یمینک قلت یارسول اللہ افرایت اذا کان الرجل خالیا قال فاللہ احق ان یستحی منہ۔ (ترمذی)

"بہز بن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی یا باندی کے سوا ہر ایک سے اپنے اعضائے ستر کو دیکھنے اور چھونے سے بچا کر رکھو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! جب آدمی تنہا ہو تو؟ آپ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے"۔

یعنی تنہائی میں اور کوئی بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے بلاضرورت بے پردگی سے بچنا لازم ہے۔

۲۲۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ کتب علی ابن ادم حظہ بن الزنا ادرک ذالک لامحالتہ فزنا العینین النظر وزنا اللسان المنطق والنفس تمنّٰی وتشتھی والفرج یصدق ذالک ویکذبہ وفی روایتہ والیدان تزنیان فزنا ھما البطش والرجلان تزنیان فزنا ھما المشی والفم یزنی فزناہ القبل والاذنان زناھما الاستماع۔ (ابوداؤد)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابنِ آدم پر زناء کا حصہ لکھ دیا۔ جسے وہ لامحالہ پائے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ زبان کا زنا بولنا ہے۔ نفس کا زنا تمنا اور خواہش کرنا ہے۔ شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور چھونا ہے اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں۔ ان کا زنا چل کر جانا ہے اور منہ زنا کرتا ہے۔ اس کا زنا بوسہ لینا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے''۔ (ابوداؤد)

چونکہ یہ سب زنا کے مقدمات ہیں اس لئے سختی کے ساتھ ان سے روکا گیا ہے لہٰذا ان سے اجتناب لازمی ہے۔

۲۳- عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل عین زانیته والمرئۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا و کذا یعنی زانیة۔ حدیث حسن صحیح، (ترمذی)

۲۴- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیبب الرجال ماظھر ریحته وخفی لونه وطیب النسآء ماظھر لونه وخفی ریحة۔ (ترمذی)

''ابوموسیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ ایسی ایسی یعنی زانیہ ہے اور ابو ہریرہ سے ایک روایت میں ہے۔ مردوں کی خوشبو کی مہک ظاہر ہوتی ہے اور رنگ مخفی اور عورتوں کی خوشبو کا رنگ ظاہر اور مہک پوشیدہ ہوتی ہے''۔ (ترمذی)

یہ بھی بظاہر پردے میں ہونے کے بے پردہ ہونے کی ایک صورت ہے کہ تیز خوشبو لگا کر لوگوں کے درمیان جانا اس سے لوگوں کی توجہ مبذول ہوتی ہے۔ اور جنسی

جذبات میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے اس کو زنا قرار دیا۔

نماز سے متعلق پردے کے مسائل

۱۔ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز پڑھو، تہبند باندھ لو اور چادر اوڑھ لو اور یہودیوں کی مشابہت نہ کرو''۔ (کامل)

یہ حکم مرد کے لیے ہے کہ چادر اور تہبند نماز کی صحت کے لیے کافی ہے۔

۲۔ ''اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کیا بغیر ازار پہنے کرتے دوپٹے میں عورت نماز پڑھ سکتی ہے؟۔ ارشاد فرمایا: جب کرتا پورا ہو کہ پُشتِ قدم کو چھپالے''۔ (ترمذی)

نماز میں عورت کے چہرے، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں کے تلوؤں کے سوا تمام بدن پوشیدہ رہنا چاہیئے۔ اس میں سے کوئی حصۂ بدن کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی۔ غیر محرم سے نماز کے بغیر بھی اتنا حصہ پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔

۳۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے''۔ (دارقطنی)

نماز میں مرد کے بدن کا اتنا حصہ پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔ اس میں سے کوئی حصہ کھلا رہے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ نماز کے بغیر اتنا حصہ کھولے رکھنا گناہ ہے۔

۴۔ لہٰذا سترِ عورت ہر حال میں فرض اور ضروری ہے خواہ نماز میں ہو یا بیرونِ نماز ہو۔ تنہا ہو یا کسی کے سامنے، بلا کسی غرضِ صحیح کے تنہائی میں بھی کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر بالا جماع فرض ہے۔ یہاں تک کہ اگر اندھیرے مکان میں نماز پڑھی اگرچہ وہاں کوئی نہ ہو اور اس کے پاس اتنا کپڑا موجود ہے کہ ستر کا کام

دے۔ اور ننگے نماز پڑھ لی۔ بالاجماع نماز نہیں ہوگی۔ اعضائے سَتر میں سے کوئی ایک پورا یا کسی عضو کا ایک چوتھائی کھلا رہ گیا تو نماز نہیں ہوگی، البتہ عورت کے لئے خلوت میں جب کہ نماز نہ پڑھ رہی ہو۔ سارا بدن چھپانا واجب نہیں بلکہ صرف ناف سے گھٹنے تک چھپانا کافی ہے۔ محارم کے سامنے پیٹ، پیٹھ اور ناف سے گھٹنے تک چھپانا ضروری ہے اور غیر محرم کے سامنے اور نماز کے لئے اگر چہ تنہا اندھیری کوٹھڑی میں ہو تمام بدن سوا پانچ اعضاء کے، منہ کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پاؤں ((کے سوا)) تمام بدن کا چھپانا فرض ہے۔ حتیٰ کہ سر کے لٹکے ہوئے بال، گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں۔ ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (درمختار)

بلکہ جوان عورت کو غیر مردوں کے سامنے منہ کھولنا منع ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

۵۔ اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر کے لئے کافی نہیں۔ اس سے نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔ (عالمگیری)

۶۔ اوڑھنی میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے، نماز نہ ہوگی۔

۷۔ باریک کپڑے کا تہبند باندھ کر نماز پڑھی کہ ران چمکتی ہے مرد ہو یا عورت نماز نہیں ہوئی۔ ایسا کپڑا پہننا علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔

۸۔ دبیز کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو۔ مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیئت معلوم ہوتی ہے ناجائز ہے۔ اس عضو کی طرف دوسروں کو نگاہ کرنا جائز نہیں۔ (ردالمحتار)

۹۔ ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا بھی منع ہے اور عورتوں کے لیے بدرجۂ اولیٰ ممانعت، بعض عورتیں جو بہت چست پاجامے یا قمیض پہنتی ہیں۔ اس مسئلہ سے سبق لیں۔ (بہارشریعت)

۱۰۔ نماز میں ستر کے لئے پاک کپڑا ہونا ضروری ہے۔ یعنی اتنا نجس نہ ہو۔

جس سے نماز نہ ہو سکے۔ تو اگر پاک کپڑے پر قدرت ہوتے ہوئے ناپاک پہن کر نماز پڑھی، ((نماز)) نہ ہوگی۔ (عالمگیری)

۱۱۔ اس کے علم میں کپڑا ناپاک ہے اور اس میں نماز پڑھی پھر معلوم ہوا کہ پاک تھا، نماز نہ ہوئی۔ (درمختار)

۱۲۔ غیر نماز میں نجس کپڑا پہنا تو حرج نہیں۔ اگرچہ پاک کپڑا موجود ہو اور جو دوسرا نہیں تو اسی کو پہننا واجب ہے۔ (ردالمحتار، درمختار)

۱۳۔ یہ اس وقت ہے کہ اس کی نجاست خشک ہو۔ چھوٹ کر بدن کو نہ لگے ورنہ پاک کپڑا ہوتے ہوئے ایسا کپڑا پہننا مطلقاً منع ہے کہ بلا وجہ بدن ناپاک کرنا ہے۔

(فتاویٰ)

۱۴۔ مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے۔ اس کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے اس میں داخل ہیں۔ (درمختار، ردالمحتار)

بعض لوگ تہبند یا پاجامہ اس طرح پہنتے ہیں کہ پیڑو ((یعنی ناف کے نیچے کا حصہ)) کا حصہ کھلا رہتا ہے۔ اگر کرتے وغیرہ سے اس طرح چھپا ہو کہ جلد کی رنگت نہ چمکے تو خیر ورنہ حرام ہے۔ اور نماز میں چوتھائی مقدار کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی۔ اور بعض بے باک ایسے ہیں کہ لوگوں کے سامنے گھٹنے بلکہ ران تک کھولے رہتے ہیں۔ یہ بھی حرام ہے اور اس کی عادت ہے تو فاسق ہیں۔ (بہار شریعت)

۱۵۔ جن اعضاء کا ستر فرض ہے ان میں چوتھائی سے کم کھل گیا، نماز ہوگئی۔ اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپا لیا جب بھی ہوگئی۔ اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا۔ اگرچہ فوراً چھپا لیا نماز جاتی رہی۔

(عالمگیری، ردالمحتار)

۱۶۔ اگر چند اعضاء میں کچھ کچھ کھلا رہا کہ ہر ایک اس عضو کی چوتھائی سے کم ہے

مگر مجموعہ ان کا کھلے اعضاء میں جو سب سے چھوٹا عضو ہے اس کی چوتھائی کے برابر یا زیادہ ہے تو نماز نہ ہوئی۔ مثلاً عورت کے کان کا نواں حصہ اور پنڈلی کا نواں حصہ کھلا رہا تو مجموعہ دونوں کا کان کی چوتھائی کے قدر ضرور ہے نماز جاتی رہی۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

۱۷۔ عورت غلیظہ یعنی قبل اور دبر اور ان کے آس پاس کی جگہ اور عورت خفیفہ کہ ان کے سوا اور اعضاء عورت ہیں۔ اس حکم میں برابر ہیں۔ غلظت وخفت باعتبار حرمتِ نظر کے ہے کہ غلیظہ کی طرف دیکھنا زیادہ حرام ہے۔ (ردالمحتار)

۱۸۔ اگر کسی کو گھٹنا کھولے ہوئے دیکھے تو نرمی کے ساتھ منع کرے۔ اگر باز نہ آئے تو اس سے جھگڑا نہ کرے۔ اور اگر ران کھولے ہوئے دیکھے تو سختی سے منع کرے۔ اگر باز نہ آئے تو مارے نہیں اور اگر عورت غلیظ (پاخانہ یا پیشاب کی جگہ) کھولے ہوئے دیکھے تو جو مارنے پر قادر ہو۔ مثلاً باپ یا حاکم وہ مارے۔ (ردالمحتار)

۱۹۔ ناف کے نیچے سے گھٹنے سمیت کا حصہ جو عورت ہے۔ اس کے نو اعضاء ہیں۔ جن کا الگ الگ حکم ہے۔ ان میں سے جس عضو کی چوتھائی کھلی رہی نماز نہیں ہوتی۔ مثلاً:

ذکر، دبر، انثیین، سرین، ران، ناف کے نیچے سے۔

۲۰۔ دبر اور انثیین کی درمیانی جگہ۔ (بہار شریعت)

۲۱۔ عورت کے لئے باستثنٰی پانچ اعضائے مذکورہ کے سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس اعضاء پر مشتمل ہے۔ ان میں سے جس ایک کی چوتھائی کھلی رہے نماز نہیں ہوگی۔ وہ تیس اعضاء یہ ہیں۔

پورا سر، سر کے لٹکے بال، دونوں کان، گردن بمعہ گلا، دونوں کندھے، دونوں بازو بمعہ کہنی، دونوں کلائیاں بمعہ گٹے، سینہ بمعہ پستانوں کے، سینے اور پستانوں کی پشت، اگر پستانیں اُبھر آئی ہوں تو دونوں مستقل عضو ہیں، پیٹ بمعہ ناف، پیٹھ سینے

کی، دونوں سرین، دونوں رانیں، فرج، دبر، پیڑو، دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت، پیٹھ پیٹ کی، دونوں تلوے۔ بعض علماء نے پُشتِ دست اور پاؤں کے تلوؤں کو عورت میں داخل نہیں کیا۔ (بہارشریعت)

۲۲۔ عورت کا چہرہ اگرچہ عورت نہیں مگر بوجہ فتنہ غیرمحرم کے سامنے کھولنا منع ہے۔ غیرمحرم کا چہرہ کی طرف نظر کرنا جائز نہیں اور چھونا تو اور بھی زیادہ منع ہے۔

(درمختار)

۲۳۔ مرد کے پاس ستر کے لئے کپڑا نہیں، ریشمی کپڑا ہے تو فرض ہے کہ اسی سے ستر کرے اور نماز پڑھے۔ بلاضرورت مرد کے لئے ریشم پہننا حرام اور اس میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

۲۴۔ برہنہ شخص ایک کپڑے میں سر سمیت لپٹ کر نماز پڑھے تو نہیں ہوگی۔ اگر سر باہر نکال کر پڑھے تو ہو جائے گی۔ (ردالمحتار)

۲۵۔ کپڑا بالکل نہیں ہے تو برہنہ ہی نماز پڑھے تو بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر پڑھے۔ رکوع سجدے کی بجائے اشارے کرے۔ (درمختار، ردالمحتار)

ایسا شخص برہنہ نماز پڑھ رہا تھا۔ کسی نے اسے عاریۃً یا ھبتہً کپڑا دے دیا، نماز جاتی رہی، پہن کر سرے سے پڑھے۔ (درمختار)

اگر کسی نے کپڑے دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے تو آخر وقت تک انتظار کرے۔ جب دیکھے کہ نماز جاتی رہے گی تو برہنہ ہی پڑھ لے۔ (ردالمحتار)

اگر دوسرے کے پاس کپڑا ہے اور غالب گمان ہے کہ مانگے سے دے دے گا تو مانگنا واجب ہے۔ (ردالمحتار)

اگر کپڑا قیمتاً ملتا ہو اور اس کے پاس دام ہیں اور مناسب قیمت پر مل رہا ہے تو خریدنا واجب ہے۔ (ردالمحتار) اگر اُدھار مل رہا ہو تب بھی لے لینا چاہئے۔

اس کے پاس کپڑا تو ہے مگر سارا نجس ہے۔ پاک کرنے کی سبیل نہیں تو برہنہ ہی پڑھ لے۔ اگر ایک چوتھائی پاک ہے تو واجب ہے کہ اسے پہن کر پڑھے۔

اگر پورے ستر کے لئے کپڑا نہیں ہے۔ اتنا ہے کہ کچھ حصے کا ستر ہو سکتا ہے تو عورتِ غلیظہ یعنی قبل اور دبر کا پردہ کر کے نماز پڑھے۔ اگر ایک کو ہی چھپا سکتا ہے تو ایک کو ہی چھپا کر پڑھے۔ (درمختار)

جس نے ایسی مجبوری میں برہنہ نماز پڑھی نماز کے بعد کپڑا مل گیا تو اب اعادہ نہیں ہے، نماز ہوگئی۔ (ردالمحتار)

اگر ستر کا کپڑا یا اس کے پاک کرنے کی کوئی چیز پانی وغیرہ کا نہ ملنا بندوں کی طرف سے ہو تو نماز پڑھ لے۔ پھر اعادہ کرلے۔ (درمختار)

بحکمِ حدیث مکروہ ہے کہ مرد صرف پاجامہ پہن کر نماز پڑھے اور چادر نہ اوڑھے۔ (ابوداؤد)

صحیحین میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں کوئی ایک کپڑا پہن کر اس طرح ہرگز نماز نہ پڑھے کہ مونڈھوں پر کچھ نہ ہو''۔

اگر صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنی پڑے اور کپڑا اتنا بڑا ہو کہ چادر اور تہبند دونوں کا کام دے تو ادھر کا کنارہ ادھر اور ادھر کا ادھر کرلے یعنی کندھوں پر لٹکا کر نہ پڑھے۔ یہ سدل ہے۔

۲۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نماز میں تکبر سے تہبند لٹکائے (ٹخنوں سے نیچے) سے اللہ کی رحمت حل میں ہے نہ حرم میں''۔

۲۷۔ رومال یا چادر وغیرہ مونڈھوں پر لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اِدھر کا کنارہ اُدھر کرلینا چاہئے۔ (درمختار)

۲۸۔ نماز میں کلائیوں کا آدھی یا آدھے سے زیادہ کھلا رہنا مکروہ ہے۔ (درمختار)

یہ مرد کے لئے ہے۔ عورت کی کلائی کھلی رہے تو نماز نہیں ہو گی۔

۲۹۔ کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہوں۔ مکروہ ہے۔

۳۰۔ اعتجار یعنی سر پر پگڑی اس طرح باندھنا کہ سر درمیان میں کھلا رہے۔ مکروہِ تحریمی ہے۔ اور ٹوپی کے بغیر عمامہ مکروہ ہے۔ (درمختار، عالمگیری) نماز میں ناک اور منہ چھپانا مکروہ ہے۔

۳۱۔ جس کپڑے پر جان دار کی تصویر ہو، اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے نماز کے بغیر بھی مکروہ ہے۔ ایسے کپڑے کے اوپر دوسرا کپڑا پہن لیا کہ تصویر چھپ گئی تو مکروہ نہیں۔

۳۲۔ اُلٹا کپڑا پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ انگرکھے یا اچکن کے بٹن بند نہیں کئے۔ نیچے کرتہ بھی نہیں کہ سینہ کھلا رہا تو مکروہِ تحریمی ہے۔ اگر نیچے کرتہ ہے جس سے سینہ بند ہے تو مکروہِ تنزیہی ہے۔

۳۳۔ سستی، غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر بہ نیتِ خشوع و خضوع ہو تو مستحب ہے۔ (درمختار)

۳۴۔ اسبال مکروہ ہے یعنی کرتہ یا تہبند کا اتنا لمبا ہونا کہ ٹخنے ڈھکے رہیں۔ (مرد کے لیے) بانہیں اتنی لمبی ہوں کہ انگلیاں ڈھکی رہیں۔ عمامہ کا شملہ اتنا لمبا کہ بیٹھنے میں دبے مکروہ ہے۔ (طبرانی)

۳۵۔ قالین اور گدے پر نماز پڑھنے میں حرج نہیں جبکہ اتنے نرم اور موٹے نہ ہوں کہ سجدے میں پیشانی نہ ٹھہرے ورنہ نماز نہیں ہو گی۔ (غنیۃ)

مختصر مگر ضروری تجزیہ

پردے کے مسائل چار قسم کے ہیں:

(۱) مرد کا مرد کو دیکھنا۔ (۲) عورت کا عورت کو دیکھنا۔ (۳) عورت کا مرد کو دیکھنا۔ (۴) مرد کا عورت کو دیکھنا۔

مرد دوسرے مرد کے ہر حصہ بدن کی طرف نظر کر سکتا ہے سوائے ناف تا گھٹنا کسی کے اس حصہ کو دیکھنا یا اپنا دکھانا حرام ہے۔ چھوٹے بچے کے کسی حصہ کا چھپانا فرض نہیں۔ جب کچھ بڑا ہو جائے تو اس کے آگے پیچھے کا مقام چھپانا ضروری ہے۔ دس برس کی عمر ہو جائے تو اس کے لئے بالغ کا حکم ہے۔ اگر خوبصورت ہو تو شہوت کے ساتھ اس کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔

عورت کا عورت کو دیکھنے کا بھی وہی حکم ہے جو مرد کا مرد کی طرف دیکھنے کا ہے یعنی ناف سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی۔ باقی اعضاء کی طرف نظر کر سکتی ہے۔ بدکار عورت سے پردہ کرے۔ اسی طرح کافرہ عورت سے کیونکہ اندیشہ ہے کہ یہ اسے دیکھ کر غیر مردوں کے سامنے بیان کرے گی۔ مسلمان دائی دستیاب ہو تو کافرہ دائی سے بچہ نہیں جنوانا چاہئے۔

عورت کا اجنبی مرد کی طرف نظر کرنے کا وہی حکم ہے جو مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے۔ اور یہ اس وقت ہے کہ عورت کو یقین ہو کہ نظر کرنے سے شہوت نہیں ہوگی۔ اگر شہوت پیدا کرنے کا اندیشہ (شبہ) بھی ہو ہرگز نظر نہ کرے۔ (عالمگیری)

عورت اجنبی مرد کو ہرگز نہ چھوئے۔ اگرچہ شہوت پیدا ہونے کا شبہ بھی نہ ہو، لہٰذا کسی عورت کا اجنبی مرد کے پاؤں دبانا چاہے وہ پیر یا استاد ہی کیوں نہ ہو، ناجائز ہے۔ دونوں گنہگار ہوں گے۔ عورت کو بیعت بھی ہاتھ پکڑ کر نہیں، کپڑا پکڑ کر کرے۔ مرد کا عورت کو دیکھنا اس کی تین صورتیں ہیں۔

☆ ...... مرد کا اپنی بیوی کو دیکھنا۔

☆ ...... مرد کا اپنی محارم عورتوں کو دیکھنا۔

☆ ...... مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا۔

خاوند اپنی بیوی کے ہر حصہ بدن کو دیکھ سکتا ہے شہوت کے ساتھ اور بغیر شہوت بھی، اور چھو بھی سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی کا خاوند کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔

مرد اپنی محارم عورتوں کے سر، سینہ، پنڈلی، بازو، کلائی، گردن، ہاتھ، پاؤں کی طرف نظر کر سکتا ہے۔ جب کہ دونوں میں سے کسی کی شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ محارم کے پیٹ، پیٹھ اور ناف سے گھٹنے تک نظر کرنا ناجائز ہے۔ (عالمگیری)

محارم سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے۔ یہ حرمت نسب سے ہو یا سبب سے مثلاً رضاعت یا مصاہرت سے۔

محارم کے جن اعضاء کی طرف نظر کر سکتا ہے انہیں چھو بھی سکتا ہے جبکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ بیٹا ماں کے پاؤں دبا سکتا ہے، انہیں چھو بھی سکتا ہے مگر ران بغیر حائل کپڑا نہیں۔

حدیث پاک میں ہے جس نے اپنی ماں کے پاؤں چومے اس نے جنت کی چوکھٹ کو چوما۔ (درمختار)

اجنبی عورت کے چہرے اور ہتھیلی کو دیکھنا جائز ہے مگر چھونا جائز نہیں، فتنہ کا اندیشہ ہو تو دیکھنا بھی جائز نہیں۔

اجنبی عورت کسی کے یہاں کام کاج کرنے پر ملازم ہے۔ اس صورت میں اس کی کلائی کی طرف نظر جائز ہے۔ دانتوں کی طرف بھی۔ (عالمگیری)

جس عورت کو طلاقِ بائن دے دی ہو اس کے ساتھ تنہا مکان میں رہنا جائز نہیں۔ ان کے درمیان کسی ایسی بوڑھی عورت کا ہونا ضروری ہے جو ان کو جماع سے روکنے پر قادر ہو۔ (درمختار)

پردہ

مؤلف

مولانا محمد صالح نقشبندی

ے
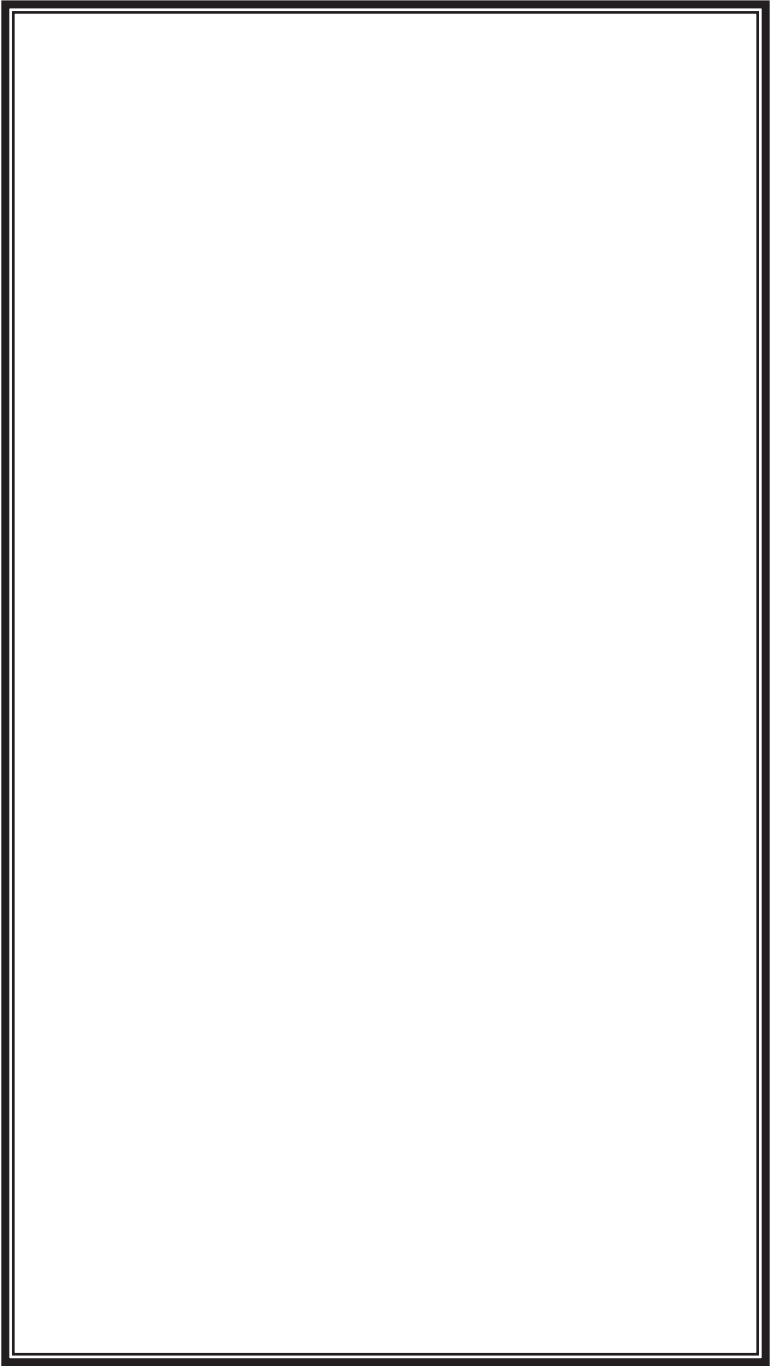
بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عرضِ ناشر

الحمد اللہ! اللہ رب العزت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے جس نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں راہِ ہدایت دکھائی اور پھر اس راہِ حق کی اشاعت میں قدم اُٹھانے کی توفیق بخشی۔

آپ کے زیرِ ملاحظہ کتاب ادارہ ہذا کی تیسری پیش کش ہے۔ پہلی مرتبہ اس قابلِ صد افتخار تحقیقی اور تخلیقی کاوش کو مصنف مرحوم و مغفور نے ۱۹۳۰ء میں اپنی زیر نگرانی متحدہ ہندوستان میں چھپوایا تھا۔ یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اس کے بعد آج تک نہ یہ کتاب دوبارہ اشاعت پذیر ہوئی اور نہ ہی قوم اس قدر اہم کتاب سے استفادہ کر سکی۔ اب زمانے کی بے راہ روی اور اسلامی قدروں کی پامالی کو دکھ کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے اور اس کتاب کی اشاعت کو اشد ضروری اور وقت کا اہم تقاضا تصور کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کو مخلصانہ طور پر شائع کرتے وقت بارگاہِ ایزدی میں عاجزانہ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان بہن بھائیوں کو اس کے مطالعہ سے صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب ہذا کے مصنف، ناشرین اور معاونین کی سعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو ہر قدم پر ہماری رہنمائی کرتا ہے، اسلام صرف چند عبادات، عقائد اور دعاؤں کا نام نہیں بلکہ یہ زندگی کا ایک مکمل سانچہ

ہمارے سامنے پیش کرتا ہے، جس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال کر ہی ہم فلاح ونجات کے مستحق ہوسکتے ہیں۔ اسلام ایک مسلمان کی زندگی کو ہر پہلو سے محیط ہے۔ جب تک مسلمان ان حدود وقیود کو خلوصِ دل سے قبول کرتا ہے اسی وقت تک وہ مسلمان ہے اور جب کوئی شخص ان شرعی حدود وقیود کو توڑے، اسلام کے عمل دخل کو اپنی زندگی کے چند پہلوؤں تک محدود کرنے اور اسلام کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے من مانے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوکر اپنی تباہی وہلاکت کو دعوت دیتا ہے۔

کتاب ''پردہ'' آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں پردہ کی اسلامی زاویۂ نگاہ سے حقیقت اور اہمیت واضح کی گئی ہے۔ مسلمان عورت کے لئے پردہ کے احکام، عزت وعصمت کی حفاظت کے جامع اور بنیادی اصول، مرد اور عورت کے میل جول اور نظر ونگاہ کی حدود کو قرآن وسنت کی روشنی اور اسلامی علوم کے ماہرین کے ارشادات کے حوالے سے واضح کیا گیا ہے۔

کتاب کی اس اشاعت سے متعلق چند ضروری گذارشات پیشِ خدمت ہیں چونکہ کتاب کی اشاعتِ اوّل قیامِ پاکستان سے پہلے ہوئی تھی، لہٰذا جہاں کہیں ہندوستان کا نام آیا ہے۔ ان مقامات میں سے جہاں ضروری خیال کیا گیا ہے۔ قوسین کے اندر ''پاک وہند'' کا اضافہ کردیا گیا ہے تاکہ موجودہ قاری کسی اُلجھن کا شکار نہ ہو۔

جس مقام پر کسی تشریح یا وضاحت کی ضرورت خیال کی گئی اس کی تشریح یا وضاحت حاشیہ میں درج کردی گئی ہے۔

جہاں کہیں عربی عبارت بغیر ترجمہ تھی وہاں اس کے ساتھ ترجمے کا اضافہ کردیا گیا ہے۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ کسی چیز کو دیکھ کر انسان اس کے خالق کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ قاری کی اس طبعی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مصنف مرحوم کی شخصیت کا مکمل اور شایانِ شان تعارف شاملِ کتاب کرنے کا فیصلہ کیا گیا لیکن یہ مقامِ حیرت ہے کہ کسی مشہور تذکرہ نگار کی تصنیف سے بھی مصنف کے جامع اور مستند حالات میسر نہ آسکے۔ اس اُلجھن کو سلجھانے کے سلسلہ میں ہمارے مخلص دوست اور کرم فرما جناب پروفیسر آفتاب احمد نقوی صاحب ہمارے مخلصانہ شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے مولانا مرحوم کی تصانیف جو مہیا ہو سکیں ان کی ورق گردانی کر کے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ جو کچھ ہو سکا ''ابتدائیہ'' کے عنوان کے تحت پیش کر دیا ہے۔

آخر میں مولانا مرحوم کے دوستوں، عقیدت مندوں اور تعلق داروں سے التماس ہے کہ مولانا موصوف کے متعلق مستند حالات وواقعات سے ادارہ ہذا کو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں مصنف علیہ الرحمۃ کی سوانح وتعارف ان کی شایانِ شان شامل کتاب کیا جاسکے۔ (ادارہ)

ے

ابتدائیہ

(پروفیسر آفتاب احمد نقوی)

خالقِ کائنات نے انسان کی تخلیق کے لئے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ فرمایا تو یقیناً اس کا کچھ مقصد و مدعا تھا وگرنہ اس نے کائنات کی ہر چیز کو تخلیق کیا لیکن اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ نہیں کہا۔ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کی شرح و تفسیر کرتے ہوئے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہی ہے کہ انسان کو فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ سے اس لیے یاد کیا گیا کہ اسے خلیفۃُ الارض یعنی نائبِ خدا کی حیثیت میں احکامِ خداوندی کو دُنیا میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر نافذ کر کے اپنی عبودیت کا ثبوت بہم پہنچانا تھا، چنانچہ اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اور ایک ایسے انسان کی تشکیل کے لئے جو اُن جملہ ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہو سکے خالقِ کائنات نے انبیائے کرام کا ایک طویل سلسلہ دُنیا میں مبعوث فرمایا، جس نے انسان کو اس کے اعلیٰ و ارفع منصب سے روشناس کرایا اور اسے ایک ایسا ضابطۂ حیات دیا جسے دینِ برحق کا نام دیا گیا۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامِ (بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے) اور یہی وہ مکمل دین ہے جس کی تکمیل کے مختلف مراحل حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آقائے نامدار محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوتے ہیں اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

وَرَضِیتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لئے اسلام کو) کا ارشاد خداوندی سامنے آتا ہے۔

چنانچہ یہی وہ مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے خواہ اس کا تعلق اخلاق سے ہو یا عبادات سے، معاشرت سے ہو یا معیشت سے، سیاست سے ہو یا عمرانیات سے، تہذیب سے ہو یا تمدن سے، الغرض ہر شعبہ کے متعلق مکمل راہنمائی عطا کرتا ہے۔

اسی ضابطہ و دستور کے مطابق بقائے نسلِ انسانی کے اہم مسئلے کو بھی خداوندِ قدوس نے کچھ اِس طرح حل کیا کہ آج تک انسانی عقل اس منفرد طریقِ کار پر بحث اور غور وخوض کرنے کے باوجود اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اس انوکھے اور نرالے طریقِ کار کے علاوہ اور کوئی بھی عائلی نظام اس قدر مستحکم اور دیرپا ثابت نہیں ہوسکتا تھا۔

خدائے لم یزل نے نسلِ انسانی کی تخلیق کے لئے مرد اور عورت کو پیدا کیا اور سرورِ کونین ہادیٔ برحق محسنِ انسانیت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ (کنوز الحقائق لامام المناوی) (نکاح کرنا میری سنت ہے) کا فرمان جاری کر کے اُن تمام مضر اثرات کا قلع قمع کر دیا جو عورت اور مرد کے جوڑے سے ناجائز طور پر سامنے آسکتے تھے۔

چنانچہ اسلام جو کہ دینِ فطرت ہے نے معاشرے کو ہر غلط اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے پردہ ضروری قرار دیا جس پر عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیھم اجمعین سے لے کر بعد تک سختی سے عمل ہوتا رہا، لیکن مختلف لادینی نظریات اور مغربوی ثقافتی یلغار کے زیر اثر جب پردہ کو غیر ضروری قرار دیا جانے لگا اور اس کے لئے طرح طرح کے بہانے ڈھونڈے

جانے لگے تو علمائے حق نے ہمیشہ کی طرح اُس کا بھرپور انداز میں رد کیا، جس کی ایک مثال حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ہے، جس میں اُنہوں نے عقلی اور شرعی دلائل کی روشنی میں قرآن وحدیث اور فقہ سے پردہ کی شرعی حیثیت کو واضح کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۰ء میں شائع ہو کر دردمندانِ □ ملتِ اسلامیہ ہند کی جانب سے بے پناہ خراجِ عقیدت وصول کر چکی ہے اور اب ایک عرصے سے نایاب تھی کہ دوبارہ شائع کرنے کا اعزاز صحیح خطوط پر اسلام کی خدمت کرنے والے اشاعتی اداروں مکتبہ مہریہ رضویہ اور اسلامی کتب خانہ کو حاصل ہو رہا ہے کتاب کیا ہے؟ تحقیق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس میں مصنف نے نہایت ہی خوبصورت اسلوب میں ایک دردمندِ ملت کی حیثیت سے قوم کو جس راہ پر چل نکلی ہے سے واضح کیا ہے کہ صراط مستقیم نہیں ہے۔

مولانا محمد صالح حنفی نقشبندی مجددی ایک کثیر التصانیف مصنّف تھے، جس طرح ان کی یہ کتاب ایک عرصے سے نایاب تھی اسی طرح ان کی دوسری کتابیں بھی نایاب ہو چکی ہیں اور ''مکتبہ مہریہ رضویہ'' اور ''اسلامی کتب خانہ'' جیسے اداروں کو دیکھ رہی ہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا دُکھ کی بات ہو سکتی ہے کہ اس عظیم اسلامی مفکر کے حالاتِ زندگی تک کسی تذکرے میں محفوظ نہیں ہو سکے۔ مجھے مولانا کی تصانیف، محترمی حافظ محمد اشرف مجددی صاحب اور مولانا کے پوتے محترمی محمد بلال صاحب سے جو حالات معلوم ہو سکے کو پیش کر رہا ہوں، اگر کسی صاحب کو اور حالات معلوم ہوں تو مطلع فرمائیں تاکہ میں اُنہیں اپنی زیرِ ترتیب کتاب ''تجلیاتِ سیالکوٹ'' میں پورے طور پر شامل کر سکوں۔

ابتدائی حالات

حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی کنیت ابوالبشیر تھی،

اپنے عہد کے ممتاز عالم دین اور صاحبِ کردار صوفی حضرت مولانا مولوی مست (۱) علی حنفی نقشبندی مجددی قادری چشتی کے گھر قریباً ۷۰۔۱۸۶۹ء میں موضع متیرانوالی ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، آپ ابھی تین سال کے تھے کہ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ اس طرح آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کی والدہ ماجدہ کے کندھوں پر آن پڑیں، لیکن اس نیک سیرت اور بلند ہمت ہستی نے اس بارِ گراں کو نہایت ہی خندہ پیشانی سے قبول فرمایا، اپنے ہونہار فرزند کی کچھ اس منفرد انداز میں تربیت فرمائی کہ حقِ پرورش و تربیت ادا کر دیا اور یہ والدۂ محترمہ کی اسی تربیت کا اعجاز تھا کہ آپ نے اپنی تمام عمر دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر دی۔

مولانا کی عمر ابھی پانچ سال ہی تھی کہ آپ نے اپنے تایا جان مولوی امیر علی صاحب سے قرآنِ پاک ناظرہ پڑھ لیا۔ دنیوی تعلیم کے حصول کے لئے آپ کو مقامی پرائمری سکول میں داخل کرا دیا گیا جہاں انہوں نے پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔

بیعتِ مسنونہ

مولانا محمد صالح ابھی دس برس کے تھے کہ اپنے تایا جان حضرت مولانا مولوی امیر علی کے ہمراہ موضع جوڑہ ضلع گوجرانوالہ میں تشریف لے گئے، وہاں قطبِ زماں غوثِ وقت حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ (۲) کی زیارت سے

(۱) حضرت مولانا مولوی مست علی رحمۃ اللہ علیہ مذہباً حنفی اور مسلکاً نقشبندی مجددی قادری چشتی سیالکوٹ کے معروف عالم دین اور صاحب نظر بزرگ تھے، جن سے علاقہ بھر کے ہزاروں فرزندان توحید نے دینی تعلیم اور روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ یہ آپ کے اخلاقِ عالیہ ہی کا کمال ہے کہ آپ کے نورِ فیض سے بہت سے لوگ راہِ راست پر آ گئے۔

(۲) حضرت بابا فقیر محمد چوراہی قبلۂ عالم خواجہ نور محمد چوراہی کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ چورہ شریف ضلع کیمبل پور میں پیدا ہوئے۔ مروجہ تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ باپ کی رحلت کے بعد مسند (باقی حاشیہ اگلے صفحہ

پر)

مشرف ہوئے۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں بیعتِ مسنونہ کی درخواست کی گئی جسے آپ نے بصد خلوص و محبت قبول فرمالیا اور آپ کی روحانی تربیت کے لئے اپنے خلیفہ اکبر حضرت مولانا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ بن خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ ساکن باؤلی شریف ضلع گجرات کا انتخاب کیا، جو حسنِ اتفاق سے بیعت کے وقت وہاں موجود تھے۔ حضرت مولانا غلام محی الدین نے اپنے مرشدِ کامل کے حکم اور ہدایات کی روشنی میں مولانا کو روحانی تعلیم سے فیض یاب فرمایا اور یہ انہی کی تربیت کا اثر تھا کہ مولانا نے گو بعد میں انگریزی تعلیم بھی حاصل کی، لیکن زمانے کے رواج کے مطابق اس کا کوئی بھی بُرا اثر قبول نہ کیا۔ بلکہ مولانا کے ہاں بتدریج عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بڑھتا ہی گیا جس کا سب سے بڑا ثبوت مولانا کی زندۂ جاوید تصانیف ہیں جو آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

قیامِ لاہور

مولانا محمد صالح مرحوم ۱۸۹۶ء سے لاہور میں تشریف لے گئے، ایک روایت کے مطابق میٹرک تک تعلیم بھی پائی اور یہیں محکمہ ریل میں ملازمت اختیار کرلی۔ اس طرح فکرِ معاش سے فراغت ملی تو دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے مختلف علمائے کرام سے عربی و فارسی کی کتبِ متداولہ کا مطالعہ کیا، جس سے اسلامی علوم، فقہ، تفسیر اور حدیث

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) خلافت پر متمکن ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک سلسلہ نقشبندیہ قادریہ کی تبلیغ واشاعت میں مصروف رہے۔ پنجاب کے طول و عرض میں آپ کے عقیدت مندوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ آپکے حلقۂ ارادت میں امیر ملت محدث علی پوری، حضرت ثانی لاثانی علی پوری، بابا محمد خان عالم باؤلی شریف اور حافظ عبدالکریم عید گاہ راولپنڈی رحمھم اللہ جیسے اولیاء وصوفیہ شامل تھے۔ آپ صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ مشہور نعتیہ قصیدہ، قصیدۂ بردہ شریف کے اشعار آپ کی زبانِ مبارک سے اکثر سُنے گئے۔ دنیاوی جاہ وجلال سے سخت نفرت تھی۔ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ کو اس دارِ فانی سے آپ نے کوچ فرمایا۔ آج بھی آپ کے مزارِ پُرانوار سے لاکھوں فرزندانِ توحید راہِ حق

وہدایت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

وغیرہ سے شناسائی حاصل ہوگئی۔ لاہور میں قیام کے دوران مولانا نے بعض مسائل کی تشریح وتوضیح کے سلسلے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے متعلق علمائے کرام اور مشائخ عظام سے ملاقاتیں فرمائیں اور جب علمِ دین کے سلسلے میں مکمل اطمینانِ قلب نصیب ہوا تو قلم اور کاغذ کے رشتے سے اپنا تعلق مستقل طور پر جوڑ لیا اور اپنی عمر کے آخری لمحات تک تصنیف وتالیف میں مصروف رہے۔

شخصیت

مولانا محمد صالح ایک دل آویز شخصیت کے مالک تھے، جن لوگوں سے اُن کا تعارف رہا وہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا کے چہرے سے ہی یہ بات واضح طور پر عیاں ہوتی تھی کہ وہ ایک عظیم انسان ہیں۔ مولانا کے اپنے معاصرین جن میں حضرت مولانا سیّد ابوالبرکات، پیر غلام دستگیر نامی، مولانا محمد نذیر عرشی (۳) اور بہت سے نامور علمائے کرام شامل ہیں سے خصوصی تعلقات تھے۔

مولانا کے نورانی چہرے اور لباس کے متعلق حکیمِ اہلِ سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بیان فرماتے ہیں: کہ مولانا کے چہرے کا رنگ گندمی تھا اور ریش مبارک سفید تھی۔ اکثر سفید لباس اور سفید پگڑی استعمال کیا کرتے۔ مولانا کے چہرے سے ایک نورانی قسم کی متانت اور سنجیدگی مترشح تھی۔

گو مولانا محمد صالح مذہباً حنفی اور مسلکاً نقشبندی مجددی قادری چشتی بزرگ تھے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے والہانہ محبت رکھتے تھے لیکن وہ اپنے عہد کے دوسرے علمائے کرام کے علمی مقام اور مذہبی خدمات کے بھی معترف تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرنے کے لئے مخالف علمائے کرام کی رائے پیش کرنے سے بھی اجتناب نہیں فرمایا۔ یہ مولانا

(۳) شارحِ مثنوی شریف مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

کی وسیع المشربی کی ایک عمدہ دلیل ہے۔

مولانا کس عظیم شخصیت کے مالک تھے اور وہ علم دین کے کس قدر دلدادہ تھے اس کا ثبوت ہمیں اس حقیقت سے بطریقِ احسن ملتا ہے کہ اُنہوں نے لاہور میں ملازمت کرتے ہوئے دین کی تعلیم مکمل کی اور اپنی آمدنی کو مکمل طور پر دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ اُن کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کا بھی واضح احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک زرِ کثیر دینی کتب کے حصول کے لئے خرچ کیا اور اپنے لئے ایک بہت بڑا ادارالمطالعہ قائم کیا۔

مولانا کی شخصیت میں ایک چیز بہر حال نمایاں ہے کہ اُنہیں اپنے والدِ ماجد سے بے پناہ محبت تھی۔ اس حقیقت کا اظہار نماز حنفی مدلل کے دیباچہ میں لکھے گئے مرثیہ سے بخوبی ہوتا ہے جس سے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

کیا لکھیں ان کے ہم محاسن کو — کیا لکھیں چھوٹا منہ بڑی ہے بات

تھے وہ شیریں کلام وخندہ دہن — بات تھی ان کی مثل قند ونبات

ہر کسی سے بہ خندہ پیشانی — مسکرا کر وہ کرتے تھے ہر بات

کاشفِ معنی فروع واُصول — واقفِ کلیات وجزئیات

تھے وہ علامۂ جمیع علوم — تھے وہ فہامۂ جمیع نکات

اوجِ چرخ معانی والفاظ — موج بحرِ لغات ومصطلحات

نکتہ داں ضمائر واعلام! — رمز فہم معارف ونکرات

صدرِ ایوانِ منصبِ تدریس — شانِ ذیشان ملک معقولات

بدر رخشانِ آسمان علوم — مہر تاباں اوج منقولات

تھے کمالِ جمال کے مصباح — تھے جمال کمال کے مشکات

یوں تو مولانا کی تمام عمر دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت سے عبارت ہے، لیکن ایک مخلص اور خادمِ قوم ہونے کی حیثیت میں انہیں دینی مدرسوں کے نوجوان طالب علموں سے بے پناہ محبت تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہی وہ افراد ہیں جنہوں نے آگے چل کر دینِ مصطفی کو نظامِ مصطفی کی حیثیت میں نافذ کرنا ہے۔ چنانچہ شیخ الجامعۃ الحنفیہ حضرت مولانا حافظ محمد عالم صاحب اپنے زمانۂ طالب علمی جب کہ وہ ''حزب الاحناف لاہور'' میں زیر تعلیم تھے، آپ کے متعلق فرماتے ہیں: کہ مولانا محمد صالح اکثر حزب الاحناف آیا کرتے اور اپنے ساتھ طلباء کو لے جاتے، ان کی مالی مشکلات میں امداد فرماتے اور انہیں پُر تکلف کھانے سے نوازتے۔

وفات

مولانا نے تقریباً نوے سال تک عالمِ فانی میں زندگی گزار کر اگست ۱۹۵۹ء میں لاہور ہی میں داعیِ اجل کو لبیک کہا، چونکہ آپ کی وفات کے وقت آپ کے فرزند ارجمند میاں محمد بشیر احمد ایم اے بعارضۂ دل ہسپتال میں زیر علاج تھے اور مناسب نہ خیال کیا گیا کہ آپ کی وفات کی خبر شدید بیمار بیٹے تک پہنچائی جائے، اس لئے مولانا مرحوم کو امانتاً لاہور میں دفن کر دیا گیا، جبکہ ۱۹٦۱ء میں مولانا کی وصیت کے مطابق اُنہیں جامع مسجد میتر انوالی ضلع سیالکوٹ کے احاطہ میں دفن کیا گیا اور آج بھی اُن کی پُرنور قبر اہلِ ایمان کے لئے مرکزِ علم ویقین بنی ہوئی ہے۔

اولاد

مولانا کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے میاں محمد بشیر احمد تھے انہوں نے ایم اے تک تعلیم حاصل کی اور مرکزی حکومت کے محکمہ حسابات میں ملازمت اختیار کی

اور یہیں سر براہِ محکمہ کی حیثیت میں ریٹائر ہوئے۔

تصانیف

(۱) پردہ

اس کتاب میں پردے کی حقیقت پر نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسلامی پردہ کے سلسلہ میں کئے جانے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے گئے ہیں۔

(۲) فقہ نعمانی ترجمہ اُردو خلاصہ کیدانی

اس میں خلاصہ کیدانی کا آسان اردو ترجمہ ہے اور مشکل مقامات کی حواشی میں تشریح کر دی گئی ہے۔ نیز مسئلہ رفع سبابہ کی تحقیق اور دیگر ضروری مسائل کا بھی اضافہ کیا ہے۔

(۳) فضائلِ رسول اللہ، حصہ اوّل ندائے یارسول اللہ

اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اوّل میں یارسول اللہ کہنے کی تحقیق ہے۔ حصہ دوم: زیارتِ قبور اور زیارتِ روضۂ مقدسہ کی شرعی حیثیت۔ یہ حصہ علامہ ابنِ تیمیہ کی کتاب زیارتِ قبور کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے۔ حصہ سوم: حیاتِ انبیاء اولیاء پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حصہ چہارم: اس حصہ میں مسئلہ استمداد اور توسل کا مدلل بیان ہے۔

(۴) علمِ غیب

اس کتاب میں انبیاء و اولیاء کے علمِ غیب پر قرآن وحدیث اور روایاتِ صحیحہ

سے بحث کی گئی ہے۔

(۵) منہاج القبول فی آداب الرسول

اس کتاب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ، تابعین، مجتہدین اور اولیاء کرام حضور صلی اللہ علیہ و سلم کا ادب واحترام اور تعظیم وتکریم کس طرح اور کس حد تک کرتے تھے۔

(۶) نمازِ حنفی مدلل

اس کتاب میں نماز کے ہر مسئلہ کو قرآنِ پاک، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین وتبع تابعین سے واضح کیا گیا ہے اور ہر روایت کا حوالہ بھی دیا ہے۔

مقدمہ

پہلا باب: علم کا بیان، دوسرا باب: عقائد کا بیان (فقہ اکبر) تیسرا باب: تدوینِ فقہ، چوتھا باب: تقلید کا بیان، پانچواں باب: حالاتِ امامِ اعظم۔

(۷) التوحید

اسلام کے بنیادی مسئلہ توحید کو بڑی خوبی اور عمدگی سے قلمبند کیا ہے اور ساتھ ہی اسمائے ربانی کی تشریح کی گئی ہے۔

(۸) الرسالت

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے نورِ مبارک کو علمی اور عقلی دلائل کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے۔

(۹) مسائل العیدین

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے متعلق فقہی مسائل پر احادیثِ نبویہ کی روشنی میں بحث

کی گئی ہے۔

(۱۰) قیامِ امام مہدی (حصہ اوّل (۴) و دوم (۱)

اس کتاب میں قیامت، علاماتِ قیامت، نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور ظہورِ امامِ مہدی رضی اللہ عنہ کا مدلل بیان لکھا گیا ہے۔

(۱۱) عامل بنانے والی کتاب (جلد اول)

حصہ اوّل تنقید عملیات اور تاریخ عملیات۔ حصہ دوم: قرآنی عملیات۔ حصہ سوئم: حدیثی عملیات۔ حصہ چہارم: عملیات اسمِ اعظم۔ حصہ پنجم: مشائخی عملیات۔

(۱۲) خطبات الحنفیہ

اس عظیم کتاب میں سال بھر کے لئے عربی خطباتِ جمعہ لکھے گئے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، تابعین، تبعِ تابعین یا بزرگانِ دین پڑھا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ہر خطبے کے ساتھ ہر جمعہ کے لئے مستند وعظ اردو میں تحریر فرمایا ہے۔

(۱۳) تحفہ الاحباب فی مسئلۃ ایصال ثواب

اس میں ایصال ثواب کے متعلق اسلامی جماعتوں کے اختلاف، اس مسئلہ کی صحت کے قرآن و حدیث سے دلائل، ضروری استفسارات کے جواب اور ایصالِ ثواب کے مروّجہ و متوراث طریقوں کا بیان شرح و بسط سے درج ہے۔

(۱۴) جنگِ بلقان

اس کتاب میں جنگِ بلقان کے حالات وواقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱۵) نمازِ مترجم

آسان اُردو زبان میں نماز کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور ضروری مسائل بھی واضح فرمائے ہیں۔

(۴) یہ حصہ معلوم نہیں کس کی تصنیف ہے۔

(۱۶) سوانح عمری رسول مقبول

اس میں سرورِ کونین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی اور سیرت و کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱۷) سلسلہ اسلام (دس حصے)

پہلا حصہ: پانی کے مسائل۔ دوسرا حصہ: نجاستوں کے مسائل۔ تیسرا حصہ: غسل کے مسائل۔ چوتھا حصہ: احکامِ وضو کی تشریح۔ پانچواں حصہ: تیمم کے مسائل۔ چھٹا حصہ: مسجد کے احکام۔ ساتواں حصہ: اذان کے مسائل۔ آٹھواں حصہ، نواں حصہ اور دسواں حصہ: ان میں نماز کے احکام و مسائل مفصل طور پر لکھے گئے ہیں۔

(۱۸) انوار اللمعہ فی اسرار الجمعہ

اس کتاب میں نمازِ جمعہ کے فضائل اور احکام و مسائل پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱۹) احتیاط الظہر

اس میں احتیاط الظہر کے تمام اختلافات مدلل ذکر کر کے حق مذہب کو شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔

(۲۰) آدابِ سلام

اس کتاب میں سلام کرنے کا اسلامی طریقہ اور مصافحہ و معانقہ کرنے کے صحیح طریقے احادیث و فقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔

(۲۱) شبِ برات

اس میں شب برات کے احکام ومسائل نہایت ہی شرح وبسط کے ساتھ سپردِ قلم کیے ہیں۔

(۲۲) مناجات

اس کتاب میں عربی، فارسی، اُردو، پنجابی زبان میں لکھی گئی مناجاتیں جمع کی گئی ہیں۔

(۲۳) رسالہ حُقّہ

حقہ کے جواز اور عدمِ جواز پر بحث ہے۔

(۲۴) ضرورتِ شیخ

پیرومرشد کی ضرورت اور آداب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۲۵) آسان سلسلہ تعلیم الاسلام

اسلام کی پہلی کتاب۔ اسلام کی دوسری کتاب۔ اسلام کی تیسری کتاب۔ اسلام کی چوتھی کتاب۔ اسلام کی پانچویں کتاب۔ اسلام کی چھٹی کتاب۔

ان کتابوں میں بچوں کے لئے آسان پیرایہ میں اسلامی عقائد واعمال تحریر فرمائے ہیں، بچوں کے لیے بہت ہی مفید ہیں۔

ے

جذباتِ فقیہ زماں

۱۳۹۹ھ

نائبِ رسول مولانا محمد صالح نور اللہ مرقدہ

۱۳۷۹ھ

اشاعت بار اوّل آثار خامہ	سالِ وفات نیک خصال
۱۳۴۸ھ	۱۳۷۹ھ
طالبانِ علم دیں کے اُستاد	خوش خصال وخوش بیان وخوش نہاد!
ہے محمد صالح جن کا اسمِ پاک	عالم وفاضل فقیہِ خوش نژاد
جن کے فیضانِ قدم سے بالیقیں	میترانوالی ہے رشکِ صد بلاد
پردہ ہے تصنیفِ اطہر آپ کی	جس سے حاصل دیدہ ودل کی کشاد
ای شیء خیر للنساء کی شرح پاک	اہلِ دانش کا ہے جس پر اتحاد
جستجو تھی سال رحلت کی مجھے	غیب سے پوری ہوئی دل کی مراد

اے قمر: کہہ دو بالفاظِ دعا

”مرقدش از نورِ حق معمور باد“

۱۳۷۹ھ

یکم جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ	کفش بردارِ علمائے ربانی
۲۸ اپریل ۱۹۷۹ء	قمر یزدانی
	پنوانہ ضلع سیالکوٹ

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

پیشِ لفظ

حمد

تمام تعریف اس واہب العطایا کو زیبا ہے۔ جس نے انسان ضعیف البنیان کو جوہرِ عقل سے ممتاز فرمایا، عقل کی بدولت اس کے دل و دماغ کو صحیح احساسات سے متاثر ہونے کی صلاحیت بخشی اور ان احساسات سے اس کو شرم و حیا کے فضائل کا ثمرہ عطا فرمایا، جس سے ہر صاحبِ بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ جس انسان میں شرم و حیا نہیں اس میں صحیح احساس نہیں، جس میں صحیح احساس نہیں اس میں عقل نہیں، جس میں عقل نہیں وہ انسان نہیں، نرا حیوان ہے بلکہ حیوان سے بدتر۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ ''وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ'' (پ:۹، سورۂ انعام) وہ مالک الملک جس نے ننگی زمین کو موالید ثلاثہ کی کائنات سے ڈھک کر ننگے درختوں کو ہرے ہرے پتوں کا لباس پہنا کر، پہاڑوں کو سبزہ و روئیدگی کا خلعت بخش کر حتیٰ کہ اربعہ عناصر کے ایک کرّہ پر دوسرے کرّہ کو اور ان پر آسمانوں کو پردہ پوش بنا کر یہ اشارہ فرما دیا کہ ماہ سے ماہی تک تمام کائنات پر ستر و حجاب کا قانون مؤثر ہے۔

از برائے پردہ داراں درس فراش صنع
بر ہوا افگند شاد رواں نو توے اثیر!

اس ستارِ عیوب کی قدرت کے ہر فعل میں پردہ کی رعایت مذکور ہے۔ انسان کو

پردۂ عدم سے نکل کر پردۂ رحم میں پرورش دی۔ پھر ایک میعادِ موجّل تک اپنی گونا گوں نعمتوں کے پردہ میں زندگی بخش کر اس کو پردہ خاک میں مستور و محجوب کر دیا حتیٰ کہ روزِ قیامت میں بھی اس کی ستاری ہی اس کے جرائم و معاصی کی پردہ پوش ہو گی۔

لطف تو خطا کاری مستاں پوشد
شرمندہ الطاف خطا پوش توام

نعت

درود نا محدود حضور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم رسول الثقلین نبی الحرمین بزرگ بعد از خدا انبیاء و مرسلین کے پیشوا پر، جن کی تعلیمات عالیہ سے جماعت انسان کی اخلاقی عریانی تہذیب و شائستگی کے لباس سے مستور ہوئی، جنہوں نے الحیاء من الایمان (''حیاء ایمان سے ہے'') (مشکوٰۃ شریف) کا فرمان واجب الاذعان بخش کر فیصلہ فرما دیا کہ حیا اور پردہ وغیرہ لوازمِ حیاء اور شرطِ مسلمانی ہیں۔ دُنیا فحش و بے حیائی کے گڑھے میں گرتی چلی جا رہی تھی جو جہنمی آگ سے پُر ہے آپ نے اپنی حیا آموز تعلیمات سے مخلوق کو اس ہلاکت خیز گڑھے میں گرنے سے بچایا۔

راست می فرمود آں بحر کرم بر شما من از شما مشفق ترم
من نشستہ برکنار آتشے!! با فروغ شعلہ وبس ناخوشے
کہ شما پروانہ وار از جہل خویش پیش آتش مے کشید ایں جملہ کیش

افسوس! اب پھر لوگ اس گڑھے میں گرنے لگے ہیں ؎

اے بسرا پردہ یثرب بخواب

خیز کہ شد مشرق ومغرب خراب

علیک الصلوۃ والسلام عدد کُلِّ ذرۃ مائۃ الف الف مرۃ

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

ملتِ اسلامیہ کے لیے لمحۂ فکریہ

یورپ کا تمدن، یورپ کی تہذیب اور یورپ کی معاشرت ایک فتنہ بار گھٹا بن کر اُفقِ عالم پہ چھائی ہوئی ہے اور اکثر ممالک پر اپنے اجتماعی ومعاشرتی شُرور ومفاسد کا مینہ برسا رہی ہے۔ قرائن سے پایا جاتا ہے کہ اس بارانِ فتن سے عنقریب ایک عالمگیر سیلاب پیدا ہوکر دنیا کی بستی بستی پر احاطہ کرے گا اور دنیا کے امن وامان کے ساتھ اسلامی عفّت وعفاف اور حیاء وتقویٰ کو بھی بہالے جائے گا۔

یورپ نے ''عورت'' کو جو خلافِ فطرت آزادی دے رکھی ہے اور اس کے لئے بلا نقاب وبے حجاب باہر چلنا پھرنا تنہا سیر وسفر کرنا اور غیر مردوں کے ساتھ اختلاط وتخلیہ، مکالمت ومصاحبت اور مصافحہ ومعانقہ کرنا جائز کر رکھا ہے۔ آج دیگر اقوام کے دلوں میں بھی اس کی ریس جوش زن ہے۔ چنانچہ ترکی نے کُلِیۃً اور صاف طور پر یہ مراسم اپنی معاشرت میں داخل کر لئے۔ مصر مدت سے اس منزل کے قریب آرہا ہے۔ ایران بھی اسی راہ پر گامزن ہونے کے لئے غور کر رہا ہے۔ افغانستان کے شاہی خاندان نے تو ان مراسم کی شیفتگی پر تخت وتاج تک قربان کر دیا۔ یہ تازہ فتنہ ہندوستان میں بھی رنگ لائے بغیر نہ رہا، چنانچہ آج بعض اعلیٰ ومتوسط اسلامی طبقات کی یہ حالت ہے کہ جن معزز گھرانوں کی عورتیں کبھی گھر کی دہلیز میں قدم رکھنا بھی شیوۂ حیا کے خلاف سمجھتی تھیں آج ان کی نوجوان بہو بیٹیاں کھلے بندوں عین بازاروں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں، جس حریمِ ناموس میں ایک پانچ سالہ اجنبی لڑکے کی باریابی بھی غیرت کے منافی سمجھی

جاتی تھی اس کی عورتیں اب بازاری حجاموں کے ہاتھوں سے یورپین فیشن کے مطابق اپنے کاکل وگیسو کی قطع وبرید کرانے کی شائق ہوتی جاتی ہیں اور یہ جرأت و بے باکی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ بے پردگی وحجاب افگنی کا جو خیال کبھی عورتوں کے دماغ کے قریب بھی نہ آتا تھا اور صرف بعض شیفتگانِ مراسمِ فرنگ کی زبان سے ہی کبھی کبھی اس کا اظہار ہوتا تھا آج خود جماعتِ نسواں نے اس کو اپنا بنائے دعویٰ بنا لیا ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں لاہور میں بہت سی معزز خواتین نے اپنا ایک ڈیپوٹیشن مرتب کر کے وزیر بلدیات پنجاب کے حضور میں فریاد کی کہ ہماری جماعت کو رسم پردہ کی دیرینہ قید سے رہائی ملنی چاہئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

افسوس! کہ تقلیدِ فرنگ کے شائقین کو کچھ خبر نہیں کہ ہم جس راہ پر چل رہے ہیں وہ کعبہ کی بجائے تُرکستان کو نہیں بلکہ فرنگستان کو جا رہا ہے۔ وہ تہذیب کی بجائے قومیت کی تباہی اور تخریب پر منتہی ہوتا ہے۔ آج ایشیائی اقوام جو یورپ کی تہذیب وتمدن کی دلدادہ ہو رہی ہیں اس سے نہ صرف وہ اپنے اپنے دین ومذہب سے بیگانہ ہو جائیں گی بلکہ ان کی قومیتیں بھی یکسر نیست ونابود ہو جائیں گی۔

یورپ کا حملہ

یورپ چند صدیوں سے ایشیائی ممالک پر قابض ہو جانے کا بیڑا اُٹھا چکا ہے اور ہر تدبیر سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر اپنے شکم آز کو پُر کرنے میں مصروف ہے مگر قطعاتِ ارضی پر اس کے قابض ومتصرف ہو جانے سے اقوام کی قومیتیں نہیں مٹتیں۔ توپوں سے بڑے بڑے قلعے مسمار ہو گئے۔ بلند وبالا عمارتیں پیوندِ زمین ہو گئیں۔ بندوقوں اور مشین گنوں سے ہزاروں، لاکھوں ہستیاں عدم آباد پہنچ گئیں، مگر باوجود اس کے اقوام وملل کی ہستی قائم رہی، لیکن اب یورپ کا ایشیاء پر ایک اور ہنگامہ خیز اور فتنہ انگیز حملہ شروع ہو رہا ہے جو توپوں اور مشین گنوں سے کہیں زیادہ ہلاکت بار اور تباہ کن

ہوگا۔ اس سے اندیشہ ہے کہ ہر قوم کی قومی ہستی بھی فنا ونابود ہو جائے۔ ایشیائی روایات صفحہ روزگار سے قطعی طور پر محو ہو جائیں۔ یہ حملہ یورپین تہذیب اور فرنگستانی اطوار وعادات کا ہے۔ جس کے آگے ایشیائی تہذیب سرنگوں ہوتی جاتی ہے اور ایشائی شعار واطوار مٹتے جارہے ہیں۔ یہ حملہ آتشیں اسلحہ اور تیغ وسنان کی حرب وضرب سے کہیں زیادہ کارگر ہے۔ اس کے زور وطاقت کے آگے ایشیائی اقوام خود بخود گرتی اور مسخر ہوتی جاتی ہیں۔ ان کی تہذیب فنا ہوتی جاتی ہے۔ ان کے خصائصِ قومی مٹ رہے ہیں۔ ان کی قومیت کے امتیازات نابود ہو رہے ہیں۔ اگر چندے یہی حال رہا تو ان ایشیائی اقوام کا لباس وانداز، ان کی بُود وماند، ان کا طور وطریق، ان کا طرزِ زیست، ان کا اندازِ زندگی سب یورپین نمونے پر ہوگا اور وہ اہل یورپ کے مقلّدین کی حیثیت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ان کو اپنا شاندار ماضی فراموش ہو جائے گا۔ اپنے اسلاف کے قابلِ فخر کارناموں کی یاد ان کے صفحۂ دل سے محو ہو جائے گی وہ اپنے کیش ومذہب، اپنے دین ودیانت اور اپنے اخلاق وآداب کے ساتھ اپنے قومی وجود کا جنازہ بھی یورپ کی سرحد میں دفن کر دیں گے۔

پہلے مسلمانوں کی حالت

اسلامی شان وشکوہ کا آفتاب اس وقت بلندی پر درخشاں تھا۔ جب مسلمان اسلامی آداب واطوار سے سختی کے ساتھ متمسّک تھے اور یہ حیا سوز وحمیت افگن مراسم جو آج یورپ کی مایۂ ناز تہذیب میں داخل ہیں اور مشرق کی گمراہ وناعاقبت اندیش اقوام نے ان کو واجب التقلید سمجھ لیا ہے اس زمانے کے مسلمانوں کی نظر میں یہ مراسم صرف وُحُوش وبہائم کے لئے ہی زیبا تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی بیگم ملکہ زبیدہ خاتون کے متعلق اہلِ سِیَر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے محل میں سر کے بال کھولے بیٹھی تھیں۔ اتنے میں ایک غلام بے خبری میں کسی کام کے لیے ادھر آیا تو بیگم کو برہنہ سر

بیٹھے اس نے دیکھ لیا اور لرز کر جھٹ پیچھے ہٹ گیا۔ زبیدہ نے خادمہ کے ذریعے اس سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ تم نے ہمارا کون سا حصۂ جسم دیکھا ہے۔ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا: صرف سر کے بال مجھ کو دکھائی دیے تھے۔ زبیدہ نے مشّاطہ کو بلا کر اپنے سر کے بال کٹوا دیے اور کہا کہ ہم کو اس چیز کا اپنے بدن پر باقی رکھنا گوارا نہیں جس پر ایک نامحرم کی نظر پڑ چکی ہے۔

عروج وزوال

آہ! ایک وہ اسلامی اقبال کا زمانہ تھا کہ مسلمان حیا وحمیت کے صحیح مسلک پر چلتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر ایک غیور مسلمان خاتون دیکھتی کہ اس کے سر کے بالوں پر ایک نامحرم کی نظر پڑ چکی ہے تو وہ ان کو بمنزلہ نجاست سمجھ کر ان کے بار سے اپنے سر کو سبکدوش کرنا ضروری سمجھتی تھی اور ایک آج قومی ادبار کا زمانہ ہے کہ ان اقوام کی رسم وعادت کی تقلید کو مایہ فخر ومباہات سمجھا جاتا ہے جن کے نزدیک شرم وحیا کا کوئی مفہوم ہی نہیں جو اپنی نساء ثیبات وابکار کا شادی شدہ اور کنواری عورتوں کا غیر محرم اور اجنبی مردوں کے ساتھ تخلیہ (علیحدگی میں بات چیت کرنا، ہاتھ ملانا، خط وکتابت کرنا، ان کے ساتھ ناچنا، شریک سیر ہونا، ان کے سامنے نہ صرف ہاتھ پاؤں اور چہرہ بلکہ سینہ اور پنڈلی تک برہنہ رکھنا جائز سمجھتی ہیں۔

فَاٰھا ثُمَّ اٰھا ثُمَّ اٰھا!

سببِ تالیف

یہ افسوس ناک والم انگیز حالات ہیں جنہوں نے خاکسار کو ان چند اوراق کے مرتّب کرنے پر آمادہ کیا تاکہ ان شیدایانِ مراسمِ فرنگ پر ظاہر کیا جائے کہ وہ عورت کو ناجائز آزادی دلانے کی سعی میں کسی قسم کی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔

مخالفین پردہ کی قسمیں

مخالفین پردہ کی جماعت عموماً دو قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ ایک وہ فلسفی مزاج جو عورت کا پردہ از روئے عقلِ سلیم، فطرتِ انسانی کے خلاف اور مرد کا اسے پردے پر مجبور کرنا ان کے پیدائشی حقوق میں دست اندازی سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے حصہ میں ان لوگوں پر ثابت کیا جائے گا کہ پردۂ نسواں عقل و دانش اور فلسفہ وحکمت کے معیار سے عین مقتضائے فطرت ہے۔ دوسرے وہ فسوں ساز وفتنہ پرداز لوگ جو عوام المسلمین پر اثر ڈالنے کے لئے پردہ کو اسلامی تعلیمات کے خلاف قرار دیتے ہیں اور اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے قرآن وحدیث سے غلط استدلال بلکہ تحریفِ آیات تک میں دریغ نہیں کرتے، دوسرے حصہ میں انہی لوگوں کے دجل وفریب کی قلعی کھولنا مقصود ہے تاکہ عوام الناس ان لوگوں کے اقاویلِ باطلہ سے دھوکہ نہ کھائیں اور ان پر ثابت ہو جائے کہ کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ میں پردے کے بارے میں صحیح احکام کیا ہیں اور اہلِ غرض نے تعلیمات دینیہ کی عزت واحترام سے خالی القلب ہونے کے باوجود محض لوگوں کو بہکانے کے لئے آج کس طرح آیات واحادیث کو اپنا آلۂ کار بنا رکھا ہے اور وہ ان سے غلط استدلال کر کے اپنے آپ کو گنہگار اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

گو ممکن ہے کہ اس مخلصانہ گزارش سے کسی بندۂ خدا کو ہدایت ہو جائے اور وہ اس غلطی کی وبا سے بچ جائے، مگر ہمارا گمان غالب یہ ہے کہ پیغمبری پیش گوئیوں کے مطابق اب وہ دورِ فتن آ گیا ہے جبکہ نصاریٰ کے تمدن اور معاشرت کا ہفت اقلیم میں سکہ چلنے لگے گا اور اسلامی آداب ومراسم کا نام ونشان تک مٹنے کے قریب ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ہماری یہ تمام خامہ فرسائی اور یہ دماغ سوزی بے کار ہے۔ آج یورپ کی تقلید کا طوفان اس زور وشور سے اٹھا ہے کہ کوئی طاقت اس کی روک تھام

سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔ اہلِ قلم کا زورِ تحریر یہاں بے بس ہے۔ شاعروں کی شیوا بیانی غیر مؤثر ہے واعظوں کے وعظ بے سود ہیں۔ اسی طرح ہماری یہ چیخ وپکار بھی یقینا صدا بصحرا ہوکر رہ جائے گی، پس یہ آواز جو ایک مختصر تالیف کی صورت میں اٹھائی جا رہی ہے ایک مایوس کی آخری آواز سمجھنی چاہیئے جو ایک جہاز کو غرق ہوتے دیکھ کر اہل جہاز کو نجات کی کوشش کے لئے پکار رہا ہے تاکہ فردائے قیامت میں وہ ان معتوبین بارگاہِ رب العزت میں شامل ہونے پر مجبور نہ ہو، جن پر اپنی ملت کو برباد ہوتے دیکھنے اور خاموش ہو رہنے کا الزام عائد ہوگا۔

وَمَاتَوْفِیْقِیْ اِلاَّ بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

ے

پہلا حصہ، عقلی بحث

پردہ کی فطرۃً ضرورت

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں — اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردہ کو کیا ہوا — بولیں وہ ہنس کے عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

بے شک تمام نفوس وقلوب کا موزوں ومتناسب اور حسین وجمیل اشیاء کی طرف میلان ایک طبعی امر ہے جو نظامِ عالم کے خاص اَسرار میں سے ہے، مگر ہر من بھاتی چیز کی محبت ہمیشہ مفید نہیں ہوتی ، بلکہ اس آیتِ کریمہ کے مطابق: وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ (''اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو''۔ (پ:۲،ع:۱۰)

بہت سی چیزیں جو طبعاً مرغوب وپسندیدہ ہوتی ہیں عقل ودانش اور دین ودیانت ان کے مضر وخطرناک ہونے کی شہادت دیتی ہے تو ان کا ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک خوش رنگ سانپ جس کے نقش ونگار دلفریب ہوں دیکھنے میں انتہائی اچھا لگتا ہے لیکن دین ودانش یہ ہرگز اجازت نہیں دیتے کہ اس کو ہاتھ لگائیں کیونکہ اس کو ہاتھ لگانا پیغامِ موت ہے، اسی طرح مرد وعورت کا آپس میں میلان ایک طبعی امر ہے جس پر انسانی معاشرت کے مصالح مبنی ہیں لیکن یہ حدِ جواز کے اندر ہی مستحسن ہے، اور اگر یہ جذبہ حدِ اعتدال سے بڑھ جائے اور اس میں میاں بیوی اور غیر مرد وعورت کا امتیاز نہ رہے تو یہی میلان مضر وخطرناک بن جاتا ہے جس کے اسباب

ودواعی کی روک تھام واجب ہو جاتی ہے۔

یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مرد اور عورتیں بالکل ایک دوسرے سے جدا رہیں اور ایک دوسرے کے سامنے نہ ہونے پائیں کیونکہ اس سے دنیا کا انتظام قائم نہیں رہ سکتا۔اور اگر آزادانہ وغیر مشروط اختلاط ہو' تو ایسے وصف کے مرد وعورت بھی بہت ہی کم ملتے ہیں جو ایک دوسرے کو دیکھیں اور وہ کشش جو قدرت نے تمدنی ومعاشری مصالح کی بنا پر ان کے دلوں میں پیدا کی ہے اپنا اثر نہ دکھائے۔اس لیے ضرورت ہوئی کہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط ومُصاحبَت اور ملاقات ومُکالمت کے متعلق خاص قانون وضع کیا جائے ،جس کی بدولت ان شرور ومفاسد کا اندیشہ نہ رہے، جو مردوں اور عورتوں کے آزادانہ میل جول میں مُقتَضِیاتِ طبع کے بے قید اور بے روک ٹوک ہو جانے کے باعث ممکن بلکہ یقینی ہیں اس شرعی قانون کے ماتحت ستر اور پردے کا حکم ہوا ہے۔

کیا پردہ ترقی کا مانع ہے

اسلام نے مردوں اور عورتوں کے بیجا میل جول کو ممنوع قرار دے کر ایک حد تک پردہ قائم کر دیا جو عفت وعصمت کا ضامن، معاشرتی اور تمدنی امن کا کفیل ہے۔ جن مذاہب میں پردہ نہیں ہے ان میں عصمت کی حالت ناگفتہ بہہ ہے۔

رات دن ہوتی ہے بے پردگی سے پردہ دری
دیکھو اس قوم کو، ہے جس نے اُٹھایا پردہ

لیکن یورپین تمدن کے دل دادہ مسلمان جو آوارہ مزاج واقع ہوئے ہیں وہ پردے کے سخت مخالف ہیں، وہ پردے کو محض قید اور حبسِ بے جا کہتے ہیں، وہ مستورات کے کھلا پھرنے، گاڑیوں اور بائیسکلوں پر سوار ہو کر گول باغ یا ٹھنڈی سڑک پر نکلنے اور اپنے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ پکڑ کر چلنے کو پسند کرتے اور اسی کو تہذیب اور شائستگی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک ہم میں سے پردے کا رواج اور طریقہ

دُور نہیں ہوگا ہم کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے ہماری پستی اور تنزل کی اصل وجہ یہی پردہ ہے۔

یہ تمام دعاوی محض یورپ کی طرزِ زندگی پر فریفتہ ہو جانے والوں کے طبع زاد ہیں۔ ورنہ حقیقت میں اسلامی پردہ نہ مانعِ ترقی ہے نہ اس سے ملتِ اسلام کے قومی عروج میں کوئی رکاوٹ پیدا ہونے کا احتمال ہے اور نہ وہ خواتینِ اسلام کی تعلیم و تربیت کا مانع ہے جس وقت مسلمان تمام عالم میں عزت و برتری کے واحد مالک تھے، وہ ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی ساری بڑی بڑی اقوام سے پیش قدم تھے۔ اسلامی پردہ اس وقت بھی موجود تھا اس زمانہ کی بڑی بڑی عالم و فاضل خواتین کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اس وقت مسلم خواتین پروفیسریاں کرتی تھیں۔ وعظ کہتی تھیں، تلقین و ہدایت کرتی تھیں اور یہ فرائض پسِ پردہ انجام پاتے تھے۔ مسلم خواتین برقع و نقاب کے ساتھ جنگی مہمات میں حصہ لیتی تھیں۔ اہلِ فوج کے لئے آب رسانی کا بندوبست اور مجروحین کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ پیادہ و سوار ہو کر تیغ زنی کرتی تھیں مگر پردہ و حجاب ہر حالت میں لازم سمجھا جاتا تھا جو ان مشاغل سے مانع نہیں ہو سکتا تھا۔ نہ اس وقت کے غیور مردوں کے دل میں کبھی یہ سوال پیدا ہوا کہ پردہ ترقی کا مانع ہے اور نہ خود ان خواتین نے کبھی وفد بنا کر امیر المؤمنین کے حضور میں یہ درخواست کی کہ ہمیں پردہ سے آزادی ملنی چاہئے۔

بے شک آج مسلمان قوم تنزل کی گہرائی میں گری ہوئی ہے مگر اس کا ذمہ دار پردہ کو قرار دینا غلط ہے۔ بلکہ اس تنزل و ادبار اور اس نحوست و فلاکت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے دینِ الٰہی پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے اللہ کے باندھے ہوئے قوانین کی پابندی ترک کر دی، جس سے ہم کمزور و ناتواں اور اقوامِ عالم میں ہلکے ہو گئے، اگر پردہ وغیرہ اسلامی مراسم ہماری موجودہ نکبت و ادبار (ذلت

و پریشانی) کے باعث ہیں تو قرونِ سابقہ کے مسلمان کیونکر ترقی کر گئے تھے جو پردۂ نسواں کے شدت کے ساتھ پابند تھے؟ جس کا ثبوت زبردست دلائل کے ساتھ آگے چل کر دیں گے۔ سب سے پہلے تو وہی مسلمین سابقین ان احکام کے ساتھ مخاطب ہوئے تھے کہ آنکھیں نیچی رکھو۔ عورتیں جاہلیت کا بناؤ سنگھار نہ کریں، گھروں میں رہا کریں، اگر باہر جانا پڑے تو بُکّل مار کر شرم وحیا سے چلیں وغیرہ وغیرہ۔ ان اصحاب نے ان احکام پر اس عمدگی سے عمل کیا کہ آج ہم اس کا عشر عشیر بھی بجا نہیں لاتے اور ساتھ ہی دنیا کو ترقی کی بالاترین منزل پر فائز ہو کر دکھایا۔

ہمارا تو یہ خیال ہے کہ یہ محض دین فراموشی اور نفس پرستی ہے، جو یورپ کی تقلید کی متقاضی ہو رہی ہو، فرنگستانی اقوام کی رنگ رلیاں دیکھ کر نفس گمراہ ہوا چاہتا ہے کہ وہ لطف ولذت کی زندگی اختیار کی جائے اور ترقی کا شوق محض بہانہ ہے۔

بے پردہ اقوام کی حالت کا فوٹو

جن اقوام میں پردہ نہیں ہے یا جو پردے کے پابند نہیں ہیں اور مردوں، عورتوں کا کھلم کھلا میل ملاپ جائز رکھتی ہیں، مسلمانوں کو ان کی حالت سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ مرد وعورت خواہ ہندی ہوں یا فرنگستانی، چینی ہوں یا ایرانی، ان کا تخلیہ میں ملنا ایسا ہے جیسا آگ اور ( ) کا اجتماع ہے

بنسبت مرد کے عورت کی خلقت میں نزاکت ہے
ادا ہے ناز ہے غمزہ ہے شوخی ہے شرارت ہے
فروغِ حُسنِ عالم تاب پھر اُس پر قیامت ہے
ازل سے کُشتۂ چشمِ عنایت ہر طبیعت ہے
جواں عورت کُھلے منہ جب سرِ بازار چلتی ہے
رگِ صبر وشیکبائی پہ اک تلوار چلتی ہے

نکلنا عورتوں کا آب وتاب وزیب وزینت سے
رواں ہر کوچہ وبازار میں ہونا نزاکت سے
تکلُّم بھی ادا کرنا تو اندازِ شرارت سے
یہ سامانِ دل آویزی نہیں کچھ کم قیامت سے
پھسل جاتا ہے دل آخر کوئی کیسا ہی انساں ہو
یہ وہ جا ہے جہاں ہاروت بھی محبوسِ زنداں ہو

لٰہذا اگر ہم مسلمانوں کو عورتوں کے پردے کا حکم ارتکابِ فواحش سے بچنے کے لئے دیا گیا ہے تو اس سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یورپ میں بے پردگی کی وجہ سے وقوعِ فواحش کا احتمال ہی نہیں یا وہ لوگ ایسے ضابطۂ نفس اور خود دار واقع ہوئے ہیں کہ اجنبی مردوں عورتوں کے اختلاط کے باوجود وہ ہر طرح پاکباز و پارسا رہتے ہیں۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں، وہ لوگ بھی انسان ہیں ان میں بھی دواعی نفس اور مقتضیاتِ طبع موجود ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے نزدیک ارتکابِ فواحش چنداں معیوب نہیں۔ اس لئے ان کو حَظِّ نفس کے حصول کے لئے کسی خاص ضابطہ وقانون کی ضرورت نہیں۔ ان کی کنواری لڑکی اختیار رکھتی ہے کہ نوجوان مردوں میں سے جس کو چاہے اپنی شادی کے لیے خود انتخاب کرلے اور جو نوجوان اس کو اپنی زوجیت کے لئے پسند آئے اس کے ساتھ نکاح سے پہلے پہلے جب چاہے اور جس طرح چاہے خلا وملا میں، دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں ملے جلے، پھر اگر جذباتِ محبت کے ہیجان میں کوئی ایسا فعل اس سے وقوع پا جائے جو آئندہ چل کر ازدواجی زندگی کے لوازم میں شمار ہونے والا ہے تو یہاں کوئی چشمِ احتساب اس پر لال پیلا ہونے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ لڑکی کے ماں باپ یہ سب کچھ جانتے ہیں، دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں، مگر ان باتوں کو اپنی دختر بلند اختر کی سعادت مندی کے خلاف نہیں سمجھتے کیونکہ ایسے امور یورپین معاشرے کے لوازم ہیں۔

یورپ کی نام نہاد تہذیب کی اصلی بنیاد

جو بھولے بھالے مسلمان یورپ کی آزادیِ نسواں کی کورانہ تقلید کرنے پر تلے ہوئے ہیں، ان کو پہلے مبصرانہ طریق سے پس و پیش پر نظر ڈالنی چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ ہم کون تھے اور یورپین اقوام کون تھیں؟ ہم ابتدائے آفرینش سے دینِ الٰہی کے حامل، اخلاقِ عالیہ کے پابند اور روحانیت کی دولت سے بہرہ ور چلے آئے ہیں۔ اقوامِ عالم نے تہذیب و تمدن ہم سے پائی۔ عمران وحضارت (آبادکاری وشہریت) کے اصول ہم سے حاصل کئے۔ اپنی بے نور روحانیت کو ہماری مشعلِ ہدایت سے روشن کیا۔ بخلاف اس کے یورپ کی چند صدی پیشتر کی تاریخ جہالت ووحشت کا مرقع ہے جو بہائم ووحوش کی زندگی کے نمونے پیش کر رہی ہے، جس میں نہ تہذیب وتمدن کا کوئی حصہ نظر آتا ہے نہ اخلاق وروحانیت کی کوئی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ آج اگر یورپ موجوداتِ ظاہری پر غور و تدبر کر کے عناصرِ عالم سے کام لینے اور خوش پوشی وخوش خوری کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو گیا تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ کونین کی برکات وسعادت کا ٹھیکہ دار بن گیا اور اس میں اخلاقِ عالیہ اور انوارِ روحانیہ بھی پیدا ہو گئے۔ ہر گز نہیں، وہ محض مادی دنیا کے جلووں کا مظہر ہے اور روحانیت سے بالکل بیگانہ ہے وہ اخلاقِ عالیہ سے بدستور محروم ہے۔ اس کا قلب وروح اسی سابقہ جہالت وبربریت کی صفات سے متصف اور وحشیانہ رذائل میں ملوث ہے جس کو ظاہری ومادی ترقی کے لباس نے ڈھانک رکھا ہے۔ اس کا مادی ٹھاٹھ گویا لالہ ونسرین کی ایک پھلواڑی ہے جس کے نیچے ردی اخلاق کی نجاست کا ڈھیر پنہاں ہے۔ اس کی ثروت وتموّل (حکومت ودولت) محض ایک نظر فریب ملمع ہے، جس کا باطن ایک کھوٹی دھات پر مشتمل ہے۔ لہٰذا آج اگر یورپ میں عورت کی آزادی، بے پردگی اور نامحرم مردوں کے ساتھ اختلاط مروّج ہے تو نہ اس لیے کہ یہ کوئی اعلیٰ تہذیب وتمدّن کا لازمہ ہے،

بلکہ یہ اقوام یورپ کی موروثی وقدیمی جہالت اوروحشی پن کی ایک یادگار باقی ہے جو اتنا زمانہ گزرنے کے باوجود آج تک زائل نہیں ہوئی۔ مادی ترقیات کے سیم وزر کے ڈھیر تو لگ گئے مگر ان کے نیچے اخلاقی نجاست کی جو آلائش قدیم سے چلی آتی ہے بدستور موجود ہے۔

بے پردگی کے بے انتہا پُرخطر نتائج میں سے چند تازہ نظائر

برادرانِ اسلام! ہم لوگوں کو اگر اہل یورپ کی تقلید کرنی ہے تو ان کے علوم وفنون میں، ان کے سائنس وفلسفہ میں، ان کی ایجادات واختراعات میں ان کی صنعت وحرفت میں کر سکتے ہیں۔ باقی ان کے اخلاق وامور اور ان کی طرزِ زندگی سے ہم کو سروکار نہ ہونا چاہیے، ورنہ یہ امور ہمارے لئے اخلاقی ہلاکت اور روحانی موت کا موجب ہوں گے چنانچہ جن جن اقوام وجماعات میں یورپ کی دیکھا دیکھی عورتوں کی بے پردگی اور آزادی مروّج ہوگئی ہے ان میں مذکورہ قسم کے نتائج نمودار ہونے لگے ہیں۔

۱۔ایک شخص کسی لڑکی کو پڑھانے پر مقرر رہا، باہمی بے حجابی اور تخلیہ (علیحدگی) میں اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ استاد اور تلمیذہ میں دوستانہ تعلق ہوگیا اور شادی کی تجویز پختہ ہوگئی، لڑکی کی ماں نے اس تجویز کی مخالفت کی تو اس کے چند روز بعد وہ قتل کر دی گئی۔

۲۔ایک لڑکی بے پردگی کے عالم میں کسی ڈاکٹر کی دکان پر چشمے خریدنے گئی۔ ڈاکٹر امتحانِ چشم کے بہانے اسے اندر تخلیہ میں لے گیا اور لڑکی کے بیان کے موافق اس سے کسی ناجائز امر کی خواہش کرنے لگا تو لڑکی شور مچاتی بھاگی، دکان پر مخلوق کی بھیڑ لگ گئی، آخر پولیس نے مداخلت کر کے ڈاکٹر کی جان بچائی۔

۳۔ایک ماسٹر کسی لڑکی کو اس کے گھر پر پڑھانے کے لیے مقرر رہا۔عدمِ پردہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی کی ماں ماسٹر پر فریفتہ ہوگئی، ایک رقیب اس صحبت میں حارج ہوا تو

وہ چندروز بعد قتل کر دیا گیا۔

خیال کیجئے اگر استاذ وتلمیذہ کو خلوت نشینی کا موقع نہ دیا جاتا، اگر لڑکی نامحرم ڈاکٹر کی دکان پر تنہا اور بے حجابانہ نہ جاتی اور اگر ماسٹر اور شاگرد کی ماں میں بے پردگی نہ ہوتی تو یہ ناگوار حوادث ظہور میں آ کر کیوں ایشیائی رگِ حمیت میں تہلکہ خیز تڑپ پیدا کرتے؟ شکر کا مقام ہے کہ ابھی مسلمانوں میں اس قسم کے واقعات کا ظہور نہیں ہوا، اور یہ وقائع ان غیر مسلم اقوام سے تعلق رکھتے ہیں جن میں پردہ نہیں ہے۔ یا وہ یورپ کی تقلید میں پیش قدمی کر کے پردہ ترک کر چکی ہیں۔ لیکن اگر مسلمانوں نے بھی ان اقوام کی طرح پردہ کو خیر باد کہہ دیا تو ان کو بھی اس قسم کے نتائج سے دو چار ہونا پڑے گا۔(4)

یورپ میں بے پردگی کے نتائج کے چند نمونے

یورپ میں عورتوں کی بے پردگی سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ مذکورہ واقعات سے کہیں زیادہ ہولناک اور دل ہلا دینے والے ہوتے ہیں۔ لیکن وہاں ان باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کی جاتی۔ یورپ کی سرزمین کے لئے واقعات کی یہ ہوا راس آجاتی ہے، وہاں ایک عورت سے حرام کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اسے فخریہ گود میں اٹھاتی اور پیار کر سکتی ہے۔ وہاں دو مرد وزن علانیہ باغ میں مشغولِ زنا ہوتے ہیں۔ پولیس کا سپاہی اس بے حیائی سے مانع ہوتا ہے تو یہ اہلِ صحبت اس کو ڈانٹ دیتے ہیں بلکہ اس پر استغاثہ دائر کر دیتے ہیں۔ آخر امرائے ملک کی ملامت اور اخبارات کی سرزنش سے

(4) مصنف کے زمانے میں تو واقعی ایسے بدنما حادثے مسلمانوں میں ظاہر نہیں ہوئے تھے کیونکہ اس وقت مسلمانوں میں اتنی بے پردگی اور بے حیائی نہیں آئی تھی لیکن جب سے یہ دونوں لعنتیں مسلمانوں نے اختیار کیں، مذکورہ واقعات سے بڑھ کر ہر روز ہماری اسلامی مملکت میں رونما ہو رہے ہیں، اخبارات پڑھنے والے حضرات سے یہ بات قطعاً پوشیدہ نہیں، دیکھیے فاضل مصنف کی دوررس نگاہ جن بُرے نتائج کو دیکھ رہی تھی ہم ان سے دو چار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق دے تا کہ ہم بُرے انجام سے محفوظ رہ سکیں۔

(ناشر)

پولیس کا ناک میں دَم آجاتا ہے۔ وہاں حرام کے بچوں کی پیدائش کی کثرت ہے، اور اس تولّد حرام پر پھر اس قسم کے اور قبیح نتائج مترتّب ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً جب کبھی وہ بچے گمنامی میں پرورش پانے کے بعد بڑے ہو کر شادی کرتے ہیں تو بعد میں شہادات وقرائن سے یہ راز کھلتا ہے کہ بھائی بہن میں یا باپ بیٹی میں یا ماں بیٹے میں رشتۂ زوجیت قائم ہوگیا۔ یہ تمام بے پردگی اور نامحرم زن ومرد کے اختلاط کو جائز رکھنے کے نتائج ہیں۔ کیا وہ مسلمان جو پردے سے متنفر اور بے پردگی کے حامی ہیں۔ اس قسم کے واقعات کو اپنی قوم میں دیکھنا گوارا کرسکیں گے؟

یورپ کی حوصلہ مندیاں ہندوستان کی بساط سے بڑھ کر ہیں

بے پردگی کی رنگ رلیاں کچھ یورپ ہی کو زیب دیتی ہیں۔ گوری، چٹی صورتیں، چینی اور ہاتھی دانت کی مورتیں جس بساط پر جمع ہوں اور جس راستے پر دوش بدوش چلیں، ان کو زیبا ہے لیکن ہندوستان (پاک وبھارت) کی مختلف الاشکال مختلف الالوان گورے، کالے، گندمی، سانولے رنگ کے لوگوں کو یہ حالات راس نہیں آسکتے۔ جب میاں بیوی دونوں ہاتھ میں ہاتھ دے کر اور کندھے سے کندھا ملا کر کھلم کھلا چلیں گے تو دیکھنے والے خواہ مخواہ مضحکہ اُڑائیں گے، کیونکہ اگر میاں کی رنگت گوری ہے تو بیوی کی کالی اور اگر میاں کی رنگت کالی ہے تو بیوی کی گوری۔ غرضیکہ دیسی لوگ اہل یورپ کی ریس نہیں کرسکتے۔

ہندوستان یورپ کی ریس کرسکے، یہ انہونی بات ہے ہندوستان (پاک وہند) کی گھٹی میں یہاں تک حیا وشرم کی آمیزش ہے کہ دوشیزہ لڑکیاں اپنے بیاہ شادی کا تذکرہ سن کر منہ چھپالیتی ہیں یا اُٹھ کر گھر کے کسی دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہیں۔ بخلاف اس کے یورپ کی ہمت وحوصلہ کا یہ عالم ہے کہ انگلستان کی سفرجیٹ (حقوق

طلب) عورتوں کی ایک لیڈرِ عظمٰی اور زعیم کبریٰ جس کے جوش قلب نے زور بازو کا رنگ اختیار کر کے بعض معزز ارکانِ سلطنت کو گاڑی سے گھسیٹ کر نیچے گرا دیا تھا۔ مدت العمر دوشیزگی میں گزار کر آج آغاز پیری میں اپنے کسی آشنا کے ساتھ در پردہ گلشن عیش کی گل چینی کرتی ہے، تو لیڈری کی شان و عظمت اس فعل سے مانع نہیں ہوتی اور نساءِ فرنگ کی رہنمائی اور پیشوائی کا منصبِ جلیل اس شناعت و فحش سے باز نہیں رکھ سکتا۔ آخر ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو یہ ''پیرانہ سر دوشیزہ'' اپنے دوستوں کے سامنے اس کو پیار کرتی اور چومتی چاٹتی ہے اور اس کے تولد کی اسراری داستان کو فخریہ لہجہ میں بیان کرتی ہے۔ ان باتوں کو یورپ ہی گوارہ کر سکتا ہے۔ پاک و ہند کی اقوام عموماً اور مسلمان خصوصاً ان کو گوارا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

کیا پردہ مضرِ صحت ہے

بعض لوگ پردہ کے متعلق اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس سے عورت کی صحت بگڑ جاتی ہے گھر میں مقیّد و محدود رہنے سے عورتوں کے قوائے جسم مضمحل، رنگ زرد اور دوران خون کمزور ہو جاتا ہے مگر یہ اعتراض بھی محض اسی پروپیگنڈے کی قسم سے ہے جس سے پردۂ نسواں کو بدنام کرنا مقصود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں یہ حکم نہیں ہے کہ عورتیں پردے کے باعث تنگ و تاریک مکانوں میں پڑی سڑا کریں بلکہ پردہ کا اصل مطلب تو یہ ہے کہ مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی شکل و صورت اور بناؤ سنگھار کو نہ دیکھیں تا کہ وہ ہوساتِ نفسانیہ کے نتائج سے بچ جائیں، اگر قیامِ صحت کے لئے عورتوں کا باہر چلنا پھرنا ضروری ہے تو اسلام اس کا مانع نہیں، وہ برقعہ پہن کر صبح و شام گھر سے باہر نکل کر ہوا خوری کر سکتی ہیں اور اس میں صرف اتنا لازمی ہے کہ وہ اپنے جسم اور زینت کو غیروں کی نظر سے بچائے۔ ہاں اسلام اس بات سے ضرور منع کرتا ہے کہ عورتیں شتر بے مہار بن

کر گلی کوچوں اور بازاروں میں بے حجاب غیروں کے سامنے ماری ماری پھریں۔

پردے کو مضرِ صحت قرار دینے والے اصحاب اتنا بھی سوچیں کہ کیا بے پردہ پھرنے والی عورتیں بہت صحیح المزاج اور قوی الجسم ہوتی ہیں اور ان کو کبھی کوئی مرض عارض نہیں ہوتا اور ان کے بطنوں سے جو اولاد پیدا ہوتی اور ان کی آغوش میں پلتی ہے، وہ پردہ نشین عورتوں کی اولاد سے زیادہ توانا و بہادر ہوتی ہے؟ دونوں قسم کی عورتوں کے مرض وموت کے تخمینہ کے لئے مردم شماری کے کاغذات موجود ہیں اور دونوں کی اولاد کی قوت وشجاعت کا اندازہ لگانے کے لئے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ ہماری رائے میں تو نتیجہ برعکس ہے۔

نئی روشنی والوں کے دماغ میں آج کل یہ خبط سمایا ہوا ہے کہ ہماری عورتیں بھی یورپین عورتوں کی طرح کھیل کود، تھیٹروں اور سینماؤں میں مردوں کے دوش بدوش رہیں۔ مقصود اس سے حظِّ نفس ہے اور بہانہ حفظِ صحت اور تفریحِ طبع کا ہے۔

دین اسلام یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ عورتیں اپنا دل نہ بہلائیں، لیکن دل بہلانے کے کئی ڈھنگ ہیں۔ کوئی تو باغ کی سیر سے جی بہلاتا ہے، کوئی کھیل کود سے دل خوش کرتا ہے، کوئی شکار کو باعثِ فرحت سمجھتا ہے۔ نئی روشنی والوں کا یہ خیال ہے کہ ہمارے گھر میں تفریح کا سامان موجود نہیں۔ انہیں پوری خوشی جبھی نصیب ہوتی ہے کہ صبح وشام بن ٹھن کر بیویوں کو ساتھ لے کر گھر سے باہر نکلیں اور ٹہلتے ٹہلتے چہل قدمی کرتے ہوئے باغ یا دریا کی طرف چلے جائیں یا کسی کھیل تماشے میں مشغول ہوں اور حُسنِ خداداد کے کرشمے دیکھیں یا دکھائیں، کیا یہ عورتوں کی خیر خواہی ہے یا دشمنی؟

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو عورتوں کے لئے ہر قسم کے سامان گھر میں موجود ہیں۔ ان کی ورزش ٹھنڈی سڑکوں اور باغوں میں خاک چھاننے کی نسبت گھر کے کام کاج، کھانا پکانے، چرخہ کاتنے، گھر کی صفائی وغیرہ میں زیادہ ہو سکتی ہے اور ان

کی تفریح کے لیے بال بچوں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

کیا پردہ سے تپ دق اور سِل ہو جاتی ہے؟

مخالفینِ پردہ ایک اعتراض یہ کیا کرتے ہیں کہ ہزاروں عورتیں پردہ نشینی کی وجہ سے تپ دق اور سل وغیرہ جیسے مہلک امراض میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہیں کیونکہ انہیں تازہ ہوا کھانے اور سیر و تفریح کرنے کا موقع نہیں ملتا؟

جواب: یہ ایک وہم اور غلط خیال ہے کیونکہ جس طرح لاکھوں عورتیں تپ دق اور سل میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہیں۔ اسی طرح لاکھوں مرد بھی ان امراض کا شکار ہو کر دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں حالانکہ ان میں ہزاروں ایسے ہوتے ہیں جن کے گھروں میں کوئی عورت بھی باوجود پردہ نشین ہونے کے ان امراض میں مبتلا نہیں ہوتی کہ یہ کہا جا سکے کہ ان مردوں کو ان عورتوں سے بیماری لگ گئی ہوگی، کیا وہ مرد بھی تازہ ہوا کھانے سے محروم ہوتے ہیں؟

کیا پردہ کاروبار میں مخل ہو سکتا ہے؟

بعض مخالفینِ پردہ عموماً یہ کہا کرتے ہیں کہ پردہ کاروبار کا مانع ہے۔

جواب: یہ خیال سراسر لغو ہے۔ سُنیے! جائے رہائش کے لحاظ سے انسانی زندگی بسر کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک شہری۔ دوسری دیہاتی۔ پھر ان میں حیثیت کی وجہ سے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں بعض امیر، بعض غریب، گویا یہ لوگ چار قسم کے ہوئے۔ شہری امراء، دیہاتی امرا، شہری غرباء اور دیہاتی غُرباء۔

شہروں اور گاؤں کے امیروں کا حال تقریباً ملتا جلتا ہے کیونکہ شہری امیر کام کاج کے لئے نوکر وغیرہ رکھ لیتے ہیں اور گاؤں والے کمین لوگوں سے اپنا کام کاج کرا لیتے ہیں یا کہیں نوکر بھی رکھ لیتے ہیں۔ اس لئے امیروں کی عورتیں اکثر اپنی نوکر چاکر عورتوں کی دیکھ بھال میں لگی رہتی ہیں، بعض کھانا پکانے اور سینے پرونے میں مشغول

رہتی ہیں۔ بعض بچوں کی پرورش میں خود بھی نوکروں کا ہاتھ بٹاتی ہیں، مگر انہیں کسی کام کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ گویا ان کا کوئی کام ایسا نہیں جو پردہ میں مخل ہو، ہاں! اگر انہیں گھر سے کہیں باہر جانا پڑے بھی تو وہ چادر یا برقع اوڑھ کر جا سکتی ہیں۔ جس سے پردہ میں کسی طرح کا خلل پیدا نہیں ہوتا۔ رہی غریبوں کی حالت یعنی وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے علاوہ گھر کے کام کاج کے روزی کمانے میں بھی مدد لیتے ہیں۔ ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اوّل اپنے گھر کا کام کاج کرنا، یہ تو وہ آسانی سے پردہ میں رہ کر کر سکتی ہیں کیونکہ مزدور اور پیشہ ور غریب آدمی علی الصبح اپنے کام پر چلے جاتے ہیں۔ دوپہر یا شام کو واپس گھر آتے ہیں، اس لیے ایسی عورتوں کے پردے میں کسی طرح کا خلل نہیں پڑ سکتا۔ دوسرے مردوں کا ہاتھ بٹانا اس میں شہری اور دیہاتی عورتوں کی حالت میں کم وبیش فرق ہے کیونکہ دیہاتی عورتیں اکثر ایسی مزدوری وغیرہ کرتی ہیں جس کے لئے انہیں باہر کھیتوں، میدانوں یا مجمعِ عام میں جانا پڑتا ہے۔ بخلاف شہری عورتوں کے کہ وہ عموماً پیسنا، کاتنا، سینا، کشیدہ کاڑھنا یا کسی امیر کے ہاں ماما گری یا انا کا کام وغیرہ مزدوری کیا کرتی ہیں۔ جس کے لیے انہیں اپنے یا کسی امیر کے ہاں محفوظ اور باپردہ گھر میں رہنا پڑتا ہے۔ اس لئے وہ ایک حد تک پردہ رکھ سکتی ہیں لیکن دیہاتی غریب عورتیں علاوہ گھر کے کام کاج کے کھیتی باڑی میں اپنے خاوندوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں، مثلاً کپاس چننا، خوشے چھانٹنا، کوٹنا، صاف کرنا، کھانا لے جانا وغیرہ اس حالت میں بھی پردہ قائم رہ سکتا ہے۔ اس طرح پر کہ ایسی عورتیں گھر سے نکلتے وقت چادر اوڑھ کر سیدھی اپنے کھیت میں چلی جائیں لیکن وہاں جا کر اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ اگر وہاں کام کاج کرنے والے محرم ہیں تو چادر اُتار کر کام کاج میں مشغول ہو جائیں اگر غیر محرم ہیں تو گھونگھٹ نکال کر مردوں سے ایک طرف ہو کر کام کرنا شروع کر دیں۔ اس حالت میں صرف ان کے دو پاؤں اور دو ہاتھ ننگے ہوں گے جن کو کھلا رکھنے میں عقلاً بھی

عیب نہیں، شریعت نے بھی اس صورت میں اجازت دے دی ہے۔

کیا پردہ تعلیم کا مانع ہے؟

مخالفینِ پردہ کہتے ہیں کہ پردہ تعلیم وتدریس کا مانع ہے؟

جواب: پردہ تعلیم کے لئے ہرگز مانع نہیں۔ ہاں اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے پردے کا کسی قدر مانع ہونا اگر تسلیم کرلیا جائے تو بعید نہیں لیکن یہ تعلیم سرے سے عورتوں کے لئے ضروری ہی نہیں۔ اس تعلیم سے اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھے تو بہتر ہے، جس تعلیم سے لڑکیاں بن ٹھن کر بازاروں اور عام گزرگاہوں میں اوضاعِ جاہلیت (جاہلیت کی بے پردگی) کا نمونہ پیش کریں اسے تو دُور ہی سے سلام ہے۔ ایسی تعلیم اہلِ یورپ ہی کو مبارک ہو، جس کو حاصل کر کے مرد عورت یہ کہنے لگیں کہ ہم کسی مذہب کے پابند نہیں ہیں۔

یاد رہے کہ اصلی مجرم والدین ہیں، جو بڑی کوشش سے اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دلاتے ہیں۔ حدیث: **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ** (علمِ دین حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے) کا مصداق اسلامی تعلیم ہے نہ کہ اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم، اور اسلامی تعلیم عورتیں اپنے گھروں میں اپنے باپ بھائی خاوند وغیرہ محرموں سے حاصل کرسکتی ہیں۔ باپ کا فرض ہے کہ اپنی بیٹی کو پڑھائے۔ خاوند کا فرض ہے کہ اپنی بیوی کو پڑھائے، اگر لوگ اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اپنے فرائض کو سرانجام دیں تو عورتیں کس طرح جاہل رہ سکتی ہیں؟ محرم اگر پڑھے ہوئے نہ ہوں تو جاننے والوں سے مسائل پوچھ پوچھ کر اپنی عورتوں کو سکھا سکتے ہیں، جس میں کسی کتاب، قلم، دوات اور تختی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی عورتیں اپنے خاوندوں سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے مسائل پوچھ کر ان پر عمل کرتی تھیں، یہ نہ تھا کہ ساری عمر لکھنے پڑھنے

تاریخ، جغرافیہ یاد کرنے اور دنیا کے اور فنون سے واقفیت حاصل کرنے میں گزار دیں۔ اگر گھر میں ہی تعلیم دینے والا کوئی محرم میسر ہو جائے تو کتابی علم کے حاصل کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کے لئے عورتوں کا اسکولوں اور کالجوں میں جانا نتائج کے اعتبار سے بہت ہی بُرا ہے اس کے لیے کوئی اور مستحسن تدبیر ہونی چاہیئے۔

انگریزی تعلیم کا زہریلا اثر

اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ غلامانہ ذہنیت کا اصلی منبع کالج و اسکول ہیں اور سب گناہوں کی جڑ غلامی ہے۔ پس جو امر غلامی کی جڑ ہوگا وہی سب سیّئات و معاصی کی علت ہوگا۔ لہٰذا اسکول اور کالج تمام اخلاقی رذائل اور دینی کمزوریوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ آج کل سکولوں اور کالجوں میں بجائے تعلیم کے گانا بجانا، ناچنا اور سوانگ بنانا، ڈرامہ کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ پروفیسر لڑکوں کے سامنے ناچتے اور گاتے ہیں۔ گویا تھیٹر اور سینما وغیرہ جو لوگوں کے اخلاق و اموال کے لئے مہلکات سے ہیں ان کا سرچشمہ سکول و کالج ہیں کیونکہ ان تماشوں میں انگریزی تعلیم یافتہ ہی کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ آپ ہی فرمایئے کہ پروفیسروں کا ناچنا، گانا، لڑکوں پر کیا اثر کرے گا۔ شاید کوئی آزاد خیال یہ کہے کہ ڈراموں میں اور دیگر تماشوں میں عبرت ہوتی ہے کہیں غربت و امیری کا ڈرامہ ہے کہیں ساہوکار اور کسان کا ڈرامہ ہے۔ کہیں عشق بازی کے بُرے نتائج کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ ان ڈراموں میں غربت کا علاج ساہوکار کے پھندے سے بچنے اور عشق بازی کے بُرے نتائج سے محفوظ رہنے کے وسائل بتائے جاتے ہیں، تو ان میں کیا بُرائی ہوسکتی ہے؟ جواباً التماس ہے کہ اوّل تو جتنے لوگ ان تماشوں میں حصہ لیتے ہیں وہی ان بلاؤں میں زیادہ مبتلا ہیں۔ خواہ ملازم ہو یا مزدور جو کچھ کماتا ہے ان تماشوں میں خرچ کر دیتا ہے، اور گھر میں بال بچے فاقہ کشی کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حالات اور واقعات کو بذریعہ

سوانگ نقل کرنے سے کبھی عبرت حاصل نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ بطور تماشے کے کیا جاتا ہے، اور لوگ اس کو تماشا سمجھ کر حظِّ نفس کے لئے دیکھتے ہیں۔ لوگوں کا اصل مقصود گانا بجانا، ناچنا اور سانگ دیکھنا ہوتا ہے نہ کہ عبرت حاصل کرنا۔ الغرض تھیٹر سینما وغیرہ باعتبار نتائج کے بھی بہت بُری چیزیں ہیں اور باعتبار اصل کے بھی۔

حامیانِ بے پردگی کا یہ کہنا کہ عورتیں پردہ کی وجہ سے جب کہ خود غلامی کی حالت میں ہیں اپنے لڑکوں کو آزادی کا سبق نہیں دے سکتیں۔ بالکل غلط اور تاریخِ اسلام سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ پردہ نشین عورتوں نے بڑے بڑے حکمران، امام اور اولیاء پیدا کیے، ہاں ایسے نام نہاد اور آزاد پیدا نہیں کئے جو مذہب سے آزاد و متنفر ہوں۔ ایسے آزاد در حقیقت غلامِ نفس، اسیرِ شہوات اور پرستارِ حکومت ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی آزادی اور تعلیم پر لات مارنی چاہئے جس سے عورتیں بے حیا ہو کر غیر محرموں سے مصافحہ کریں، ان کے ساتھ ہنس ہنس کے باتیں کریں، ناچنے گانے کو کمال سمجھیں، غیر محرموں کے ساتھ سیر وسیاحت کریں۔ اس تہذیب بمنزلہ تعذیب کے سیکھنے کے لئے دوسرے ممالک میں جائیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کو غیر محرم کے ساتھ حج کی بھی اجازت نہیں دیتے۔

مسلمانو! کچھ تو ہوش کرو، ایسی مہذب مائیں اپنے بچوں کو کس قسم کی تہذیب اور ادب سکھائیں گی؟

جائے عبرت ہے یہ تیرے واسطے مردِ خدا
ہوش میں آ خوابِ غفلت سے، تجھے کیا ہوگیا

غرض اس طرح کی ترقی کر کے اگر مسلمان بالفرض تمام دنیا کے بادشاہ بھی بن جائیں تو بھی اسلام کی نظر میں یہ سراسر خسران اور نامرادی ہے۔

کیا جہالت کا علاج دینی تعلیم ہے یا کالجوں کی تعلیم؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہالت کی وجہ سے عورتوں میں توہم پرستی اور شرک وبدعت پھیل گئی ہے۔ جواباً التماس ہے کہ یہ بالکل صحیح اور درست ہے لیکن ان امراض کا علاج سکولوں اور کالجوں کی تعلیم نہیں ہے۔

بلکہ اس تعلیم سے اگر جہالت وتوہم پرستی کے مرض دُور ہو سکتے ہیں تو بے حیائی، خودسری، خود پسندی، اسراف وتبذیر، بے دینی، آوارگی، خودنمائی وغیرہ صدہا ایسے اور امراض پیدا ہونے کا احتمال ہے جو جہالت سے بھی بدتر ہیں۔ لہٰذا ایسی تعلیم سے ان کا جاہل رہنا ہی بہتر ہے کہ دین و دیانت کی صلاحیت تو باقی رہے گی کیونکہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے تو دینی صلاحیت ہی معدوم ومفقود ہو جاتی ہے۔ ایسی تعلیم یافتہ عورتیں مسلمان کہلاتی ہوئیں غیر مسلموں سے شادی کر لیتی ہیں۔ لہٰذا ان امراض کا حتمی علاج دینی تعلیم ہے اور اسی کے لئے کچھ نہ کچھ بندوبست ہونا چاہئے۔

علمائے اُمت سے شرعی پردہ کی تشریح کی درخواست

پچھلے دنوں ایک مشہور اخبار میں مذکورہ بالا عنوان پر ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں علماء سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ پردہ کے باب میں متفقہ فتویٰ شائع کریں اور ساتھ ہی دھمکی دی گئی ہے کہ اگر علما نے اس طرف توجہ نہ کی تو رفتارِ زمانہ وہ کچھ کر دکھائے گی جو نہ ہونا چاہئے اور پھر کسی کے بنائے کچھ نہ بن سکے گا اور جس طرح انگریزی تعلیم کو پہلے پہلے علماء نے حرام قرار دے کر مسلمانوں کو ہندوؤں سے پھسڈی کر دیا، جس کے متعلق اب رو رہے اور پچھتا رہے ہیں، اسی طرح پردہ کے متعلق بھی کفِ افسوس ملنے کے سوا اور کچھ چارہ نہ رہے گا، اور اس کے متعلق صاحبِ مضمون نے اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے کہ یورپین طریقہ پر عورتوں کی آزادروی افراط

ہے، اور ہمارا مروجہ پردہ تفریط۔ اس افراط و تفریط کے درمیان ایک بہترین راستہ خیر الامور اوسطھا کے موجب نکالا جا سکتا ہے۔

جواب: علماء سے کسی متفقہ فتوے کی توقع رکھنا تو محض فضول ہے، کیونکہ علماء دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو آخرت کو دُنیا پر ترجیح دیتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو دُنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، پس جبکہ ان کے مقصد میں اختلاف ہے تو راؤں میں بھی اختلاف لازم ہے۔ اس کے علاوہ بعض کی نظر عمیق ہوتی ہے اور بعض کی سطحی۔ اس لیے بھی ان میں اتفاق قریب قریب ناممکن ہے۔ پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو علمِ دین سے اَصلاً واقفیت نہیں رکھتے اور مذہب میں مداخلت کر کے علماء کے منصب میں دخیل بنتے ہیں۔ اب علماء اگر اتفاق بھی کر لیں تو ان بہروپیوں کا اختلاف تو بہر حال قائم رہے گا پس جبکہ کسی امر پر اتفاق ناممکن ہے اور عدمِ اتفاق کی صورت میں عورتوں کا بے پردگی پر اُتر آنا لازم ہے۔ تو اب ہمیں بجز فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ (صبر ہی اچھا ہے) پڑھنے کے اور کوئی چارہ نہیں اور ہمیں اس بے پردگی اور اس کے شرمناک نتائج کے دیکھنے کے لئے اسی طرح آمادہ رہنا چاہیئے جس طرح ہم انگریزی کے خطرناک نتائج دیکھ رہے ہیں۔ معترض صاحب میں اگر ایمان وانصاف کا کوئی حصہ ہوتا تو وہ ان لوگوں کی رائے کی قدر کرتا جو انگریزی پڑھنے کے مخالف تھے، کیونکہ واقعات نے ان کے خیال کی صحت کو روزِ روشن کی طرح صحیح ثابت کر دیا۔

چنانچہ آج جس قدر فتنے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کر رہے ہیں یہ سب انگریزی پڑھنے کی ''برکات'' ہیں۔ چنانچہ کسی طرف سے آواز آتی ہے کہ مذہب ہماری پستی اور تباہی کی جڑ ہے اس کو چھوڑ دو، کسی طرف سے شور ہوتا ہے کہ سود نہ لینا ہی مسلمانوں کی تباہی کا ذمہ دار ہے اس لئے خوب سود لو، کوئی چلّاتا ہے کہ پردہ ظلم ہے، وحشت ہے، مانعِ ترقی ہے اسے اُٹھا دو، کوئی چیختا ہے کہ خدا نے کم سِنی کی شادی کو جائز رکھ کر قوم کو

نقصان پہنچایا، اسے منسوخ کردو، کوئی کہتا ہے کہ شادیوں کے امتیاز نے ہماری قومی منافرت کو بڑھادیا اور یہ (معاذ اللہ) خدا کی غلطی ہے۔ اس لیے اسے منسوخ کر کے مخلوط شادیوں کورواج دو، کوئی کہتا ہے کہ پرانی فقہ نے ہمیں تباہ کردیا نئی فقہ بناؤ، جس میں تمام حرام چیزیں حلال کردی جائیں۔ کوئی کہتا ہے کہ جبریہ تعلیم کے ذریعہ سے اسلام کا خاتمہ کردو، وغیرہ وغیرہ۔

الغرض! دنیا میں ہر طرف یہی شور ہے اور یہ شور انگریزی خوانوں نے برپا کررکھا ہے جس میں بعض دنیا پرست محض نام کے مولوی بھی شریک ہوگئے ہیں۔

القصہ! یہ تمام واقعات اس کی تصدیق کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں کی رائے نہایت صحیح تھی جو انگریزی کو اسلام کے لئے خطرناک سمجھ کر مسلمانوں کو اس سے بچنے کی رائے دیتے تھے۔ لیکن معترض صاحب بجائے ان کی تصویب کے اُلٹا ان کو بیوقوف بناتا ہے اور یہ بھی اسی انگریزی کا اثر ہے۔ نیز وہ کہتا ہے کہ جس طرح مسلمان آج انگریزی کی مخالفت پر رو رہے ہیں یونہی وہ کل پردۂ مروجہ کی حمایت پر پچھتائیں گے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو مسلمان انگریزی کے مخالف تھے وہ کبھی نہیں پچھتائے، اور نہ ہی وہ پچھتائیں گے۔ جو پردۂ مروجہ کی حمایت کرتے ہیں بلکہ جس طرح مخالفینِ انگریزی آج اپنی رائے کی صحت کو دیکھ کر اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہیں، یونہی حامیانِ پردہ بے پردگی کے مفاسد کو دیکھ کر کل اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہوں گے، جبکہ ہندوستان (پاک و بھارت) اعلانیہ زنا، فسق و فجور کی وجہ سے رشکِ یورپ ہوگا اور ہندوستان میں نہ کوئی صحیح النسب ملے گا اور نہ کوئی شریف۔ اور اس سے زیادہ اس وقت خوش ہوں گے جبکہ مرنے کے بعد ان ظالموں کو ان کی بغاوتوں کی سزا دی جائے گی اور ان کو ان کی نام نہاد حریت اور خودساختہ ترقی وتمدن کا مزہ چکھایا جائے گا۔

الغرض! نہ مسلمانوں کو انگریزی کی مخالفت پر پچھتانے کی کوئی وجہ ہے اور نہ پردۂ مروّجہ کی حمایت پر۔

اگر بے دین لوگوں نے انگریزی کے باب میں علماء کی مخالفت کی تو اپنا ہی نقصان کیا، علماء کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اسی طرح اگر وہ اب پردہ کی مخالفت کریں گے تو بھی اپنا ہی نقصان کریں گے اور علماء کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

رہی یہ بات کہ علماء اگر کسی معتدل بات پر متفق ہو جائیں تو اس فتنہ کی روک تھام ہوسکتی ہے، سو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ جن باتوں پر علماء متفق تھے ان میں اہلِ اہوا نے کب ان کا ساتھ دیا؟۔ اسی طرح اگر وہ پردہ کے باب میں متفق ہو جائیں تو جن کے دماغوں میں حریت کی ہوا بھر چکی ہے اور جن کو آزادی کی چاٹ لگ گئی ہے وہ علماء کے فتویٰ کو کب مانیں گے۔ ایسی حالت میں علماء کو حق پر قائم رہنا لازم ہے خواہ اہلِ اہوا ان کے ساتھ موافقت کریں یا مخالفت۔ علماء صحیح راستہ بتانے کے ذمہ دار ہیں اور لوگوں کے عمل کے ذمہ دار نہیں،

وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآئَھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآئَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ (سورۂ بقرہ، رکوع: ۱۷)

”اور تم کو جو علم حاصل ہو چکا ہے اگر اس کے حاصل ہونے کے بعد بھی تم ان لوگوں کی خواہشوں پر چلے تو اس صوت میں تم بھی نافرمانوں میں شمار ہو گے“۔

اب ہم معترض کے اس اعتراض کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں جس کو اس نے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا کہا ہے، اور کہتے ہیں کہ معترض کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اگر یورپین لیڈیوں کی طرح پوری مادر پدر آزادی نہیں دی جاتی تو انہیں کم از کم نیم آزاد کر دیا جائے تا کہ مردوں کے دوش بدوش باہر چلنے پھرنے کی گنجائش نکل

آئے اور یہ اوسط درجہ کی آزادی ہوگی جس کو خَیْرُ الْاُمُوْر کہا جا سکتا ہے۔

اگر صاحبِ مضمون کا یہی خیال ہے تو اس میں اوّل یہ سوال ہے کہ یہ تجویز آپ نے قانون شرعی کی بنیاد پر کی ہے یا اپنی ذاتی رائے سے کی ہے؟ اگر آپ نے یہ تجویز کس قانون کی بنا پر کی ہے تو اس کو صراحۃً پیش کیا جائے اور اگر ذاتی رائے سے کی ہے تو آپ کو کیا حق ہے کہ آپ دینِ الٰہی میں اپنی رائے کو دخل دیں؟ اور اگر آپ نے یہ تجویز خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا کے دائرہ کو وسعت دے کر اس سے استنباط کی ہے تو پھر ہمیں منتظر رہنا چاہئے کہ آپ ایک دن توحیدِ خالص کو افراط اور شرکِ ہنود کو تفریط قرار دے کر عیسائیوں کی تثلیث خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا قرار دیں گے۔

اے اللہ کے بندو! تم کیوں خدا کے دین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو؟ اور تم نے کیوں اس کی تباہی کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے؟۔ اگر تم درحقیقت اسلام سے گھبرا گئے ہو اور تم کو خدا کے قوانین کما ھی تسلیم نہیں تو صاف صاف اپنے ارتداد کا اعلان کر دو۔ دوسرے مسلمان تو تمہارے شر سے بچ جائیں گے۔ اسلام کا دعویٰ کرنا اور خدا کے دی کو ظلم اور جبر اور خلافِ مصلحت بتلا کر اس کی تحریف کرنا بالکل انسانیت کے خلاف ہے۔

پردہ سے شریعت کا مقصود عِفت ہے۔ پس جو طریق ایسا اختیار کیا جائے جس میں عفت پر بُرا اثر پڑے وہ شرعاً ناجائز ہے۔ خواہ عورتیں کھلے منہ پھریں یا برقع اوڑھ کر۔ کیونکہ جب کوئی عورت برقع اوڑھ کر غیر مَردوں کے ساتھ اختلاط کرے گی اور ان سے بے تکلف باتیں کرے گی تو اوّل تو مرد اس کی ذاتی حیثیت کو (کہ خوب صورت ہے یا بدصورت، جوان ہے یا بوڑھی وغیرہ) خود نظر سے اور اندازِ گفتگو سے بھانپ لیں گے، اور اگر بالفرض نہ بھانپ سکیں تو وہ ان باتوں کے معلوم کرنے کی کوشش کریں گے جس سے عفت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ دوسرے خود عورتیں برقع کی

جالی سے مردوں کو دیکھیں گی اور چونکہ عورتوں میں بھی فطرۃً جذبات شہوانی ہوتے ہیں اس لئے جو مرد انہیں پسند ہوگا اس کے پھانسنے کی وہ خود کوشش کریں گی اور جب وہ عورتیں خود طالب ہوں گی تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ برقع کیا کام دے سکتا ہے۔ اس لیے برقع کے ساتھ عورتوں کو مردوں کے ساتھ ربط ضبط اور خلط ملط کی اجازت دینا ضرور شرعی مقصد کے خلاف ہے اور وہ بھی بے پردگی میں داخل ہے۔ اسی وجہ سے جس طرح شارع نے مردوں کو غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے منع کیا ہے یونہی اس نے عورتوں کو بھی غیر مردوں کے دیکھنے سے روکا ہے۔

امہات المومنین اور صحابیات کا پردہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور ان کے بعد کے مسلمانوں سے کہیں منقول نہیں کہ وہ اپنی بیویوں اور رشتہ دار عورتوں کو اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرتے ہوں اور ان کو مردوں کے مجمع میں شریک کرتے اور دوست آشناؤں سے ملاقاتیں کراتے ہوں۔ پس اگر شرعی پردہ وہ ہوتا جس کو آج خیر الامور اوسطھا کہا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ حضرات عورتوں کو اس طرح مقید کرتے اور آزاد خیالوں کے خیال کے موافق ان پر ظلم کرتے۔

دیکھو جس جہاد سے واپسی میں واقعۂ افک پیش آیا ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں مگر آزاد نہیں، بلکہ آج کل کی باپردہ عورتوں کی طرح محمل (کجاوہ) میں تھیں۔ اسی طرح جنگِ جمل میں بھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محمل ((کجاوہ)) میں تھیں۔ اگر اس زمانہ میں آزادانہ پھرنے کی اجازت ہوتی تو محمل کی کیا ضرورت ہوتی؟ اور اس زمانہ میں شہروں میں اور جنگلوں میں اور مجمعوں میں عام طور پر پھرنا کیوں نہ منقول ہوتا؟۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حقیقت شرعی پردہ کی آج بتائی جارہی ہے وہ وہ

ہے جس سے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف تھے، نہ صحابۂ کرام، نہ تابعین، نہ تبع تابعین اور نہ محققین علماء وفضلاء۔ پھر علماء اس کو شرعی پردہ قرار دے کر اس کے جواز کا فتویٰ کیونکر دے سکتے ہیں۔

ارتکابِ گناہ سے اباحتِ گناہ بدتر ہے

مسلمانو! جرائم ہمیشہ سے ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ لوگ چوری بھی کرتے ہیں، شراب بھی پیتے ہیں، زنا بھی کرتے ہیں۔ سو اگر تم کو بھی شوقِ جرائم ہے تو تم جانو، مگر خدا کے لئے قانونِ الٰہی کو تو نہ بدلو اور جرائم کو خدا کے قانون میں داخل نہ کرو، بلکہ جرم کو جرم سمجھو۔ اپنے کو گنہگار جانو اور دوسروں کو بے دینی کی دعوت نہ دو۔ ایسا کرنے سے تم مسلمان رہ سکتے ہو اور قانونِ الٰہی کی تحریف کر کے جرائم کو قانونِ خداوندی میں داخل کر کے تم مسلمان نہیں رہ سکتے کہ یہ ایک جرمِ عظیم ہے۔ عورتوں کی بے پردگی بے شک ایک جرم ہے، گناہ ہے، معصیت ہے، سو اگر بعض لوگوں سے یہ معصیت بتقاضائے نفس وشیطان سرزد ہو رہی ہے تو ہوا کرے۔ دوسرے معاصی کی طرح یہ بھی ایک معصیت ہے، لیکن اس معصیت کو حدودِ شرعیہ میں لانے کی کوشش کرنا، آیات واحادیث کی آڑ لے کر اس کو جواز واباحت کا لباس پہنانا نہایت ناپاک حرکت ہے اور دینِ الٰہی کے ساتھ استہزاء ہے، جو اصل معصیت کے ارتکاب سے بھی کہیں بڑھ کر قابلِ مواخذہ ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

نام نہاد تہذیب اور معکوس (اُلٹی) ترقی

افسوس! کہ نئی روشنی والوں نے جو درحقیقت منبعِ ظلمات ہے روحانیت سے بے گانگی اور مادیت کی دلدادگی کا نام ترقی رکھ لیا ہے اور ہر ایک بے حیائی، الحاد ودہریت، اتباعِ طرزِ مغرب کو تہذیب سمجھ رکھا ہے۔ جو درحقیقت تعذیب (عذاب دینا) ہے اور ہر قسم کی آوارگی وخودسری کو آزادی کا لقب دے رکھا ہے، جو دراصل نفس

وشیطان کی غلامی ہے۔ جو شخص اس طوفانِ بے تمیزی کے خلاف آواز اُٹھاتا ہے اُس کو اپنی موہوم ترقی کا مانع سمجھ کر ناداں، بیوقوف، اولڈ فیشن اور تنگ خیال وغیرہ الفاظ سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ بے پردگی کے بُرے نتائج آئے دن پڑھتے اور سنتے ہیں، لیکن پھر بھی یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان یورپ کا نمونہ بن جائے۔

پردہ کو غلامی وتسفل (گراوٹ) کی سب سے نمایاں علامت بتایا جاتا ہے تعلیم اور اعلیٰ قابلیت سے عاری رہنا بھی پردے ہی کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ غلامی کی اصلی وجہ بے پردگی، بے حیائی اور موجودہ انگریزی تعلیم ہے۔ کیونکہ بے پردگی کی وجہ سے لوگ فسق وفجور میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس ابتلا نے حکومت کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا ہے، اس لئے کہ جب لوگ عیش پرستی میں محو ہوتے ہیں تو انہیں آزادی کا خیال بھی نہیں آتا، اسی واسطے حکومت نے فسق وفجور کے جملہ ذرائع کی عام طور پر اجازت دے رکھی ہے۔ شراب، افیون اور چرس وغیرہ مخرباتِ اخلاق واجسام کے ہندوستان (پاک وہند) میں بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ بھنگی، چرسی خود بے کار اور دوسروں کے لئے مصیبت بنے ہوئے ہیں۔ زنا بالجبر کی جو سزا ہے اس سے زنا کا سدِّ باب نہیں ہوتا اور زنا بالرضا کو تو جرم شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ بدکاری دن بدن بڑھ رہی ہے، کیا آپ ایسی ہی ہوا میں عورتوں کو کھلے منہ باہر نکلنے، سکولوں اور کالجوں میں جانے اور باغوں پارکوں ٹھنڈی سڑکوں اور بازاروں کی سیر کی اجازت دے رہے ہیں۔ **بریں عقل ودانش بباید گریست**۔

مسلمانو نہیں ہے بے سبب دنیا کو حیرانی
کہ اپنی آبرو پر پھیر رہا ہے آج کل پانی

ترقی کی خواہش ہر زندہ قوم اور ذی حیات فرد کے دل میں ہوتی ہے اور ہونی چاہیے، اپنی حالت کو موجودہ سے بہتر بنانے کا ولولہ اگر دل میں نہ ہو تو برکاتِ زندگی

سے اس دل کو محروم کہنا صحیح ہے۔ آج دنیا کی تمام قومیں ترقی ترقی کا غل مچا رہی ہیں اور ہر ایک نے اپنی رسائی فکر سے ایک منزل قرار دی ہے جس کی طرف وہ سب دوڑ رہے ہیں۔ ادنیٰ طبقہ سے اعلیٰ درجہ کے انسانوں تک ہر قوم کے افراد ترقی کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی ترقی کی صدا دنیا کی کسی دوسری قوم سے پست نہیں ہے، بلکہ شور وشغب تو یہاں بہت زیادہ نظر آتا ہے بہت سے بے کار لوگ جن کے پاس کوئی معقول ذریعۂ معاش نہیں ہے یا جس کام کو کرتے ہیں وہ بدقسمتی سے چلتا نہیں، اور ہیں خوش خوراک اور خوش پوشاک فیشن ایبل جنٹلمین۔

وہ مجبور ہو کر (مہذب گداگری) لیڈری کے پلیٹ فارم پر جلوہ آرا ہو جاتے ہیں اور دھواں دھار تقریریں کر کے سامعین کو جذبۂ ترقی کے بادۂ ناب سے مخمور بنا دیتے ہیں، کوئی چندہ کھول لیا جاتا ہے اور قوم کو اس کی فراہمی میں مصروف کر دیا جاتا ہے اور جو شخص ان کے پیش کردہ مقصد کو سمجھنا بھی چاہے تو اس کو بے سروپا الزاموں سے مطعون بنا کر نفرت ولعنت کے نعروں سے خاموش کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے بہت سے آبرودار نیک دل تہمتوں اور گالیوں کے خوف سے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ لیڈر صاحب کی ترقی تو ہوگئی، ان کا کام تو بن گیا اور چونکہ وہ بھی قوم کے ایک فرد ہیں اس لیے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی سعی قوم کی ترقی کے لئے نافع ثابت ہوئی۔ ایسے لیڈروں کے سوا اور بھی بہت لیڈر ہیں جو ہمیشہ ہی ترقی کا رونا رویا کرتے ہیں اور یہ رونا روتے ہوئے ان لیڈروں کو پچاس سال سے زیادہ گزر چکے، لیکن اس شور وشغب کا کیا ثمرہ ہوا؟ اس بات کو یہ قومی لیڈر ہی کچھ اچھی طرح سے سمجھتے ہوں گے۔

ترقی کی آواز

جس وقت ہندوستان (پاک وہند) میں ترقی کی آواز اُٹھائی گئی تھی یعنی آج سے پچاس سال قبل، اس وقت مسلمانوں کی قوت، شوکت اثر، اعتبار، تمول،

دینداری، نیک چلنی، باہمی محبت و ہمدردی کا کیا حال تھا۔ زمینِ ہند کے کتنے وسیع رقبے ان کے ملک وتصرف میں تھے۔ ہر شہر، قصبے اور گاؤں میں سر بفلک اور فراخ عمارتیں ان کے اقتدار کی شہادتیں دے رہی تھیں۔ دشمن مقابلہ کی ہمتیں نہ رکھتے تھے اور ہندوستان کی قومیں ان کے رعب سے کانپتی تھیں۔ مسافر نوازی، غربا پروری، ناداروں کی دستگیری، ہمسایوں کی اعانت مسلمانوں کا عام شیوہ تھا۔ صدق و دیانت اور حق وانصاف کے لیے مسلمان ضرب المثل تھے۔ امراء روسا پابندِ شرع تھے۔ جن لوگوں کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے، اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے منظر دیکھے ہیں مگر جب سے اس نام نہاد ترقی کا دور دورہ شروع ہوتا ہے اور ہندوستان (پاک وہند) کا گوشہ گوشہ ترقی کے غلغلوں سے گونج اُٹھتا ہے، ترقی مآب لیڈروں کی مساعی کا جال ہندوستان بھر میں پھیلتا ہے۔ اس وقت سے مسلمان روز بروز تباہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کروڑوں روپیہ کی جائیدادیں ان کے قبضہ سے نکل کر سالانہ اغیار کے پاس پہنچتی رہتی ہیں، ان کے ذرائع معاش دم بدم کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کا اثر واقتدار دنیا سے اٹھتا جاتا ہے۔ ان کی نیک صفات ان سے منہ موڑ لیتی ہیں۔ ہمدردی واخوت کی جگہ ان میں حسد وعداوت اور بغض ونفاق کے شرارے بلند ہوتے ہیں اور اس جدید عہدِ ترقی میں بیسیوں نئے مذہب اور جدید فرقے پیدا ہو کر مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کر دیتے ہیں۔ دین داری کا یہ حال رہ جاتا ہے کہ مدعیانِ سیادت یعنی لیڈران نماز، روزے اور اسلامی شکل وصورت سے اجنبی اور نابلد ہو جاتے ہیں۔ پنجاہ سالہ ترقی کی صداؤں اور گرما گرم کوششوں کا یہ انجام ہے۔ اب خواہ اس ترقی پر ناز کیجئے یا اس کو امیدوں کا قبلہ گاہ سمجھئے مگر نتیجہ اس کا یہی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔

انسان سے غلطی ہونا کچھ عجب نہیں۔ دانا وفرزانہ انسان بسا اوقات خطرناک غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں کہ ان کی کوششوں کے نتائج برعکس

نکلے اور ان کی تدبیروں سے بجائے نفع کے نقصان ظاہر ہوا تو وہ اپنے عمل کو روک دیتے ہیں اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور حصولِ مقصد کے لیے دوسرا طریقۂ عمل اختیار کرتے ہیں، مگر رنج اس بات کا ہے کہ ہمارے حامیانِ ترقی اور فدائیان افرنجیت ((فرنگی پن)) پچاس برس غلطی میں رہ کر بھی بیدار نہ ہوئے۔ قوم تباہ ہوگئی اور ان کی آنکھ نہ کھلی۔ مسلمان مٹ گئے اور انہیں ہوش نہیں آیا۔ دولتیں غیروں کے پاس پہنچ گئیں اور انہیں اب تک اپنی غلطی کا اعتراف نہ ہوا۔ مرعوب و مغلوب قومیں غالب ہوکر چیرہ دستیاں کرنے لگیں اور انہوں نے ظلم وستم کا طوفان برپا کر ڈالا، مگر ہمارے لیڈروں کی خودرائی میں ذرا فرق نہ آیا۔ انہیں اپنی غلط روی کا احساس نہ ہوا۔ انہوں نے اپنی روش نہ چھوڑی اور ایک لمحہ کے لئے اس پر نظر نہ ڈالی کہ ان کی کوششوں نے، ان کے طرزِ عمل نے، ان کی مزعوم (خیالی) ترقی نے مسلمانوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچایا، بلکہ ان کی حالت روز بروز بدتر ہوتی چلی گئی اور جب تک یہ لیڈر دین سے اجنبی اور مذہب سے ناآشنا رہیں گے اس وقت تک کامیابی کی صورت نظر نہیں آسکتی۔ ہر قوم اپنی خصوصیات وامتیازات کی حمایت وحفاظت میں اپنی پوری طاقت صَرف کردیتی ہے، اور اس میں اس کی بقاو ترقی کا راز مضمر ہے۔ ہندوؤں کو دیکھئے وہ اپنی راہ ورسم پر کس مضبوطی سے قائم ہیں، انگریزی تعلیم اور یورپ وامریکہ کی سیریں ان کے سروں سے چوٹی کا ایک بال بھی دُور نہ کرسکیں، ہندوؤں کی چوٹی تو نہ کٹی مگر مسلمانوں کی ڈاڑھی اس جدید ترقی کے استرے سے مُنڈ گئی۔ ہندوؤں کے دماغ سے گاؤ پرستی کا خیال تک نہ مٹ سکا مگر ہمارے جنٹلمین اپنے فرائض چھوڑ بیٹھے، ہندوؤں نے جس قدر اپنے رسم وآئین کی حفاظت کی ہمارے لیڈر اتنا ہی دین کی مخالفت میں سرگرم نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو بڑھتے گئے۔ انہیں کامیابی ہوتی گئی، انہوں نے اردو کی جگہ مری ہوئی ہندی کو رائج کرلیا اور ہمارے لیڈر اپنا ہی گھر برباد کرنے کو ترقی سمجھتے رہے۔ کبھی پردہ

کی مخالفت پر اصرار کبھی سود کے جواز پر بحث و تکرار ہے۔ علماء کی توہین اور علومِ اسلامیہ کے رواج کا بند کر دینا تو لیڈروں کا مقصدِ اعظم ہے۔ عمریں علماً پر تبرّا کرتے گزر گئیں اور روزانہ اخباروں میں برسوں تک اس مبارک اور پاک گروہ کو کوسا ہے۔ یہ ان حضرات کے اصولِ ترقی ہیں۔ آج کل جبریہ تعلیم کے مدارس جا بجا کھل رہے ہیں، ان کی دینی تعلیم حتیٰ کہ قرآن پاک کی تعلیم بھی لازمی قرار نہیں دی گئی مگر جنٹلمین حضرات جو مسلمانوں کی نیابت کے مدعی تو بن بیٹھے ہیں اور مسلمانوں سے ووٹ حاصل کرنے میں بہت سرگرمی دکھایا کرتے ہیں وہ سب خاموش ہیں، ان کے دل میں درد نہیں اٹھتا کہ وہ قرآنِ پاک کی تعلیم لازمی کیے جانے کے لیے اپنی قوتیں صَرف کر دیں، نہ اس کے لئے جلسے ہوتے ہیں نہ ریزولیوشن پاس کیے جاتے ہیں، نہ ایڈیٹرانِ اخبار اس پر کوئی آواز بلند کرتے ہیں۔ ترقی کے دلدادوں کے لئے یہ مسئلہ قابلِ التفات ہی نہیں ہے۔ ریلوے اپنے جدید سٹاف کی وردی میں بعض علاقوں میں ہیٹ (چھجے دار ٹوپی) رکھی ہے۔ صدہا مسلمان جو اس محکمہ میں ملازم ہیں وہ ٹوپی اوڑھے پھرتے ہیں، نہ اس پر کوئی احتجاج کیا گیا، نہ ریلوے بورڈ سے استدعا کی گئی کہ وہ مسلمانوں کو اس ٹوپی سے مستثنیٰ کرے۔ یہ ٹوپی مسلمانوں کے لئے ناجائز ہے (۵) نہ اس پر کوئی جلسہ کیا گیا، نہ کسی اخبار نویس نے کوئی توجہ کی، نہ حامیانِ ترقی کو اس پر کوئی آواز اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کسی نے نہ سوچا کہ ہماری وضع میں تغیر کی ابتدا ہو رہی ہے، اور آج ایک محکمہ ہیٹ رائج کرتا ہے تو دوسرے محکمے بھی یہی راہ چلیں گے۔ مگر لیڈروں کو کیا وہ تو خود انگریزی وضع کے شیدائی ہیں اور نوجوانوں کو رغبت دیتے ہیں۔ سکھ اپنی دستار کی حفاظت کر سکتے ہیں مگر مسلمان نہیں کر سکتے۔ حامیان ترقی مزعوم (خیالی ترقی) تو شاید اپنے خیال میں اس کو عین ترقی سمجھتے ہوں گے۔ ان کے

(۵) اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کو پہنے ہوئے آدمی نماز ادا نہیں کر سکتا کیونکہ پیشانی کا زمین پر لگنا سجدہ میں ضروری ہے اور ہیٹ پہن کر پیشانی زمین پر نہیں لگ سکتی۔ (ناشر)

خیال میں تو خواہ کھانے کی روٹی نہ ہو، رہنے کو گھر نہ ہو فیشن ہو۔ تو بس ترقی کی انتہائے معراج کو پہنچ گئے مگر حقیقت شناس جانتے ہیں کہ یہ ترقی نہیں بربادی ہے۔ ترقی یہی ہے کہ ہماری حالت پہلے سے بہتر ہو اور اس میں سب سے اوّل مرتبہ اپنے ذاتی وصفاتی افعال کا ہے۔ مسلمان پاکیزہ صفات سے متصف ہوں۔ ان کے افعال بہتر اور عمدہ ہوں۔ شریعت کی زندگی اختیار کریں، اسلامی شان اور اسلامی صورت اور اسلامی انداز ان سے ظاہر ہوں تو یہ اصلی ترقی ہے، اور جس دن مسلمان ایسے ہو جائیں پھر دنیا انہیں پامال نہیں کر سکتی۔ حُسنِ خلق، حُسنِ صفات، حُسنِ افعال وہ ملک نہیں جو تسخیر (ماتحت) کیا جاسکے۔ انجامِ کار یہ قوت تمام طاقتوں پر غالب آتی ہے' اور ہر فوج کو حُسنِ صفات کے لشکر کے مقابل ہتھیار رکھ دینے ناگزیر ہوتے ہیں۔ مسلمان اگر واقعی ترقی کے خواہاں ہیں تو مسجدیں آباد کریں۔ دیانت وامانت صدق وراست بازی میں اپنے اسلاف کا نمونہ بنیں۔ زیردستوں اور ضعیفوں کی ہمدردی اپنی راحت سمجھیں، دینداروں سے محبت کریں اور جنہیں دین داری سے نفرت ہے انہیں اپنے اخلاقی دباؤ سے درست کریں۔ ووٹ دینے کا وقت آئے تو یہ دیکھیں کہ جس کو اپنا نمائندہ بناتے ہیں وہ شریعت کا کتنا پابند ہے۔ اس کو مسجد کی حاضری تو ہین تو معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ایسے اجنبی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تو وہ مسلمانوں کی دینی زندگی کی کیا پروا کرے گا ترقی کا پہلو دنیوی ہے، حامیانِ ترقی جو پلیٹ فارموں پر بڑا زور وشور مچایا کرتے ہیں ایک فہرست تو بتائیں کہ انہوں نے اپنے پنجاہ سالہ عہد میں مسلمانوں کو کتنا دنیوی فائدہ پہنچایا۔ مہربانی کر کے اسکولوں، کالجوں لائبریریوں اور کلبوں کے لئے چندے مانگنے کو ترقی کی فہرست میں شمار نہ کرائیں، بلکہ یہ بتائیں کہ کتنے اجڑے

ہوئے گھر آباد ہو گئے۔ کتنی ضائع شدہ جائیدادیں واپس آ گئیں۔ آج سے پچاس سال قبل جو مسلمانوں کی مالی حالت تھی اس عہدِ ترقی میں ان کی دولت کتنی زیادہ ہوگئی۔ غریب مسلمانوں کی امداد کے لئے آپ نے کیا کیا۔ صدہا نو تعلیم یافتہ نوجوان ٹکریں مارتے پھرتے ہیں اور مدعیانِ ترقی میں سے کوئی انہیں سہارا دینے والا نہیں ہے۔ مسلمانو! ہوشیار ہو جاؤ اور ان لفظی ترقی کی پکار کرنے والوں پر اعتبار نہ کرو، جن کے نزدیک ترقی کا معیار یہی ہے کہ سر پر انگریزی ٹوپی رکھ لیں، جانگیہ پہن لیں، عورتوں کے بال کٹوا دیں، انہیں برہنہ پھرائیں اور اپنی مرضی سے انہیں موقع دیں کہ وہ غیروں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالیں۔ اس حیا سوز ترقی پر لعنت بھیجو۔ اسلامی آئین ووضع کو اختیار کرو جو اس وضع کے خلاف نظر آئے اس کو سمجھانے کی کوشش کرو۔ اگر تمہارا یہ دستور العمل رہا تو ان شاء اللہ تعالیٰ بگڑے ہوئے سنبھل جائیں گے۔ خدا کرے کہ مسلمان اپنے دین کی حمایت وحفاظت کو ترقی سمجھیں اور یہی ان کا نصب العین اور مطمع نظر ہو۔ آمین۔

پردے کی برکات

جو عورت اپنی سلیقہ شعاری اور حُسنِ خانہ داری سے میاں کی مرغوبِ طبع اور منظورِ نظر ہے اس کا گھر اس کا تخت گاہ ہے اور اس کا لمحہ لمحہ قلمروِ خانہ کے نظم ونسق کے لئے منقسم ہے۔ وہ گھر سے باہر نکلنے اور ادھر ادھر پھرنے کا وقت ہی نہیں پاتی۔ گھر اس کی عمل داری ہے اس کا حصار عافیت ہے اس کا مقامِ امن ہے اور وہ یہاں نہ صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے حاضر رہنے پر مجبور ہے بلکہ بیرونی شرور وآفات سے بچنے کے لئے بھی اس کا گھر میں رہنا لازم ہے۔ اس لئے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور ان کے لئے بڑے افتخار کا باعث ہے، جس قدر وہ ستر وپردہ کی پابندی میں کامل ہوں اتنا ہی

زیادہ فخر کر سکتی ہیں، جس طرح کہ کسی نفیس شے کو لوگوں کی نظروں سے بچایا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھلاتے اور کئی پردوں میں چھپا کر رکھتے ہیں، اسی طرح سے پردہ سے بھی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کی جائے۔ انہیں ہر کس و ناکس نہ دیکھ سکے، نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے اس کو پردے میں رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں پر کسی طرح اعتبار نہ کیا جاتا، بلکہ انہیں گھر میں داخل کر کے باہر قفل لگا دیا جاتا، اور قفل بھی سر بمہر کر دیا جاتا یہ خیال کرنا بھی بے جا ہے جیسا بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا انہیں قید میں ڈالنے کی مثل ہے ان پر بڑی تنگی کی جاتی ہے۔ جس سے ان کی آزادی میں خلل پڑتا ہے، حالانکہ شریف عورتیں بالطبع پردے کو پسند کرتی ہیں، بچپن سے ان پر حیا و شرم اس قدر غالب ہوتی ہے کہ پردہ مرغوبِ طبع اور بے پردگی بارِ خاطر ہوتی ہے۔ گویا پردہ ان کی فطرت میں داخل ہے انہیں یہاں تک پردہ کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اس سے انس و محبت کرنے لگتی ہیں اور اسے ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہیں جیسا اور اپنی طبعی عادات کو، حتیٰ کہ جو عورتیں اس میں ذرا کوتاہی کرتی ہیں انہیں شرم دِلانے پر آمادہ ہو جاتی ہیں، انہیں بے شرم اور بے باک قرار دیتی ہیں۔

علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اسے خوشی سے قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی عطا اور ثواب کی امیدوار بن جاتی ہیں۔ پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ شریعتِ محمدیہ نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے، ظلم تو تب ہوتا کہ وہ اسے اپنی خوشی سے اختیار نہ کرتی، غرض شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔

حق تو یہ ہے کہ تمام ادیان و شرائع کی نسبتِ شریعت محمدیہ میں عورت کی بڑی عزت ہے۔ اس لئے اس نے عورت کی کمال حفاظت کی ہے۔ بدکاروں اور

بدمعاشوں کی نظروں سے خوب بچایا ہے۔ علاوہ ازیں بفحوائے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ م بِالسُّوْٓءِ بعض عورتوں کا شرِ نفس سے مغلوب ہونا بھی ممکن ہے۔ ایسی صورت میں پردہ ان کے لیے شر ومفاسد سے پورا پورا بچاؤ ہے اور پردے میں عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا مشکل سے خیال ہوسکتا ہے۔ اس کے خاوند کو اپنی نسل کے متعلق پورا اطمینان رہے گا۔ بخلاف اس صورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہوکر باہر نکلتی ہو اور غیر مَردوں سے ملتی جلتی ہو، تو شکوک وشبہات کا پورا امکان ہے۔

اگر تعصب اور نفس پرستی کو چھوڑ کر عقلِ سلیم سے کام لیا جائے تو بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ عورت کے لئے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے۔ زن وشوہر دونوں کا اس میں سراسر فائدہ ہے۔

ے

دُوسرا حصہ شرعی بحث

بابِ اوّل

ملکۂ ثریا کے ایک بیان کا جواب

یورپ کی شرمناک تہذیب اور حیا سوز آزادی کے شیدا جو ساتھ ہی مسلمان کہلانا اور مسلمانوں کی طعن و تشنیع سے بچنا بھی چاہتے ہیں، اپنے دعویٰ کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ آیات واحادیث کے مطالب ومعانی کی نہایت دیدہ دلیری سے کتر بیونت کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں، چونکہ ان ظاہر المعانی احکام کی تعمیل کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے لہٰذا ان مباحث میں ان کا تکلف وتصنع نہایت مضحکہ خیز ہوتا ہے۔ ان سے بھی زیادہ عجیب وغریب وہ لوگ واقع ہوئے ہیں جو ان مباحث کی کشمکش اور لوگوں کی تضحیک وتحمیق (مذاق اڑانا اور بیوقوف بنانا) سے پیچھا چھڑانے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ احکامِ شرع میں پردہ ثابت نہیں ہوتا۔ موجودہ پردہ بالکل مابعد کی ایجاد ہے۔ چلو قصہ ہی تمام ہوا۔

قبل اس کے کہ ہم پردہ کے متعلق شریعت کے احکام کی تفصیلات بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منکرینِ پردہ کے ان اقاویل باطلہ کا نمونہ بھی ناظرین کو دکھادیں، جن میں وہ اپنی مطلب براری کے لیے احکامِ شرع کی تحریف وتصحیف (تبدیل کرنا اور مٹانا) کیا کرتے ہیں اور اس قسم کے مضامین میں سے ہمارے نزدیک ملکہ افغانستان ثریا بیگم کا وہ بیان یہاں نقل کردینا زیادہ پُرلطف ہوگا جو اپنے

مدلل و مسکت جواب سمیت ''رسالہ اصلاح باغبانپورہ'' میں ہمارے مکرم دوست مولانا مرزا محمد نذیر عرشی کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ مضمون اس وقت لکھا گیا تھا جب غازی امان اللہ خاں تختِ کابل پر برسرِ اقتدار اور رفعِ حجاب، آزادیِ نسواں اور منعِ تعدّدِ ازواج وغیرہ اصلاحات کے لئے پورے زور کے ساتھ ساعی تھے۔ قبائل کی بغاوت کا ابھی کہیں نام ونشان بھی نہ تھا۔ ایسے حالات میں واقعاتِ موجودہ سے جن نتائج ممکنہ کی پیش گوئی اس مضمون میں کی گئی ہے اور وہ جس طرح من وعن پوری ہوئی وہ بھی قابلِ توجہ ہے۔ وھو اھذا۔

یہ حقیقت عالم آشکار ہو چکی ہے کہ تختِ کابل کے جوان بخت شہریار نے یورپین طرزِ زندگی کے دلدادہ ہو کر قدیمی اسلامی شعار کو خیر باد کہہ دینے کا تہیہ کر لیا ہے اور ان بعض مختص المذہب مراسم و آداب کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کا عزم مصمّم کر لیا ہے جن کو یورپ کی تقلید میں حاصل ہونے والی مادی ترقیات کے لئے حارج سمجھا گیا ہے، ترکانِ انگورہ بھی اس ذہنیت میں ان کے ہم عنان بلکہ ان سے دو دو قدم آگے ہیں، مگر کابل اور انگورہ کی حیثیتوں میں اس قدر فرق ہے کہ مؤخر الذکر جماعت میں صدیوں تک یورپ کی ہمسائیگی میں رہنے کے باعث مذہب کی طرف سے خاص آزادی و مطلق العنانی سرائیت کر چکی ہے اور اگر وہاں کچھ مذہبی تاثرات کے آثارِ باقیہ پائے جاتے ہیں تو وہ برائے نام ہیں، جن کو مضمحل و معدوم (کمزور اور ختم) کرنے کے لئے تھوڑی سی قوت کا مظاہرہ کافی ہے۔ بخلاف اس کے افغانستان آج تک مذہبی استقامت کا گہوارہ رہا ہے۔ وہاں کھلم کھلا اسلامی شِعار و آداب کی مخالفت کرنا ایک عظیم الشان مذہبی طاقت کو مقابلہ کے لئے چیلنج دینا ہے، جو بڑی سے بڑی حربی قوت کے آگے بھی سرِ تسلیم خم کرنے والی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگورہ آج کل یورپ کی تقلید میں جو کچھ کر رہا ہے وہ علانیہ بلا لحاظِ مذہب اور بلا خوفِ مخالفت کر رہا

ہے مگر کابل جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کو مذہبی تاویل کا رنگ دینے پر مجبور ہے۔

ان دنوں علیا حضرت ملکۂ افغانستان ثریا خانم نے پردے کے خلاف کسی نمائندہ اخبار کے سامنے بعض خیالات کا اظہار فرمایا ہے جن کو مذکورہ فرقِ حیثیت کے ماتحت محض بہ تکلّف مذہبی روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے۔ مخالفینِ پردہ جو بزعم خود اسکو دُنیوی ترقیات کا مانع سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی دُنیوی مقاصد کو دینی مصالح پر ترجیح بھی دینا چاہتے ہیں، تقاضائے صداقت تو یہ ہے کہ انہیں برملا کہہ دینا چاہئے کہ جو مذہبی رسوم ہمیں دُنیوی و مادّی ترقی سے روکتی ہے اگرچہ دینِ اسلام اس کی کتنی ہی تائید کیوں نہ کر رہا ہو، اس کو ہم ہرگز اختیار نہیں کر سکتے، مگر ملکہ ممدوحہ اس طرح صاف گوئی سے اپنا اصلی مافی الضمیر ظاہر نہیں فرماتیں، بلکہ جو ارشاد ہے وہ اس انداز میں ہے گویا آپ کو ہر طرح اسلام کا پاس مدِّنظر ہے۔ چنانچہ فرماتی ہیں:

> ''موجودہ پردے کا آغاز اسلام میں خلیفہ عباس کے عہد میں ایرانی رواج کے زیرِ اثر ہوا تھا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں نے کبھی پردہ نہیں کیا اور ان کی عورتیں مدارس میں جلسہ ہائے عام میں اور تقریروں وغیرہ میں شامل ہوتی تھیں''۔

اس فقرہ سے بظاہر یہ مترشح ہوتا ہے کہ گویا پردے کے مخالفین اسلام کے اس قدر شیدا اور احکامِ اسلام کے اس قدر پابند ہیں کہ وہ کسی غیر اسلامی رواج کو اختیار کرنا گوارا نہیں کر سکتے، وہ پردہ کے مخالف اس لئے ہیں کہ یہ ایک غیر اسلامی رسم ہے جو قرونِ اولیٰ کے بعد بطور بدعت جاری ہوئی اور سابقین اولین میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ یہ طرزِ استدلال جس قدر بودا اور پادر ہوا ہے۔ اسی قدر اس میں احکامِ اسلام کی کھلی ہوئی توہین اور آئمۂ دین کے ساتھ صاف استہزاء بھی ہے۔

موجودہ پردہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ عورتوں کو گھروں میں اقامت پذیر

رہنے اور بلا ضرورتِ شدید کے گھر سے باہر نہ نکلنے کا حکم ہے، اور اس بات کی پابند رہنا ان کا فرض ہے کہ سینما، تھیٹر وغیرہ تماشے دیکھنے نہ جائیں۔ بازاروں، منڈیوں میں نہ جائیں۔ گلی کوچوں میں کھلے بندوں نہ پھریں، نامحرم مردوں کے سامنے برافگندہ نقاب (نقاب اٹھائے) نہ آئیں۔ ان پر اپنی زیب و زینت ظاہر نہ ہونے دیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس قسم کا پردہ تعلیماتِ اسلام پر مبنی نہیں اور محض ایرانی رواج کے زیرِ اثر پیدا ہوا ہے تو پھر اس آیتِ قرآنیہ کے معنی کیا ہوں گے۔ **وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی۔** (الاحزاب: رکوع ۴)

یعنی ''اے بیبیو! گھروں میں جمی بیٹھی رہو اور جاہلیت کے زمانہ کے سے بناؤ سنگھار نہ بناتی پھرو''۔

نیز اس آیتِ قرآنیہ کا کیا مطلب ہوگا۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ۔ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اٰبَآئِھِنَّ (یعنی) ''اور عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں، مگر جو اس میں سے بامرِ مجبوری ظاہر ہوتا رہتا ہے (معاف ہے) اور اپنے سینوں پر دوپٹوں سے بُکّل مارے رہیں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ دادا پر''۔ الخ

(پ: ۱۸، رکوع: ۱۰)

اگر **وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ** اور **لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ** اور **وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ**۔ کا رواج جو آج کل مسلمانوں میں جاری ہے اسلامی تعلیمات کا اثر نہیں بلکہ کسی ایرانی فرمانروا کی ایجاد ہے تو کیا عورتوں کا کھلے سینوں اور برہنہ پنڈلیوں کے ساتھ برافگندہ نقاب، اغیار و اجانب (بے نقاب، غیروں اور اجنبیوں) کے سامنے آنا اور ان

کھیل تماشوں میں آزادانہ شامل ہونا جہاں نامحرم ایکٹر اور حیا باختہ عشق و حُسن کے عافیت سوز ایکٹ دکھا دکھا کر ناظرین و ناظرات کو مسحور و مفتون (فتنے میں مبتلا) کرتے ہیں کسی ایسی پیغمبری تعلیم میں داخل ہے جو آج تک تمام آئمۂ دین کی دسترسِ علمی سے تو باہر رہی، مگر صرف اس زمانے کے یورپ پرست اشخاص کے دلوں پر القا ہوگئی۔

بسوخت عقل حیرت کہ ایں چہ بو العجی است

اگر عورتوں کا ستر وحجاب اور ان کی خانہ نشینی ایک عجمی رواج ہے جو اسلام میں زبردستی داخل کر دیا گیا تو پھر اس صحیح حدیث کا مطلب کیا ہوگا: **صَلٰوۃُ الْمَرْأَۃِ فِی بَیْتِھَا افضل من صلاتھا فی حجرتھا وصلٰوتھا فی مخدعھا افضل من صلوتھا فی بیتھا** (ابوداؤد) یعنی ''عورت کا اپنے گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کا تہہ خانے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے افضل ہے''۔

اگر عورت کی خانہ نشینی ایرانی رواج کے زیر اثر پیدا ہوئی ہے اور وہ احکامِ اسلام کی رو سے باہر آنے جانے میں قطعاً آزاد ہے تو پھر اس فرمانِ نبوی **صلی اللہ علیہ وسلم** کی کیا تاویل کی جائے گی کہ **المرأۃ عورۃ فاذا اخرجت استشرفھا الشیطان** (ترمذی) یعنی ''عورت تو سراپائے عورت یعنی قابلِ سَتْر وحجاب ہے جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے''۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ پردہ کلیۃً اسلامی اصول پر مبنی اور اسلامی تعلیمات کے زیرِ اثر ہے۔ اس کو غیر اسلامی کہنا محض اتباعِ ہوا اور اسلام پاک کی تحریف اور اس کے ساتھ کمال بے وفائی ہے جس کی تہہ میں اپنے دین و مذہب کی تخریب کے بعد افرنجی معاشرت کی تعمیر کا لائحہ عمل کارفرما ہے۔

اگر ہسپانیہ کی مسلمان عورتوں کا پردہ نہ کرنا صحیح ہے تو کیا ان لوگوں کا یہ طرزعمل اسلام کے کسی مسلمہ اصول پر اثر انداز ہوسکتا ہے، خصوصاً ان لوگوں کا طرزِ عمل جو قرونِ اولیٰ سے صدیوں بعد گزرے ہیں اور جن کے رسم ورواج پر یورپ کا قرب وجوار اثر انداز ہو چکا تھا۔

((منکرینِ پردہ کے ایک فریب کا جواب))

پھر ارشاد ہے:

"اگر پردہ اسلامی فریضہ میں داخل ہوتا تو ایک مسلمان کو پردہ نہ کرنے پر شریعتِ اسلامیہ کی طرف سے ویسی ہی سزا دی جاتی جیسی کہ دیگر مکروہ افعال کے لئے دی جاتی ہے۔ ابھی تک یہ کبھی سننے میں نہیں آیا کہ فلاں مسلمان عورت کو اس لئے سزا دی گئی ہے کہ وہ بے پردہ ہوگئی تھی"۔

حیرت کی بات ہے کہ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ اور وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ وغیرہ وغیرہ کھلے کھلے احکامِ خداوندی کی موجودگی میں پردہ کے اسلامی فریضہ ہونے میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔ جس کے لئے مذکورہ فلسفی استدلال سے کام لینے کی ضرورت ہے، یہ استدلال منطقی شکل میں یوں مرتب کیا جاسکتا ہے کہ:

"بے پردگی پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں اور جس کام پر شرعی سزا نہ ہو وہ مباح ہے، پس بے پردگی مباح ہے"۔

حالانکہ اس استدلال کا مقدمۂ ثانیہ جس پر نتیجہ کا مدار ہے، غلط ہے یعنی یہ کلیہ صحیح نہیں کہ جس کام پر شرعی سزا مقرر نہ ہو وہ مباح ہوتا ہے، ہم پوچھتے ہیں کہ خدا کی رحمت سے نا اُمید ہونا، خدا کے غضب سے نڈر ہونا، کسی صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، یتیم کا مال کھانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ قسم کے افعال گناہ ہیں یا نہیں۔ اگر گناہ ہیں تو پھر بتایئے کہ ان پر کون سی شرعی سزا مقرر ہے؟۔ اگر

آج تک سننے میں نہیں آیا کہ فلاں مسلمان عورت کو اس لئے سزا دی گئی کہ وہ بے پردہ پھرتی ہے تو فرمایئے کسی چغل خور کی زبان بھی اس لئے کاٹی گئی کہ وہ لوگوں کی چغلیاں کرتا تھا؟۔ سب جانتے ہیں کہ زنا کے لئے رجم اور جلدہ کی ہولناک سزائیں مقرر ہیں، مگر کسی غیبت گو کو بھی پھانسی پر لٹکتے ہوئے دیکھا؟ کہ جس کا گناہ بفرمانِ نبوی **الغیبة اشد من الزنا** ''غیبت زنا سے بھی سنگین ہے''۔ شریعت میں خاص تمدنی ومعاشرتی مصالح کی بنا پر جن جرائم پر سزائیں مقرر ہیں۔ ان کی تعداد ساتھ آٹھ سے زیادہ نہیں۔ ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے افعال اور بھی ہیں جن پر عدالتی سزا تو مقرر نہیں مگر شرع کی زبان میں ان کو گناہ یا جرم کہا گیا ہے۔ کیا کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ چونکہ ان افعال پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں لہٰذا وہ کام گناہ نہیں بلکہ مباح ہیں، پھر عورت کی بے پردگی کو جو قرناً قرن سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آئمۂ عظام، علمائے کرام کے نزدیک ایک مستنکر ومکروہ کام اور خدا اور رسول کی ناراضامندی کا باعث ہے، محض بایں دلیل مباح بنالینا کہ اس پر عدالتی سزا مترتّب نہیں ہوتی کہاں کی دانش مندی ہے؟

جو لوگ بے پردگی کو اس لئے مباح سمجھتے ہیں کہ اس پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں، انہیں چاہئے کہ جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کے مباح ہونے کا بھی اعلان کر دیں کیونکہ ان جرائم پر بھی کوئی خاص سزا مقرر نہیں، اگر وہ کہیں گے کہ ان جرائم پر آخرت میں سزا ہوگی تو عورت کی بے پردگی پر بھی آخرت کی سزا سُن لیجئے۔

''صحیح مسلم'' میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: نے **ونساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤُسُهن کاسنمة البخت المائلة لایدخلن الجنة ولا یجدن ریحها** الخ (صحیح مسلم، **النهی عن التزویر فی اللباس**)۔ یعنی ''اور (جہنم کے اندر) وہ عورتیں ہوں گی جو بظاہر پوشاک پہنے ہوئے

ہیں (مگر ایسی باریک گویا بعض اعضاء سینہ، پنڈلی وغیرہ اس طرح برہنہ رکھ کر کہ) ننگی کی ننگی ہیں۔ لوگوں کو (سرِ عام چل پھر کر) اپنے اوپر مائل کرتی ہیں اور خود بھی ان پر جھکی پڑتی ہیں۔ ان کے سر ناز سے اونٹوں کے خمدار کوہان کی طرح (جھکے ہوئے) ہیں ،وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی نہ اس کی خوشبو پاسکیں گی''۔

عجائباتِ نبوت میں سے ایک بات یہ ہے کہ اس حدیث کے آغاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات فرمائے ہیں **صنفان من اھل النار لم ارھما** یعنی ''دوزخیوں میں دو ایسی جماعتیں ہوں گی جن کو میں نے نہیں دیکھا'' یعنی وہ لوگ آپ کے عہد میں نہیں تھے۔ آئندہ زمانے میں پیدا ہونے والے تھے، جن میں ایک مذکورہ جماعت ہے جس کے اوصاف یورپ کی عورتوں اور ان کی مقلدات (پیروی کرنے والیوں) پر صادق آتے ہیں، جو سر، چہرہ، سینہ، کلائی و پنڈلی وغیرہ اعضاء کو اغیار واجانب (غیروں اور اجنبیوں) کے سامنے برہنہ کرنا خلافِ حیا نہیں بلکہ داخلِ فیشن سمجھتی ہیں اور منظرِ عام پر اپنی خرامِ ناز سے چلتی ہوئی اہلِ نظارہ کے قلوب پر غارت گری کرتی ہیں۔

((منکرینِ پردہ کے ایک اور اعتراض کا جواب))

اس سے آگے ارشاد ہے:

''اور نہ یہ پڑھنے سننے میں آیا کہ خلفائے راشدین یا کسی اور بزرگ کے زمانہ میں مبلغین کے ذریعے سے یہ کوشش کی گئی کہ وہ دِہ بہ دِہ پھر کر اس امر کی تبلیغ کریں کہ ہر مسلمان عورت کے لئے پردہ نہایت ضروری ہے کیونکہ پردہ کرانے کے لئے کوئی باقاعدہ پروپیگنڈہ نہیں کیا گیا''۔

بے شک جو اصحاب پردہ کے مخالف ہیں یہ بات ان کے پڑھنے اور سننے میں نہیں آئی ہوگی کہ عہدِ نبوت یا خلفائے راشدین کے زمانہ میں پردے کی ترویج کے

لئے کبھی کوشش کی گئی ہے، اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ان اصحاب نے کبھی کتبِ احادیث وسیرت کا مطالعہ نہیں فرمایا، اور مطالعہ کیوں فرمائیں جبکہ ان کے ساتھ دلچسپی ہی نہیں، جب ان کو کتبِ احادیث وسیرت کے ساتھ کوئی قلبی لگاؤ نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے احوال واعمال کے متعلق کوئی بات ان کے پڑھنے اور سننے میں کیونکر آئے لیجئے ہم عرض کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے پہلے اہلِ عرب کے اخلاقی خصائل شرم وحیا کی پابندیوں سے آزاد تھے۔ رجال ونساء، ذکور واناث کا آزادانہ اختلاط تھا۔ قرابتِ قریبہ کی کسی عورت سے تعشق کرنا اور پھر مجلس میں اس پر فخریہ شعر کہنا معیوب ومکروہ نہیں سمجھا جاتا تھا، اسلام نے آتے ہی اخلاقِ عامہ کی کایا پلٹ دی۔ ان وسائل وذرائع کا استیصال کردیا جو ناجائز اختلاطات کے لئے ممد ہوتے تھے۔ بازاروں کو شر الاماکن (سب جگھوں سے بُری جگہ) قرار دیا۔ مردوں کے ساتھ تشبُّہ کرنے والی عورتوں کو مستوجبِ لعنت بتایا۔ گھر سے باہر نکلنے والی عورتوں کے متعلق فرمایا: ''شیطان ان کی تاک میں ہوتا ہے''۔ بلکہ عورتوں کو حاجتِ ضروریہ کے لئے باہر جانے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہنے دی اور گھروں میں بیت الخلاء تعمیر کرائے۔ نامحرم مرد وعورت کا ایک کمرہ میں تخلیہ قطعاً حرام قرار دیا۔ عورتوں مردوں سب کے غضِ بصر کا حکم دیا (نظر نیچی کرنے کا حکم)۔ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اور اُمّ المومنین میمونہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھی تھیں، اتنے میں ابن اُمّ امکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے آئے اور آپ کے پاس پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں پردے میں ہوجاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں کہ ہمیں دیکھ سکتے؟ آپ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو۔ کیا تم اسے نہیں

دیکھتیں؟ اب فرمائیے اس سے بڑھ کر پردے کے لئے اور کسی تبلیغ کی ضرورت ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو مبارک قول نکلتا تھا وہ فوراً نقل در نقل صدہا کانوں اور زبانوں کی منزلیں طے کرتا اقصائے ملک تک پہنچ جاتا تھا آپ نے عورت کے لئے غیر مرد پر نظر کرنا ناجائز قرار دیا اور کافۂ امت (ساری امت) نے یہ حکم سُن لیا اس سے بڑھ کر اور کیا پروپیگنڈا ہوگا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ چند سال میں عام شرور و مفاسد کا کافی سدِّ باب ہوگیا تھا۔ غیر مردوں کا اختلاط یکسر نابود ہو چکا تھا۔ ہاں رات یا صبح کے اندھیرے میں عورتوں کو اجازت تھی کہ مسجدوں میں نماز پڑھنے چلی جائیں، لیکن آپ کی وفات سے تھوڑی مدت بعد جب زمانے کی ہوا کچھ بدلنے لگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''آج کل عورتوں نے جو رنگ ڈھنگ اختیار کیا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو ان کو مسجدوں میں جانے سے بھی منع فرما دیتے''۔ اس سے عیاں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جن سے بڑھ کر نسوانی حیاء وحجاب کے متعلق کوئی اہل الرائے نہیں ہوسکتا تھا۔ عورتوں کے پردے کی تدریجی اصلاح میں کس قدر غور و تدبر رہتا تھا، کیا یہ پردے کی تبلیغ کی تجاویز ہیں یا کچھ اور؟

جب خود صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کے مبارک عہد میں عورتوں کے لئے اس قدر احتیاط کی ضرورت ہوگئی تھی اور پھر وہ بھی ان عورتوں کے لئے جو کسی تماشہ گاہ میں اور کسی لہو لعب کے لئے نہیں بلکہ مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لئے جائیں تو چاہئے کہ اس چودھویں صدی میں عورتوں کا باہر نکلنا کس قدر خطرناک ہے جو سراسر شر و فساد کا زمانہ ہے اور پھر ایسی عورتوں کے لئے جو مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ سینما اور تھیٹر دیکھنے کے لئے اور ان کے ذریعے اپنے اوپر اخلاقی تباہی کا دروازہ کھولنے کے لئے بے تاب ہوں۔ امید ہے کہ ان چند معروضات سے علیا حضرت

ملکہ کے کلمات پر کسی حد تک روشنی پڑ گئی ہو گی۔

بابِ دوم

پردے پر آبرو بیگم صاحبہ کی ایک بصیرت افروز تقریر

تاہم پانچوں انگلیاں یکساں نہیں، آج خواتینِ ملت میں اگر بعض وجودِ پردہ وغیرہ شعارِ اسلام کے درپے تخریب ہیں تو ان کے مقابلہ میں بعض مبارک ومسعود ہستیاں ان کی تردید اور شعارِ اسلام کی تائید میں اپنی قوتِ بیان اور زورِ قلم صَرف کرنے میں بھی مصروف ہیں، چنانچہ پچھلے دنوں ۔۔۔۔۔۔۔محترمہ آبرو بیگم صاحبہ سیکرٹری لیڈیز کلب بھوپال نے خواتین کے ایک جلسہ میں ایک مدّلل وپُرزور تقریر، کی جس میں انہوں نے اس بلند آہنگی سے مخالفینِ پردہ کے دعویٰ سخیفہ (بے ہودہ دعویٰ) اور دلائلِ رکیکہ (حقیر وذلیل دلیلوں) کا تار وپود بکھیرا ہے کہ اس کو پڑھ کر روحِ ایمان تازہ ہو جاتی ہے، ناظرین وناظرات (قارئین) کے استفادہ کے لئے اس تقریر کے بعض حصص یہاں نقل کئے جاتے ہیں آپ فرماتی ہیں:

پردے کی صرف ایک آیت

مخالفینِ پردہ بہ آوازِ بلند اعلان کر رہے ہیں کہ قرآنِ حکیم میں صرف ایک آیت پردہ کے متعلق ہے، جس کو ہمارے علمائے سلف نے اپنے مفہوم کی غلطی سے غریب صنف نازک پر سخت کر دیا۔ ورنہ اسلام نے عورتوں کو ویسی ہی متجاوز آزادی، بے

پردگی جنسِ ذکور سے اختلاط اور میل جول کا حکم دیا ہے جیسا کہ غیر قوم میں مستحسن ہے، اور مغربی خواتین کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش جاری ہے۔ اس لئے میرا یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ قرآن میں متعدد مقامات پر ہمارے پردے کا ذکر ہے اور میری مسلمان بہنیں اور بھائی کسی طرح بھی کلامِ ربانی کو نظر انداز نہیں کر سکتے، پردہ کی اسلامی حقیقت کیا ہے اور پردہ کے شرعی حدود واقعی کیا ہیں تا کہ یہ نافہمی دور ہو جائے کہ قرآنِ حکیم میں صرف ایک آیت ہے، حالانکہ متعدد آیتیں ہمارے لئے شمعِ ہدایت ہیں۔

پردہ قرآنی قانون ہے

پردہ یا حجاب ایک قرآنی قانون ہے جو امتِ اِسلامیہ کے طبقۂ نسواں کو حق تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے اس لئے سپرد کیا گیا ہے کہ اس قانون کے ذریعے سے وہ اپنی قدرتی عزت اور وقار کی واقعی قدر و قیمت اور ان کی اعلیٰ خصوصیات و کمالات اور قیمتی جذبات وسعادات کی حفاظت و تعظیم کر سکیں جو بطور پیدائشی حقوق کے ان کو خدا تعالیٰ کی جانب سے ملے ہیں۔ آج اسلامی گھرانوں میں زَوجین کے تعلقات کی باہمی تعمیریں اعتماد واطمینان کی جن مضبوط چٹانوں پر قائم ہیں ایسا اعتماد و اطمینان جو ہر قسم کی آلائشوں اور بدگمانیوں سے مصفیٰ اور پاک ہے، زیادہ تر وہ اسی الٰہی قانون کے پاکیزہ نتائج ہیں، الحاصل چند در چند روحانی، اخلاقی، معاشرتی بلکہ جسمانی وطبعی اغراض ومقاصد کو سامنے رکھ کر کسی مرد و عورت نے نہیں بلکہ مردوں اور عورتوں کے خالق اور بنانے والے نے قانون کا ایک مجموعہ عورتوں کو عطا فرمایا ہے جس کی اجمالی تعبیر پردہ یا حجاب سے کی جاتی ہے۔ اس وقت یہ موقع نہیں ہے کہ قانون کے عقلی پہلوؤں سے بحث کی جائے۔ اس لئے ان اغراض کی تفصیل سے قطعِ نظر کرتے ہوئے اس وقت صرف ترتیب کے ساتھ ان قوانین واحکام کو بیان کرتی ہوں جو براہِ

راست اسلامی مستند کتابوں یعنی قرآن وحدیث اور فقہ سے حاصل کی گئی ہیں۔

عورتیں بھی خدا کی بندیاں ہیں

میں عورتوں کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ پردہ اس قسم کے جتنے اسلامی قوانین ہیں یہ مَردوں نے عورتوں پر زبردستی یا ان کو کمزور کرنے کے لئے عائد نہیں کئے ہیں، میں ان کو نسوانی عقل وحمیت، شرافت وبزرگی پر بدترین حملہ سمجھتی ہوں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین کے براہِ راست خطاب کے مستحق اپنے کو مَرد سمجھتے ہیں، کوئی وجہ نہیں کہ کتاب کے اس شرف وامتیاز سے عورتوں کو محروم کیا جائے۔ مرد اگر خدا کے بندے ہیں تو ٹھیک اسی طرح عورتیں بھی خدا کی بندیاں ہیں اور مذاہب میں کچھ تفریق وامتیاز کیا گیا ہو، تو کیا گیا ہو، لیکن قرآنِ کریم کا اعلانِ عام ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی ۚ بَعۡضُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ (آل عمران، ع:۱۰)

یعنی ”میں تم سے کسی عمل کرنے والے کے عمل اور کام کو برباد نہ کروں گا، وہ مرد ہوں یا عورت، تم میں سے بعض بعض سے پیدا ہوئے ہیں“۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَ ہُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ وَ لَنَجۡزِیَنَّہُمۡ اَجۡرَہُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ (نحل، رکوع:۱۳)

یعنی ”جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان والے ہوں تو میں انہیں پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھوں گا اور ان کے کاموں کی مزدوری عطا کروں گا“۔

انسانی معاشرت کے مختلف مسائل

قرآنِ کریم اس قسم کی آیات سے معمور ہے بہرحال اب میں اس مسئلہ کی طرف آپ کو متوجہ کرتی ہوں کہ انسانی زندگی کے اور بہت سے شعبے ہیں اور ہر شعبہ کے متعلق اسلام میں مختلف مسائل ہیں۔ان میں چند مسائل یہ بھی ہیں۔

۱۔انسانوں کے باہمی میل یا سوسائٹی کا کیا اُصول ہونا چاہیئے؟

۲۔مَردوں اور عورتوں کے لباس کی نوعیت کیا ہونی چاہیئے؟

۳۔گھر میں رہنے اور باہر نکلنے میں کن ضوابط کی پابندی کرنی چاہیے؟

ان مسائل یا سوالات کا تعلق صرف عورتوں سے نہیں ہے بلکہ مَردوں سے بھی ہے، ان کے متعلق تفصیلی احکام شریعت میں موجود ہیں، البتہ انہی مسائل کے وہ دفعات جن کا تعلق عورتوں سے ہے ان کی اجمالی تعبیر ادب میں لفظ پردہ یا حجاب سے کی جاتی ہے،لوگ عموماً پردہ کے ان تفصیلی اجزاء وقوانین سے کسی ایک جزو یا قانون کو لے کر الجھ پڑتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے چونکہ ناقص مواد ہوتا ہے اس لئے صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ ہر دفعہ کے متعلق اسلامی تصریحات کو جُدا جُدا عنوانوں میں آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ یعنی ’’جس کا دل چاہے یقین کرے اور جس کا دل چاہے انکار کرے‘‘۔

اجنبی مردوں سے میل جول

میل جول اور سوسائٹی کا مسئلہ یعنی جس طرح مرد مرد سے اور عورتیں عورتوں سے ملتی جلتی ہیں، کیا ٹھیک اسی طرح ان ہی آداب و مراسم کے ضوابط کے ماتحت عورتوں کو اجنبی مَردوں سے ملنے کی اجازت ہے؟ یہ سوال یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک ماں جس طرح اپنے بیٹے سے، ایک بیٹی اپنے باپ سے، ایک بہن اپنے بھائی سے یا ایک بیوی

اپنے شوہر سے ملتی ہے، کیا اسی طرح وہ ہر غیر محرم اجنبی مرد سے مل سکتی ہے؟ کسی متعصب تنگ نظر ظالم مرد کا نہیں بلکہ عورتوں کے خالق رحمن اور رحیم کے ارشادات وہدایات کا شرف جس طرح مَردوں کو حاصل ہے اسی طرح عورتوں کو بھی ہے۔ ان احکام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے۔

اوّل حکم ہے کہ مَردوں کی نگاہ عورتوں سے اور عورتوں کی نگاہ مردوں سے علیحدہ رہے۔ چنانچہ سورۂ نور، رکوع: ۴ میں ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ الخ

یعنی ”ایمان والے مَردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں“ الخ۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

”اور ایمان والی عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں“۔

بینائی کے احساس کو باہم ایک دوسرے سے جُدا رکھنے کی شرح اس حدیث میں ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المومنین اُمّ سلمہ اور میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کو ایک نابینا سے اپنی نگاہ کو جُدا رکھنے کا حکم دیا ہے۔“ ”ابوداؤد“ و ”ترمذی“ میں اس حدیث کا مشہور جملہ یہ ہے کہ حضور نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا: افعمیا وان انتما السماء بتصرانه یعنی ”کیا تم دونوں عورتیں بھی اندھی ہو؟ کیا تم اسے نہیں دیکھتی ہو“۔

یہ ارشادِ نبوی اس موقع پر ہوا تھا جب کہ ابنِ اُمِّ مکتوم صحابی نابینا رضی اللہ عنہ حضور کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے بیویوں سے فرمایا تم ہٹ جاؤ۔ بیویوں نے کہا کہ یہ تو اندھا ہے ہم کو کیا دیکھے گا، تو آپ نے فرمایا کہ تم تو اندھی نہیں ہو۔

(۲) نہ صرف نگاہ کے واسطے بلکہ قرآنِ پاک میں یہ بھی حکم ہے کہ اپنے زیورات کی آواز کو بھی مَردوں کے کانوں سے بچاؤ، چنانچہ سورۂ نور میں ارشاد ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ (پ:۱۸، ع:۱۰)

یعنی ”عورتیں اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں جس سے زینت ظاہر ہو جائے (یعنی ان کی پازیب وغیرہ کی آواز مَردوں کے کان میں نہ پہنچے)“۔

(۳) صرف بینائی اور شنوائی کے ہی احساسات نہیں ہیں، بلکہ حدیثِ صحیح میں بتصریح موجود ہے کہ عورتیں اپنی خوشبو کو بھی مَردوں کی ناک سے جدا رکھیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

ایّما امراۃٍ استعطرف فعرت علی قومٍ یجدوا ریحا زانیة

یعنی ”ہر وہ عورت جس نے عطر ملا ہو، وہ مَردوں کے پاس سے گزرے تاکہ اس کی خوشبو لوگ سونگھیں، تو ایسی عورت زانیہ ہے“۔

(۴) جب دور کے احساسات وتاثیرات کے متعلق اتنے احکام ہیں تو ان سے سمجھا جاسکتا ہے کہ باہم اجنبیوں کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے اور بدن کے چھونے کی اسلام نے کیسی ممانعت کی ہوگی۔ حدیث شریف میں صاف موجود ہے چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لان یطعن فی راس احد کم بمخیط من حدید خیر له من ان یمسّ امراۃ لاتحلّ له

یعنی ”تم میں سے کسی کے سر میں سوئی چبھوئی جائے تو بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں“۔

الغرض ان نصوص کا صاف وصریح اقتضا یہ ہے کہ اجنبی عورتیں غیر محرم مَردوں سے جس حد تک جُدا رہ سکتی ہیں ان کو جُدا رہنا چاہیے، اس کا خلاصہ اس روایت میں ہے۔

عن علیؓ انه کان عند النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال ایّ شئی خیر للمِرَاۃِ فسکتوا قال فما رجعت قلت لفاطمة ای شئِی خیر للنساءِ قالت لا یرین الرّجال ولا یرونهم فذکرت ذالک للنبیّ صلی اللہ علیه وسلم فَقَال فاطمة بضعةٌ مِنّی

الخ۔

یعنی ”علی رضی اللہ تعالیٰ عنه سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کے پاس تھے، حضور صلی اللہ علیه وسلم نے پوچھا کہ عورت کے لئے سب سے اچھی بات کون سی ہے لوگ چپ رہے۔ علی رضی اللہ عنه فرماتے ہیں: کہ جب میں گھر آیا تو فاطمہ رضی اللہ عنها سے سوال کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ نہ مَرد عورتوں کو دیکھیں اور نہ عورتیں مردوں کو دیکھیں، علی رضی اللہ عنه نے رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا: فاطمہ میرے بدن کا ایک حصہ ہے“۔

بہر حال! اجنبی مردوں اور عورتوں کے باہمی میل جول کے اصل احکام یہی ہیں اور مسلمانوں کی شریف عورتیں جو اسلام اور قرآنی قوانین کی پابند ہیں ان کا ابتداً اسلام سے اس وقت تک ان ہی احکام پر عمل ہو رہا ہے جس کی بنیاد نہ کسی ملک کے رواج پر، نہ کسی غیر قوم کی تقلید پر قائم ہے، بلکہ قرآن وحدیث کے بالکل کھلے ہوئے الفاظ کی اطاعت ہے۔ مثلاً اگر کسی اجنبی عورت سے کوئی چیز مانگنی ہو یا لین دین کا معاملہ ہو تو حکم ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ (سورۂ احزاب)

یعنی ”جب تم کوئی چیز عورتوں سے مانگو، تو پردہ کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے لیے پاک طریقہ ہے“۔

عورتوں کو بضرورت مردوں سے گفتگو کرنے کی اجازت ہے، لیکن قرآنِ پاک نے اس میں یہ شدید شرط لگا دی ہے کہ اجنبی مَردوں سے نرم اور شیریں لہجہ میں گفتگو نہ کرو بلکہ اس میں سختی ہونی چاہیے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ (سورہ احزاب ع ۱)

یعنی ”بات کرنے میں نرمی نہ کرو ورنہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ کرے گا“۔

علاج و معالجہ کے موقع پر اجازت ہے کہ طبیب عورت کے اس مقام کو دیکھ اور چھو سکتا ہے جہاں مرض ہو، مثلاً ہڈی ٹوٹ گئی ہو یا پھوڑا نکلا ہو، اسی طرح دینی ضروریات کے لئے اس قانون میں نرمی پیدا کی گئی ہے۔ مثلاً حج کے موقعہ پر عورتوں کے مجمع کو مَردوں سے دُور اور الگ رکھا جائے۔

مستورات کا مسجدوں میں آنا

مساجد اور عیدگاہوں کی جماعت میں حاضر ہونے کی اجازت کے ساتھ حکم تھا کہ عورتیں بچوں کی صف سے بھی پیچھے رہیں کہ اخروھن من حیث اخرھن اللہ یعنی ”عورتوں کو پیچھے رکھو، جبکہ خدا نے ان کو پیچھے رکھا“ مگر یہ حکم بضرورت تھا، اس لئے کہ نماز کے متعلق اصل حکم عورتوں کے واسطے سرورِ کائنات کا یہ ہے کہ:

صلٰوۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلٰوتھا فی حُجرتھا و صلٰوتھا فی مخدعھا افضل من صلٰوتھا فی بیتھا

یعنی ”عورتوں کی نماز کوٹھڑی میں بہتر ہے بہ نسبت گھر کے صحن کے، اور کوٹھڑی در کوٹھڑی کی نماز بہتر ہے کوٹھڑی کی نماز سے“۔

اس لئے قرنِ اوّل ہی میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مشورہ دیا:

لو یری النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساءُ لمنعھن المساجد (رواہ المسلم)

یعنی ''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے ان باتوں کو جو عورتوں نے پیدا کی ہیں تو ان کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے، لہٰذا جوان عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک (۶) دیا گیا''۔

بہر حال جو کچھ ہوا، ابتدائے اسلام میں ہوا، عرب میں ہوا، قرنِ اوّل میں ہوا۔ عورت اگر جوان ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنے گریبان کو اوڑھنی سے اچھی طرح ڈھانک لے اور اپنے بناؤ سنگھار اور زیب و زینت کی چیزوں کو ظاہر نہ کرے۔

جوان عورتوں کا بیرونی لباس

سورۂ نور، رکوع: ۴ میں ہے: **وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِھِنَّ**۔ (یعنی ''عورتیں اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں کو اوڑھنی سے ڈھانک لیں'') کس چیز سے ڈھانک لیں؟ اس کی تصریح بھی قرآنِ پاک نے کردی ہے کہ جلباب (بڑی چادر سلی ہوئی یا بے سلی) اپنے اوپر ڈال لیں، چنانچہ سورہ احزاب رکوع ۷ میں ارشاد ہوتا ہے:

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡھِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِھِنَّ ؕ

یعنی ''اے نبی! اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں''۔

قرآنِ مجید کا جلباب یہی ہے جو سِل کر اس زمانہ میں برقع (۷) ہو گیا ہے اور

(۶) اس مسئلہ پر مزید دلائل دیکھنے کا شوق ہو تو فاضلِ بریلوی مرحوم کا رسالہ "جُمَلُ النور فی نھی النساء عن زیارۃالقبور" دیکھئے اس میں تمام شکوک وشبہات اور اعتراضات کے جواب بڑی تحقیق سے دیئے گئے ہیں (ناشر)
(۷) اس برقع سے پرانا برقع مراد ہے جو سر سے پاؤں تک عورت کو ڈھانپ لیتا ہے مصنف علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں موجودہ طرز کے برقعے نام ونشان کو نہ تھے، آج کل کے برقعے پردے کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ تو بطور فیشن پہنے جاتے ہیں۔ ان برقعوں کو پردہ سے کوئی واسطہ نہیں، اللہ تعالیٰ اس بے حیائی اور بے شرمی کے فتنہ سے مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھے۔ (اشرف)

یہ سِلی چادر (برقع) کوئی نئی چیز نہیں ہے، اس کا رواج عہدِ رسالت میں بھی تھا۔ چنانچہ "ابوداوٗد" میں ہے کہ "اُمِّ خلاد" ایک عورت آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں نقاب ڈال کر آئی۔ اس کا لڑکا شہید ہو گیا تھا لوگوں کو تعجب ہوا کہ اس کا بیٹا مارا گیا لیکن اسے اپنے نقاب کی پڑی ہوئی ہے اس نے جواب دیا کہ "اگر مجھ پر بچہ کی مصیبت آئی ہے تو میری شرم وحیا پر تو مصیبت نہیں آئی ہے"۔

احادیث میں ایسے آثار بکثرت مل سکتے ہیں، جن سے عہدِ نبوت میں نقاب اور برقع کا رواج ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔

سنگھار اور زیب وزینت

یہ تو جوان عورتوں کے بیرونی لباس کا اصل حکم تھا، عورت اس لباس پر کسی حد تک اضافہ کر سکتی ہے۔ اس اضافہ کی اسلام نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے، جیسا کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ عورت چھپانے کی چیز ہے۔ عورت جس قدر بھی چھپا سکتی ہے، اپنے آپ کو چھپائے لیکن ضروریات پر نظر کرتے ہوئے خدائے تعالیٰ نے اس قانون کو نرم کر دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: **اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنھَا** لیکن سنگھار میں سے جو خود کھل جائے۔

مطلب یہ ہے کہ عورت زیب وزینت کو جہاں تک ممکن ہو چھپائے، لیکن اگر زینت کا کوئی حصہ خود بخود دکھل جائے تو مضائقہ نہیں، خود بخود دکھل جانا ایسی چیز ہے جس

کی بنیاد ان کے مشاغل کی نوعیت پر ہے جن میں عورت مصروف ہو مثلاً ایک امیر عورت گھر سے اس لئے نکلتی ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلی جائے۔ اس وقت وہ زیادہ سے زیادہ جس چیز کے کھلنے پر مجبور ہے وہ آنکھ ہو سکتی ہے تا کہ راستہ دیکھتی جائے۔ اسی طرح ایک مزدور عورت بازار سے سودا یا کنویں سے پانی لانے کو گھر سے نکلتی ہے، ظاہر ہے کہ ان کاموں کو صرف آنکھوں کے کھولنے سے وہ انجام نہیں دے سکتی۔ لہٰذا بعض صحابہ مثلاً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجھہ اور فقہائے حنفیہ نے بیرونی لباس کی حد یہ مقرر کی ہے کہ ان حالتوں میں عورت چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھلا رکھ سکتی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں دونوں پاؤں کو بھی شریک کرلیا ہے۔ یہ تمام باتیں فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں جو مختلف مشاغل کے لحاظ سے اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔

شرعی لباس

اس حد تک عورتوں کو اجازت کی نوعیت بالکل ایسی ہے جیسا کہ مردوں کے لباس کی کم از کم حد ناف سے گھٹنوں تک مقرر ہے، یعنی ہر حالت میں کم از کم اتنا حصہ جسم کا چھپا رہنا ضروری ہے، عجیب بات ہے کہ عورتوں کے اس کم از کم لباس کو (جس کی اجازت مجبوری اور ضرورت کی بنا پر ہے) بعض لوگ شرعی لباس قرار دیتے ہیں اور اس پر اضافہ کو غیر مشروع کہتے ہیں۔ گویا اس سے زیادہ لباس پہننا عورتوں کو شرعاً ممنوع ہے، میں ان حضرات سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر عورتوں کے لئے شرعی لباس کی حد یہی ہے تو کیا مردوں کا اسلامی لباس ناف سے گھٹنوں تک صرف ایک اونچی دھوتی یا صرف ایک نکّر ہے؟ (جو ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم کو چھپا لے)

مشاغل کے لحاظ سے ظہور کی حد عورتوں کے لئے جو آخری ہو سکتی تھی فقہاء نے صرف اس کو متعین کر دیا ہے، اور چونکہ لباس کا یہ کم از کم درجہ ہے۔ اس لئے اس کے

پہننے والیاں جو عموماً غیر مستطیع طبقہ کی ہوتی ہیں۔ کمتر درجہ کی عورتیں سمجھی جاتی ہیں۔ عہدِ نبوت کے بعد تقویٰ اور پارسائی کی بتدریج کمی کو محسوس کر کے متاخرین فقہاء نے اس میں تنگی پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے: وتمنع الشابة وجوبا عن کشف الوجه بين الرجال یعنی ''جوان عورت لازمی طور پر مَردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے روکی جائے''۔

سِنّ رسیدہ عورتوں کا لباس

یہ تو جوان عورتوں کے بیرونی لباس کی حد تھی، سِن رسیدہ((یعنی بوڑھی)) عورتوں کے لباس میں قرآنِ پاک نے وسعت کردی ہے۔ چنانچہ سورۂ نور رکوع:۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ

یعنی ''جو عورتیں نسوانی فرائض سے تھک چکی ہیں اور اب نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں تو ان کے لئے مضائقہ نہیں اگر وہ بیرونی لباس اتار دیں''۔

اس سے برقع یا چادر کے بغیر نکلنے کی اجازت نکلتی ہے مگر ساتھ ہی لباس میں بناؤ سنگھار اور زیب وزینت سے احتراز کی سخت تاکید بھی کی گئی ہے اس حکمِ بالا کے بعد یہ الفاظ ہیں: غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ م بِزِیْنَةٍ یعنی ''بناؤ سنگھار کر کے اور بن ٹھن کر باہر نہ نکلیں'' اور صرف یہی نہیں بلکہ بوڑھی عورتوں کو بھی خدا کا مشورہ یہ ہے کہ برقع یا چادر نہ اُتاریں تو بہتر ہے: وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ یعنی ''اور اگر وہ عفت اختیار کریں تو ان کے لئے بہتر ہے''۔

گھر میں آمد ورفت

تیسرا سوال گھر میں آمد و رفت کا ہے۔ اس سوال کا تعلق عورتوں اور مردوں دونوں سے ہے۔ گھر میں انسان بے تکلفی کے ساتھ امن اور راحت کی زندگی بسر کرتا ہے، جس آزادی سے وہ گھر میں رہ سکتا ہے، باہر نہیں رہ سکتا، اس لئے گھر میں آنے والوں پر خاص قسم کے قیود عائد کرنے ضروری ہیں۔

لباس کے ذیل میں کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے عورتوں کے لباس کی دو قسمیں ہیں۔ خانگی اور بیرونی۔ خانگی لباس میں چونکہ عورتوں کو وسعت دی گئی ہے۔ اس لئے گھر کا وہ حصہ جہاں عورتیں اپنے اس لباس میں آزادی کے ساتھ رہتی ہوں، سوائے محرم مردوں کے اور کسی کو اس میں جانے کی اجازت نہیں، قرآنِ پاک میں صاف طور پر یہ تصریح موجود ہے کہ:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ (سورۂ نور، ع:۱۲)

یعنی ”اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر صرف اپنے شوہروں، باپ اور اپنے شوہر کے باپ بیٹوں اور شوہروں کے بیٹوں پر“۔

اور قرآنِ مجید ہی نہیں بلکہ احادیثِ نبویہ میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے۔ چنانچہ ”بخاری شریف“ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار! عورتوں میں نہ گھسا کرو“۔

یہ تو گھروں میں آنے کے متعلق تھا اس کے بعد اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے گھر سے نکلنے کے لئے بھی عورتوں پر کچھ قیود عائد کئے ہیں یا جس طرح مرد بے روک ٹوک گھر سے باہر جا سکتا ہے اسی طرح عورت کو بھی اجازت ہے؟

عورت کا گھر سے نکلنا

جہاں تک اسلامی تصریحات کا تعلق ہے عورت کا تعلق گھر سے بہ نسبت مرد کے

زیادہ معلوم ہوتا ہے، اسی بنا پر عورت کو اھل البیت گھر والی کہا جاتا ہے۔ گویا گھر کی مالکہ وہی ہے، گھر کے اس خصوصی انتساب کو اس زمانہ میں قید اور گھر کو عورت کا زندان یا قفس کہا جاتا ہے۔ بہرحال عورتوں کے متعلق یہ صاف حدیث ''طبرانی'' میں موجود ہے لیبس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرۃ

اسی کی طرف دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے المرأۃ عورۃ اذا خرجت استشرفھا الشیطان یعنی ''عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے''۔

قرآنِ پاک میں اس قانون کا جہاں ذکر ہے، وہاں بجائے عام عورتوں کے اُمہات المومنین کو براہِ راست مخاطب فرمایا ہے اور اس لئے بعض لوگ اس قرآنی حکم کو صرف اُمہات المؤمنین کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ جن الفاظ میں خداوند تعالیٰ نے اس حکم کو ارشاد فرمایا ہے، اس سے اس خصوصیت کا پتہ نہیں چلتا۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط (سورۂ احزاب)

یعنی ''گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی جاہلیت کے رواج کے مطابق بن ٹھن کر نہ نکلا کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو''۔

اُمہات المؤمنین اور عام مستورات

اس آیت میں چند باتوں کا حکم ہے:

(۱) گھر میں ٹھہرے رہنا (۲) جاہلیتِ اولیٰ کے سے بناؤ سنگھار نہ کرنا (۳) نماز قائم کرنا (۴) زکوٰۃ دینا (۵) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا۔

ان میں سے آخری چار باتیں اُمہات کے ساتھ قطعاً مخصوص نہیں، کیا زینت جاہلیت سے احتراز، نماز وزکوٰۃ کی ادا۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے ساتھ مخصوص ہے؟ کیا تمام مسلمان عورتوں پر اس کی تعمیل واجب نہیں؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو ایک سلسلہ کے صرف ایک حکم کو محض امہات کے ساتھ مخصوص کر لینے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ حدیثوں سے عورتوں کے گھر سے بے ضرورت نکلنے کی ممانعت عام ہوتی ہے۔ آخر کس بنیاد پر اس حکم کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ مخصوص کیا جاتا ہے۔ البتہ قرآن ہی سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہ احکام ان اعلیٰ اور بلند خیال عورتوں کے لئے دیئے جاتے ہیں جو اپنی زندگی کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ گزارنے کا ارادہ رکھتی ہیں جیسا کہ اس آیت کے ابتدائی الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ یعنی ''اے نبی کریم کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی مانند نہیں ہو اگر تقویٰ کے ساتھ رہنا چاہتی ہو''۔

کیا تقویٰ کی ضرورت اُمہات المومنین کو تھی جملہ مسلم خواتین کو نہیں؟ کیا زینتِ جاہلیت سے احتراز جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں بناؤ سنگھار کے ساتھ خواتین میلوں تماشوں میں شریک ہوتی تھیں۔ اس سے ممانعت خاص ازواجِ مطہرات کی ہے، جن کے مطہر ہونے کی سند قرآنِ حکیم میں موجود ہے۔ ان کو وسوسۂ شیطان یا اتہامِ مخالفین کا اندیشہ تھا معاذ اللہ! اور ہم لوگ اس سے پاک ہیں؟ ہم کو کوئی خطرہ نہیں؟۔ ہمیں ضرورتِ احتراز نہیں؟ یا قیامِ نماز اور ادائے زکوٰۃ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔ یہ سب حکم ہمارے لئے نہیں بلکہ اُمہات المؤمنین کے لئے تھے؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اب مسلمان بھی مقدس قرآن کی ویسی تاویلیں کر

رہے ہیں جیسا کہ غیر اقوام نے تورات اور انجیل کے پاک حکموں کو بدل ڈالا ہے۔

مستورات ضرورتاً باہر جاسکتی ہیں

جس طرح پردہ کے تمام واقعات میں استثناء ہیں اسی طرح اس قانون میں ضرورت وحاجت کے لحاظ سے استثنٰی کیا گیا ہے۔ چنانچہ ''بخاری شریف'' میں ہے: اذن لکن ان تخرجن حوائجکن یعنی ''تم عورتوں کو اجازت دی گئی ہے کہ ضرورت کے لئے باہر نکل سکتی ہو''۔

ضرورت کے وقت مسلمان عورتوں کا یہ طبقہ ہمیشہ باہر نکلتا رہا ہے۔ حج کے لئے تیرہ سو سال سے انہی گھرانوں کی عورتیں ہر سال مکے میں جاتی ہیں جب کبھی ضرورت پیش آتی ہے تو عورتوں نے جنگ کے موقعوں پر مردوں کے علاج معالجہ اور سپاہیوں کی خدمت انجام دی ہے، لہٰذا گھر سے نکلنے کے لئے ہر حال میں ہم پر اپنے جسم کو چھپانے کی ضرورت مذہباً زیادہ ہے۔

عورتوں کی سواری

رہا سواری کا مسئلہ تو وہ استطاعت پر موقوف ہے۔ جب صاحبِ استطاعت مرد بھی گھروں سے کسی نہ کسی سواری پر نکلتے ہیں تو عورتوں کو باوجود استطاعت کے محض پردہ کی ضد میں بغیر سواری کے نکلنے پر اصرار کرنا عجیب سی بات ہے۔ یہ ضرور ہے کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا چونکہ صرف ضرورت اور مجبوری پر مبنی ہے، جس کی تصریح احادیث سے کی گئی ہے اور عورت اپنے تمام اعضاء کے لحاظ سے چھپانے کی چیز ہے جیسا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان ہوا۔ سواری کا رواج بھی کوئی نیا رواج نہیں، عرب میں اسلام سے پیشتر بھی کپڑے منڈھے ہوئے ہَودجوں کا جن کو محمل کہتے ہیں رواج تھا، اسلام نے بھی اس رواج کو قائم رکھا۔ احادیث میں کثرت

سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ ازواجِ مطہرات اور دوسری عورتیں محملوں میں سفر کرتی تھیں۔ پردہ کا قانون جو اپنے مختلف دفعات کے لحاظ سے اس وقت مسلمانوں میں مروج ہے، وہ قرآن وحدیث اور فقہ کی رو سے مختلف طبقات اور حالات کے لحاظ سے اسلامی پردہ کہلاتا ہے اور اس پردہ کو ہمارے چند روشن خیال بھائی حارجِ تعلیم (تعلیم سے روکنے والا) اور مانعِ ترقی خیال کرتے ہیں اور ان کی یہ آواز برصغیر کے ہر گوشہ میں گونج رہی ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب عورتوں کا پردہ ہے (حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے)

چاک نقاب سے نعمتوں کا حصول

ہماری قوم کے اسباب زوال ایسے نہیں ہیں جن کے مفہوم میں اتنی صریح غلطی کے ہم معترف ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ ہماری قوم صدیوں سے قعرِ جہالت میں گرفتار رہی۔ مذہب جس کی ((پیروی)) سے مسلمانانِ سلف عروجِ کمال کو پہنچے تھے، اسے ہم نے پسِ پُشت ڈال دیا۔ ذخیرہ علوم وفنون اور تجارت وزراعت سب کچھ کھو دیا۔ کیا اب یہ سب گم شدہ نعمتیں ہمارے قومی بھائیوں کو ہمارے صرف نقاب چاک کر دینے سے حاصل ہو جائیں گی۔ جن قومی بہنوں نے پردہ قطعی ترک کر دیا۔ اپنی قومی اور ملی کون سی خدمات انجام دیں اور مثل خواتینِ سلف کس کو درسِ فقہ وحدیث دے رہی ہیں؟ کیونکہ ایک سخت مشکل جس نے مسلمانوں کو پردہ کی طرف راغب کر رکھا ہے قانونِ حکمت میں عورت کے کامل وقار کا فقدان ہے۔ سوسائٹی تمدن ومعاشرت کا زیادہ تر حصہ اس کے مناسبِ حال نہیں۔ تھیٹر، سینما رقص وسرود تمدن کا جزو ہے۔ بے عصمتی کا ارتکاب کوئی جرم نہیں ہے۔ بے حجابی کے مرکز، شہر اور قصبہ میں قائم ہیں۔ افواجِ حکومت کے لئے ان مراکز کا خاص اہتمام وانتظام ہے اور سول

میرج (۸) ایکٹ جس کی رو سے ایک مومن ومشرکہ اور مشرک ومومنہ کا ازدواج بہ آسانی ہوسکتا ہے، جو مسلمانوں کے لئے قطعی حرام ہے۔ جس کی تازہ مثالیں دہلی، پنجاب اور مدراس میں موجود ہیں۔ خواتین! کیا ایک مسلمان کی حمیتِ مذہبی اس کو روا رکھ سکتی ہے کہ ایسے ملک اور ماحول میں رہ کر اپنی شریف خواتین کو ایسی سوسائٹیوں میں شریک کریں جو اسلامی حیا کے خلاف ہیں۔

(۸) سول میرج ایکٹ۔

پردہ میں آزادی

اسلام نے اس بے حیائی سے عورت کو بچا کر کامل آزادی عطا کی ہے اور ایک مسلمان عورت مواضع زینت کو مستور کر کے اپنے کاروبار اور ضرورتوں کے لئے نکل سکتی ہے اور ہر قسم کے تمدنی ومعاشرتی کاموں میں شریک ہوسکتی ہے لیکن اس کو یہ اجازت نہیں کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ آزادانہ میل جول رکھے۔ صاحبِ مقدور خواتین کو قطعِ نظر کر کے غیر مستطیع خواتین اگر نقاب وبرقع کے ساتھ مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے پیادہ بھی جاتیں تو اسلامی پردہ کے ہرگز خلاف نہیں۔ جو گروہ جاہل مسلمانوں کا اس طریقہ کے خلاف ہے اور مانع تعلیم وہنر ہے ہم اس پردہ کو اسلام کی توہین اور مَردوں کی زیادتی سے تعبیر کرتی ہیں۔ مسلمانوں کا ہر طبقہ خواہ وہ امرا ہوں یا غرباء، تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر طرح مذہباً آزاد ہے۔ ہر مسلمان عورت کو شرعی پردہ کے ساتھ زیورِ ہنر سے اپنے آپ کو ایسا مزیّن کر لینا فرض ہے کہ وہ بوقتِ ضرورت شرافت وعصمت کے ساتھ اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کر سکے، میں اس کے تسلیم کرنے سے قاصر ہوں کہ پردہ حارجِ تعلیم ہے کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ بالکل اس کے خلاف ہے، ہم پردہ کے ساتھ دائرہ نسوانیت کے اندر شوہر کی ہر معاونت اور قومی بلکہ ملکی خدمت بھی انجام دے سکتی ہیں۔

ضروریات البتہ اس کی ہے کہ ہماری صاحب مقدور بہنیں مسلمان خواتین کو جو بوجہ کم استطاعت ہونے کے برقع کے ساتھ تحصیلِ علم کریں یا وہ مصیبت زدہ خواتین جن کا کوئی کفیل یا ذریعہ معاش نہیں، یا وہ ستم رسیدہ قابلِ رحم ہستیاں جن کے شوہر نان ونفقہ نہیں دیتے، اگر پردہ کے ساتھ محنت ومشقت کریں تو ان کو ہماری صنف کی سوسائٹی نگاہِ تذلیل سے نہ دیکھے، بلکہ اپنے مذہبی احکام کے بموجب اپنی مجالس میں ان کا احترام رکھا جائے، کیونکہ مستورات اسلام کا اصلی پردہ مواضعِ زینت کا مستور رکھنا ہے۔ ڈولی، موٹر گاڑی، بگھی لازمات سے نہیں ہے۔ اس کی پابندی استطاعت اور حالت کی ضرورت پر مبنی ہے

زہے نصیب جو دنیا بشر کو جنت ہو ۔۔۔ زہے نصیب جو ہو ساتھ نیک بیوی کا!

وہ زن علوم کی شوقی ہو جس کے دامن میں ۔۔۔ وہ زن پسند ہو جس کو علوم کا گہنا

رخ صبح پہ ہو جس کے غازہ اخلاص ۔۔۔ سیاہ آنکھوں میں جس کے ہو شرم کا سرما

اگرچہ لاکھ مخالف ہوا ہو طوفانی ۔۔۔ چراغِ عفت وعصمت کبھی نہ ہو ٹھنڈا

کبھی کسی کی برائی کی، آروز نہ کرے ۔۔۔ حسد کے زنگ سے ہو صاف آئینہ دل کا

خدا بڑھائے جو دولت گھٹے غرور اس کا ۔۔۔ خدا بڑھائے جو کلفت (۹) کرے وہ شکرِ خدا

شگفتہ دیکھ کے شوہر کو باغ باغ رہے ۔۔۔ ملول (۱۰) دیکھ کے شوہر کو ہو مَلول سدا

اگر ہو صاحب اولاد تو یہ لازم ہے ۔۔۔ خیال بچوں کی تعلیم کا ہو حد سے سوا

جو درس گاہ کو جائیں تو پہنیں کپڑے صاف
جب آئیں گھر میں تو پائیں غذا بھی پاکیزہ

ے

(۹) تکلیف۔ (۱۰) غم زدہ

باب سوم

منہ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کے پوشیدہ رکھنے کے دلائل

نئی روشنی کے نونہال اور ان کے ہم خیال دنیا پرست مولوی عام جلسوں میں یہ کہتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ علمائے متقدمین نے پردہ کی حقیقت کے سمجھنے میں بڑی فاش غلطی کی ہے کیونکہ انہوں نے منہ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کو بھی پردے میں داخل کرلیا ہے حالانکہ پردہ محض جسم کا ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کو آیات اور احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے بنابریں اس غلط فہمی اور خانہ ساز آیات واحادیث کی تفسیر کا شرح وبسط کے ساتھ قلع قمع کیا جاتا ہے تاکہ انصاف پسند اصحاب ان اوراق کو پڑھ کر حق کی داد دیں اور غلط کار لوگ راہِ راست پر آجائیں اور دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

لفظ عورت اور زینت کے مقامات کی تشریح

پیشتر اس کے کہ ہم پردہ کے وجوب پر دلائلِ شرعیہ کے لحاظ سے روشنی ڈالیں، یہ مناسب ہے کہ لفظ عورۃ اور زینت کی تحقیق لغوی کرلی جائے تاکہ قارئین کرام سمجھ سکیں کہ عورت کو عورت کس غرض سے کہا جاتا ہے۔

لفظ عورت کی لغوی تحقیق

ا۔ ''منتہی الارب'' میں ہے کہ: **عورت بالفتح اندام شرم مردم**

وما بین السرۃ الی الرکبۃ وہرچہ ازدیدن آں شرم آید، یعنی ''عورت زبانِ عربی میں انسان کے اس حصۂ بدن کو کہتے ہیں جس کے دیکھنے سے شرم و عار لاحق ہو اور اس کا بے پردہ کرنا اور دیکھنا دکھانا موجب ننگ و عار ہو''۔

۲۔ ''مفردات'' امام راغب میں ہے: العورۃ سوءۃ الانسان و ذلک کنایۃ و اصلہا من العار و ذلک لما یلحق فی ظہورہ من العار ای المذمۃ و لذلک سمی النساء عورۃ یعنی ''عورت انسان کی شرم گاہ کا نام ہے اور یہ مشتق ہے عار سے، اس واسطے کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو شرم لاحق ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عربی میں عورت کا نام عورت رکھا گیا''۔

پس جب عورت کو عورت اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ ازسرتاپا پوشیدہ رکھنے کی چیز ہے تو انصاف سے فرمایئے کہ اس کا چہرہ اور دست و پا کا کھلا رہنا کیونکر گوارا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ بہ نسبت باقی تمام جسم کے عورت کا چہرہ زیادہ تر موجبِ فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ اسی لئے شعراء بھی چہرہ ہی کو زیادہ تر اشعار میں باندھتے ہیں۔ مثلاً اس کا چاند سا چہرہ ہے اس کے رخسار گلاب کے پھول ہیں، اس کے ابرو تلوار ہیں، اس کے لب تیغِ آب دار ہیں، وغیرہ لہٰذا عرفاً بھی ثابت ہے کہ چہرہ بالخصوص واجِبُ الستر ہے۔

لفظ زینت کی لغوی تحقیق

زینت لغت میں اسبابِ آرائش یعنی زیور لباس وغیرہ کو کہتے ہیں، چنانچہ ''مفردات'' امام راغب میں علامہ امام راغب اس کو تین اقسام پر منقسم کرتے ہیں:

والزینۃ بالقول المجمل ثلاث زینۃ نفسیۃ کالعلم والاعتقاد الحسنۃ و زینۃ بدنیۃ کالقوۃ و طول القامۃ و زینۃ خارجیۃ کالمال والجاہ یعنی ''زینتِ نفسیہ، زینتِ بدنیہ کے لئے علم و اعتقادِ حَسَن کی ضرورت ہے۔ زینتِ بدنیہ کے لیے حُسن

وجمال وخد وخال وقوۃ وقد موزوں لازمی ہے۔ زینتِ خارجیہ کے لئے مال وجاہ کی احتیاج ہے‘‘۔

قرآنِ مجید میں لفظ زینت باختلافِ صیغ مختلف معنوں کے لئے مستعمل ہوا ہے، چنانچہ سورۂ اعراف میں ہے: یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ اس کے اسبابِ نزول میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ زمانہ جاہلیت میں مستورات برہنہ بدن طواف کرتی تھیں، تو حکم ہوا کہ ہر مسجد کے قریب تم کپڑے پہن کر آیا کرو۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایامِ جہالیت میں مَرد دِن کو برہنہ طواف کرتے تھے اور شب کو عورتیں۔ فی امرھم اللہ تعالی ان یلبسوا اثیابھم ولا یتغیروا تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: ’’اپنے کپڑے پہن کر طواف کرو برہنہ نہ رہو‘‘۔ ان کے لئے یہ ہدایت نازل ہوئی۔ بہرکیف خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ کا شانِ نزول اس امر کو بتا رہا ہے کہ زینت سے مراد یہاں کپڑے پہننا ہے جس سے عورت مستور ہو سکے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: الزینۃ زینتان زینۃ ظاھرۃ وزینۃ باطنۃ لا یراھا الا الزوج فاما الزینۃ الظاھرۃ فالثیاب واما الزینۃ الباطنۃ فالکحل والسوار والخاتم ولفظ ابن جریر فالظاھرۃ منھا الثیاب ومایخفی فالخلخالان والقرطان والسواران یعنی ’’زینت دو قسم کی ہے، ایک ظاہری اور ایک باطنی کہ سوائے خاوند کے کوئی نہیں دیکھ سکتا، اس لئے کہ زینتِ ظاہری لباس ہے اور زینتِ باطنی سرمہ، زیور، انگوٹھی ہے‘ اور بروایت ابن جریر جھانجن، بالیاں، کنگن وغیرہ ہیں‘‘۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ یعنی ’’اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت‘‘ اگرچہ یہ عام حکم ہے زینتِ ظاہری وباطنی کے لئے مگر چونکہ آگے

☐ ☐ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا ارشاد فرما کر زینتِ ظاہریہ کا استثناء فرمایا ہے، اس لئے اس حکم سے مراد زینتِ باطنی ہے جس میں کنگن، ہار، بالیاں، جھانجن وغیرہ ہیں۔ ان کا چھپانا عورت پر نصِ صریح سے فرض ہے اور بموجب تاویل ابن مسعود چادر اور برقع مستثنیٰ ہے یعنی ان کا چھپانا فرض نہیں، یہی علمائے کرام کا ارشاد ہے کہ عورت کو اپنی باطنی زینت کا چھپانا فرض ہے البتہ چادر اور برقع کے ساتھ بضرورتِ شدید گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ برقع اور چادر کے ظاہر کرنے میں گناہ نہیں، اس لئے اگر یہ بھی ممنوع قرار دیا جاتا تو یہ تکلیف مَالَا یُطَاق (طاقت سے باہر) تھی مگر آیتِ مذکورہ سے یہ ہرگز مستفاد نہیں ہوتا کہ عورت بے نقاب چہرہ کھول کر باہر گلگشت (باغ کی سیر) کرے۔ اِلَّا مَا ظَھَرَ کا استثنیٰ صاف بتا رہا ہے کہ جس زینت کا چھپانا محال ہے وہ معاف ہے، اور زینت کے لفظ سے ظاہر ہو گیا کہ لُغۃً زینت کا اطلاق اسبابِ آرائش وزیبائش پر ہوتا ہے عام اس سے کہ زینتِ نفسیہ ہو یا بدنیہ یا خارجیہ۔

زینتِ نفسیہ تو یوں ظاہر ہو سکتی ہے کہ اپنے اعمال وعقائد کو سلکِ تحریر میں لا کر ظاہر کر دے، اب رہی زینتِ بدنیہ تو وہ بغیر شوہر کسی پر ظاہر کرنا جائز نہیں اور زینت خارجیہ مثل لباس برقع جَلۡبَاب (چادر) وغیرہ کے کہ جس کا اجانب سے پوشیدہ کرنا اس کے لئے متعذّر (مشکل) ہے۔ بنا ءً علیہ (اس بناء پر) اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دے دی اور اِلَّا مَا ظَھَرَ فرما دیا مگر اس سے یہ فائدہ حاصل کرنا کہ مستورات بازاروں میں بے حجاب وبلا نقاب اجانب کو اپنی صورتیں دکھاتی پھریں اور اغیار ونامحرم انہیں دیکھیں محض تفسیر بالرائے ہے اور مقصدِ شرع کے قطعی خلاف۔

حقیقت یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ عورتیں بلا ضرورتِ داعیہ کھلے بندوں باہر پھریں۔ صحابہ کرام کی ازواج کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود بعض ازواجِ مطہرات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصوصِ قرآنیہ کا مفہوم پردۂ

موجودہ ((سمجھا)) تھا، چنانچہ جب آیۂ کریمہ **وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاھِلِیَّۃِ الۡاُوۡلٰی** ((الاحزاب:۳۳)) نازل ہوئی تو اُمّ المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے یہی سمجھا کہ گھر سے باہر قدم رکھنا بھی ناجائز ہے، چنانچہ ''تفسیر روح البیان'' میں ہے کہ آپ اس آیۂ کریمہ کے نزول کے بعد حج وعمرہ اور نمازِ پنجگانہ کے لئے بھی حجرہ سے باہر تشریف نہ لائیں، حتیٰ کہ عہدِ فاروقی میں آپ کا جنازہ ہی باہر آیا، جب کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج وعمرہ کے لئے بھی آپ گھر سے باہر تشریف نہیں لاتیں تو آپ نے فرمایا تو ہمیں گھر میں ٹھہرنے اور آرام کرنے کا حکم ملا ہے۔

دیکھئے ازواجِ مطہرات جو اُمّ المومنین ہیں۔ ان کا تو یہ اہتمام ہے کہ دروازۂ حجرہ تک قدم نہیں رکھتیں اور حج وعمرہ اگرچہ ان پر فرض نہ بھی ہو مگر موجبِ ثواب ضرور تھا لیکن اس کے لئے نکلنا بھی انہوں نے گوارا نہ کیا، اور جب صحابۂ کرام نے عرض کیا تو فرمادیا: **قیل لنا وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ** یعنی'' کیسے نکلیں ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں کو لازم پکڑیں اور گھروں میں آرام کریں''۔

اس جواب سے ہر ذِی فہم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اُمّ المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کا یہ فعل بالکل مطابق حکمِ الٰہی تھا اور اس غرض سے اس کی پابندی تھی کہ عوام اس سے سبق لیں۔

مسلمانو! اُمّ المومنین جو تمام مسلمانوں کی ماں ہیں ان کے لئے یہ حکم اور اس پر ان کا یہ عمل ہے تو ماوشما (ہمیں اور تمہیں) کو پابندی کی کتنی ضرورت ہے:

زبیگانگان چشم زن کور باد   چوں بیرون شد از خانہ در گور باد

افسوس! آج فضائے عالم اس قدر تنگ وتاریک ہے کہ توبہ ہی بھلی، آزادی کی آندھیاں ہر طرف سے چل رہی ہیں۔ شعارِ مذہبی کی قدیم عمارتیں گرانے کو تحریفات کی ارزانی ہے، اللہ کریم رحم کرے اور ہمارا پردہ رکھ لے (آمین)

قرآنِ مجید سے عورتوں کو اجانب اور نامحرم سے پردہ کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب، رکوع: ٦ میں ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ یعنی ''اے ایمان والو! ہمارے محبوب کے کاشانۂ اطہر میں بلا اجازت حاصل کئے داخل نہ ہو''۔

اس آیۂ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مستورات کو اجانب سے چہرہ چھپانا ضروری نہ ہوتا تو آپ کے گھروں میں بھی اجانب کا بلا اجازت داخلہ جائز ہوتا، مگر چونکہ گھر میں کھلے چہرے رہنا جائز ہے اور اجانب سے چہرہ پوشیدہ کرنا ضروری۔ بنا بریں حکم ہوا کہ اجازت لے کر گھروں میں آؤ تاکہ عورتیں مستور ہو جائیں۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط

یعنی ''اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو، پردہ کے باہر سے مانگو''۔

مسلمانو! وَرَآءِ حِجَاب کو ذرا سمجھ لیں کہ یہ کیا بتا رہا ہے۔ آیا بے نقاب و بلا حجاب اجانب سے دو بدو گفتگو کی اجازت دے رہا ہے یا پردہ میں۔ اس سے زیادہ صاف و صریح اور کیا حکم ہوگا۔

''تفسیر احمدی'' اور ''نور الانوار'' میں اس آیتِ کریمہ کے تحت مرقوم ہے۔

ھٰذِہٖ لِاٰیَۃُھی الایۃ التی یفھم منھا ان یحتبب النساء من الرجال

یعنی ''یہ وہی آیت ہے جس سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اغیار و اجانب، غیر محرم اشخاص سے پردہ کریں''۔ اگرچہ اس آیتِ کریمہ کا نزول ازواجِ مطہرات کی شان میں ہے، لیکن بموجب قاعدۂ مسلمہ: العبرۃ بعموم الالفاظ لا بخصوص السبب حکم عام ہے اور تمام مومنہ عورات پر حاوی۔ ''تفسیر احمدی'' میں ہے:

لان موردھا ان کان خاصا فی حق ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن الحکم عام لکل من المومنات فیفھم منہ ان

یحتجب جمیع النساء من الرجال و لا یبدین انفسھن علیم
یعنی ''اس آیۂ کریمہ کا مورد اگرچہ خاص ہے ازواجِ مطہرات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں، مگر اس کا حکم ہر مومنہ عورت کے لئے عام ہے۔ اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں''۔
سورۂ نور، رکوع: ۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:
یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَھْلِھَا ط
''اے ایمان والو! سوائے اپنے مکانوں کے کسی غیر کے مکان میں داخل نہ ہو جب تک سلام کر کے اجازت حاصل نہ کرلو''۔
تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی تستاذنو ہیں اور قرات ابی بن کعب میں تستاذنو اہی آیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا حضور استیناس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: حصولِ اجازت کے لئے سبحان اللہ، یا الحمد اللہ، یا اللہ اکبر کبیرا کہے۔ یا کھنکھارے (گلے سے آواز نکالے) تاکہ گھر والے اجازت دیں۔ قلنا یا رسول اللہ فما الاستئناس؟ قال یتکلم الرجل بتسبیحۃ و تکبیرۃ و تحمیدۃ و یتنحنح فیؤذن أھل البیت۔ دوسری حدیث میں بھی اسی کی تائید ہے التسلیم ان یقول السلام علیکم ادخل ثلث مرات فاذا اذن لہ دخل و الا رجع یعنی ''تسلیم سے یہ مراد ہے کہ آدمی اس طرح کہہ کر السلام علیکم سے مراد لے، کیا میں داخل ہو جاؤں؟ اس پر اگر اسے اجازت مل جائے تو بہتر، ورنہ واپس لوٹ جائے''۔
ان شرائط سے صاف ظاہر ہے کہ اجنبی بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کا

مجاز نہیں اور اس کی علت صرف یہی ہو سکتی ہے کہ گھر میں مستورات بے پردہ ہاتھ پیر منہ کھولیں بے حجاب رہتی ہیں اور اجنبی سے پردہ واحتجاب لابدی ولازمی ہے۔ سورۂ نور، رکوع: ۴، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ((النور: ۳۰))

یعنی ''اے محبوب! مومنین کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے کریں اور اپنے اندامِ خاص (شرم گاہوں) کی حفاظت رکھیں، یہ ان کے لئے پاکیزگی اور صفائی کے امور ہیں، بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کیا کرتے ہیں''۔

یہی سبب ہے کہ شریعت اسلامیہ میں اجنبیہ کا بلاضرورتِ شرعی منہ ہاتھ دیکھنا ناجائز ہے خاص کر اس پُر آشوب زمانہ میں کہ ہر طرف فتنہ وفساد کی آندھیاں چل رہی ہیں اور شاید ہی کوئی نظر فتنہ سے خالی ہو۔

پھر جس طرح مرد کو اجنبیہ کی طرف دیکھنا منع ہے اسی طرح عورت کو حکم ہوا ہے۔ چنانچہ سورۂ نور، رکوع: ۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْ

ﭧ اِلَی اللّٰہِ جَمِیۡعًا اَیُّہَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﮊ ((النور:۳۱))

یعنی ''اے محبوب! ایمان والی خواتین سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی محافظت کریں اور اپنی آرائش نہ دکھائیں (یعنی پوشیدہ رکھیں) مگر جو بضرورت ظاہر ہوتی ہے اور اپنے سینوں پر دوپٹہ ڈالے رہیں اور اپنی آرائش نہ دکھائیں۔ مگر اپنے شوہروں یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں سے یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں سے یا اپنی عورتوں یا اپنے مملوک لونڈی غلامانِ شرعی سے یا ان خدمت گاروں سے جن کو عورتوں کی حاجت نہ رہی ہو (جیسے خواجہ سرا یا شیخِ فانی (بہت بوڑھے) یا ان کم سِن بچوں سے جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور تم سب اے مسلمانو! اللہ کی طرف رجوع کرو کہ فلاحِ دارین حاصل ہو''۔

غرض آیاتِ مذکورہ بالا میں صاف حکم ہے کہ طبقہ نسوانی باستثناءِ مستثنیات سب سے پوشیدہ رہے۔ بالخصوص ان کے سر، سینہ، کان، چہرہ، گردن کا پوشیدہ رہنا ضروری ہے، یہی سبب ہے کہ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا فرما کر استثناء فرما دیا، اس لئے کہ زینت نام ہے خوبصورتی کا، عام اس سے کہ وہ فطری ہو یا مصنوعی، لباسِ فاخرہ زیور وغیرہ سے ہو یا حُسن و جمال، خدوخال جسم سے۔

زینتِ ظاہری یہ ہے کہ جس کے پوشیدہ کرنے میں وقتِ ضرورت مشکل ہو، جیسے انگوٹھی، چادر اور برقع جس کے ظاہر ہونے میں بوقتِ ضرورت مانعِ شرعی نہیں۔

زینتِ باطنی جس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہے وہ چہرہ، ہاتھ گٹوں تک ہے جو اشد ضرورت پر ظاہر کرنا جائز ہے اور جن سے چہرہ چھپانا غیر ضروری ہے وہ سابقاً بیان

ہو چکے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو وہ زینت جس کے اظہار میں نقصان نہیں، وہ محض لباس ہے۔

الحاصل یہ ثابت ہو گیا کہ چہرہ ہاتھ لباس ملبوسہ اجانب کے آگے ظاہر کرنا ممنوع ہے۔۔۔۔ بوقت اشد ضرورت بقدر رفع ضرورت جائز ہے بشرطیکہ اس اظہار سے خوفِ فتنہ وفساد نہ ہو، ورنہ کسی ضرورت پر بھی جائز نہیں۔

ناظرین ذرا غور کریں کہ شریعتِ مطہرہ پردہ کو کس قدر مہتمم بالشان بنا رہی ہے اور علماء وفقہاء اور مفسرینِ کرام کی اکثریت اسی طرف ہے اور بعض کے نزدیک چہرہ، ہاتھ، قدم چھپانا اس وقت غیر ضروری ہے جبکہ نظرِ بد سے امن ہو مگر اس تجویز سے اب ہم فائدہ نہیں اُٹھا سکتے، کیونکہ نظرِ بد سے امن نہیں، چنانچہ اخبار بین حضرات کو اس کا زیادہ تجربہ ہے۔

''تفسیر احمدی'' میں ہے **والی الحرّۃ الاجنبیۃ مطلقا ان لم یامن من الشھوۃ وما سوی الوجہ والکفہ ان امن منھا** یعنی ''چہرۂ اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے۔ اگر شہوت سے امن نہ ہو اور اگر امن ہو تو چہرہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دکھانا جائز ہے باقی ہر حصہ بدن کو دکھانا دیکھنا اس پر نظر کرنا حرام ہے''۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عورتوں کا بے نقاب پھرنا فتنہ سے خالی ہے یا موجب سخت فتنہ وفساد کا؟ آج کوئی خوش فہم، سنجیدہ مزاج مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ مستورات بے نقاب کھلے بندوں پھریں تو نگاہِ فُسّاق وفجار سے محفوظ رہیں گی اور کوئی نظرِ بد ان پر اثر نہ کرے گی، بنا بریں بموجب اصول **اِذَافَاتَ الشَّرطُ فَاتَ الْمَشْرُوْط** (جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے) بعضیتِ علماء بھی اس موجودہ حالت پر اجازت نہیں دیتی۔ کتبِ فقہ وتفاسیر میں تمام تر روایات وعباراتِ اجازت، قیدِ عدمِ شہوت وعدمِ فتنہ کے ساتھ مقیّد ہیں۔ کہیں بھی مطلقاً

اجازت ورخصت نہیں ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں: **الاظہر ان ہذا فی الصلوۃ لافی النظر فان کل بدن الحرۃ عورۃ ولایحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شئی منھا الا لضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشھادۃ** یعنی ’’اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے ہاتھ اور قدموں کے چھپائے، یہ نظر کا حکم ہی نہیں اس لئے کہ حرّہ ازسرتاپا واجب الستر ہے۔ سوائے خاوند اور محرم کے کسی کو وہ اپنا بدن یا بدن کا حصہ نہ دکھائے اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہے، مگر بضرورتِ شدیدہ مثل معالجہ وغیرہ اور تحمل شہادت کے۔ یعنی جب شاہد کو ضرورت ہو تو وہ موضعِ شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔

اس تحقیق کی بنا پر شرط حفظِ امن وعدم شہوت بھی بے کار ہے بلکہ صاف طور پر ثابت ہے کہ عورت ازسرتاپا عورت ہے اس کا کوئی حصہ غیر محرم کو دیکھنا جائز نہیں۔

یہی حکم ابن مسعود اور صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے، چنانچہ **اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا** کی تفسیر میں ہے: **من الزینۃ قال ابن مسعود ھی الثیاب** یعنی ’’ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ ’’آیت سے مراد ظاہری کپڑے ہیں‘‘۔

وقال ابن عباس ھی الکحل والخاتم والخضاب فی الکف یعنی ’’ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ’’زینتِ ظاہرہ سے مراد کاجل، سرمہ، انگوٹھی اور ہاتھ کی مہندی ہے‘‘ پھر فرماتے ہیں: **فما کان من الزینۃ الظاھرۃ یجوز للرجل الاجنبی النظر الیہ للضرورۃ مثل تحمل الشھادۃ ونحوہ من الضروریات اذا لم یخف فتنۃ وشھوۃ فان خاف من ذالک غض البصر** مطلب یہ ہے کہ جو ظاہری زینت ہے (بقول ابن مسعود) کپڑا ہے اور (بقول ابن عباس) کاجل،

مہندی، انگوٹھی جو زینتِ ظاہرہ میں ہے۔اس کی طرف اجنبی شخص عند الضرورت دیکھ سکتا ہے مثل معالجہ وتحمل شہادت وغیرہ کے بشرطیکہ شہوت وفتنہ کا خوف نہ ہو اور اگر دیکھنے میں فتنہ وشہوت کا خیال ہے تو نظر بند رکھے اور زینتِ ظاہرہ کو بھی نہ دیکھے۔(بحر الرائق)

''کفایہ شرح ہدایہ'' میں ہے: **اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا قالت عائشة رضی اللہ عنہا المراد من قولہ تعالٰی الا ما ظھر منھا احدی عینھا و قال ابن مسعودنِ المراد منھا خُفُّھا و ملابسھا و استدل ابن مسعود لقولہ علیہ السلام النساء خبائل الشیطان بھن یصید الرجال و قال ماترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء** یعنی ''صدیقہ **رضی اللہ تعالٰی عنہ** فرماتی ہیں کہ آیۂ کریمہ **اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا** سے مراد زینتِ ظاہری ہے اور وہ صرف ایک آنکھ ہے یعنی بضرورت ایک آنکھ سے تمام جسم وچہرہ اور پیر کو پوشیدہ کرکے دیکھیں، اس لئے کہ ضروریات ایک آنکھ سے پوری ہوسکتی ہیں''۔

ابنِ مسعود **رضی اللہ تعالٰی عنہ** فرماتے ہیں: مراد زینت سے آیۂ کریمہ میں عورت کا ظاہری کپڑا ہے یعنی موزے اور اوپر کی چادر، اور وہ اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں: کہ حضور **صلی اللہ علیہ وسلم** نے فرمایا: ''عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں کہ وہ ان کے ذریعے مردوں کا شکار کرتا ہے''۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا: ''میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ مردوں کے لئے کوئی فتنہ نہ چھوڑا''۔ یعنی عورتیں محلِ فتنہ ہیں اور اجانب کا ان کے فتنوں سے محفوظ رہنا ناممکن ہے لہٰذا عورتوں کو اجنبی مردوں سے قطعاً محجوب ومستور رکھنا چاہئے تاکہ فتنہ رُکا رہے۔

جائے غور ہے کہ رسول اللہ **صلی اللہ علیہ وسلم** تو یوں ارشاد فرمائیں اور ہم

اپنی ماں، بہن، بہو، بیٹی، ساس وغیرہ کو جلسوں اور میلوں میں لے جائیں۔ حالانکہ علمائے عظام نمازِ پنجگانہ کے لئے مؤمنین کے ساتھ مسجد میں آنے کو بھی منع فرماتے ہیں: چنانچہ ''بدائع'' جلد اوّل صفحہ ۱۵۷ میں ہے: **ولا یباح للشواب منهن الخروج الی الجماعة بدلیل ماروی عن عمر رضی اللہ عنه انه نهی الشواب عن الخروج ولان خروجهن الی الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما اذّی الی الحرام فهو حرام** یعنی ''جوان عورتوں کو جماعتِ مسلمین میں نکلنا جائز نہیں، اس وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمایا اس لئے کہ ان کا نکلنا جماعت کی طرف فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو شے حرام کی طرف لے جاتی ہو وہ حرام ہے، لہٰذا عورت کا مسجد میں ادائے نماز کو بھی آنا حرام ہے''۔

''کفایہ'' میں ہے: **وجری فی مجلسه علیه السلام یوما ما خیر ما للرجال من النساء وما خیر ما للنساء من الرجال فلما رجع علی الی بیته اخبر فاطمة فقالت خیر ما للرجال من النساء ان لا یرونهن وخیر ما للنساء من الرجال ان لا یرینهم فلما سمع اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بذالک قال هی بضعة منی** یعنی ''ایک روز نبی علیہ السلام کی مجلسِ اقدس میں یہ بحث تھی کہ مستورات سے مردوں کے لئے کس طرح بہتری مل سکتی ہے اور مردوں سے مستورات کو کس طرح؟ اس کو حضرت علی کرم اللہ وجهه نے فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنها سے کہا۔ آپ نے فرمایا مردوں کو عورتوں سے اس میں خیر ہے کہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں اور عورتوں کے حق میں بہتری اس میں ہے کہ وہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔ اس کا ذکر شیرِ خدا کرم اللہ وجهه نے دربارِ رسالت میں کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هی بضعة منی (ایسا کیوں نہ فرماتیں) وہ میری لختِ جگر

ہیں‘‘۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مَردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں سے محجوب و مستور رہنے میں دارین کی فلاح و بہبود بیان فرمائی اور ان کے ارشاد کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا۔

انہی حدیثوں کی بنا پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مستور رہنے کا حکم دیا اور اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا سے چہرہ اور ہاتھ مراد نہیں لئے، بلکہ صاف طور پر فرمادیا کہ مستثنیٰ زینتِ ظاہرہ یعنی برقعہ و چادر وغیرہ ہے۔

اس کے بعد صاحبِ کفایہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں: **فدل انه لا يباح النظر الى شئى من بدنها و لان حرمة النظر لخوف الفتنة و عامة محاسنها فى وجهها فخوف الفتنة فى النظر الى وجها اكثر منه الى سائر الا عضاء** یعنی ’’احادیثِ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ عورتِ اجنبیہ کے کسی حصۂ بدن کی طرف دیکھنا جائز نہیں، کیونکہ حرمتِ نظر کی علت فتنہ وفساد ہے اور تمام حُسن و جمال اور کمال خوبصورتی چہرہ میں ہے تو چہرہ کی طرف دیکھنا بہ نسبت دیگر اعضا کے زیادہ موجب فتنہ وفساد کا ہوا۔ لہٰذا چہرے کی طرف دیکھنا قطعی ناجائز ہے‘‘۔

پھر فرماتے ہیں: **و بنحو هذا استدل عائشة رضى الله عنها و لكنا لا تقول هحا لاتجدبد من ان تمشى فى الطريق و لا بد من ان تفتح احدى عينها لتبصر الطريق فجوز لها ان تكشف احدى عينيها لهذا الضرورة و الثابت بالضرورة لاتعدو موضع الضرورة** یعنی ’’ ہمچوقسم احادیث سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کشفِ وجہ ((چہرہ کھولنے)) کی حرمت پر استدلال کیا۔ آپ فرماتی ہیں کہ بعض اوقات عورت کو باہر نکلنے کی ضرورت واقع ہوجاتی ہے اور راستہ پر چلنے کے لئے آنکھ کا کھولنا ضروری ہے لہٰذا وہ ایک آنکھ کھول کر چلے تاکہ راستہ نظر

آ جائے۔ پس قطع طریق کے لئے اُمّ المومنین نے ایک آنکھ کھولنے کی عورت کو عند الضرورت (ضرورت کے وقت) اجازت عطا فرمائی، اور جو چیز کسی خاص ضرورت کے لئے جائز قرار دی گئی ہو اس کو قدرِ ضرورت سے متجاوز کرنا جائز نہیں''۔

ناظرینِ کرام! غور فرمائیں کہ ان صاف وصریح ارشادات فقہاء سے عورت کو چہرہ ڈھانکنا کیسی وضاحت سے ثابت ہے اور درحقیقت اگر ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر انصاف سے کام لیا جائے تو آفتابِ نیم روز کی طرح واضح ہو جائے گا کہ عورت کے تمام جسم میں فقط چہرہ ہی موجبِ فساد اور محلِ فتنہ اور وجہ فریفتگی ہے۔ ہاتھ، پاؤں، قد وقامت کتنے ہی موزوں ہوں، رفتار وگفتار کیسی ہی قیامت خیز ہو، لیکن آنکھ آنکھ ہے، اور ناک پھنکتے ہی پھٹکار برستی ہے۔ گو کوئی عضو بھی سجیلا (خوب صورت) نہ ہو مگر چہرہ زیبا جاذب نظر ہو پھر دیکھئے ہجومِ نگاہ سے پیچھا چھڑانا دشوار ہوتا ہے کہ نہیں؟ عورت سر تا پا مرصع ہو لیکن ناک نہ ہو یا چشم نرگسیں نہ ہو، تو کتے بھونکنے لگتے ہیں اور اگر چہرہ جاذبِ نظر ہے صراحی دار گردن ہے سیمیں ذقن ہے، خندہ پیشانی ہے تو اس کو دیکھ کر راہ چلتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چہرہ پر تھیلا چڑھا کر عورت برہنہ ہو جائے تو اس کا ہر عضو مکروہ نظر آئے گا اور تمام جسم پر دھجیاں لپٹی ہوں فقط چہرہ کھلا رہے تو گودڑی میں لعل کہیں گے۔ لباس کے نقش ونگار قابلِ پرستش نہیں، لیکن حُسن پرست چہرہ کے پرستار نظر آتے ہیں، غرضیکہ چہرہ ہی ہے جو دیکھنے والے کو متوالا وفریفتہ بنا دیتا ہے اور اس پُرفتن زمانہ میں نمائشی لیڈر بعض نام نہاد خوشامدی مُلاّ بھی لیڈروں سے دب کر خود غرض ومطلب برآری کی خاطر بعض حاکموں کی غلط کاریوں کو بھی مطابقِ شریعت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی تک زور صَرف کر رہے ہیں اور روایاتِ فقہیہ کی قطع وبرید کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں، حالانکہ جس قدر روایات ہیں سب کی سب مقیّد ہیں قیدِ عدمِ شہوت

وعدمِ فتنہ سے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ فتنہ وفساد چہرہ دیکھنے سے وابستہ ہے اور اسی چہرہ کی ستم شعار نظر بازی کے سبب کہتے ہیں: **بعض مدرسین کو مدارس سے معطل ہونا پڑا۔**
والعاقل تکفیہ الاشارۃ (عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہے)

اعتراضات مع جوابات

آج کل اخباروں میں رفع حجاب پر مفصلہ ذیل دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ جن میں چہرہ، ہاتھ وغیرہ پوشیدہ نہ رکھنے کی اجازت پائی جاتی ہے۔

''فتاویٰ عالمگیری'' میں ''ذخیرۃ العقبیٰ'' اور ''ینابیع'' سے منقول ہے: **النظر الی الاجنبیات فنقول یجوز النظر الیٰ مواضع الزینۃ الظاھرۃ منھن وذالک الوجہ والکف فی ظاھر الروایۃ کذا فی الذخیرۃ ان غلب علیٰ ظنہ انہٗ یشتھی فھو حرام** مطلب یہ ہے کہ ''اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے کے متعلق ہم کہتے ہیں: مواضع زینت ظاہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اور وہ چہرہ اور کفِ دست ہے اور اگر ظنِ غالب ہو شہوت کا، تو دیکھنا دکھانا حرام ہے''۔

جواب: اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خوفِ شہوت وفتنہ نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے اور جہاں گمانِ شہوت ہو وہاں پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، اب قابلِ غور یہ امر ہے کہ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے یا کہ اجازت؟

''فتاویٰ سراجیہ'' میں ہے: **النظر الی وجہ الاجنبیۃ اذا لم یکن عن شھوۃ لیس بحرام لٰکنہ مکروہ** یعنی ''اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا حرام نہیں مگر مکروہ ہے''

جواب: اس سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر خوف شہوت اور نظر بد ہو تو اظہار حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

''قہستانی'' میں ہے: **ینظر الرجل من الحرۃ الاجنبیۃ الی الوجہ وھذا فی**

زمانھم و امانی زمانتا فمنع من الشابۃ یعنی ''مرد اجنبی عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے لیکن یہ اجازت زمانۂ صحابہ وتابعین میں تھی مگر ہمارے زمانے میں جوان عورتوں کی طرف دیکھنا ممنوع ہے''

جواب: علامہ قہستانی اپنے زمانہ کی نسبت فرما رہے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف دیکھنا ممنوع ہے تو پھر اس زمانہ موجودہ میں بطریقِ اولیٰ ممنوع ہوا، اللہ تعالیٰ انصاف عطا کرے۔

''شامی'' میں ہے: **وشرط لحل النظر الیھا الامن بطریق الیقین عن الشھوۃ** یعنی ''اجنبیہ کے چہرے کی طرف اس شرط سے دیکھنا جائز ہے کہ امنِ شہوت یقینی ہو یعنی نظرِ بد اور خیالِ فاسد کا شائبہ بھی نہ ہو''

جواب: کیا آج کوئی ایمان سے کہہ سکتا ہے کہ ہم صرف باطنی سے غیروں کے چہروں کی طرف دیکھتے ہیں؟

''ہدایہ'' میں ہے: **ان کان لایامن الشھوۃ لاینظر الی وجھھا الالحاجۃ لقولہٖ علیہ الصلوۃ والسلام من نظر الی محاسن امراۃ اجنبیۃ عن شھوۃ صب فی عینہ الافک یوم القیمۃ فاذا خاف الشھوۃ لم ینظر من غیر حاجۃ تحرزا عن الحرام** مطلب یہ ہے کہ: ''اگر شہوت سے بے خوف نہ ہو تو اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف ہرگز نہ دیکھے مگر کسی خاص حاجت سے کیونکہ نبی **علیہ الصلوٰۃ والسلام** نے فرمایا ہے جس نے اجنبیہ کے محاسن وخوبی کی طرف نظرِ شہوت سے دیکھا اس کی آنکھوں میں بروزِ قیامت سیسہ گلا کر ڈالا جائے گا''

جواب: اس سے تو ہمارا دعویٰ صاف ثابت ہے۔

علامہ شامی بحوالہ تاتارخانیہ ایک اور عبارت نقل فرماتے ہیں: **جو ما نحن فیہ** (ہمارے نظریہ) کی موید ہے: **فی التاتار خانیۃ وفی شرح الکرخی النظر الی**

وجه الاجنبية الحرة ليس بحرام ولٰكنة يكره بغير حاجة وظاهر الكراهة ولو بلاشهوة والاوحرام اى ان كان عن شهوة حرام واما فى زماننا فمنع من الشابة لالانه عورة بل بخوف الفتنة یعنی'' تاتارخانیہ اور شرح کرخی میں ہے کہ اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا حرام نہیں مکروہ ہے، اور ظاہر ہے کہ مکروہ تب ہے جبکہ بلاشہوت ہو، ورنہ حرام ہے، یعنی اگر بہ شہوت ہوتو حرام ہے، لیکن ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف دیکھنا بوجہ خوفِ فتنہ وشر کے ممنوع ہے''۔

ناظرین! جملہ ''مگر ہمارے زمانہ میں بوجہ خوفِ فتنہ جوان عورت کی طرف دیکھنا ممنوع ہے'' کی طرف نظر انصاف سے غور فرمائیں۔

''بحر الرائق شرح کنز الدقائق'' میں ہے: حرم النظر الى وجهها ووجه الامرد اذا شك فى الشهوة قال مشائخنا تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال فى زماننا للفتنة یعنی'' اجنبی عورت اور خوب صورت بے ریش لڑکے کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام ہے اگر خوفِ شہوت ہو، مشائخِ کرام فرماتے ہیں: کہ جوان عورت کو مَردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا ہمارے زمانہ میں بوجہ فتنہ کے''۔

الغرض! مندرجہ بالا نصوصِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور عبارات فقیہہ سے عورتوں کے کھلے منہ پھرنے کی حرمت وممانعت ظاہر وباہر ہوچکی ہے، اور ان کے منہ چھپا رکھنے کی غرض معلوم ہوگئی ہے اور حق وباطل کا امتیاز بوجہ احسن ہوگیا۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ یا ضمائر پر ہے۔ انصاف کیجئے اور اپنے ناموس کی حرمت ملحوظ رکھئے۔

۷

باب چہارم

پردہ اور اُس کے اقسام

مسلمان عورت جو آزاد ہو، زر خرید یا باندی نہ ہو، بالغ ہو چکی ہو یا بالغ ہونے کے قریب ہو، جوان ہو یا بوڑھی۔ اس کے لئے اجنبی مَردوں سے پردہ کرنے کے تین درجے ہیں۔

ایک یہ کہ بجز چہرے اور ہتھیلیوں کے اور بعض کے نزدیک سوائے پیروں کے بھی باقی تمام بدن کو کپڑے سے چھپایا جائے یہ ادنیٰ درجہ کا پردہ ہے۔

دوسرے یہ کہ چہرہ، ہتھیلیوں اور پیروں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپایا جائے اور یہ درمیانے درجے کا پردہ ہے۔

تیسرے یہ کہ عورت دیوار یا پردہ کے پیچھے آڑ میں رہے کہ اس کے کپڑوں پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے۔

ادنیٰ درجہ کے پرجہ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ سورۂ نور، رکوع: ۴ میں ارشاد فرماتا ہے: **وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا** یعنی ''عورتیں اپنے زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں مگر جو ان میں سے غالباً کھلا ہی رہتا ہے'' جس کی تفسیر حدیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے ساتھ کی گئی ہے کہ ان کا کھولنا ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے اور پیروں کو قیاساً اس میں داخل کیا گیا ہے۔

''ابوداؤد'' میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: یا

اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لن یصلح ان یری منها الا هذا و هذا و اشار الی وجهه و کفیه یعنی ”اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو سوائے اس کے اور اس کے (اس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف اشارہ فرمایا) اور کسی عضو کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں“۔

اوسط درجہ کے پردہ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب، رکوع: ۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ

یعنی ”عورتیں اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں“۔

صحیحین میں مروی ہے: **قالت امرأۃ یا رسول اللہ احدانا لیس لها جلباب قال لتلبسها صاحبتها من جلبابها** یعنی ”ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو عید کی نماز کو کیونکر جائے؟۔ آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر اوڑھا دے“۔

”ابوداؤد“ میں مروی ہے: **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترخی (المرأۃ الازار) شبرًا فقالت اُمّ سلمة اذا تنکشف اقدامهن قال فیرخین ذراعا** یعنی ”فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت اپنی ازار کو پنڈلی سے ایک بالشت نیچے لٹکائے، تو اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اس صورت میں ان کے پیر کھلے رہیں گے، آپ نے فرمایا تو ایک ہاتھ بھر لٹکا لیا کرے“۔

اعلیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب، رکوع: چار میں ارشاد فرماتا ہے: **وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ** یعنی ”اے بیبیو! تم اپنے گھروں میں رہا کرو“۔

پھر اسی سورت کے رکوع: ۷ میں حکم ہے: **وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡئَلُوۡهُنَّ**

مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ''اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز استعمال کے لئے مانگو تو پردہ کی آڑ میں ہو کر مانگو''۔

اور سورۂ طلاق میں یوں فرمان نازل ہوا: **لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ م بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ** یعنی ''عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں''۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لام سلمة و میمونة احتجبا منه ای من ابن اُمّ مکتوم فقلت یا رسول اللہ الیس ھو اعمی لا یبصرنا؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعمیا وان انتما الستما تبصرانه (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد) یعنی ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ سلمہ اور میمونہ سے فرمایا کہ: ان سے پردہ کرو یعنی عبداللہ بن اُمّ مکتوم نابینا سے، اُمّ سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا وہ اندھا نہیں ہے جو ہم کو دیکھ نہیں سکتا؟ تو پھر حضرت نے فرمایا کہ کیا پھر تم بھی اندھی ہو۔ کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں؟''۔

''صحیح بخاری'' میں ہے: **ثم قال لسودة بنت زمعة احتجبی منه لما رای من شبهه لعتبة** یعنی '' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ بنت زمعہ سے فرمایا کہ تم اس سے یعنی زمعہ کے باندی زادہ سے پردہ کرو''۔

حالانکہ آپ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ یہ لڑکا زمعہ ہی کا ہے کیونکہ اس کی باندی کے بطن سے ہے مگر سودہ کو اس سے پردے کا اس لئے حکم دیا کہ حضرت نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت زیادہ پائی اور عتبہ کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ لڑکا میرا ہے جو قانونِ شریعت سے رد کر دیا گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت کے اس حکم کے بعد اس لڑکے نے عمر بھر سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں دیکھا۔

''ترمذی'' میں ہے: **المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان** یعنی ''عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے

اور اس کے درپے ہوتا ہے"۔

ہر سہ اقسام پردہ کے وجوب کے مواقع

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے پردہ کے تینوں درجوں کا واجب ولازم ہونا ثابت ہوگیا اور نیز یہ کہ شریعت نے ان سب درجوں کے مطابق پردے کا حکم دیا ہے البتہ ان میں اتنا تفاوت ((فرق)) ضرور ہے کہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے اور دوسرا تیسرا درجہ کسی عارض کی وجہ سے واجب ہے مگر اس تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تینوں میں درجات کے تفاوت سے نفسِ وجوب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسا فرضِ اعتقادی اور فرضِ عملی میں درجہ کا تفاوت ہوتا ہے مگر فرض دونوں ہیں اور نفسِ فرضیت دونوں میں موجود ہے۔

چونکہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے، اس لئے اس کا حکم بھی جوان اور بوڑھی عورتوں سب کو عام ہے یعنی بجز چہرہ اور ہاتھوں کے باقی بدن یا سر کے کسی حصہ کا اجنبی کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی جائز نہیں اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ چونکہ عارض کی وجہ سے واجب ہے۔ اس لئے ان کے واجب ہونے کا مدار اس عارض ہی پر ہے جہاں وہ عارض موجود ہوگا وہاں یہ درجے واجب ہوں گے اور جہاں عارض موجود نہ ہوگا وہاں یہ درجے بھی واجب نہ ہوں گے، اور وہ عارض فتنہ کا اندیشہ ہے۔ جس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: **استشرفها الشیطان** یعنی "جب عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے"۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے **فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ** (پ ۲۲ ع ۱) یعنی "جس کے دل میں خرابی ہے وہ ہوس کرنے لگے گا"۔

اب رہی یہ بات کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے اس کی تعیین ہماری رائے پر نہیں رکھی گئی، بلکہ قرآنِ مجید میں اس کا فیصلہ بھی خود ہی فرما دیا گیا ہے، چنانچہ

ارشاد ہوتا ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَایَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْھِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَھُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ط وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّھُنَّ ط (سورۂ نور، رکوع:۸)

یعنی ''اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ اُمید نہ رہی ہو، ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اُتار رکھیں جن سے چہرہ وغیرہ چھپایا جاتا ہے، بشرطیکہ زینت کے مواقع کا اظہار نہ کریں اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے''۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ جو بوڑھی عورتیں نکاح کے قابل نہ رہیں۔ ان کو زینت ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں جس سے مراد تمام بدن ہے۔ ہاں چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا پس بوڑھی عورتیں اگر ان زائد کپڑوں کو اجنبی کے سامنے اُتار دیں جن سے منہ ہاتھ چھپایا جاتا ہے، جیسے برقع اور چادر، تو اس میں گناہ نہیں اگر یہ بڑی بوڑھی عورتیں اس سے بھی پرہیز کریں اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ اختیار کریں تو مستحب ان کے لئے بھی یہی ہے: وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّھُنَّ ط کا مطلب یہی ہے۔

اس آیت نے بتلا دیا کہ فتنہ کا اندیشہ صرف ان بوڑھی عورتوں میں موجود نہیں ہے، جو نکاح کے قابل نہیں رہیں اور ان کے سوا جوان اور ادھیڑ عمر عورتوں سے اندیشہ فتنہ کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ ان میں یہ اندیشہ موجود ہے اور یہی وہ عارض ہے جس پر دوسرے اور تیسرے درجے کے پردے واجب ہونے کا مدار تھا۔

جب شارع نے جوان اور ادھیڑ عورتوں کے بارے میں یہ حکم دیا کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود ہے، تو اب کسی کو اپنی رائے سے یہ کہنے کا اختیار نہیں کہ ان میں فتنہ کا

اندیشہ موجود نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ (سورہ احزاب)

یعنی ''کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو ان کو اس کام میں کوئی اختیار باقی ہے''۔

یعنی اختیار باقی نہ رہے گا بلکہ اس پر عمل کرنا ہی واجب ہوتا ہے۔ یہ تفاوت ((فرق)) تو ان درجوں میں احتمالِ فتنہ کے شرط ہونے اور شرط نہ ہونے کے اعتبار سے تھا کہ پہلے درجہ کے واجب ہونے میں احتمالِ فتنہ شرط ہے۔

ایک تفاوت ان درجوں میں اور ہے جس کے سمجھنے کے لئے اوّل اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ پردہ کے ان تینوں درجوں میں یہ بات مشترک ہے کہ ضرورت کے مواقع ان سے مستثنیٰ ہیں جس کی دلیل ''صحیح بخاری'' کی یہ حدیث ہے:

عن عائشة قالت خرجت سورة بعد ما ضرب الحجاب لحاجتها الی قولها فقالت یا رسول اللہ انی خرجت لبعض حاجتی فقال لی عمر کذا و کذا یعنی اما و اللہ ما تخفین علینا

یعنی ''عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قضاء حاجت کے لئے نکلیں (پھر کچھ قصہ اس کا بیان کر کے فرمایا) سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں اپنی ایک حاجت کے لئے باہر نکلی تھی تو مجھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ایسا کہا یعنی یوں کہا کہ اے سودہ! خدا کی قسم تم ہم سے چھپ

نہیں سکتیں''۔

مطلب یہ تھا کہ تم کو باہر نہ نکلنا چاہئے کیونکہ تم چادر برقع پہن کر بھی کسی سے چھپ نہیں سکتیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وحی نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے واسطے نکلنے کی اجازت تم کو دے دی ہے۔

مگر ان تینوں درجوں میں اس اعتبار سے تفاوت ہے کہ کون سی ضرورت کس درجہ میں مؤثر ہے اور کس درجہ میں موثر نہیں، چنانچہ پہلا درجہ جو کہ جوان، ادھیڑ اور بوڑھی سب عورتوں پر واجب ہے اس سے بہت سخت مجبوری کی مستثنیٰ ہے۔ جیسے علاج معالجہ کی ضرورت یعنی بغیر ایسی سخت ضرورت کے اجنبی کے سامنے بدن کا کھولنا نہ جوان اور ادھیڑ کو جائز ہے نہ بوڑھی عورتوں کو اور دوسرے درجے سے جو کہ صرف جوان اور ادھیڑ عورتوں پر واجب ہے، بوڑھیوں پر واجب نہیں سخت مجبوری کی صورت مستثنیٰ ہے۔ گو بہ سخت مجبوری نہ ہو۔ یعنی اجنبی مرد کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا بوڑھی عورتوں کو تو جائز ہوگا، گو چھپانا ان کو بھی مستحب ہے اور جوان اور ادھیڑ عورتوں کو بدوں سخت مجبوری کے اجنبی کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھولنا حرام ہوگا۔ چنانچہ ''درمختار'' میں ہے: **وتمنع الشابة وجوبا عن كشف الوجه بين الرجال لا لانه عورة بل لخوف الفتنة** یعنی'' اور جوان عورت کو مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے وجوب کے درجہ میں منع کیا جائے گا نہ اس وجہ سے کہ چہرہ بالذات ستر میں داخل ہے بلکہ اس وجہ سے کہ جوان عورت کے چہرہ کھولنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے'' تو ستر للعارض ہوا۔

سخت مجبوری کی حالت میں چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا جائز ہوگا بشرطیکہ کوئی دوسرا مانع نہ پایا جائے۔ جیسے اجنبی مرد کا اس کو چھونا یا اجنبی مرد کو گھورنا یا اجنبی مرد کے ساتھ بیٹھنا ملنا کہ ان سب کی حرمت شریعت سے ثابت ہے اور اس سخت مجبوری کی صورت میں

اگر کوئی مرد اس کو گھورنے لگے تو اس سے عورت کو گناہ نہ ہوگا۔

حدیث میں جو آیا ہے: **لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ** (مشکوٰۃ شریف) یعنی ''اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے پر بھی لعنت کی ہے اور اس پر بھی جو دیکھا جائے''۔تو یہ لعنت عورت پر اسی صورت میں ہے جب کہ اس نے بدوں سخت مجبوری کے اپنا چہرہ وغیرہ کھولا ہو، ورنہ اگر سخت مجبوری سے اس نے کھولا اور پھر کسی مرد نے اس کو گھورا تو اس عورت کو گھورنے سے گناہ نہ ہوگا اور تیسرے درجہ میں مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے گو سخت مجبوری کی صورت نہ ہو، مگر مجبوری کا درجہ موجود ہو۔

اس مجبوری کے معنی یہ ہیں کہ اگر گھر سے یا پردہ سے نہ نکلیں تو کوئی غیر معمولی نقصان یا حرج لاحق ہو جائے، ایسی ضرورت میں تمام بدن چھپا کر برقع کے ساتھ گھر سے نکلنا جوان اور ادھیڑ عورتوں کے لئے جائز ہوگا اور بدوں ایسی مجبوری کے برقع کے ساتھ تمام بدن چھپا کر بھی ان کو نکلنا جائز نہ ہوگا۔

اس دوسرے اور تیسرے درجے کے پردہ میں مجبوری اور سخت مجبوری کے وقت جو آسانی کی گئی ہے اس میں چونکہ فتنہ کا بھی احتمال ہے گو ضرورت پر نظر کر کے آسانی کر دی گئی اور تنگی نہیں کی گئی مگر اس احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ خاص خاص احکام سے اس کا انسداد بھی کر دیا گیا۔ مثلاً عورتوں کو عطر وخوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **ان المرأۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا** یعنی ''عورت جب عطر لگا کر کسی مجلس سے گزرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زانیہ ہے''۔ (ترمذی وابوداؤد)

''ابوداؤد'' میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **ولٰکن لیخرجن وھن تفلات** یعنی ''لیکن عورتوں کو میلے کچیلے کپڑوں میں ضرورت کے وقت باہر نکلنا چاہئے''۔

خلاصہ ان سب احکام کا یہ ہوا کہ بوڑھی عورتوں پر پہلا درجہ تو واجب ہے اور دوسرا اور تیسرا درجہ مستحب ہے اور بہت سخت مجبوری کی حالت میں پہلے درجہ میں بھی جو کہ واجب ہے کچھ سہولت و وسعت کر دی گئی اور ادھیڑ اور جوان عورتوں کے لئے پہلا درجہ بھی واجب ہے، اور بہت سخت مجبوری میں اس میں کچھ سہولت اور وسعت بھی ہے، اور دوسرا اور تیسرا درجہ بھی ان پر واجب ہے اور بہت سخت مجبوری سے کم درجہ کی مجبوری اور ضرورت کے مواقع میں کچھ سہولت اور وسعت بھی ثابت ہے یعنی مجبوری کی حالت میں گو بہت سخت مجبوری نہ ہو۔ چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا اجنبی کے سامنے ان کو جائز ہے بشرطیکہ فتنہ وفساد کے احتمال کا انسداد بھی کرلیا جائے۔ یعنی سر، کلائی اور پنڈلی وغیرہ کے کھولنے سے پرہیز رہے۔ اسی طرح زیب وزینت کے ساتھ اجنبی کے سامنے آنا حرام ہوگا اور اگر سخت مجبوری کے درجہ سے کم ضرورت ہو مگر مجبوری متحقق ہو محض خیالی مصلحت نہ ہو، تو اس صورت میں برقع کے ساتھ باہر نکلنا جوان عورت اور ادھیڑ عورت کو جائز ہے مگر چہرہ اور ہاتھوں کا کھولنا حرام ہوگا اسی طرح زیب وزینت کے کپڑے پہن کر نکلنا حرام ہوگا۔

پردہ کے مواقعِ وجوب کی تعیین اور مستثنیات

جن احکام کا مدار اندیشۂ فساد وفتنہ کے ہونے یا نہ ہونے پر ہے یا ضرورت کے ہونے یا نہ ہونے پر ان میں حالات کے بدلنے سے یا ایک ہی حالت میں رائے کے اختلاف سے حکم شرعی بدل سکتا ہے اور اس قسم کے احکام دوسرے اور تیسرے درجہ کے پردہ میں ہیں۔ کیونکہ پہلے درجہ میں تو شریعت ہی نے خود اس کی تعیین کر دی ہے کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور ضرورت کا درجہ کون سا ہے۔ اس میں کسی کی رائے اور فہم کا کوئی دخل نہیں مگر جن احکام میں رائے اور فہم کو دخل ہے۔ ان میں اس کا فیصلہ کرنے کا حق کہ فتنہ کا اندیشہ ہے یا نہیں اور ضرورت کا تحقق ہے یا نہیں۔ ان ہی کو ہے جن

میں فتویٰ دینے کی لیاقت وقابلیت موجود ہواور اس کے ساتھ ان کی رائے اور فہم بھی صحیح ہو۔ نا اہلوں کی بات اس بارے میں ہرگز نہ سنی جائے گی۔

غرض حالات کے بدلنے یا رائے کے بدلنے سے جو احکام بدل جاتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ احکامِ شریعہ زمانہ اور وقت کے تابع ہیں جیسا کہ بعض نادانوں کا خیال ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ شارع نے خاص قید کے ساتھ حکم کو بیان کیا تھا کہ اگر یہ قید پائے تو یہ حکم ہے نہ پائی جائے تو دوسرا حکم ہے۔ اب حالات یا رائے کے اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے وجود یا عدم میں اختلاف ہے۔ جس نے قید کو موجود پایا، ایک حکم کردیا جب اس قید کو موجود نہ پایا دوسرا حکم کردیا اور یہ دونوں حکم دراصل شارع ہی کے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے لئے مساجد اور عیدگاہ میں جانے کی اجازت کا اور صحابہ کے زمانہ میں اس سے ممانعت ہوجانے کا مدار اسی قاعدہ پر ہے جس کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

> لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدثت النساء لمنعھن کما منعت لنساء بنی اسرائیل (رواہ مسلم)
>
> یعنی ”اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت کا مشاہدہ فرمالیتے جو عورتوں نے آپ کے بعد اختیار کی ہے تو یقینا آپ ان کو مساجد وعیدگاہ میں جانے سے روک دیتے جیسا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا“۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اخیر وقت میں عورتوں کے لئے اسی کو پسند فرمایا اور اسی کی ترغیب دی ہے کہ وہ نماز کے لئے مسجدوں میں نہ جایا

کریں، چنانچہ ارشاد ہے:

الصلوٰۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلوٰتھا فی حجرتھا و صلوٰتھا فی مخدعھا افضل من صلوٰتھا فی بیتھا

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

یعنی ''عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر کے اندر پڑھنے سے افضل ہے''۔

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ترغیب پر اکتفا فرمایا۔ سختی کے ساتھ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہیں روکا کیونکہ اس وقت عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورتیں زیادہ تھیں اور عام طبائع میں نیکی اور غلبہ اور سزا کا خوف ایسا تھا جس کی وجہ سے فتنہ وفساد کا احتمال کمزور تھا اور بعد میں عام طور پر حالت بدل گئی جس میں عورتوں کی حالت بدلنے کو بھی خاص دخل تھا اور اسی قاعدے پر فقہائے متاخرین کا یہ فتویٰ مبنی ہے جس میں انہوں نے بعض محرموں کو نامحرموں کی مثل ٹھہرایا ہے۔ **ویکرہ الخلوت بالصھرۃ الشابۃ لفساد الزمان** یعنی ''اور جوان ساس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ زمانہ فساد کا ہے''۔ اور اس احتیاط کی اجازت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ **احتجبی منہ یا سودہ** یعنی ''حضور نے سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے باپ کے باندی زادہ سے پردہ کا حکم دیا۔ جس میں بطور احتیاط کے شرعی محرم سے پردہ کا حکم ہے کیونکہ وہ باندی زادہ شرعاً سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا۔

غرض فقہاء کا فتویٰ نص کا مقابلہ اور حکمِ شرعی کی مخالفت نہیں بلکہ حکم کی علّت پر نظر کر کے اس فتویٰ میں نص ہی کا اتباع کیا گیا ہے، اور اسی کی نظیر فقہاء کا یہ قاعدہ ہے کہ علّت کے ختم ہو جانے سے حکم بھی ختم ہو جاتا ہے جس کا اعتبار مُؤلّفۃ القلوب کے

بارے میں کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض مال دار نومسلموں کو باوجود مال دار ہونے کے محض دلجوئی کی غرض سے زکوٰۃ وغیرہ میں سے حصہ دیا جاتا تھا۔ حضور کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا کیونکہ اب ان مال داروں کی دلداری اور دل جوئی کی ضرورت باقی نہیں رہی، جبکہ ان کے دل میں اسلام مضبوط ہو گیا۔

غرض اسی قاعدے پر امام صاحب اور صاحبین کا یہ اختلاف مبنی ہے کہ امام صاحب نے بوڑھی عورتوں کے لئے صرف صبح اور مغرب وعشاء کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے، اور صاحبین نے پانچوں وقت آنے کی اجازت دی ہے اور ہر ایک قول کی جُدا علت بیان کی گئی ہے اور جوان یا ادھیڑ عورتوں کے لئے بالاتفاق سب اوقات میں ممانعت ہے۔ (ہدایہ)

۷

باب پنجم

پردے کے متفرق احکام

اسلام سے پیشتر پردے کی حالت

ایامِ جاہلیت میں ملک عرب میں پردے کا بالکل ہی رواج نہ تھا۔ شرفاء کی بہو بیٹیاں لباس پاکیزہ اور زیوراتِ فاخرہ پہن کر کھلم کھلا بازاروں میں پھرا کرتی تھیں، کسی طرح کی حیا اور شرم نہ تھی، چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے نبوت میں بھی یہی حالت تھی، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة قالت واللہ لقد رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقوم علی باب حجرتی والحبشة یلعبون بالحراب فی المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسترنی بردائه لانظر الی لعبهم بین اذنه وعاتقه ثم یقوم من اجلی حتی اکون اناالتی انصرف فاقدروا اقدر الجاریة الحدیثة السن الحریصة علی اللهو (متفق علیہ)

”صحیح بخاری ومسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، کہا کہ: اللہ تعالیٰ کی قسم تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا اور حبشی مسجد میں برچھیوں کے ساتھ کھیلتے تھے (اس لئے کہ ان کا کھیلنا برچھیوں سے سامانِ جہاد سے تھا لہٰذا وہ تیراندازی کی طرح عبادت ہوا) اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کے ساتھ میرا پردہ کر رہے تھے تاکہ میں حضرت کے کندھوں اور کانوں کے درمیان سے ان کے کھیل کی طرف دیکھوں، پھر حضرت میری خاطر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود پھری اور بس نہ کیا آپ نہ پھرے۔ پس اندازہ کرو، زمانہ سے مقدار کھڑے رہنے لڑکی کے کہ صغیر سن حرص کرنے والی کھیل پر ہو، (یعنی خیال کرو کہ لڑکیاں خورد سال کس قدر حریص ہوتی ہیں کھیل کے دیکھنے پر اس قدر میں کھڑی رہی اور حضرت بھی میری خاطر کھڑے رہے)

مخالفینِ پردہ کے ایک زبردست اعتراض کا جواب

اس واقعہ سے دنیا پرست ملاؤں نے اپنے دعویٰ کی تائید میں جناب صدیقہ پر بھی (اجانب) نامحرم کے دیکھنے کی تہمت لگائی ہے، حالانکہ حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ ان کے بدن کو نہیں دیکھتی تھیں بلکہ ان کی تلواروں کے کرتب یا ہاتھوں کو دیکھتی تھیں چنانچہ ''ارشاد الساری شرح صحیح بخاری'' میں امام قسطلانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

والاتھم لا الی ذواتھم اذ نظر الاجنبیۃ الی الاجنبی غیر جائز
یعنی ''ان کے آلات (تلوار وغیرہ) کی طرف دیکھتی تھیں ان کے جسم کی طرف نہیں، اس لئے کہ عورتِ اجنبیہ کو اجنبی مَرد کی طرف دیکھنا ناجائز ہے''۔

جو لوگ کرتب دکھاتے ہیں یا پھری گتکہ پٹا لکڑی کا کھیل کھیلتے ہیں ان کی نظریں تلواروں اور اطرافِ بدن پر ہوتی ہیں اور دیکھنے والوں کی نظریں ان کی حرکات وآلات کی طرف۔ بلکہ اس وقت تو ان کا دیکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُمّ المومنین لہو ولعب میں کیوں

مصروف تھیں؟ اس کا جواب امام قسطلانی نے یہ دے دیا کہ وہ کھیل ایسا نہ تھا کہ جس میں اضاعتِ وقت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو، بلکہ وہ جہاد میں کام آنے والے کرتب تھے اور آپ کو اس غرض سے دکھائے گئے کہ آپ ان تلواروں کے ہاتھوں کو ضبط کرلیں اور پھر مستورات کو سکھائیں۔ چنانچہ امام قسطلانی فرماتے ہیں:

لعله عليه الصلٰوة والسلام تركها تنظر الى العبهم لتضبطه وتنقلة لتعلمه بعده

''شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو دیکھنے کی اجازت دے دی تاکہ وہ ان کے کھیل کو دیکھ کر اُسے اچھی طرح یاد رکھ لیں اور اس طریقہ کی نقل کریں اور سیکھیں''۔

اور علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں:

فيه جواز اللعب بالسلاح للتدريب على الحرب والتنشيط عليه وجواز نظر النساء الى فعل الاجانب واما نظرهن الٰى وجه الاجنبى فان كان بشهوة فحرام اتفاقا وان كان بغيرها فالاصح التحريم وقيل كان هذا قبل نزول وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

''اس میں اسلحہ کے ساتھ لڑائی کرنے کی تربیت دینے اور اس پر جرات دلانے کا جواز ہے اور اجنبیوں کے کام کی طرف عورتوں کے دیکھنے کا بھی جواز ہے لیکن اجنبی کے چہرے کی طرف دیکھنا اگر شہوت کے ساتھ ہو تو بالاتفاق حرام ہے، اور اگر شہوت کے بغیر ہو تو پھر بھی صحیح یہی ہے کہ حرام ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ آیت وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ الخ (اے نبی مومن عورتوں سے فرما دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں) کے نزول سے

پہلے کا ہے“۔

یعنی اس واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

اولاً: ایک تو تلوار وغیرہ آلاتِ حرب سے کھیلنے کا جواز تا کہ شوق و رغبت علی الجہاد پیدا ہو۔

ثانیاً: عورتوں کو اجانب کے افعال کی طرف دیکھنا جائز ہوا، لیکن عورتوں کو اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف بشہوت دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے اور بلا شہوت بھی بنا بر قولِ اصح حرام ہے۔

”مظاہرِ حق“ میں ہے کہ: تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ واقعہ قبلِ نزولِ حجاب کا ہے، اس قول کی بنا پر تو مخالفینِ پردہ کا استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ اگر امام قسطلانی کے قول کو اختیار کیا جائے کہ یہ واقعہ بعد نزول حجاب کا ہے تب بھی مخالف کو اصلاً مفید نہیں، جبکہ اس میں اجانب کی طرف نظر کرنے کا قطعی انکار اور ان کے آلات کی طرف دیکھنے کا اقرار ہے۔ ”بخاری شریف“ میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے:

> **كان الفضل رديف النبى صلى الله عليه وسلم فجاءت امراة من خثعم فجعل الفضل ينظر اليها و تنظر اليه فجعل النبى صلى الله عليه وسلم يصرف وجه الفضل الى الشق الاخر ۔اھ۔**

> یعنی ”فضل بن عباس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسِ پُشت سواری پر سوار تھے۔ ایک عورت قبیلہ خثعم کی حاضر آئی۔ حضرت فضل اس کی طرف دیکھتے تھے اور وہ ان کی طرف، تو حضور نے فضل کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا“۔

پس اگر اجانب مرد و زن کو چہرہ دیکھنا ممنوع نہ ہوتا تو حضور کیوں فضل کا چہرہ

پھیرتے اور دوسری طرف کرتے؟۔

اسلام میں پردہ کی ابتدا

پردہ کا سب سے پہلا حکم ۵ ہجری میں نازل ہوا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُمّ المومنین زنیب رضی اللہ عنہا سے عقد کیا اور ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ مؤمنین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں اور کوئی ضروری بات کہنی ہو تو پس پردہ کہیں جس کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات کے دروازوں پر پردے ڈلوا دیئے جو اس سے پہلے نہ تھے اور غیر محرم کو اندر جانے سے منع کر دیا گیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو جو عائشہ رضی اللہ عنہا کا چچا زاد تھا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے سے روکا تھا جس پر وہ ناراض ہو گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے آپ کی ازواجِ مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم ہوا، جیسا کہ سورۂ احزاب، رکوع:۸ میں ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط

”اے پیغمبر کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے اور صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہ نیچے لٹکا لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی“۔

شانِ نزول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شہر کے اندر پاخانہ

(ٹٹی) نہ ہونے کے باعث شریف زادیوں کو بھی قضائے حاجت کے لئے علی الصبح شہر سے باہر جانا پڑتا تھا۔ بدکردار لوگ (غنڈے) عوام کیا خواص عورتوں کو بھی آتے جاتے دیکھ کر ان سے ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔ جب ان سے دریافت کیا جاتا کہ تم کیوں شرفاء زادیوں سے ہنسی کرتے ہو؟ تو وہ کہتے کہ ہم ان کو لونڈیاں سمجھتے ہیں ورنہ ہماری مجال نہیں۔

ایک دفعہ سودہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو قضائے حاجت کے لئے بستی سے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے چونکہ سودہ رضی اللہ عنہا جسم کی بھاری بھرکم تھیں فوراً پہچانی گئیں۔ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: اے سودہ رضی اللہ عنہا! تم فوراً پہچانی جاتی ہو، ذرا سمجھ کر گھر سے آیا کرو، پس جب وہ باہر سے گھر تشریف لائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام قصہ عرض کیا، اسی وقت وحی نازل ہوئی اور یہ آیتیں اُتریں۔

”اے پیغمبر! کہہ دیجئے اپنی بیبیوں سے اور صاحبزادیوں اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے کہ نیچے لٹکا لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی“۔

مطلب یہ کہ ضرورت کے باعث قضائے حاجت کے لئے شہر سے باہر جانا تو جائز ہے لیکن گھونگھٹ نکال لیا کرو تاکہ لوگ پہچان لیں کہ شریف زادی ہے لونڈی یا باندی نہیں، یا یہ پہچان لیں کہ نیک بخت ہے بدکار نہیں، تو پھر نہ کوئی ان سے الجھے گا نہ ان کو کوئی چھیڑے گا۔

اس آیت شریف میں تعلیم ہے گھر سے باہر نکلنے کے ضابطہ کی، جو کسی ضرورت سے واقع ہو، کہ اس وقت بھی بے پردہ نہ ہو بلکہ اپنی چادر کا پلہ اپنے چہرے پر لٹکائیں تاکہ چہرہ کسی کو نظر نہ آئے، لہٰذا اب اس میں کلام نہیں ہے کہ چہرہ کا چھپانا ایک واجبِ

شرعی ہے۔ نصِ قطعی دلالتِ قطعی۔

اُمہات المؤمنین کو گھر میں پردے سے رہنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اُمہات المؤمنین کو پھر گھر سے باہر نکلنے کی بالکل ممانعت کر دی، چنانچہ سورۂ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی

(سورہ احزاب: رکوع ۴)

یعنی ''اور قرار رکھو اپنے گھروں میں اور اظہار کرتی نہ پھرو پہلے زمانہ جاہلت کی طرح''۔

جیسے کفر کی حالت اور اگلے زمانہ کی جاہلیت میں دستور تھا کہ عورتیں بے پردہ بناؤ سنگھار دکھاتی پھرا کرتی تھیں۔ ایسا نہ کرو بلکہ پردہ میں بیٹھو اور گھروں میں قرار پکڑو۔

اس آیت میں گو خطاب ازواجِ مطہرات کو ہے لیکن سیاق وسباق میں اس کے متصل اگلے اور پچھلے کئی حکم عام ہیں مثلاً فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ یعنی ''دب کر بات نہ کہا کرو'' وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا یعنی ''اور کہا کرو معقول بات'' وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ یعنی ''اور قائم رکھو نماز'' وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ یعنی ''اور دیتی رہو زکوٰۃ'' وَاَطِعْنَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ یعنی ''اور فرمانبرار رہو، اللہ اور اس کے رسول کی''۔

پس اس صورت میں اس کو مِنْ کُلِّ الْوُجوہ خاص کہنا نہ صرف مستبعد بلکہ بعید از عقل ہے کیونکہ خود آیت ہی میں غور کرنے سے خصوصیت کا احتمال نہیں رہتا۔

جائے غور ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات کو جو مومنوں کی مائیں ہیں گھروں میں رہنے کا حکم ہوا ہے تو بھلا عام عورتوں کو تو بدرجۂ اولیٰ حکم ہوگا کیونکہ ان میں فتنۂ عظمیہ کا احتمال ہے۔

عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے اور سڑکوں کے درمیان چلنے کی ممانعت

عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنا نہیں چاہئے اور نہ ہی سڑکوں کے بیچ میں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرۃ الٰی قولہ ولیس لھن نصیب فی الطرق الا الحواشی (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

"یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلنے میں کچھ حصہ نہیں مگر یہ کہ مجبور و مضطر ہوں (اسی حدیث میں یہ بھی ہے) کہ عورتوں کے لئے راستوں میں چلنے کا کوئی حق نہیں سوائے کناروں کے۔ (اس کو طبرانی نے "کبیر" میں روایت کیا ہے)

بغیر اجازت خاوند کے کسی کو گھر میں آنے کی ممانعت

ہر ایک دین دار عورت کو ضروری ہے کہ وہ کسی آدمی کو اپنے گھر میں آنے نہ دے۔ ہاں اگر خاوند سے اجازت لے لے تو پھر مضائقہ نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن معاذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تاذن فی بیت زوجھا الا باذنہ ولا تخرج وھو کارہ ولا تطیع فیہ احدا

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیھقی فی السنن)

یعنی ''معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے کسی کو آنے دے، نیز عورت کو شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے باہر نکلنا بھی جائز نہیں اور اس بارے میں کسی کی اطاعت بھی جائز نہیں''۔

اکیلی عورت کے گھر میں جانے کی ممانعت

اگر کوئی عورت اپنے گھر میں اکیلی رہتی ہو یا اس کا خاوند کہیں گیا ہوا ہو، تو اس کے گھر میں جانا منع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتلجوا علی المغیبات، فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم، قلنا ومنک یا رسول اللہ؟ قال ومنی، ولٰکن اللہ اعاننی علیہ فأسلم

(رواہ الترمذی)

یعنی ''ترمذی شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر داخل نہ ہو جن کے خاوند غائب ہیں، اس لئے کہ شیطان تمہاری رگ رگ میں پھرتا ہے، ہم نے کہا اور آپ یا رسول اللہ؟۔ آپ نے فرمایا اور میں بھی لیکن اللہ نے میری مدد کی ہے شیطان پر پس میں سلامت رہتا ہوں''۔

(لفظ اسلم صیغۂ ماضی کے ساتھ بھی بعض روایات میں آیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ شیطان مسلمان ہو گیا ہے)۔

غیر محرم مرد و عورت کا تخلیہ میں بیٹھنا ممنوع ہے

ایک ہی کمرے میں غیر محرم مرد اور عورت کا تنہا بیٹھنا ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یخلون رجل بامراۃ الا کان ثالثھما الشیطٰن (رواہ الترمذی)

یعنی ''ترمذی شریف میں عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہا جگہ میں بیٹھے گا تو تیسرا ان کا شیطان ضرور ہوگا''۔

یعنی شیطان ان دونوں کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ ان کی شہوت کو جوش میں لاتا ہے یہاں تک کہ وہ دونوں کو زنا میں ڈالتا ہے۔

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نامحرم مرد و عورت کا تنہا جگہ بیٹھنا حرام ہے اور اگر پردہ نہ ہو تو عادت اور مشاہدہ شاہد ہے کہ ہرگز اس میں احتیاط نہ کی جائے گی۔ بالخصوص آج کل کے بے باک اور آزاد طبائع سے یہ امر یقینی ہے پس بے پردگی ذریعہ ہوگی اس تنہائی کی، اور یہ تنہائی حرام، تو اس کا ذریعہ یعنی بے پردگی بھی حرام پس پردہ مروجہ واجب۔

کُتُبِ فقہ میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے پاس تخلیہ میں بیٹھے اور وہاں تیسرا شخص نہ ہو، تو اس عورت کا مہر اس مرد پر پڑ جاتا ہے خواہ انہوں نے آپس میں سوائے گفتگو کے اور کوئی ناجائز کام نہ کیا ہو مگر ان کی یہ خلوتِ صحیحہ زنا کے حکم میں ہوگی۔ پس جو لوگ اپنی چچازاد بہن یا بیوہ چچی یا مامی یا ماموں زاد بہن وغیرہ کے ساتھ خلوت میں بیٹھتے ہیں وہ بھی اسی حکم میں ہیں، مگر اس زمانہ میں اس کا رواج عام ہے اس کو کوئی معیوب نہیں سمجھتا۔

سائل اور مسئول کو پردہ کرنے کا حکم

اگر کسی مرد کو کسی غیر محرم سے یا کسی عورت کو کسی غیر محرم مرد سے کچھ مانگنا ہو تو اس حالت میں بھی پردے کا لحاظ رکھنا چاہئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ امہات المومنین کے ذکر میں سورۂ احزاب، رکوع: ۷ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ

یعنی ’’اور جب تم پیغمبر کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنے لگو تو آڑ (پردے) کے پیچھے سے مانگو اس میں زیادہ پاکی ہے تمہارے دلوں کی بھی اور ان کے دلوں کی بھی‘‘۔

اس آیت سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ حجاب جس کی حقیقت متعارف ہے بہت ضروری اور اہتمام کے قابل ہے، باوجودیکہ چیز مانگنا ایک گونہ ضرورت بھی ہے لیکن اس ضرورت کے ساتھ بھی بے پردگی کی اجازت نہیں ہوئی، بلکہ اس حالت میں بھی صیغۂ امر کے ساتھ جو شرعاً و عقلاً وجوب کو مفید ہوتا ہے حفاظتِ حجاب کا خطاب کیا گیا تو بھلا جہاں یہ ضرورت بھی نہ ہو یا اس سے خفیف ضرورت ہو، جیسے ہوا خوری یا توسیع معلوماتِ دُنیا، تو وہاں بے حجابی کی اجازت کب ہوگی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر محرم عورتوں کا پردہ کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی غیر محرم عورتیں پردہ کیا کرتی تھیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة قالت اومت امراة من وراء ستر بيدها كتاب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم (رواہ ابو داؤد و النسائی)

یعنی ’’ابوداؤد اور نسائی میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

مروی ہے کہ ایک عورت کے ہاتھ میں خط تھا، اس نے پردے کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا"۔

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو اپنے سامنے نہ آنے دیتے تھے، پس جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے پردہ کرائیں تو پھر ان سے بڑھ کر کون سا بزرگ یا پیر اور کون سا رشتہ دار نیک نظر ہوسکتا ہے جس سے بے حجابی جائز ہوسکتی ہے۔

پردے کے سبب مطلقہ عورتوں کو گھر سے باہر جانے کی ممانعت

جن عورتوں کو طلاق مل جاتی ہے ان کو سخت پردہ کرنے کا حکم ہے، چنانچہ سورۂ طلاق میں ارشاد ہوتا ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

یعنی "ان طلاق دی ہوئی عورتوں کو ان کے رہنے کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کھلی بے حیائی اختیار کریں (تو اور بات ہے) اور یہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو خدا تعالیٰ کے ضابطوں سے ادھر ادھر گیا اس نے اپنا ہی نقصان کیا"۔

اس آیت میں طلاق والی عورتوں کو گھر میں رہنے اور رکھنے کی تاکید پائی جاتی ہے، اور اس حبس کو سزائے طلاق تو کہہ نہیں سکتے کیونکہ اگر کسی صورت میں طلاق نازیبا ہے تو وہ فعل مرد کا ہے۔ عورت کو سزائے حبس کیوں دی جائے تو بالضرور کہنا پڑے گا کہ عورت کی وضع فطری کا مقتضا یہی ہے کہ گھر میں رہا کرے اور یہ وضع اور یہ مقتضا قبلِ طلاق بھی اسی حالت پر تھا، لیکن طلاق کا اس میں دخل ہونا جیسا کہ آیت سے معلوم

ہوا وہ نفس وجوبِ حجاب میں نہیں، بلکہ زیادت حجاب میں ہے اور وجہ اس زیادت کی یہ ہے کہ قبل طلاق چونکہ یہ عورت ایک مرد کے لئے نامزد تھی، اس لئے طماعین (شہوت کی طمع رکھنے والے) کی طمع کسی قدر منقطع تھی اور اب بوجہ آزاد ہوجانے کے طماعین کے قلوب میں زیادہ میلان ہوسکتا ہے اس لئے زیادہ حفاظت کی ضرورت ہوئی۔ پس جو ضرورتیں جواز خروج کے لئے قبل طلاق کافی تھیں، اب ان کے مقابلہ میں موجبات حجاب میں زیادہ شدت ہوگی اور وہ سابق ضرورتیں جواز کے لئے ناکافی سمجھی جاتی ہیں۔

اعتراض: اگر کوئی یہ کہے کہ عدت کے گزر جانے کے بعد نکلنے کی کیوں اجازت ہے حالانکہ اس وقت اس طمع میں اور قوت ہوجاتی ہے؟

جواب: اس فرق کے دو سبب ہیں:

اوّل: یہ کہ اس وقت کی طمع کا تدارک نکاح سے ممکن ہے بخلاف حالتِ عدت کے، کہ دوسرا نکاح بھی حرام ہے۔

دوم یہ کہ اس وقت کوئی اس کا کفیل نفقہ نہیں۔ اس لئے ضرورت کے لحاظ میں وسعت کی گئی مگر عدت میں طلاق دہندہ کے ذمہ اس کا نفقہ ہے لہٰذا اس وسعت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور اس تاکیدی حکم کو اور زیادہ مؤکد اس سے کیا گیا کہ اس کو منجملہ حدودِ الٰہیہ فرمایا اور تعدّی حدود (حدود کو توڑنے) پر وعید سنائی۔

غرض صرف شرعی ضرورت سے جو بہت ہی شدید ہو، اخراج کو گوارا کیا اور ماسوا ضرورتِ شدید میں اصل حکم حبس فی البیوت ہی باقی رہا۔

عورت کا سر سے پاؤں تک پردہ کرنا

عورت کو سر سے پاؤں تک پردہ کرنے کا حکم ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأۃ عورۃ

فاذا خرجت استشرفها الشیطٰن (رواہ الترمذی)

یعنی ''صحیح ترمذی میں ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت قابلِ سَتْر ہے یعنی سر سے پاؤں تک پوشیدہ رہنے کے قابل ہے جب وہ اپنے پردہ سے نکلتی ہے یعنی جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے، مَردوں کی نظروں میں اچھا کر کے دِکھلاتا ہے''۔

غرض عورت کو ایسے پردے میں رہنا چاہیے جیسے اعضائے مخصوصہ کو پردہ میں رکھا جاتا ہے، اور جیسے اعضائے مخصوصہ کا لوگوں کے سامنے کھولنا معیوب اور گناہ ہے، ایسے ہی عورت کا غیر محرم لوگوں کے سامنے ہونا مذموم اور جرم ہے۔

بوڑھی عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم:

بوڑھی عورتوں کو بھی ایک حد تک پردہ کرنا چاہئے، چنانچہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَایَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِیْنَةٍؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّؕ

(سورۂ نور)

یعنی ''اور جو عورتیں ایسی ہار گئی ہیں کہ ان کو منکوحہ بننے کا احتمال بھی نہیں رہا، یعنی جو بوڑھی ہیں اور نکاح کی توقع نہیں رکھتیں، ایسیوں کو اس بات میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے خاص خاص کپڑے اُتار کر رکھیں بشرطیکہ زینت کے مواقع ظاہر نہ کریں اور اس سے بھی بچیں تو اور بھی بہتر ہے''۔

ان خاص کپڑوں سے مراد زائد کپڑے ہیں جن سے منہ اور ہاتھ وغیرہ چھپایا جاتا ہے کیونکہ بجز وجہ (چہرہ) اور کفین (ہتھیلیاں) کے باقی بدن کا چھپانا تو جوان بوڑھی سب ہی کے واسطے فرض ہی چنانچہ اسی آیت میں بھی یہ شرط لگا دی گئی ہے غَیْرَ

مُتَبَرِّ جٰتٍ م بِزِیْنَۃٍ ط اور زینت میں سارا بدن داخل ہے باستثنائے ضروری اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا کے، جس کی تفسیر وجہ ((چہرہ)) اور کفین ((ہتھیلیاں)) ہے، جیسا کہ سابقہ آیت میں مذکور ہے، پس آیت اس آیت کی تفسیر ہو جائے گی۔ زائد کپڑوں سے یقینا وجہ اور کفین کے چھپانے والے کپڑے مراد ہوں گے۔

پھر اس میں تخصیص کی گئی بہت بوڑھی عورتوں کی، جس سے صاف معلوم ہوا کہ عورت ایسی نہ ہو بلکہ نکاح کے قابل ہو یعنی جوان ہو یا میانہ عمر ہو تو کسی کے سامنے ان زائد کپڑوں کے اُتارنے کی اس کو بلا ضرورت اجازت نہیں، تو وجہ ((چہرہ)) اور کفین ((ہتھیلیاں)) کا واجبُ السَّتر ہونا بدلالتِ واضحہ سے مفہوم ہوا۔ البتہ چونکہ ان کا وجوب سترلغیرہٖ ہے اور وہ غیر نساء قواعد میں مرفوع ہے، لہٰذا ان کو انکشاف کی اجازت ہوگئی، لیکن اجازت ہی کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اس سے بھی بچیں تو اور بہتر ہے، جس سے متیقّن ہو گیا کہ یہ اجازت رخصت ہے۔

پس جب بوڑھیوں تک کے لئے یہ حکم ہے تو بھلا نوجوان عورتوں کو کہاں اجازت ہوگی کہ وہ دُور دُور کے رشتہ داروں کے سامنے بے دھڑک آیا جایا کریں۔

پردہ کے متعلق فقہی مسائل

جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کے منہ کو دیکھنا جائز ہے، اگرچہ شہوت کا خوف ہو، مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ممنوع ہے، ایک روایت میں بشرطِ اذن جائز لکھا ہے۔ (تبیین)

طبیب اور خاتن کو جائز ہے کہ صبّیہ، مختونہ و مریضہ کی اندامِ نہانی پر نظر کرے جب کہ کوئی زن طبیبہ اور خاتنہ نہ ملتی ہو اور مرض کی زیادتی کا خوف ہو۔ اس صورت میں طبیب کو لازم ہے کہ حتی المقدور آنکھ بند کر کے علاج کرے اور مریضہ کو بھی چاہیئے کہ سوائے مرض کے مقام کے تمام بدن کو چھپائے رکھے لان ما یثبت بالضرورۃ

یتقدر بقدرھا یعنی'' جو چیز ضرورت کے واسطے جائز ہوئی وہ ضرورت کے موافق ٹھہرائی جاتی ہے''۔ (سراجیہ)

''تفسیر کبیر'' میں مرقوم ہے کہ: اگر کوئی اجنبیہ عورت پانی میں ڈوبتی ہوئی یا آگ میں جلتی ہوئی نظر پڑے تو اس کے نکلنے کے واسطے اس کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔

تعزیر کے وقت زنِ حُرّہ کنیزک کا حکم رکھتی ہے جیسا کہ مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت نوحہ کرنے والی کو درّے سے مارا، یہاں تک کہ اس کے سر سے برقع گر پڑا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! یہ عورت بے ستر ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کہ شریعت میں اس کی حرمت ساقط ہوگئی۔ اب یہ باندیوں کی مانند ہے۔ (آداب القاضی وغیرہ)

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے کی ممانعت

اجنبی مردوں کو لازم ہے کہ وہ غیر محرم عورتوں کے حُسن و جمال کو نہ دیکھیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور، رکوع: ۴ میں ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (النور: ۳۰)

''اے میرے حبیب! کہہ دے مسلمان مردوں سے کہ نیچی رکھا کریں اپنی نظریں اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی، یہ ان کے لئے پاکیزہ تر ہے بے شک اللہ کو خبر ہے جو یہ کرتے ہیں''۔

غرض غیر محرم عورتوں کی طرف شہوت سے دیکھنا ممنوع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ جو شخص اجنبی عورت کی شکل وشمائل پر شہوت سے نظر ڈالے گا، قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

ہاں اگر اتفاق سے بغیر شہوت کے زینتِ ظاہرہ یعنی منہ اور ہاتھ پر نگاہ پڑ جائے

تو مضائقہ نہیں لیکن دوبارہ نہیں دیکھنا چاہیئے۔

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے وساوسِ شیطانی کا پیدا ہونا

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے وسوسۂ شیطانی پیدا ہوتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المراۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر فی صورۃ شیطان (رواہ مسلم)

یعنی ''صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے''۔

عورتوں کو خوشبو مَل کر گھر سے باہر جانے کی ممانعت

عورتوں کو خوشبو وغیرہ مَل کر گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے، بالخصوص غیر محرم مردوں کے پاس سے گزرنا اور بھی ممنوع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی موسی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایماامرأۃ استعطرت فمرت علی قوم لیجدوا من ریحھا فھی زانیۃ وکلُّ عین زانیۃ (رواہ النسائی وترغیب والترھیب)

یعنی ''نسائی شریف میں ابوموسیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت عطر مَل کر مردوں کے پاس سے گزرے تاکہ اس کی خوشبو سونگھیں وہ عورت زناکار ہے، اور ہر آنکھ جو اس کو دیکھے زناکار ہے''۔

غیر محرم عورت کی طرف اچانک نظر پڑنا

غیر محرم عورت کی طرف اگر کسی کی اچانک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر جریر بن عبداللہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر فجأۃٍ فامرنی ان اصرف بصری (رواہ مسلم)

یعنی ”صحیح مسلم میں عن جابر جریر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق حکم دریافت کیا تو آپ نے مجھ کو حکم کیا کہ فوراً نظر کو پھیر لو“۔

مطلب یہ کہ جو نظر ناگہاں پڑ جائے معذور ہے لیکن پھر نہ دیکھتا رہے بلکہ جلدی سے نظر پھیر لے اور پھر دوبارہ نہ دیکھے، اس لئے کہ پہلی نظر جبکہ قصداً نہ ہو تو معاف ہے، پھر اگر دیکھتا رہے تو گنہگار ہوتا ہے، لہٰذا واجب ہے کہ فی الفور نظر پھیر لے۔

(مظاہر حق، کتاب النکاح، باب النظر)

گو بلا ارادہ وناگہاں غیر عورت پر نظر پڑ جانا شرعاً معاف ہے مگر اس طرح بے احتیاطی روا رکھنا کہ غیر عورت پر نظر پڑ جانے کا امکان رہے اگر اس میں قصد و ارادہ کا دخل نہ ہو کمالِ تقویٰ کے خلاف ہے، اور اعلیٰ درجہ کے متّقین و صالحین ے لئے اتنا بھی سخت باعثِ ننگ و عار ہے، چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ ایک مرتبہ کسی اجنبی عورت پر بلا قصد نگاہ جا پڑی تو آپ اس سے اس قدر تنگ دل و پریشان ہوئے کہ زار زار روئے۔

غیر محرم کی طرف دوسری دفعہ نظر ڈالنے کی ممانعت

کسی غیر محرم عورت کی طرف دوسری دفعہ نظر اُٹھا کر دیکھنا نہیں چاہیے، حدیث شریف میں آیا ہے:

عن بریدة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم لعلی یا علی لا تتبع النظرة النظرة فان لک الاولی و لیست لک الاخرة (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی)

یعنی ''ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں بریدہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم نے علی کرم اللّٰہ وجھہ کو فرمایا: اے علی رضی اللّٰہ عنہ ! نہ نظر ڈال پیچھے نظر کرکے (یعنی جب غیر محرم عورت پر ایک بار نظر ناگہاں جا پڑے تو پھر دوبارہ اس کو نہ دیکھ) اس لئے کہ تیرے واسطے پہلی نظر جائز ہے (یعنی جبکہ بغیر قصد کے ہو) اور دوسری نظر جائز نہیں ہے''۔

غیر محرم عورت کو دیکھ کر نظر کو دوسری طرف کرنے کا ثواب

اگر کوئی غیر محرم عورت کو دیکھ کر فوراً دوسری طرف نظر کر لے تو اس کو ثوابِ عظیم ملے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی امامة عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال ما من مسلم ینظر الی محاسن المراة اوّل مرة ثم یغض بصرہ الا حدث اللّٰہ لہ عبادة یجد حلاوتھا (رواہ احمد)

یعنی ''احمد نے ابی امامہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم نے: نہیں کوئی مسلمان کہ اس کی نظر ایک عورت کے حُسن کی طرف جا پڑے پہلی بار یعنی اوّل نظر بغیر قصد کے پھر وہ اس سے اپنی نگاہ پھیر لے مگر اللّٰہ تعالٰی اس کے واسطے ایک عبادت پیدا کرے گا کہ اس کا مزہ پائے گا یعنی اپنے دل میں پروردگارِ عالم کے حکم ماننے کے سبب سے''۔

غیر محرم عورت کو دیکھنے کے شر کا ایک خاص علاج

اگر کسی غیر عورت کو دیکھ کر اس سے محبت آجائے تو اس سے اس عورت کے تعشق کا فتنہ پیدا ہو جانے کا خوف ہے۔ اس فتنہ کے روک تھام کی تدبیر شریعت نے یہ بتلائی ہے کہ فوراً اپنی بیوی سے جا کر مجامعت کرنی چاہیے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر قال قال رسول اللّٰہ علیہ وسلم ان المراۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر فی صورۃ شیطان فاذا بصر احدکم اعجبتہ المراۃ فوقعت فی قلبہ فلیمعد الی امراتہ فلیواقعھا فان ذٰلک یرد ما فی نفسہ (رواہ مسلم)

یعنی ''صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے، اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، جس وقت تم میں سے کسی کو خوش لگے ایک عورت اور اس کی محبت اس کے دل میں آئے تو چاہیے کہ وہ اپنی عورت کی طرف قصد کرے اور اس سے صحبت کرے، تحقیق یہ (اجماع کرنا) اس چیز کو دُور کر دے گا جو اس کے دل میں ہے (یعنی اس کی خواہش کو)''

اس حدیث میں عورت کو شیطان کے وسوسہ ڈالنے اور گمراہ کرنے کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا اور گمراہ کرتا ہے ویسے ہی عورت کا دیکھنا وسوسہ اور فساد کا باعث ہے اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا جاتا ہے کہ عورت کو یہ لائق ہے کہ گھر سے باہر بغیر ضرورت کے نہ نکلے اور نہ ہی بناؤ سنگھار کر کے نکلے اور مرد کو یہ لائق ہے کہ غیر محرم عورت کی طرف نہ دیکھے اور نہ ہی اس کے کپڑوں کی طرف، ورنہ دونوں کے مبتلائے فتنہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

عورتوں کو غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت

عورتوں کو بھی غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۂ نور، رکوع: چار میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

''یعنی اے میرے حبیب! مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہ یعنی آبرو کی حفاظت کیا کریں''۔

وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا

''اور اپنا حسن و جمال نہ دکھایا کریں مگر جو چیز کھلی ہی رہتی ہے''

وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ

''اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں''۔

محرم مردوں کی تفصیل

وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ ''اور نہ ظاہر کریں اپنا سنگھار مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ دادا پر'' اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ ''یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے خاوند کے بیٹوں پر'' اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ ''یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں'' اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ ''یا اپنی عورتوں پر (یعنی اپنی ہم جنس حرہ شریف بیبیوں پر) یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی غلام باندیوں پر)'' اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ ''یا طفیلیوں پر کہ جو مرد صاحب شہوت نہیں (یعنی وہ لوگ جو بطور طفیلی ہونے کے بچا کھچا کھانے کو پیچھے ہو لیں اور وہ گو مرد تو ہیں لیکن عورتوں سے کچھ غرض مطلب نہیں رکھتے جیسے خواجہ سرا)'' اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ

يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ " یا لڑکوں پر جو مطلع نہیں ہوئے عورتوں کی شرمگاہوں پر" وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ" اور دھما کے سے پاؤں نہ رکھا کریں کہ کبھی اُن کا چھپا ہوا سنگھار معلوم نہ ہو جائے"۔

اس آیت میں اوّل تدبیر یہ بتلائی کہ نگاہ نیچی رکھو، اگر بضرورت تم کو کسی غیر کے سامنے آنا پڑے تو نگاہ نیچی کر کے اور کپڑوں میں لپٹ کر آؤ، گو یہ نگاہ بظاہر بہت خفیف اور معمولی سی معلوم ہوتی ہے لیکن سب گناہوں کی اصل اور جڑ یہی ہے، جیسے زکام کہ بظاہر بہت ہلکی اور خفیف بیماری ہے لیکن اس کے بگڑنے سے کئی طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہی حال اس نظر کا ہے کہ اگر یہ بگڑ گئی تو اس سے اور گناہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے اوّل اِسی کو روکا گیا۔

مذکورہ آیات کا خلاصہ مطلب

ان آیات کا شانِ نزول کتبِ تفاسیر میں اسی طرح مرقوم ہے کہ عورتیں دوپٹہ اوڑھتے وقت ان کا ایک پلّہ دوسری طرف کو پسِ پُشت لٹکایا کرتی تھیں جس کو بُکّل کہتے ہیں اور گریبان بڑے بڑے ہونے کے باعث تمام سینہ کھلا رہتا تھا۔ اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ آگے کو لٹکائیں اور دوپٹہ کی بکل گریبانوں پر ماریں تاکہ سینہ بھی چھپ جائے اور اپنے زیوروں اور زینت کے مقام کو ظاہر نہ ہونے دیں، البتہ جو عادۃً چارو نا چار کھلا رہتا ہے جس کے چھپانے میں حرج ہے یعنی منہ اور ہتھیلیاں اور پاؤں کے پنجے جو عموماً کاروبار میں مجبوراً کھلے رہتے ہیں اجنبی سے چھپانے فرض نہیں، کیونکہ خرید و فروخت اور لین دین وغیرہ معاملات کے وقت منہ اور کفِ دست چار و ناچار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ البتہ جہاں مظنّہ فتنہ اور ارتکابِ حرام کا اندیشہ ہو وہاں اِن کا چھپانا بھی ضروری ہے خصوصاً اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں اجنبی سے ہر عضو کا خاص کر چہرہ کا جو تمام حُسن و جمال کا مدار اور فریفتگی کا مبدا

ہے چھپانا لازمی امر ہے۔ البتہ علاج وغیرہ کی ضرورت سے طبیب کو دکھانا جائز ہے۔

جائے عبرت ہے کہ باوجود پردے کے بعض عورتیں مردوں کو جھانکتی تاکتی ہیں اور مردوں کو بھی ایسے موقعات دے دیتی ہیں کہ وہ ان کو دیکھ لیتے ہیں، خیال کیجئے کہ جو پردہ دار نہیں ہیں ان کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

نامحرم مرد وزن کو ایک دوسرے کے دیکھنے کی ممانعت

نامحرم مرد اور نامحرم عورت کو آپس میں دیکھنا سخت ممنوع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن علی انه کان عند النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال ای شئی خیر للمرأة فسکتوا قال فلما رجعت قلت بفاطمة ای شئی خیر للنساء؟ قالت لا یرین الرجال ولا یرونهن فذکرت ذٰلک للنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال فاطمة بضعة منی (رواه البزار و دارقطنی فی الافراد و مجالس الابرار)

یعنی ''علی کرم اللّٰہ وجهه سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کے پاس حاضر تھے کہ حضرت نے سب سے دریافت فرمایا: بتلاؤ عورت کے لئے کون سی بات سب سے بہتر ہے؟۔ اس پر صحابہ کرام خاموش ہوگئے اور کسی نے جواب نہ دیا، حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے واپس آکر فاطمہ رضی اللّٰہ عنہا سے دریافت کیا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں نہ مرد ان کو دیکھیں، میں نے یہ جواب رسول اللہ صلی اللّٰہ علیه وسلم سے عرض کیا، تو آپ نے فرمایا: فاطمہ میری لختِ جگر ہے اس لئے وہ خوب سمجھیں''۔

عورتوں کی قسمیں

عورتیں دو قسم کی ہیں۔ مسلمہ۔ دوسری کافرہ۔ پھر یہ دونوں دو قسم ہیں۔ حُرّہ اور اَمَہ (لونڈی) پھر حُرّہ مسلمہ دو قسم ہے، ایک صالحہ، دوسری فاجرہ۔

زنِ حُرّہ مسلمہ بالغہ کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو ہر زنِ مسلمہ اور اپنی کنیزک کے روبرو ناف سے زانو تک پوشیدہ رکھے (ذخیرہ اور سراج الوہاج)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نساء مسلمات (مسلمان عورتوں) کو مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو زنانِ کافرہ کے روبرو ظاہر کریں لیکن جس قدر غیر مردوں کے سامنے نکلنا درست ہے اسی قدر ان کے سامنے بھی ظاہر ہونا روا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو نامہ لکھا تھا کہ زنانِ اہلِ کتاب کو منع کریں کہ مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہوں۔

زنِ صالحہ کو زنِ فاجرہ کا دیکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اُس کے اوصاف بیان کرے گی۔ (سراج الوہاج)

ایک عورت کا دوسری عورت کے منہ اور رخسار پر ملاقات یا رخصت کے وقت بوسہ دینا مکروہ ہے۔

نامرد، خصی، مجبوب اور مُخنّث سے پردہ کرنے کا حکم

نامرد، خصی، مجبوب اور مخنث سے پردہ کرنا چاہئے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے مشکوٰۃ میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف رکھتے تھے اس وقت ایک مخنث میرے گھر میں بیٹھا تھا۔ اس نے میرے بھائی سے کہا: اے عبداللہ! اگر اللہ کے فضل سے کل کے روز طائف فتح ہوگا تو میں تم کو غیلان کی بیٹی کا نشان دوں گا کہ جب وہ آگے آتی ہے تو اسکے شکم پر نہایت فربہی سے چار شکن ظاہر ہوتے ہیں اور جب وہ پشت

پھراتی ہے تو آٹھ شکن نظر آتے ہیں یعنی ہر ہر پہلو پر چار شکن پیدا ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام سنتے ہی فرمایا کہ: مخنث، مجبوب، خصی اور عنین کو گھروں میں آج سے آنے نہ دو، اس لئے کہ یہ لوگ اگرچہ جماع کی طاقت نہیں رکھتے مگر ان کو باقی لذتیں حاصل ہیں۔

یاد رہے کہ خصی وہ ہے جس کے خصیے نہ ہوں۔ مجبوب وہ ہے جس کا ذکر نہ ہو، عنین نامرد کو کہتے ہیں۔ مخنث وہ ہے جس میں مردانہ وزنانہ دونوں علامتیں نامکمل ہوں اور وہ لواطت کراتا ہو۔

غیر محرم عورتوں سے اُن کے خاوندوں کی اجازت کے بغیر بات چیت کرنے کی ممانعت

غیر محرم عورت سے اُس کے خاوند کی اجازت کے بغیر گفتگو کرنا منع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عمر و قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تکلم النساء الا باذن ازواجھن (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

یعنی "طبرانی میں عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ عورتوں سے بغیر شوہروں کی اجازت کے بات چیت کی جائے"۔

عن الحسن مرسلا قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحدثن من الرجال الا محرما (رواہ ابن سعد)

"حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورتیں اپنے محرموں کے سوا اور مردوں سے بات نہ کریں" (اس کو ابن

سعد نے روایت کیا ہے)

نامحرم عورت کو ہاتھ لگانے کی ممانعت

نامحرم عورت کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم فی حديث طويل اليدزناها البطش (رواہ مسلم)

یعنی ''صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہاتھ کا زنا نامحرم کو پکڑنا ہے''۔ الحدیث۔

عن معقل بن يسار رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لان يطعن فی رأس احدكم بمخيط من حديد خير له من ان يمس امراة لاتحل له

(رواه الطبرانی والبيهقی)

یعنی ''طبرانی اور بیہقی میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں''۔

ہاں حکیم یا ڈاکٹر یا معالج وغیرہ کو ضرورۃً ہاتھ لگانا جائز ہے۔

مُشتبہ غیر محرم سے بھی پردہ ضروری ہے

اگر کسی کے غیر محرم ہونے میں شک وشبہ ہو تو بھی اس سے پردہ کرنا چاہئے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة فی قصة طویلة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هو لک یا عبد بن زمعة الولد للفراش وللعاهر الحجر ثم قال لسودة بنت زمعة احتجبی منه لما رأی من شبهه

''صحیح بخاری ومسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک قصۂ طویل میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقدمۂ سعد اور عبد بن زمعہ میں فیصلہ کے لئے یہ) فرمایا کہ یہ لڑکا تم کو دیا گیا ہے اے عبد بن زمعہ۔ کیونکہ اولاد حق صاحبِ فراش کا ہے اور بدکار کے لئے پتھر۔ پھر آپ نے سودہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

بعتبة فما رأها حتّٰی لقی اللہ (متفق علیہ)

''کہ اس لڑکے سے چھپا کرو کیونکہ آپ نے اُس لڑکے کی صورت عتبہ سے ملتی دیکھی، پھر وہ لڑکا مرتے دم تک سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے نہیں پایا''۔

یہ لڑکا زمعہ کی لونڈی کا تھا جو عتبہ کے نطفۂ ناجائز سے پیدا ہوا تھا۔ عتبہ کے مرنے کے بعد برادر عتبہ نے اُس لڑکے کے بھتیجا ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمعہ کا ایک بیٹا تھا، عبد نے اُس لڑکے کے بھائی ہونے کا اس بناء پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کی ایسی لونڈی سے پیدا ہوا جو میرے باپ کے استعمال میں رہتی تھی۔ حضرت نے موافقِ قانونِ شرعی کے کہ نطفۂ حلال سے نسب ثابت ہوتا ہے نطفۂ حرام سے ثابت نہیں ہوتا۔ اُس لڑکے کو عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دیا اور آپ کی بیوی سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہی زمعہ کی بیٹی ہیں، تو اس قاعدہ کے موافق وہ لڑکا سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا، اور محرم ہونے کی وجہ سے پردہ کی ضرورت نہ تھی، لیکن حضور نے احتیاطاً بوجہ مشابہت شکلِ عتبہ کے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کا حکم فرمایا جس پر

بہت پابندی کے ساتھ عمل کیا گیا۔

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ پردہ کا اس درجہ شدت سے اہتمام تھا کہ خفیف سے خفیف شُبہہ پر بھی احتیاط کی جاتی تھی۔

دیور اور جیٹھ سے پردہ کرنے کا حکم

ملکِ ہندوستان میں بالخصوص یہ مرض عام طور پر پھیلا ہوا ہے کہ عورتیں دیور اور جیٹھ وغیرہ سے پردہ نہیں کرتیں اور اُن کے سامنے کہنیوں تک ہاتھ اور گردن تک سر کھولے ہوئے بے دھڑک پھرا کرتی ہیں۔ حالانکہ باہر کے مردوں اور ان مردوں میں پردے کے معاملہ میں کچھ فرق نہیں ہے بلکہ ان کا فتنہ غیر مردوں سے زیادہ خطرناک ہے چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت کا شوہر کے بھائی بھتیجوں کے سامنے ہونا درست ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ: ایسے رشتہ دار عورت کے حق میں گویا موت ہیں۔ یعنی جیسا لوگ موت سے ڈرتے اور پرہیز کرتے ہیں ویسے ہی عورتوں کو خاوند کے بھائی وغیرہ سے بچنا اور پردہ کرنا چاہئے۔

عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اياكم والدخول على النساء قال رجل يا رسول الله ارأيت الحمو قال الحمو الموت (متفق علیہ)

”یعنی صحیح بخاری و مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورتوں کے پاس آمد و رفت رکھنے سے بچا کرو، ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلا دیور کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دیور تو پوری موت ہے“۔

اس حدیث میں بے ضرورت اور بے تکلّف عورتوں کے پاس آمد و رفت رکھنے کو حرام فرمایا ہے اور فطرتِ صحیحہ اور دلالتِ صریحہ سے ثابت ہے کہ اس آمد و رفت کا عمدہ انسداد یہ پردۂ مروجہ ہے، ورنہ اور کوئی امر اس درجہ کا مانع قوی نہیں، چنانچہ مشاہدہ ہے تو جب پردۂ مروجہ نہ ہوگا یہ بے محابا آمد و رفت بھی ضرور رہے گی اور ایسی آمد و رفت حرام ہے تو بے پردگی جو اُس کا ذریعہ ہے نیز حرام ہے پس پردۂ مروجہ واجب ہے۔

اندھے سے پردہ کرنے کا حکم

عورتوں کو غیر محرم اندھے مرد سے بھی پردہ کرنا چاہئے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن اُمّ سلمة انها کانت عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ومیمونة اذ اقبل ابن اُمّ مکتوم فدخل علیه فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم احتجبا منه فقلت یا رسول اللّٰہ الیس هو اعمی لا یبصرنا فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم افعمیاوان انتما الستماتبصرانه (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد)

یعنی ”ترمذی اور ابوداؤد میں اُمِّ سلمہ رضی اللّٰہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اور میمونہ رضی اللّٰہ عنہما کہ دونوں ازواجِ مطہرات سے ہیں رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھیں۔ اتنے میں عبداللّٰہ بن اُمّ مکتوم رضی اللّٰہ عنہ جو نابینا صحابی تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے اور اندر آنے لگے۔ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ان دونوں بیبیوں کو فرمایا کہ: اس سے پردہ کرو۔ اُمّ سلمہ رضی اللّٰہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللّٰہ وہ تو نابینا ہیں ہم کو تو وہ دیکھ نہیں سکتے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کیا تم بھی

اندھی ہو اور کیا تم دونوں اُن کو نہیں دیکھ سکتیں یعنی اگر وہ اندھا ہے تو تم دونوں تو اندھی نہیں ہو"۔

اس حدیث سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے مرد کو عورت کا دیکھنا حرام ہے ویسے ہی عورت کو مرد کا دیکھنا، لیکن محققین کے نزدیک یہ حدیث ورع اور تقویٰ پر محمول ہے۔

دیکھئے باوجود یکہ اس مقام پر کسی قسم کی خرابی اور وسوسہ کا احتمال بھی نہ تھا، کیونکہ ایک طرف تو ازواجِ مطہرات تھیں جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، دوسری طرف ایک پاک سرشست و نیک نہاد صحابی، پھر وہ بھی اندھے۔ لیکن اس پر بھی مزید احتیاط کے لئے یا تعلیمِ اُمت کے لئے آپ نے ان بیبیوں کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر بھلا عام عورتوں کو غیر مردوں کے سامنے آنا جانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

رفعِ اشتباہ

بعض لوگوں نے اس حدیث کی یہ غلط تاویل کی ہے کہ عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ کے کپڑوں میں پردہ کے لحاظ سے کوئی نقص ہوگا یا ازواجِ مطہرات ان کو غور سے دیکھتی تھیں یا یہ کہ حضور نے نظر بند کرنے کا حکم دیا۔ محض لغو اور لچر باتیں ہیں کیونکہ ایک جلیل القدر صحابی کی شان سے قطعی بعید ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت میں خلافِ لباس شرعی یا بے ستری کی حالت میں حاضر ہو۔ علاوہ اس کے اگر اُن کے ستر میں کسی قسم کی کمی تھی تو حضرت بھی اپنا رُخِ انور پھیر لیتے یا آنکھیں بند کر کے اُن کو ہدایت فرماتے۔

غیر محرم برات اور دُولہا دیکھنے کی ممانعت

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ بیاہ شادیوں میں بے پردگی کثرت سے ہوتی ہے چنانچہ

عورتیں برات اور دولہا کی زیارت کو خانہ کعبہ کی زیارت سمجھتی ہیں۔ جہاں کہیں برات کی آمد آمد ہوئی دھڑا دھڑ عورتیں سج سجا کر گھروں سے باہر نکل کر راستہ میں آ کھڑی ہوتی ہیں۔ جب برات جاتی ہے تو پہلے یہ فحش کلامی اور گالی گلوچ سے ان کی مزاج پُرسی کرتی ہیں پھر ساتھ ہی ساتھ ایک دوسرے سے یوں کہتی ہیں کہ اری دیکھو تو سہی، کہ دولہا خوبصورت ہے یا دلہن؟ کوئی کہتی ہے کہ دولہا خوبصورت ہے، کوئی کہتی ہے کہ دلہن خوش شکل ہے، غرضیکہ کوئی کچھ کہتی ہے اور کوئی کچھ

خیال کیجئے کہ حضور علیہ الصلاۃ و السلام کی ازواجِ مطہرات کو صحابی کے سامنے جو باوجود نیک ہونے کے اندھے بھی تھے۔ آنے کی اجازت نہ ملی، تو بھلا آج عام عورتوں کو دولہا کا دیکھنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔ درحقیقت مسلمان عورتوں اور مردوں میں حیا وشرم کا نام تک نہیں رہا، غیر اقوام کی دیکھا دیکھی یہ بھی بے غیرت ہو گئے ہیں۔

نامحرم مُردہ سے پردہ کرنے کا حکم

شریعت میں تو عورت کے لئے یہاں تک حکم ہے کہ وہ نامحرم مُردہ کو بھی نہ دیکھے، چنانچہ حدیث میں مرقوم ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے خاوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا وصال ہوا تو میں روضۂ مقدسہ پر کھلے منہ آیا کرتی تھی، جب میرے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو پھر بھی میں روضۂ مقدسہ پر کھلے منہ آیا کرتی تھی، لیکن جب امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ یہاں دفن کیئے گئے تو پھر میں یہاں کپڑا اوڑھ کر اور منہ ڈھانک کر آیا کرتی، کیونکہ وہ غیر محرم تھے۔

دیکھئے پردہ کی کس قدر احتیاط کی جاتی تھی۔ بظاہر یہ خیال آتا ہوگا کہ مُردہ کے دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ سو یہ نہ کہو، کبھی اس سے بھی روگ پیدا ہو جاتا ہے اگر روگ

لگ گیا یعنی اس کا خیال بندھ گیا تو دل تو ناپاک ہو گیا۔

غیر مَحرم کو سلام کرنے کی ممانعت

کُتُبِ فقہ میں مرقوم ہے کہ غیر مرد کو عورت کا سلام کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ سلام میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے فوراً محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے حدیثِ صحیح میں مروی ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں لڑیں تو تین دن کے بعد اُن کو فوراً گفتگو کرنی چاہیے اور ان میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کی طرف سے سلام کی ابتدا ہو، یعنی جو سب سے پہلے سلام کرے اور ملاقات کے وقت بھی اسی واسطے سلام کرنے کا حکم ہے تاکہ آپس میں محبت بڑھے، غرض فضول کلام تو دُور کی چیز ہے شریعت نے تو غیر محرم مرد کو سلام کرنے کی بھی اجازت نہیں دی۔

غیر محرم کا جھوٹا کھانا مکروہ ہے

کُتُبِ فقہ میں مرقوم ہے کہ اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کو اور اجنبی عورت کا جھوٹا مرد کو کھانا مکروہ ہے، اس لئے کہ معاً یہ خیال پیدا ہو گا کہ بڑا نازک مزاج ہے اور نیز جس جگہ ہاتھ لگا ہے وہاں سے کھانے میں التذاذ ہو گا۔ اس لئے شرع نے ممانعت کر دی۔

بلا اجازت گھر میں داخل ہونے کی ممانعت

کسی شخص کو غیر محرم کے گھر میں جانا بلا اجازت جائز نہیں، چنانچہ قرآن شریف میں ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ (سورہ نور)

شانِ نزول

ایک انصاریہ عورت نے حضور علیہ الصلاۃ و السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم میں اکثر اوقات اپنے گھر

میں ایسی حالت پر ہوتی ہوں کہ دوسرے کا مجھے ایسی حالت میں دیکھنا ناگوار گزرتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ آیتِ مذکورہ) یعنی ''اے ایمان والو! نہ جایا کرو دوسرے گھروں میں اپنے گھروں کے سوا تاوقتیکہ اجازت نہ لے لو اور سلام علیک نہ کہہ لو ان گھر والوں پر، یہ تمہارے لئے بہتر ہے عجب نہیں کہ تم یاد رکھو''۔

کس قسم کے گھروں میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ○ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ (پ ۱۴ : ع: ۱۰)

ترجمہ: ''پھر اگر تم نہ پاؤ ان گھروں میں کسی کو، تو ان میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت نہ ہو، اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو، یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے اور اللہ جو کچھ کرتے ہو سب جانتا ہے، اس میں تم پر گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے''۔

شانِ نزول

جب پہلی آیت سے عام طور پر دوسرے گھروں میں بلا اجازت جانا منع ہو گیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تجارت کو مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان آتے جاتے ایسے غیر آباد مکانات میں ٹھہرنا ہوتا ہے، جہاں نہ کوئی آدمی ہوتا ہے نہ آدم زاد۔ وہاں بھلا کس سے اجازت لیں اور کس کو سلام کریں۔ اس وقت یہ دوسری آیت نازل ہوئی یعنی تم پر اس میں کچھ گناہ

نہیں کہ بے اجازت چلے جایا کرو غیر آباد گھروں میں جن میں تمہارا اسباب رکھا ہو۔

غیر محرم کے لئے کسی گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینے کا طریقہ

''غنية الطالبين'' میں ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ملاقات کو اس کے گھر پر جائے تو چاہیے کہ دروازے پر کھڑا ہو کر سلام کہے اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ آؤں میں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

روى ان رجلا من بنى عامر استأذن على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو فى بيت فقال الج؟فقال النبى صلى الله عليه وسلم لخادمه اخرج الٰى هذافعلمه الاستيذان:فقل له قل السلام عليكم ادخل؟فسمعه الرجل، فقال:السلام عليكم ادخل؟فاذن له صلى الله عليه وسلم فدخل

''روایت ہے کہ بنی عامر سے ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دولت سرا پر حاضر ہوا اور آپ سے اجازت اندر آنے کی طلب کی اور آپ گھر میں موجود تھے۔ آپ نے خادم سے فرمایا کہ: اس شخص کے پاس جا کر اس کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھلاؤ، چنانچہ خادم نے اس سے کہا کہ اس طرح کہو کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ میں حاضر ہوں، پس اُس نے اِسی طرح کہا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضری کی اجازت دی اور وہ حاضر ہوا''۔

اِسی کتاب میں لکھا ہے کہ دروازے پر پکارنے والا جواب کا انتظار کرے اور تین بار آواز دے اور جلد واپس نہ جائے، مبادا گھر کے اندر سے جواب دینے والا جواب دے، اور وہ بسبب عدم موجودگی کے نہ سُنے۔ اگر اُس کو یقین ہو کہ صاحبِ خانہ گھر کے اندر ہے اور اگر بسبب مشغولی کار یا بُعدِ مسافت اُس نے نہیں سُنا تو تین مرتبہ

سے زیادہ پکارے۔ چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت تین بار مانگنی چاہیئے، اگر حکم دے تو گھر میں جائے ورنہ واپس جائے۔

اس میں اپنے اور بیگانے سب برابر ہیں۔ جیسے ماں یا مثل اس کے، چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما سالہ رجل ھل عَلَیَّ ان استأذن علٰی امی قال نعم قال انی معھا فی البیت قال صلی اللہ علیہ وسلم استاء ذن علیھا قال انی خادمھا قال استاء ذن علیھا اتحب ان تراما عریانۃ فاما زوجۃ وامتہ الجائز لہ وطیھا فلیس علیہ الاستیذان فی حقھما لان اکثر مافی ذٰلک ان یصادف منکشفۃ منبسطۃ وقدابیح لہ النظر الی ابدانھن ولکن یستحب لہ ان یحرک نعلہ اولا اذا دخل المنزل لیعلم دخولہ۔

یعنی ''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا مجھ پر واجب ہے کہ اپنی ماں سے گھر کے اندر آنے کی اجازت طلب کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اُس شخص نے کہا کہ میں اپنی ماں کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں، فرمایا کہ ماں سے اجازت مانگ۔ پھر اُس نے کہا کہ میں تو اسکا خادم ہوں۔ فرمایا کہ ماں سے اجازت مانگ، کیا تُو یہ پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے؟ اگر گھر میں اُس کی بیوی یا ایسی لونڈی ہو جو اُس پر مباح ہو تو بغیر اجازت طلب کئے اُس کو گھر میں جانا درست ہے، کیونکہ اُن کو برہنہ یا جس طرح سے ہو دیکھنا مباح ہے، لیکن ادب یہ ہے کہ ان کے گھر میں بھی جاتے وقت جوتا جھاڑے تا کہ اُس

کے آنے کی خبر اُن کو ہو جائے''۔

کسی کے گھر میں جھانکنے والے کی سزا

اگر کوئی شخص کسی غیر محرم کے گھر میں بلا اجازت جھانکے تو اُس کی آنکھیں پھوڑ ڈالنی چاہئیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

(۱) عن ابی ھریرۃ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو اطلع فی بیتک احد ولم تاء ذن لہ فخذفتہ بحصاۃ ففقات عینہ ما کان علیک من جناح (متفق علیہ)

''یعنی ''صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تیرے گھر میں کوئی جھانکے اس حال میں کہ تُو نے اس کو گھر میں آنے کی اجازت نہیں دی ہے، پس مارے تُو اس کو کنکری کے ساتھ۔ پس اگر تُو پھوڑے اُس کی آنکھ، تو تُجھ پر گناہ نہیں ہے''۔

(۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنھم فقد حل لھم ان یفقوا عینہ

(رواہ مسلم)

یعنی ''صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی کے گھر میں بغیر اُن کی اجازت کے جھانکے، تو بیشک اُن کو جائز ہے کہ اُس شخص کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں''۔

مسئلہ

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اُس پر ضمان ہے اور حدیث محمول ہے۔ مبالغہ اور زجرِ شدید پر۔

ان احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے جھانکنا ممنوع اور ناجائز ہے لیکن افسوس ہے کہ فی زمانہ اس کا اُلٹ ہو رہا ہے، آج کل تو نظر بازی کا بازار ایسا گرم ہے کہ بے بڑے عالم اور صوفی بھی اس مرض میں مبتلا پائے گئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو پسِ پُشت ڈال دیا ہے اور اُن کی مثال اللہ تعالیٰ سورۂ جمعہ میں فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰۃَ ثُمَّ لَمۡ یَحۡمِلُوۡھَا کَمَثَلِ الۡحِمَارِ یَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ۔

یعنی ''مثال ان لوگوں کی جن کے سر توریت منڈھ دی گئی، پھر اُنہوں نے اُس کو سر اور آنکھوں سے نہ لگایا، اس گدھے کی سی ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہیں''۔

مطلب یہ ہوا کہ جیسے لادو، گدھوں کو کتابوں کے بوجھ سے کچھ فائدہ نہیں ہے، اسی طرح ان عالموں اور صوفیوں کو علم سے کچھ روشنی حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ علم پر عمل کرتے تو آج اُن کی یہ حالت ناگفتہ بہ نہ ہوتی اور دوسروں کے لئے انگشت نما نہ ہوتے۔

غیر محرم مردوں کو جھانکنے والی عورتوں کو مارنے کا حکم

اگر کوئی عورت غیر محرم کی طرف عمداً جھانکے تو اُس کو مارنا چاہئے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی السائب عن ابی سعید الخدری فی قصه الفتی حدیث العهد بعرس فاذا امراته بین البابین قائمة فاهوی الیها بالرمح

لیطعلھا بہ فاصابۃ غیرہ (رواہ مسلم)

یعنی ''صحیح مسلم میں ایک نوشہ صحابی کے قصہ میں ہے کہ وہ جو اپنے گھر گئے تو بیوی کو دروازہ میں کھڑا دیکھ کر غیرت آئی اور نیزہ سے مارنا چاہا اور ان کو غیرت آئی''۔

بُری نظر سے دیکھنے والے اور دیکھنے کا موقعہ دینے والے پر لعنت

اگر کوئی غیر محرم کو قصداً دیکھے یا اپنے آپ کو دکھلائے تو اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن الحسن مرسلا قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

یعنی ''بیہقی نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بطریق ارسال کے روایت کی ہے کہ مجھ کو یہ حدیث صحابہ سے پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ خدا کی لعنت ہو اس پر جو بُری نظر سے دیکھے اور اُس پر بھی جس کو دیکھے یعنی وہ اگر بے احتیاطی کرے''۔

بے پردہ عورتوں کو سزائے عقبیٰ

جو عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور اعلانیہ پردے کی مخالفت کرتی رہتی ہیں۔ اُن کے بارے میں حدیث شریف میں بڑی سخت وعید آئی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ کے کتاب القصاص، باب مالا یضمن من الجنایات میں مرقوم ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صنفان من اھل النار یعنی ''دو گروہ ہیں دوزخیوں سے'' ایک ان میں سے یہ ہے۔ نساء کاسیات عاریات یعنی ''عورتیں ہیں پہنے ہوئے کپڑے ظاہر ہیں اور ننگی ہیں حقیقت میں'' یعنی

نہیں کپڑے پہنتی ہیں کہ ان میں سے ان کے بدن معلوم ہوتے ہیں، پس اگرچہ ظاہر میں پہنے ہوئے ہیں، لیکن حقیقت میں ننگی ہیں، کچھ بدن ڈھانکتی ہیں اور کچھ کھلا رکھتی ہیں، مُمِیلات یعنی میل کرنے والیاں ہیں یعنی آپ بھی مردوں کی طرف رغبت کرتی ہیں یا معنی یہ ہیں کہ اوڑھنیاں سر پر سے اُتار ڈالتی ہیں تا کہ لوگ اُن کے منہ دیکھیں۔ مائلات یعنی ''میل کرنے والیاں ہیں'' یعنی مٹک چال چلتی ہیں تا کہ لوگوں کے دل فریفتہ کریں، لایدخلن الجنة یعنی ''بہشت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گی''۔ ولا یجدن ریحھا ''اور نہ جنت کی بو تک پائیں گی'' وان ریحھا لتوجد من مسیرة کذا و کذا یعنی ''حالانکہ جنت کی بُو پائی جاتی ہے اتنی اور اتنی مسافت سے یعنی بہت دُور سے''۔

زانیہ عورتوں کو موت تک قید رکھنے کا سابقہ حکم

زانیہ عورتوں کو پہلے موت تک قید رکھنے کا حکم تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْکُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِکُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ○ (سورۂ نساء: رکوع: ۲)

یعنی ''اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں، اُن پر چار آدمیوں کو اپنے میں سے گواہ بنالو، اور جب وہ گواہ ہو جائیں تو اُن عورتوں کو بدستور گھروں میں رکھے رہو، یہاں تک کہ یا تو موت اُن کو آجائے اور یا اللہ تعالیٰ اُن کے لئے کوئی راہ کرے یعنی حکمِ ثانی دیدے''۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو حدّ زِنا مقرر نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حکمِ ثانی کے انتظار کا امر فرمایا، اور اس وقت تک یہ حکم فرمایا کہ: اُن کو گھروں میں بدستور رہنے دو، یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ پہلے سے وہ گھروں میں تھیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی وضع

اور مقتضائے فطرت نسواں کا یہی ہے کہ گھروں میں رہیں، صرف اس بے حیائی سے احتمال تھا کہ غصے کے باعث گھر سے نکال باہر کردیں، اس لئے امساک کا حکم دیا کہ ابھی حالتِ سابقہ پر گھروں میں رکھو، چنانچہ اس کے بعد جب حد مقرر ہوئی تو حکمِ ثانی معلوم ہوگیا کہ سزا کے لئے حاضر عدالت کی جائیں گی۔

غرض اس آیت میں زِنا کا حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی زِنا کا مرتکب ہو تو اس کے ثبوت کے واسطے چار مَردوں کی گواہی چاہیے، پھر گواہی ہو جانے پر عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ وہ مرجائیں، یا ان کی بابت اللہ تعالیٰ کوئی راستہ نکالے جس راستے کا وعدہ اللہ پاک نے اس میں فرمایا ہے، وہ اٹھارہویں پارہ، سورۂ نور میں ہے۔

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ج وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ O (پ:۱۸، ع:۷)

یعنی ”زانیہ عورت اور زانی مرد پس مارو ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو دُرّے اور تم کو ان دونوں پر ترس نہ آنا چاہئے اللہ کے حکم کی تعمیل میں۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور روزِ آخرت پر اور چاہئے کہ آموجود ہو اُن کی سزا کے موقعہ پر مسلمانوں کی ایک جماعت“۔

حدیث شریف میں ہے کہ کنوارے مرد یا کنواری عورت سے زنا کی حرکت سرزد ہو تو سو دُرّے ماریں اور اگر بیاہے ایسا کام کریں تو سنگسار کریں۔

باریک کپڑا پہننے کی ممانعت

عورت کو باریک کپڑا پہننا سخت منع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم و علیھا ثیاب دقاق فاعرض عنھا و قال یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لن یصلح ان یری منھا الا ھذا و ھذا و اشار الی وجھہ و کفیہ (راوہ ابوداؤد)

یعنی ''ابوداؤد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان کی بہن اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور اُس وقت باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں، آپ نے اُن سے منہ پھیر کر فرمایا کہ: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو سوائے چہرہ اور کفین کے اور کوئی چیز اُس کی نظر نہیں آنی چاہئے''۔

اس حدیث سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ عورت کو ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں بدن جھلکے حرام ہے اور بے پردگی میں بہ مقتضائے تکلف و زینتِ طبعی خصوصاً طبیعت زنانِ ہند ضرور نامحرم کے روبرو باریک کپڑے پہنے جائیں گے اور یہ حرام ہے، پس بے پردگی بھی حرام ہے۔

وجہ اور کَفَّین کے غیر مستور رہنے کی رُخصت قبل نزول حکم حجاب ہے یا حالتِ ضرورت میں یہ رخصت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ علقمہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں سے سُنا ہوا بیان کیا کہ حفظہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس باریک اوڑھین اوڑھے ہوئے آئیں۔ تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس اوڑھنی کو پھاڑ ڈالا اور اسے اور گاڑھی اوڑھنی پہنائی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو عورتوں کی مجلس میں بھی باریک کپڑا پہن کر جانا درست نہیں۔ دیور یا جیٹھ وغیرہ مردوں کا کیا ذکر ہے۔

حالات حاضرہ

آج کل ہندوستان میں نہایت باریک کپڑے مثلاً ململ سولہ اور چھبیس وغیرہ پہننے کا رواج عورتوں میں عام ہورہا ہے۔جس میں کئی طرح کی قباحتیں پیدا ہوگئی ہیں لیکن نئی روشنی اور نئے فیشن کے دلدادہ کہتے ہیں کہ:عورتیں قومی اور جذبات کے لحاظ سے ہم سے کسی طرح کم نہیں، جیسے دل ودماغ اور اُمنگیں ہم رکھتے ہیں ویسے ہی عورتیں بھی رکھتی ہیں، بلکہ ہم سے زیادہ نازک اندام ہیں۔ جب ہم باریک اور عمدہ لباس پہنتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ ہم سے زیادہ نفیس لباس نہ پہنیں۔ کیوں وہ موٹے موٹے کپڑے اور بھاری بھاری چادریں اور برقعے اوڑھیں، اور کیوں وہ ہماری طرح کھلم کھلا باغ وبازار کی سیر کھیل تماشے عیش وعشرت کے سامان سے بہرہ ور نہ ہوں؟

جواب: لباس کی غرض کیا ہے؟ لباس اس اوڑھنے کی چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے جسم کو سردی گرمی سے بچائے، اور حرارتِ غریزی قائم رکھے اور جسم کے اس حصہ کو جسے شائستگی کے لحاظ سے ڈھانپنا ضروری ہے اسے ڈھانکے۔

نہایت باریک لباس بدن کو نہ تو بخوبی چھپا سکتا ہے، نہ سردی سے بچا سکتا ہے، نہ گرمی کی لُو سے۔اور سردی گرمی کا اثر پورے طور پر نہ رُکنے سے حرارتِ غریزی قائم رکھنے کے قابل بھی نہیں ہوسکتا۔

نفیس وہ چیز کہی جاسکتی ہے جس کے گُن اچھے ہوں یعنی اُس پر مصالحہ اچھا لگا ہو، اور جس مطلب کے لئے بنائی گئی ہے اُس کو پورا کرے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق لباس ایسا پہنو جو سارے جسم کو اچھی طرح سے ڈھانپے اور پردہ میں مخل نہ ہو۔

مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے ننگا ہونے کی ممانعت

مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے برہنہ ہونا سخت ممنوع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاینظر الرجل الٰی عورۃ الرجل ولا المرأۃ الٰی عورۃ المراۃ ولا یفضی الرجل الٰی الرجل فی ثوب واحد ولا یفضی المرأۃ الی المرأۃ فی ثوب واحد (رواہ مسلم)

یعنی ”صحیح مسلم میں ابوسعید رضی اللّٰہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے نہ دیکھے مرد طرف ستر مرد کے اور نہ دیکھے عورت طرف ستر عورت کے، اور نہ جمع ہو مرد ساتھ مرد کے ننگے ہو کر ایک کپڑے میں، اور نہ جمع ہو عورت ساتھ عورت کے ننگی ہو کر ایک کپڑے میں“۔

میاں بیوی کو ایک دوسرے کا ستر دیکھنے کی ممانعت

میاں بیوی کو بلا ضرورت ایک دوسرے کا سَتْر دیکھنا جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشۃ قالت ما نظرت او ما رایت فرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَطّ (رواہ ابن ماجہ)

یعنی ”ابنِ ماجہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللّٰہ عنہا سے مروی ہے کہ کہا میں نے نظر نہیں کی یا نہیں دیکھا کبھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا

سَتْر‘‘۔

ایک روایت میں ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ میرا ستر دیکھا اور نہ ہی میں نے اُن کا‘‘۔
(مظاہر حق)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب یہ ہے کہ مرد عورت آپس میں ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں۔

مُردے کے سَتْر کی طرف دیکھنے کی ممانعت

مُردے کے سَتر کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا علی لا تبرز فخذک ولا تنظر الٰی فخذحی ولا میت (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)

یعنی ’’ابوداوَد اور ابنِ ماجہ میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے علی رضی اللہ عنہ کے کہ اے علی! اپنی ران کو نہ کھول اور نہ زندے کی ران کی طرف دیکھ، اور نہ مُردے کی ران کی طرف‘‘۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ اور مردہ سَتْر میں برابر ہیں۔

ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر کا ہونا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف اعضائے مخصوصہ ہی ستر میں داخل ہے حالانکہ مرد کے لئے ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن جرھد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اما علمت ان الفخذ عورۃ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

یعنی ’’ترمذی اور ابوداوَد میں جُرہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرایا کیا تو نے نہیں جانا کہ تحقیق ران ستر ہے"۔

خلوت میں بھی ننگا ہونا ممنوع ہے

مرد اور عورت کو تنہائی میں بھی برہنہ ہونا نہیں چاہیے، چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ **عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہٖ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک قلت یا رسول اللہ افرایت اذا کان الرجل خالیا قال فااللہ احق ان یستحٰی منه**

(رواہ الترمذی ابوداؤد وابن ماجہ)

یعنی "ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بہز بن حکیم سے مروی ہے کہ اُس نے اپنے باپ سے نقل کی اور اس نے اپنے باپ معاویہ سے کہ اس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: تُو اپنے ستر کو ڈھانک مگر اپنی بیوی یا لونڈی سے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھ کو خبر دو جس وقت کہ آدمی تنہا ہو کیا وہاں بھی ڈھانکے۔ آپ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ لائق تر ہے کہ اُس سے شرم کی جائے یعنی اگرچہ وہاں کوئی نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھتا ہے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلوت میں بھی ستر کا چھپانا واجب ہے مگر ضرورۃً کھولنا جائز ہے۔

فرشتوں سے ستر کو ڈھانکنے کا حکم

مرد اور عورت کو اپنے ستر کے مقامات کو بلا ضرورت برہنہ کرنے کی ممانعت اس

لئے ہے کہ کم از کم ان فرشتوں سے تو شرم کرنی چاہیے جو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والتعری فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الٰی اھلہ فاستحیوھم واکرموھم (رواہ الترمذی)

یعنی "ترمذی شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: بچو تم ننگے ہونے سے یعنی اگرچہ تنہا ہو، اس لئے کہ تحقیق تمہارے ساتھ وہ ہیں کہ تم سے نہیں جدا ہوتے، یعنی فرشتے نگہبانی کرنے والے اور کراماً کاتبین مگر پائے خانہ کے وقت اور اس وقت جب اپنی بیوی سے صحبت کرے، پس اُن سے حیا کرو اور اُن کی تعظیم کرو یعنی ستر ڈھکا رکھو اور اچھے کام کرتے رہو اور بُری اور لغو باتوں سے بچتے رہو کہ یہ چیزیں باعثِ حیاء اور تعظیم اور تکریم اُن کی ہیں"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے ستر کا کھولنا جائز نہیں، ہاں مجامعت اور رفع حاجت وغیرہ کے لئے جائز ہے۔

"صحیح ترمذی" میں معاویہ بن جیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنے چھپانے کا بدن کس موقع پر چھپائیں اور کس موقع پر نہ چھپائیں؟۔آپ نے فرمایا تم اپنے ستر کو تمام لوگوں سے سوائے اپنی بیوی اور لونڈی کے محفوظ رکھو۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک شخص دوسرے کے پاس رہتا ہے یعنی ہر وقت ایک جگہ رہنے سے محافظت مشکل ہے، تو اس پر آپ نے فرمایا حتی المقدور تم کو محافظت کرنا

لازم ہے، پھر اُنہوں نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کبھی آدمی تنہائی میں ہوتا ہے یعنی تنہائی میں تو کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس سے پردہ کیا جائے اس پر آپ نے فرمایا کہ: پھر تجھے اللہ تبارک وتعالیٰ اور فرشتوں سے حیا کرنی چاہیے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی بلاضرورت برہنہ ہونا خواہ کُل یا بعض بدن سے جس کا چھپانا مجمع میں واجب ہے جائز نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں سے بظاہر حیا کرنا چاہیے۔

مَردوں کو حمام میں پردہ کرنے کا حکم

مَردوں کو حمام میں بھی ایک دوسرے سے پردہ کرنے کا حکم ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے: ترمذی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہو، وہ حمام میں بغیر کپڑا باندھے ہوئے نہ جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حمام میں کئی آدمی یک جا غسل کرتے ہیں اس لئے وہاں پردہ واجب ولازم ہے۔

حمام میں جواز کی صورت

اگر کسی کو حمام میں جانے کی کوئی سخت ضرورت آپڑے، مثلاً نفاس یا کسی اور مرض کے عذر کی وجہ سے، تو یہ شرط ہے کہ لُنگی پہن کر جائے اور حمام میں کوئی عورت ننگی نہ ہو، اور نہ بناؤ سنگھار سے جائے، پس اگر ان شرائط میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اُس کو حمام میں جانا جائز نہیں۔

عورت کن کن جگہوں میں اجازت لے کر گھر سے باہر جاسکتی ہے

مرد کو لازم ہے کہ اپنی بیوی کو گھر سے باہر جانے سے روکے، مگر سوائے چند

خاص جگہوں کے اور کہیں جانے کی اجازت نہ دے اور وہ خاص جگہیں یہ ہیں جو صاحبِ خلاصہ نے مجموع النوازل کے حوالہ سے لکھی ہیں۔

یجوز للزوج ان یاذن لھا بالخروج الی سبعة مواضع زیارة الابوین وعیادتھما وتعزیتھما او احدھما وزیارة المحارم۔

یعنی ''مرد کو جائز ہے کہ سات جگہ عورت کو جانے کی اجازت دے۔ ماں باپ کی ملاقات اور اُن دونوں کی بیمار پُرسی اور اُن دونوں کی یا ایک کی ماتم پُرسی اور محرموں کی ملاقات کے لئے''۔

علاوہ ازیں اگر وہ عورت قابلہ (دائی) ہو یا مُردہ کی نہلانے والی ہو، یا کسی پر اُس کا حق آتا ہو یا کسی اور کا اس پر حق آتا ہو تو اجازت سے اور بلا اجازت جاسکتی ہے۔

مرد کو لازِم ہے کہ اپنی بیوی وغیرہ کو اجنبی لوگوں کی ملاقات اور اُن کی بیمار پُرسی اور ولیمہ میں شامل ہونے کی اجازت نہ دے۔ اگر اُس نے اجازت دیدی اور وہ چلی گئی، تو دونوں گنہگار رہوں گے، یہ بھی یاد رہے کہ اجازت کبھی چُپ رہنے سے بھی ہوتی ہے اور چُپ رہنا بھی کہہ دینے کی مثل ہے۔ اس لئے کہ بُری بات سے منع کرنا فرض ہے۔ خاموشی نیم رضا مشہور مقولہ ہے۔

اگر مجلسِ علم میں بلا رضا مندی شوہر کی جانا چاہے تو وہ نہیں جاسکتی، مگر ہاں اُس وقت جبکہ اُسے کوئی ایسا ضروری مسئلہ دریافت کرنا ہے جس کی اس کو سخت ضرورت ہے، اور خاوند پوچھ کر نہ بتلائے تو پھر اس کو بلا مرضی خاوند کے باہر جانے میں بلا اجازت گنجائش ہے۔ اس لئے کہ حاجت کی باتوں میں علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔ پس خاوند کے حکم پر یہ حق مقدم ہے۔

اگر خاوند کسی عالم سے دریافت کر کے اُس کو بتلا دے تو پھر اُسے جانے کی

اجازت نہیں ہے اگر اُس کو کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، لیکن چاہتی ہے کہ مجلسِ علم میں اس لئے جائے کہ وضو اور نماز کے مسئلوں میں سے کوئی مسئلہ سیکھ لے، تو خاوند کو مسائل آتے ہوں اور وہ اس کو بتلاتا رہتا ہو تو اسے جائز ہے کہ عورت کو منع کرے، اگر اُسے نہ آتے ہوں تو بہتر یہ ہے کہ اُسے کبھی کبھی اجازت دیدے، اگر اجازت نہ دے تو اُس پر کچھ گناہ نہیں۔

عورت کو باہر نکلنا درست نہیں، جب تک اسے کوئی واقعہ پیش نہ آئے۔ اگر اپنے شوہر کے گھر سے بلا اس کی اجازت کے گئی تو آسمان کا ہر ہر فرشتہ اور ہر ہر چیز جس پر اُس کا گذر ہوتا ہے لعنت کرتی رہتی ہے، بجز انسان اور جن کے، حاصل یہ ہے کہ اپنے شوہر کے گھر سے بلا اُس کی اجازت کے اُس کا نکلنا حرام ہے۔

جب اس کی اجازت سے نکلے تو چھپ کر بری ہیئت بنا کر نکلے اور خالی راہ ڈھونڈ کر جائے نہ کہ سڑکوں اور بازاروں میں اور خوشبو لگا کر بن سنور کے نہ جائے اور نہ راستہ میں کسی آدمی سے باتیں کرے، اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے:

روی ان عمر رای امراة مع رجل یتحدثان فی الطریق فضربهما بالدرة فقال الرجل هی امراتی یا امیر المومنین فقال له عمر لو کانت امراتک فلم لم تدخلها فی بیتک حتی لا یتهمک احد فی الطریق

یعنی ''مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ دیکھا کہ دونوں راستہ میں باتیں کر رہے ہیں، پس آپ نے دونوں کو کوڑے لگائے، پس مرد نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ میری عورت ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا کہ اگر یہ تیری عورت تھی تو اُس کو اپنے گھر میں کیوں نہ لے گیا کہ راستہ میں کوئی تجھ کو

تہمت نہ لگائے (اس کی مثل تفسیرِ مظہری میں زیرِ آیت جَلَابِیۡبِهِن ہے)

عورتوں کو قبرستان میں جانے کی ممانعت

عورتوں کو قبرستان میں جانا جائز نہیں ہے، چنانچہ ''نصاب الاحتساب'' میں مذکور ہے کہ قاضی سے کسی نے عورت کے قبرستان جانے کے جواز کو پوچھا تو اُنہوں نے جواب دیا۔

لاتسئل عن الجواز فی مثل هذا و انماسئل عن مقدار ما یلحقها من اللعن۔

یعنی ''ایسی بات کے جائز ہونے کو نہ پوچھو اور یہ پوچھو کہ اس پر کس قدر لعنت برستی ہے، کیونکہ عورت جب نکلنے کی نیت کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کی لعنت میں آجاتی ہے اور جب نکل کھڑی ہوتی ہے تو ہر طرف سے اُس کے ساتھ شیطان ہو لیتے ہیں، اور جب قبر کے پاس آتی ہے تو مُردہ کی رُوح اس پر لعنت کرتی ہے اور جب لوٹتی ہے تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کی لعنت میں رہتی ہے، یہاں تک کہ اپنے گھر میں پہنچ جائے۔

عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا ممنوع ہے

عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا منع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

روی انه علیه السلام لما قدم المدینة خرج الی جنازة فرأی النساء یتبعن فقال لهن اتحملن مع من یحمل فقلن لا فقال علیه السلام اتصلین مع من یصلی فقلن لا ۔فقال انصرفن ما ذورات غیر ما جورات

یعنی ''روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ایک جنازہ کے ساتھ نکلے، دیکھا کہ عورتیں جنازہ کے پیچھے آ رہی ہیں، پس ان سے کہا: کیا تم بھی سب کے ساتھ جنازہ اُٹھاؤ گی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پس آپ نے فرمایا تو کیا سب کے ساتھ نماز پڑھو گی؟۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پس آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ گنہگار ہو کر بے ثواب پائے''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا جائز نہیں اور نہ ہی قبرستان کو جانا، بلکہ اس کو ضروری ہے کہ اپنے گھر کے اندر اپنا چرخہ لیے بیٹھی رہے جب سے شوہر کے گھر آئی ہے اُس وقت سے لے کر قبر میں جانے تک اپنے گھر سے بغیر اپنے خاوند کی اجازت کے باہر نہ نکلے۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جس جگہ اُس کو نکلنے کی اجازت ہے تو بناؤ سنگھار نہ ہونے اور اس طرح حالت بدل دینے کی شرط پر کہ مردوں کے دیکھنے اور اُن کی لگاوٹ کا سبب نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں فرمایا ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّةِ الْاُوْلٰی (پ:۲۲، ع:۱۸)

یعنی ''اور قرار رکھو اپنے گھروں میں اور اظہار کرتی نہ پھرو، یعنی دکھاتی نہ پھرو پہلے زمانۂ جاہلیت کی طرح''۔

تَبَرُّج حسبِ بیانِ صحاح کے، عورت کا اپنے سنگھار اور خوبیوں کو مردوں کے سامنے ظاہر کرنا ہے اور یہ جاہلیت کی عورتوں کی عادت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو اُن کے ساتھ مشابہت کرنے سے منع کر دیا اور اُن کو اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ عورت جب تک مردوں سے چھپی رہے گی اُس کا دین بچا رہے گا۔

عورتوں کو زیب وزینت کا لباس پہن کر مسجدوں میں آنے کی

ممانعت

عورتوں کو زرق و برق لباس پہن کر مسجدوں میں آنا نہیں چاہیے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة قالت بينما رسول الله صلی الله عليه و سلم جالس في المسجد اذ دخلت امراة من مزنية ترفل في زينة لها في المسجد فقال النبي صلی الله عليه و سلم ايها الناس انهوا نساء كم عن لبس الزينة و تَبَخُتر وا في المساجد فان بني اسرائيل لم يلعنوا حتى ليس نساء هم الزينة و تَبَخُتر وا في المساجد (رواه ابن ماجه)

یعنی ''ابنِ ماجہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک عورت قبیلہ مزنیہ کی زیب و زینت کے لباس میں لٹکتی ہوئی مسجد میں آئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجد وغیرہ میں مٹکنے سے روکو، کیونکہ بنی اسرائیل پر اُس وقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک ان کی عورتوں نے زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجدوں وغیرہ میں مٹکنا اختیار نہیں کیا''۔

اس حدیث سے عورتوں کو نمازوں کے لئے مسجدوں میں جانے کا حکم پایا جاتا ہے لیکن فسادِ زمانہ کے باعث آثارِ صحابہ اور اقوالِ محققین میں ممنوع قرار دیا گیا۔

پردے کے متعلق فقہائے کرام کے فتاویٰ کا خلاصہ

(۱) عورت کا جہری نماز میں پکار کر قرات کرنا جائز نہیں (۲) عورت کا حج میں

لبّیک پکار کر کہنا جائز نہیں (۳) اگر عورت مقتدی ہو مثلاً اپنے زوج یا محرم کے پیچھے گھر میں نماز پڑھ رہی ہے اور امام کو کچھ سہو ہو گیا تو عورت کو زبان سے بتلانا جائز نہیں بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مار دے تاکہ امام سن کر سمجھ جائے کہ میں کچھ بھولا ہوں اور پھر سوچ کر یاد کر لے (۴) جوان عورت کا نامحرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں (۵) جب قِرأت بالجھر اور تلبیہ بالجھر اور سہوِ امام کے وقت سبحان اللّٰہ کہہ دینا جیسا مرد مقتدی کہہ دیتا ہے اور سلام جائز نہیں، تو بلا ضرورت کلام کرنا یا اشعار سنانا یا خط و کتابت کرنا جو کلام سے زیادہ جذبات کو ہیجان میں لانے والا ہے یا اخباروں میں مضمون دینا جیسا کہ اس وقت متعارف ہے کہ اپنا پتہ اور نشان بھی لکھ دیا جاتا ہے کیسے جائز ہوگا (۶) اجنبیہ سے بدن دبوانا جائز نہیں ہے (۷) غیر محرم کا ہاتھ لینا جائز نہیں ہے (۸) اجنبیہ کے بدن سے متصل کپڑے پر میلانِ نفس کے ساتھ نظر کرنا جائز نہیں (۹) آئینہ یا پانی پر جو اجنبیہ کا عکس پڑتا ہو اُس کا دیکھنا جائز نہیں اِس بِنا پر اُس کا فوٹو دیکھنا جائز نہیں (۱۰) اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا طعام عورت کو کھانا یا بالعکس، اگر نفس کو اس میں لذت ہو تو مکروہ ہے (۱۱) رضاعی بھائی اور داماد اور اسی طرح شوہر کا بیٹا گو یہ سب محارم ہیں مگر فتنۂ زمانہ پر نظر کر کے اُن سے مثل نامحرم کے پردہ کرنا ضروری ہے (۱۲) عورت کے بال اور ناخن گو بدن سے جدا ہو گئے ہوں اُن کا دیکھنا جائز نہیں (۱۳) اجنبی عورت کے تذکرے سے نفس کو لذت دینا جائز نہیں (۱۴) اجنبیہ کے تصور سے لذت لینا حرام ہے (۱۵) اگر اپنی بیوی سے متمتع ہو اور اجنبیہ کا تصور کر لے وہ بھی حرام ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ ایک حدیث کی رُو سے شیطان کا جال ہے۔ جال سے جس قدر احتیاط ضروری ہے اسی قدر اس سے۔

گفت ابلیس لعین دا دار دام زفتے خواہم این را اشکار را

باب چھٹا

عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کا فتویٰ

بعض دُنیا پرست مولوی اخباروں میں اور عام جلسوں میں علی الاعلان کہتے ہیں کہ عورتوں کو مردوں کی طرح کانوں کی لُو تک بال رکھنا ازواجِ مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ چنانچہ وہ اپنے دعوے میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں اور اسکا جو ترجمہ کرتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہو۔

عن ابی سلمة بن عبدالرحمن قال دخلت علٰی عائشة انا واخوها من الرضاعة فسالها عن غسل النبی صلی اللہ علیه وسلم من الجنابة فدعت باناء قدر الصاع فاغتسلت وبيننا وبينها ستر فافرغت علی راسها ثلاثا قال وکان ازواج النبی صلی اللہ علیه وسلم یاخذن من رؤسهن حتی تکون کالوفرة

(رواہ مسلم)

''ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ کا ایک رضاعی بھائی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (میرے ہمراہی نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسلِ جنابت کے متعلق (حضرت عائشہ سے) سوال کیا، پس اُنہوں نے ایک برتن

بمقدار صاع منگوایا۔ پھر غسل کیا اور ہمارے اور اُن کے درمیان پردہ تھا۔ آپ نے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالا۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں اپنے سر کے بال کاٹ لیتی تھیں حتیٰ کہ وہ کانوں کی لُو تک لمبے رہ جاتے (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے)

جواب: اوّل یہ حدیث ''صحیح بخاری'' کتاب الغسل میں بروایت عبدالصمد آئی ہے، جس میں یہ آخری جملہ (زیر بحث) نہیں ہے اور ''مسند احمد حنبل'' جلد ۶ میں یہ حدیث مرقوم ہے اس میں بھی یہ جملہ نہیں ہے اور ''نسائی شریف'' میں بروایت خالد بن حارث یہ حدیث آئی ہے۔ اُس میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ جملہ شاذ ہے۔ عبدالصمد اور خالد اجماعی ثقہ ہیں وہ اس جملہ کو ذکر نہیں کرتے۔

دوم: حدیثِ ''صحیح مسلم'' میں عبید اللہ بن معاذ متکلم فیہ ہے، جن کو ابن معین فرماتے ہیں۔ لیس بشئی کہ ''یہ کچھ نہیں''۔ چنانچہ ''تہذیب التہذیب'' میں ہے۔

قال ابراھیم بن جنید عبیداللہ بن معاذ العبری لیس من اھل الحدیث ولیس بمشھور

یعنی ''ابراہیم بن جنید نے کہا کہ عبید اللہ بن معاذ عبری محدثین سے نہیں ہے، اور نہ ہی وہ مشہور ہے''۔

معلوم ہوا کہ خالد اور عبدالصمد جو اوثق اور احفظ ہیں۔ وہ اس جملہ کو روایت نہیں کرتے اور عبید اللہ بن معاذ جن کو ابن معین لیس بشيئٍ فرماتے ہیں: وہ ذکر کرتے ہیں اور ثقہ کی وہ زیادت جو اوثق و احفظ کے خلاف ہو، شاذ ہوتی ہے۔ (کتبِ اُصول)

سوم: یہ حدیث دیگر احادیث کے مقابلہ میں جن عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے ممانعت پائی جاتی ہے شاذ ہے اور شاذ روایت جس کے مقابلے میں اس سے زیادہ حافظ اور ضابط راوی اُس کے خلاف بیان کرتے ہوں اور یہ اُن کی مخالفت میں تنہا ہو،

مردود ہوتی ہے۔ اس حدیث کو اس امر کے لئے بطور استدلال پیش کیا جاتا ہے جو بعض دنیا پرست مولویوں نے اخبارات میں نصب العین بنا لیا ہے کہ کانوں کی لو تک مثل مَردوں کے ازواجِ مطہرات اپنے بالوں کو رکھتی تھیں، تو یہ مخالف اُن راویوں کی ہے جو ان سے زیادہ ضابطہ اور عادل اور ثقہ ہیں۔ جو یہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء** یعنی ''اللہ کی لعنت ہو اُن مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں''۔

چہارم: اس حدیث میں دو لفظ مشترک المعنی ہیں اوّل لفظ اخذ، دوم لفظ وفرہ چنانچہ ''صراح'' اور ''منتہی الارب'' میں ہے: **یقال اخذت الشئی گرفتم آنچیز را۔ ویقال فلان اخذبہ بندی گیرندہ است ویقال اخذ الشارب برید موئے بروت را**۔ غرض اخذ کے اور بھی معنی ہیں مگر حدیثِ زیرِ بحث میں انہی تین معنوں میں سے ایک بن سکتے ہیں۔ ایک بالوں کا کاٹنا، دوسرا بالوں کو کسی چیز سے باندھ لینا اور کسی تاگے سے قید کر لینا۔ دوسرا لفظ وفرہ بھی مشترک ہے۔ چنانچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:۔ وفرہ لمہ سے بہت زیادہ اور بھرے ہوئے سر کے بالوں کو کہتے ہیں۔ اور بقولِ اصمعی لمہ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو دونوں کندھوں سے لگتے ہوئے ہوں۔ اس صورت میں وفرہ وہ بال ہوئے جو کندھے سے نیچے تک ہوں اور علاوہ اصمعی کے دوسروں نے کہا ہے کہ وفرہ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو لمہ سے کم ہوں، یعنی کندھوں سے اُونچے رہیں، اور ''منتہی الارب'' میں ہے:۔ وفرہ **بالفتح موئے مجتمع بر سر یا موئے تانرمہ گوش**۔ لہٰذا اگر حدیث کے معنی یہ کئے جائیں کہ ازواجِ مطہرات اپنے سر کے بالوں کو اتنا کاٹتی تھیں کہ مثل وفرہ کی کانوں کی لُو تک رہ جاتے، تو پھر عورتوں کے لئے مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے سے اجتناب کہاں رہا کیونکہ کانوں کی

لوتک بال مردوں سے مخصوص ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کانوں کی لُو تک بال رکھتے تھے اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک، لہٰذا مردوں کو کانوں کی لوتک سر کے بالوں کا رکھنا سنت ہوا، اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک، اور اس سے زیادہ لمبے بال رکھنے سے مردوں کے لئے حضور نے کراہیت کا اظہار فرمایا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم الرجل حریم الاسدی لولا طول جمتہ واسبال اِزَارِہٖ فبلغ ذلک خریما فاخذ شفرہ فقطع بھا جمتہ الی اذنیہ ورفع اِزَارَہٗ الی انصاف ساقیہ

(رواہ ابوداؤد)

”ابوداؤد میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: خریم اسدی اچھے آدمی ہیں اگر اُن کے بال لمبے نہ ہوتے اور تہبند لٹکا ہوا نہ ہوتا (یعنی ٹخنے سے نیچا) یہ خبر جب خریم کو پہنچی تو انہوں نے اپنے بالوں کو چھری سے کاٹ کر کانوں تک کرلیا اور تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا“۔

جب یہاں تک مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع فرمایا، تو ازواجِ مطہرات کے ساتھ عالم تو کہاں کوئی جاہل بھی ایسا خیال نہیں کرسکتا کہ وہ مردوں کی طرح کانوں کی لوتک بال رکھا کرتی تھیں اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر کے (نعوذ باللہ) مستحقِ لعنت بنتی تھیں؟ ((ہرگز نہیں))۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال (رواہ البخاری)

یعنی ”صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: لعنت ہو اللہ کی اُن
مَردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں اور اللہ کی لعنت ہو اُن
عورتوں پر جو مَردوں سے مشابہت حاصل کریں“۔

پنجم: حدیث میں لفظ کالوفرہ ہے جس کے معنی ہیں کہ بال مثل وفرہ کے ہو جاتے ہیں۔ کافِ تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات کے بال بالکل وفرہ نہیں بن جاتے تھے بلکہ وفرہ کی طرح ہو جاتے تھے اور وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ بالوں کو سر کے اوپر اکٹھا کر کے باندھ دیا جاتا تھا جو وفرہ کی مثل بن جاتے تھے۔

”قاموس“ اور ”اقرب الموارد“ میں وفرہ کے معنی الشعر المجتمع علی الراس بھی لکھے ہیں: وفرہ وہ بال ہیں جو سر کے اُوپر اکٹھے کئے جائیں۔ یعنی ازواجِ مطہرات سر کے بالوں کو سر پر اکٹھا کر دیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ وفرہ کی مثل ہو جاتے۔ ان معنوں کی تائید حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اجمرت راسی اجمارا شدیدا سے بھی ہوتی ہے جس کا ترجمہ ”مجمع البحار“ اور ”صراح“ سے پیچھے لکھا گیا۔

علاوہ اس کے اگر اخذ کے معنی کاٹنے ہی کے لئے جائیں تو لفظ وفرہ کے معنی وہی لئے جائیں گے جو امام نوَوِی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے ہیں کہ وفرہ لمہ سے یعنی کندھے تک کے بالوں سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں تا کہ مردوں کے بالوں سے مشابہت نہ ہو اور نسبت ارتکاب ایسے فعل کی جو خدا اور رسول کی لعنت کا موجب ہو، ازواجِ مطہرات کی طرف لازم نہ آئے، مگر اس صورت میں اُنگل دو اُنگل بال کاٹنے کی نسبت ازواجِ مطہرات کی طرف کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ احرام سے حلال ہونے کے وقت بھی عورتوں کو بالوں کا کٹوانا اگرچہ واجب ہے اور منڈوانے کی قطعاً ممانعت۔ مگر وہ بھی اُنگل دو اُنگل سے زیادہ کٹوانا منع ہے، چنانچہ ”

بحر الرائق''، ''ہدایہ'' اور ''عنایہ'' وغیرہ میں ہے۔

والتقصیر ان یاخذ من رؤس شعرہ مقدار الانملة (ہدایہ)

قوله مقدار الانملة قیل هذا التقدیر مروی عن ابن عباس ولم یعلم فیه خلاف (عنایہ)

یعنی ''شرعاً تقصیر اس کو کہتے ہیں کہ بالوں کے سرے سے ایک دو انگل بال کاٹ دیئے جائیں یعنی تقصیر کے یہ معنی کہ ایک دو انگل بال کاٹے جائیں، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اس میں آج تک کسی کا اختلاف نہیں ہوا''۔

مگر حج میں تو قصر رکنِ حج قرار دیا گیا، علاوہ حج کے ازواجِ مطہرات کو اتنا قصر کرانے سے کیا فائدہ تھا کہ عبث فعل کا ارتکاب کرتیں۔

اِس حدیث کی صحیح تاویل یہی ہوسکتی ہے کہ اخذ کے معنی بند گرفتن کے لئے جائیں اور وفرہ کے معنی موئے مجتمع کے۔ پھر حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کی جُدائی کے غم میں جو دلیل کمالِ ایمان کی ہے، ازواجِ مطہرات نے کنگھی چوٹی مینڈھی گوندھنے کے ساتھ زیب و زینت چھوڑ دی تھی اور بالوں کو یوںہی باندھ لیا کرتی تھیں، جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سر پر بال مجتمع ہو رہے ہیں جن کے غسل میں نہ کھولنے کی ضرورت ہے اور نہ اُنگلیوں سے جڑوں تک پانی پہنچانے کی حاجت۔

فقہ کی کتابوں میں بال کاٹنے کی ممانعت صراحت سے پائی جاتی ہے، چنانچہ ''دُرِّ مختار'' میں ہے:

وفیه قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت زاد فی البزازیه وان باذن الزوج لانه لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ولذا یحرم علی

الرجل قطع لحیة والمعنی المؤثر التشبیه بالرجال۔

یعنی ''اور اسی (مجتبیٰ) میں ہے کہ اگر کاٹے عورت نے بال سر اپنے کے، تو وہ گنہگار بھی ہوئی اور ملعون بھی، ''بزازیہ'' میں اتنا زیادہ ہے کہ اگرچہ خاوند کی اجازت سے کاٹے تو بھی ملعون ہوگی، اس واسطے کہ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی تابعداری جائز نہیں، اور گناہ کی علت مردانی وضع بنانا ہے کہ عورت کو بال کٹانے سے مردوں کے ساتھ مشابہت ہوگی''۔

ازواجِ مطہرات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا

ازواجِ مطہرات سروں کے بال نہیں کٹواتی تھیں، چنانچہ ذیل کی متعدد احادیثِ شریف سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) ''صحیح مسلم'' میں اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **انی امراۃ اشد ضفر راسیافانقضہ بغسل الجنابة** یعنی ''میں سر کے بالوں کو سخت گوندھتی ہوں تو کیا جنابت کے غسل کے لئے کھول لیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، تجھے کافی ہے کہ دونوں ہاتھوں کی لپیں پانی سے پُر کر کے تین بار سر پر ڈالے، پھر سارے بدن پر پانی بہائے، تو پاک ہو جائے گی''۔

اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا اگر سر کے بال کٹوایا کرتیں تو نہ گوندھنے کی ضرورت ہوتی نہ کھولنے کی، پھر تو مردوں کی طرح بال کھلے رہتے۔ تو آپ کو یہ مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ معلوم ہوا کہ آپ کے سر کے بال لمبے ہوتے تھے، جسے آپ سخت گوندھ دیتی تھیں، تو آپ کو غسل کے لئے اس مسئلے کے دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ بالوں کو کھول لیا کروں یا نہ، چونکہ حضرت کو معلوم تھا کہ بغیر کھولنے کے ان کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جاتا ہے اس لئے فرمایا کہ: کھولنے کی

ضرورت نہیں۔

(۲) ''مسندِ احمد حنبل'' جلد: ۶ میں اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ایھا الناس فرمایا، میں اس وقت سر کے بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔ میں نے یہ آواز سن کر بالوں کو لپیٹا اور میں دروازے کے قریب ہو کر سننے لگی۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ بال نہیں کٹواتی تھیں ورنہ لففت شعری صحیح نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ کانوں تک بال کٹایا کرتیں تو پھر ان کا لپیٹنا کس طرح متصور ہوسکتا ہے۔

(۳) ''نسائی شریف'' میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: انقضی راسک وامتشطی یعنی ''سر کو کھولو اور کنگھی کرو''۔

(۴) ''ابن ماجہ'' میں یہ الفاظ ہیں: انقضی شعرک واغتسلی یعنی'' بال کھولو اور غسل کرو''۔ معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بال بھی گوندھے ہوئے تھے، جن کے کھولنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اگر بال کانوں تک ہوتے تو انقضی شعرک کا ارشاد کیسے صحیح ہوسکتا تھا۔

(۵) ''دارقطنی'' میں جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ اور خالہ کے ہمراہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت شریف میں حاضر ہوا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے پہلے نماز کا سا وضو کرتے پھر تین بار بدن پر پانی بہاتے۔ ونحن نفیض علی رؤسنا خمسا من اجل الضفرۃ یعنی'' اور ہم اپنے سروں پر مینڈھیوں کے سبب پانچ بار پانی ڈالتے''۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بال لمبے تھے جو گوندھے ہوئے تھے۔ اگر کانوں تک ہوتے تو پانچ بار پانی ڈالنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

(۶) مسند احمد میں مروی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: **اجمرت راسی اجمارا شدیدا** یعنی "میں سر کے بالوں کو خوب مضبوط باندھا کرتی تھی"۔ **فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشۃ اما علمت ان علٰی کل شعر جنابۃ** یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے عائشہ! کیا تو نہیں جانتی کہ ہر بال پر جنابت ہے"۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بال کٹائے ہوئے نہ تھے ورنہ **اجمارا شدیدا** متصور نہیں ہوسکتا۔

صحابیات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا

تمام صحابیات کے بال بھی کٹے ہوئے نہ تھے، چنانچہ "صحیح مسلم" میں عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عورتوں کے غسل کے وقت بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ پر تعجب ہے کہ وہ بالوں کے کھولنے کا حکم دیتا ہے۔ (الحدیث)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام صحابیات کے سروں کے بال بھی گوندھے ہوئے تھے ورنہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بالوں کے کھولنے کا حکم نہ دیتے۔

صحیحین میں اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کو غسل دے رہی تھیں۔ پھر فرماتی ہیں: **مشطناھا ثلاثۃ قرون** ایک روایت میں ہے **فضفرنا شعرھا ثلاثۃ اثلاث قرنیھا وناصیتھا**۔ "صحیح بخاری"

اور ''مسند احمد'' کی روایت میں بعد ثلاثہ قرون کے **و القینا خلفھا** بھی آیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **ثلاثۃ قرون ای ثلاث ضفائر** یعنی ''ہم نے حضرت کی صاحبزادی کے بالوں کو تین گیسو کیا اور اُن کی پشت کے پیچھے ڈال دیا''۔ ملا علی قاری ''مرقات'' میں لکھتے ہیں: **خلفھا ای وراء ظھرھا**۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ بال لمبے تھے ورنہ تو ضفائر بن سکتے، نہ پُشت کے پیچھے ڈالے جا سکتے، معلوم ہوا کہ بال کٹائے ہوئے نہ تھے۔

''ابوداوٗد'' میں مروی ہے کہ ایک عورت نے اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنھا کے پاس آکر ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، اُنھوں نے فرمایا: **واغمزی قرونک عند کل جفنۃ** یعنی ''ہر بار دونوں ہاتھوں سے پانی ڈالنے کے وقت اپنے گیسوؤں کو خوب دبا کر مَلو''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے گیسو وضفائر ہوتے تھے، کٹوایا نہیں کرتی تھیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **المعروف ان نساء العرب انما کن یتخذن القرون و الذوائب** (نووی) یعنی ''مشہور یہی ہے کہ عرب کی عورتیں قرون وذوائب (لمبے لمبے گیسو) رکھا کرتی تھیں''۔

الحاصل مذکورہ بالا روایتِ صحیحہ سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ ازواجِ مطہرات اور صحابیات سر کے بالوں کو ہرگز کٹواتی نہیں تھیں اور جس روایت سے مخالفین استدلال کرتے ہیں وہ سراسر غلط اور محض دھوکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان غلط کار لوگوں کو رُشد وہدایت بخشے تاکہ وہ دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

اِلتماسِ مؤلف

اہلِ علم کی خدمتِ اقدس میں نہایت ادب کے ساتھ میری یہ ناچیز درخواست ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں غلطی یا سہو پائیں تو راقم الحروف یا مشتہر کو مطلع

فرمائیں تا کہ طبعِ ثانی میں اس کی اصلاح کردی جائے کہ سہو وخطا لازمۂ بشریت ہے۔

دعا بدرگاہ رَبُّ العالمین

یا الٰہ العالمین! اپنے حبیبِ پاک کے طفیل اس کتاب کے پڑھنے والے، سننے والے، مشتہر کرنے والے، تصحیح کرنے والے، ترمیم کرنے والے اور لکھنے والے کو اُس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ ان کے عمل کے صدقے راقم الحروف اور اس کے والدین کی مغفرت فرما اور خاتمہ بالخیر کر۔ نیز میرے لختِ جگر فرزندِ ارجمند سعادت مند محمد بشیر ایم اے کو جمیع حوادثِ روزگار سے محفوظ و مصئون رکھ۔ دین و دنیا میں اس کو سرسبز اور شاداں کر اور سلفِ صالحین کا متبع اور شریعتِ شریفہ کا پابند کر۔ گمراہ فرقوں اور بد صحبتوں سے بچائے رکھ، اور اس کو اپنا مقبول بندہ بنالے۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالٰی
علٰی خیر خلقہٖ سیّدنا محمد و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

تَمَّتْ بِالْخَیر

ابوالبشیر محمد صالح مولوی بن مست علی مرحوم
میترانوالی، ضلع سیالکوٹ

''حیاء اِیمان کا ایک درجہ ہے''

عورت اور آزادی

مصنف

غلام مصطفی قادری رضوی

مدرسہ مدینۃ العلوم، پھول پورہ، باسنی۔ ضلع ناگور (راجستھان)

تقدیم

ماہرِ رضویات علامہ عبد الستار ہمدانی برکاتی دام ظلہ

ے

شرفِ انتساب

اس عظیم المرتبت خاتونِ اسلام کے نام جو رسولِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی اور پیاری شہزادی ہیں۔

جو عظمت وشوکت کی عظیم چوٹی پر فائز ہیں۔

جس کی شرم وحیا اور پابندیٔ پردہ کا یہ عالم تھا کہ چاند اور سورج نے بھی سیّدہ کو ننگے سر نہیں دیکھا۔

جن کے بارے میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اِرشاد فرمایا کہ: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جو اسے تکلیف دیتا ہے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔ اور جو مجھے تکلیف دیتا ہے وہ خدا کو تکلیف دیتا ہے۔

جن کے بارے میں محدث بریلوی، عاشق صادق، امام احمد رضا خاں قادری کیا خوب فرماتے ہیں:

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہراء ہے کلی جسمیں حسین اور حسن پھول

یعنی

شہزادیِ تاجدارِ کونین، ملکۂ سلطنت عفت وعصمت، پیکر شرم وحیا، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ، نیرّہ، منیرہ، سیدہ فاطمۃ الزہراء خاتون جنت رضی اللہ عنہا۔

گر قبول افتد زہے عزّ وشرف۔ خاکپائے علما وصلحاء
غلام مصطفیٰ قادری رضوی عُفِیَ عَنْہ ابن محمد سردار منڈل، باسنی

تقدیم جلیل

ماہرِ رضویات، مناظرِ اہلِ سُنّت

حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب، قبلہ، برکاتی

(مرکز اہل سنت برکات رضا۔ پور بندر، گجرات)

گردش ایام یا شامتِ اعمال نے آج مسلمانوں کو جس خطرناک موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے، وہ کون سی آنکھ ہوگی جو ہماری زبوں حالی اور ذلت و رسوائی پر آنسو نہ بہاتی ہو۔ مسلمانوں کی ذلت و رسوائی، حقارت و ہتک، خوارگی، بدنامی، بے عزتی، و محرومی کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، کیا کل بھی مسلمانوں کے احوال و کوائف یہی تھے جو آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں، انگریزی تہذیب و تمدن ایک فتنہ بار گھٹا بن کر افق عالم پر چھائی ہوئی ہے۔ اور اکثر ممالک میں یورپی تہذیب ایک فتنہ اور اجتماعی و معاشرتی مفاسد و شرور کی آگ لگی ہوئی ہے، یوں لگتا ہے کہ یہ شرور و فتن کی لو پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور دنیا سے امن و امان، چین و سکون، عزت و آبرو، عصمت و عفت کے تاج محل کو جلا کر خاکستر کر دے گی۔

آہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!! ایک وہ اسلامی اقبال کا زمانہ تھا کہ مسلمان حیاء و حمیت کے صحیح مذہب و مسلک پر چلتے تھے، حتی کہ ایک غیور مسلمان خاتون کے سر کے بالوں پر ایک نامحرم کی نظر تک نہیں پڑ سکتی تھی اور آج قومی ادبار کا زمانہ ہے کہ ان اقوام کی رسم و عادت کی تقلید کو مایۂ فخر و مباہات سمجھا جاتا ہے، جن کے نزدیک شرم و حیاء کا مفہوم نہیں۔ غرض عورتیں اجنبی مردوں کے ساتھ تخلیہ

(تنہائی) میں ملنا، بات چیت کرنا، ہاتھ ملانا، خط و کتابت کرنا، ان کے ساتھ ناچنا، شریک سفر ہونا، اور ان کے سامنے نہ صرف ہاتھ پاؤں اور چہرہ بلکہ سینہ اور پنڈلی تک برہنہ رکھنا جائز سمجھتی ہیں۔

یہ افسوس ناک اور الم انگیز حالات ہیں، جن کی وجہ سے مسلمان مصائب و آلام کی طرف رواں دواں ہیں۔ جب تک مسلمان اسلامی آداب واطوار سے سختی کے ساتھ متمسک تھے، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل پیرا تھے، اسلامی قوانین کے آگے اپنی گردنوں کو جھکائے ہوئے تھے، تو فتح و کامرانی، عزت وآبرو ان کے گھر کی کنیز تھی اور جب مسلمانوں نے اپنے طریقہ اسلامی کو ترک کر دیا، اپنے پیغمبر کی ہدایات کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ اور دشمنان اسلام کے اطوار کو گلے لگایا، تو آج دربدر کی ٹھوکریں ان کا مقدر بن کر رہ گئی ہیں۔

آج دشمنان اسلام نے عورت کو جو خلاف فطرت آزادی دے رکھی ہے اور اس کا بے نقاب وحجاب سیر وتفریح، مردوں کے ساتھ مصاحبت ومکالمت، مصافحہ و معانقہ کو جائز کر رکھا ہے، دراصل اس میں عورت کی تنقیص شان ہے، عورت کی زینت وعزت اسی میں ہے کہ وہ چھپا کر رکھی جائے، کیونکہ قیمتی اور نایاب چیز کو مخفی ہی رکھا جاتا ہے۔

کتاب وسنت کی روشنی میں اسلام نے اتنا جامع ومکمل نظام حیات دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ پاکیزہ انسانی معاشرہ کی تشکیل میں اس سے بہتر کسی دوسرے نظام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اسلام نے مردوں اور عورتوں کے بیجا میل جول کو ممنوع قرار دے کر ایک حد تک پردے کا حکم دیا جو عزت وعصمت کا ضامن اور معاشرتی وتمدنی امن کا کفیل ہے، جن مذاہب میں پردہ نہیں ہے ان میں عورت کے ساتھ جو نازیبا حرکات کی جاتی ہیں وہ ناگفتہ بہ ہیں، جن قوموں میں پردہ نہیں یا جو قومیں

پردے کی پابند نہیں ہیں اور مردوں، عورتوں کے کھلم کھلا میل ملاپ کو صحیح سمجھتی ہیں، مسلمانوں کو ان کی حالت سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔ مرد اور عورت خواہ کسی بھی قوم کے ہوں ان کا تخلیہ میں ملنا ایسا ہے جیسے آگ اور بارود۔

آج یہ کہنا کہ یہ پردہ اس ترقی کے دور میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے بالکل غلط ہے۔ یہ تمام باتیں صرف یورپ کی طرز زندگی پر فریفتہ ہو جانے والوں کے مزاج کی ہیں، ورنہ حقیقت میں اسلامی پردہ ترقی کیلئے مانع نہیں۔ کیونکہ جب مسلمان تمام عالم میں عزت و برتری کے واحد مالک تھے، وہ ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی بڑی بڑی قوموں سے آگے تھے، اسلامی پردہ اس وقت سے رائج و مروج ہے، اس وقت بھی مسلم خواتین تعلیم یافتہ تھیں، وعظ و تقریر کہا کرتی تھیں، تلقین و ہدایت کے بھی فرائض انجام دیتی تھیں، اور یہ سب امور پس پردہ انجام پاتے تھے،

مسلم خواتین برقع و نقاب کے ساتھ جنگی مہمات میں حصہ بھی لیتی تھیں، اہل فوج کے لئے آب رسانی کا بند و بست اور زخم خوردہ لوگوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، پیادہ وسوار ہو کر تیغ زنی کرتی تھیں، مگر وہ حجاب کو ہر حالت میں لازم سمجھتی تھیں، اس وقت کے غیور اور باعزت مردوں کے دلوں میں بھی کبھی یہ سوال پیدا نہیں ہوا کہ پردہ ترقیات کی راہوں کے لئے رکاوٹ ہے اور نہ خود ان خواتین نے کبھی امراء المؤمنین کی خدمات میں یہ درخواستیں کیں کہ ہمیں پردہ سے نجات ملنی چاہیئے۔

عورت کو جو درجات و مقامات اسلام نے دیئے وہ کسی مذہب میں نہیں، جس وقت عورت مردوں کے لئے بازیچۂ اطفال سمجھی جاتی تھی، شہوانی ونفسانی خواہشوں کا سامان، ظلم و ستم اور قید و بند کی زندگی سے دو چار تھیں، اہل عرب کے اخلاقی خصائل شرم وحیاء کی پابندیوں سے آزاد تھیں، مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط اور میل ملاپ تھا، عورتوں کے ساتھ عیش کرنا اور پھر مجلس میں اس پر فخریہ شعر کہنا معیوب و مکروہ نہیں سمجھا

جاتا تھا، اسلام نے آتے ہی ان رزیل اخلاق عامہ کی کایا پلٹ دی۔ ان وسائل و ذرائع کا استیصال کر دیا جو ناجائز اختلاطات کا باعث ہوتے تھے، بازاروں کو شر الاماکن (سب جگھوں میں بری جگہ) قرار دیا، مردوں کے ساتھ تشبہ کرنے والی عورتوں کو مستوجب لعنت بتایا، گھر سے باہر نکلنے والی عورتوں کے متعلق فرمایا کہ ''شیطان ان کی تاک میں بیٹھتا ہے'' نامحرم مرد و عورت کا ایک کمرہ میں تخلیہ حرام قرار دیا، عورتوں و مردوں سب کو نیچی نظر رکھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو آزادی دی اور ان کے جو حقوق تھے، اسلام نے انہیں وہ حقوق دلائے، مگر افسوس کہ آج اسلام کو ظلم و ستم کا ہدف بنایا جا رہا ہے۔

اسلام نے بے حیائی سے عورت کو بچا کر کامل آزادی عطا کی کہ ایک مسلمان عورت مواضع زینت کو مستور کر کے اپنے کاروبار اور ضرورتوں کے لئے نکل سکتی ہے اور ہر قسم کے تمدنی و معاشرتی کاموں میں شریک ہو سکتی ہے، لیکن اس کو یہ اجازت نہیں کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ آزادانہ میل جول رکھے۔ صاحب ثروت اور عفت مآب خواتین کو قطع نظر کر کے غیر مستطیع خواتین اگر نقاب و برقع کے ساتھ مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے پیادہ بھی جائیں تو اسلامی پردہ کے ہرگز خلاف نہیں، جو گروہ جاہل مسلمانوں کا اس طریقہ کے خلاف ہے وہ تعلیم و ہنر کا دشمن ہے، مسلمانوں کا ہر طبقہ خواہ وہ امیر ہو یا غریب، چھوٹا ہو یا بڑا، وہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر طرح مذہباً آزاد ہے۔ ہر مسلمان عورت کو شرعی پردہ کے ساتھ زیور ہنر سے اپنے آپ کو ایسا مزین کر لینا فرض ہے کہ وہ بوقت ضرورت شرافت و عصمت کے ساتھ اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کر سکے، پردہ کے ساتھ دائرۂ نسوانیت کے اندر شوہر کی ہر معاونت اور قومی بلکہ ملی خدمت بھی انجام دے سکتی ہے۔

عزیزم مولانا غلام مصطفی قادری رضوی سلمہ القوی نے اس قومی و ملی

مرض کو صحیح طور پر پہچانا اور موجودہ ذہنیت کو مدنظر رکھتے ہوئے پند و نصائح کو بڑے دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے، جو ہماری ماؤں اور بہنوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔ دو بہنوں کا مکالمہ کتبِ معتبرہ و مستندہ کے حوالوں سے مرتب کرکے ایک انوکھے اور اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے، جو ان کے تفہیم و تسہیل کا پتہ دیتا ہے۔

عزیزم موصوف سے راقم الحروف کے بڑے گہرے مراسم ہیں۔ انکے دینی، قومی، ملی جذبات و خدمات کو دیکھ کر قلوب و اذہان کے سکون و طمانیت کا سامان ہوتا ہے، مسلک اعلیٰ حضرت پر استحکام، تصلّب فی السنہ اور ملی ہمدردی دیکھ کر بے پناہ خوشی ہوتی ہے، مولیٰ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے، ان کے علم اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے، اور اس کتاب کو ہماری ماؤں اور بہنوں کیلئے مفید سے مفید تر بنائے، آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و سلم۔

دعا گو

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور خانقاہ رضویہ نوریہ بریلی شریف کا ادنیٰ سوالی

عبد الستار ہمدانی، مصروفؔ، برکاتی، نوری

مورخہ: ۲۲ / صفر المظفر ۱۴۲۵ھ ہجری

مطابق: ۱۳ / ۱ / پریل ۲۰۰۴ء

ظ...ظ...ظ

تقریظ جمیل

حضرت مولانا حافظ محمد اکبر صاحب رضوی

(خطیب وامام مدینہ مسجد باسنی)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دور حاضر اس لحاظ سے انتہائی سنگین اور پرفتن ہے کہ لوگ یورپ وامریکہ کے بے دین لوگوں کی کسوٹی پر اپنے تمام تر معاملات کو پرکھنے کی کوشش کرنے لگے ہیں حالانکہ ان کی سوسائٹی الگ، ان کا طور طریقہ، رہن سہن الگ، ان کا لباس و پوشاک اور وضع قطع الگ۔

الحمد للہ ہم اللہ کے اس مقدس دین کے ماننے والے ہیں کہ جس کو ہمارے لئے اللہ نے پسند کیا: **اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ** جس میں ہمارے لئے دین ودنیا اور آخرت کی ہر طرح کی خیر وخوبیاں اور بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں جس دین کے ذریعے ہمیں شرافت و بزرگی ملی۔ جس دین کی تبلیغ واشاعت نے ہمیں اقوام عالم میں ایک ارفع و اعلیٰ شان عطا کی۔ قرآن مجید نے ہمارا تعارف اس طرح کرایا ہے۔ **کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔** (پ:۴، رکوع:۳:) ’’تم بہترین اُمت ہو، ظاہر ہوئی لوگوں کے لئے، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائیوں سے روکتے ہو‘‘۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج وہی عزّ وشرف کا تاج رکھنے والی قوم، جو دیگر قوموں کے لئے ہادی ورہنما بن کر ابھری تھی، اپنی ذمہ داریوں کو یکسر بھلا کر آج خود رشد وہدایت کی حاجتمند ہے آج ہمارے بڑوں میں دینی سرپرستی کا جذبہ سرد پڑ

چکا ہے۔ آج ہمارے جوانوں میں اشاعت دین کا وہ ولولہ نہیں اور نہ ہمارے بچوں میں دین سیکھنے کا حوصلہ ہے اور ہماری بہنوں بچیوں کی حالت تو اور افسوس ناک حد تک شرم وحیا کی چادر اتار کر فیشن پرستی کا شکار ہوتی چلی جارہی ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ دین اسلام کے قواعد وضوابط معلوم نہیں۔ ایسا بھی نہیں کہ دینی معلومات کا ذریعہ نہیں اور یہ بھی نہیں کہ اچھائیاں اور برائیاں ہم پر منکشف نہیں۔ **اَلْحَمْدُلِلّٰہ** دینی معلومات کا ذریعہ گھر گھر میں موجود ہے۔ علمائے کرام کے بیانات ریلے کرنا روزانہ کا معمول ہے۔ دینی مسائل کا خزانہ ہر روز انڈیلا جارہا ہے لیکن دینی فکر نہیں، دین حاصل کرنے کے لئے وقت نہیں، تمام تر کوششیں تو ظاہر پرستی اور فیشن کی نذر ہورہی ہیں۔ ہدایت کرنے والے ہدایت کرتے رہیں، کون سنتا ہے علماء کو ؟ کون سنتا ہے واعظین و ناصحین کے وعظ و نصیحت کو؟ لیکن بڑے حوصلہ مند ہیں علمائے کرام جو ہدایت و نصیحت کے ذریعہ اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کررہے ہیں۔ بڑے سعات مند ہیں وہ مصنفین و مؤلفین جو اپنی تصنیف و تالیف کے ذریعے اچھائیوں اور برائیوں سے آگاہ کرنے کا حق ادا کررہے ہیں۔ دنیا سمجھے نہ سمجھے، اللہ کی بارگاہ میں ان کی بڑی قدر و منزلت ہے، جن کے قلم کی روشنائی شہدائے کرام کے خون پر سبقت لے جائے گی۔

زیرِ نظر کتاب ''**عورت اور آزادی**'' عزیزی مولوی غلام مصطفی قادری رضوی کی دوسری اشاعتی کاوش ہے۔ اس سے پہلے موصوف اسلامی بہنوں اور بچیوں کے لئے ایک بیش بہا کتاب ''**نیک بیبیوں کی کہانی**'' لکھ کر قدر دانوں سے داد تحسین حاصل کرچکے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جن کے لئے یہ تمام تر کاوشیں ہورہی ہیں، وہ کہاں تک ان سے فائدہ حاصل کرتی ہیں۔ اس کتاب میں عزیزم مولوی غلام مصطفی قادری رضوی سلمہٗ نے اپنے سوز دروں کو الفاظ کا جامہ پہنا کر اور اپنے درد کو کتاب کی

شکل دے کر ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے اور چاہتے ہیں کہ ہماری بچیاں اپنے فکرو تدبر کو اپنے خیالات ونظریات کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں، تاکہ ان کی کوکھ سے جنم لینے والی نسل سے کوئی تو نورالدین یا صلاح الدین پیدا ہو اور کوئی طارق و محمود جنم لے کر اسلام کی شان کو دوبالا کر سکے۔

لیکن حالات دن بدن بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک برائی سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہے تو مزید چار برائیاں سر اٹھا لیتی ہیں۔ ان شاءؑ اللہ دینی مجاہد بُرائیوں سے دفاع کراتے رہیں گے اور ان کی بیخ کنی کے لئے تن من دھن کی قربانیاں بھی پیش کریں گے لیکن بڑی خوفناک برائی مسلم بچیوں میں فیشن پرستی اور جدت پسندی اور آزادیٔ نسواں کی طرف رجحان ہے، جو حقیقت میں مسلم معاشرے کے لئے زہر قاتل ہے۔

شرم و حیا انسان کے لئے ایک فطری سرمایہ ہے۔ بے شرمی، بے حیائی، برہنگی نیم برہنگی کی ہر ادا اور ہر تحریک خواہ وہ امریکہ و یورپ سے پھوٹے یا براعظم ایشیاء کے ملکوں سے اٹھے، وہ وحشی وغیر مہذب قوموں کی پستی کا مظاہرہ ہے، جو آدمیت کو اس کے بلند مقام سے شیطانیت کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ آزادیٔ نسواں کی آڑ میں بے پردگی اور فیشن پرستی کو پروان چڑھانا ننگ انسانیت ہے اور ننگ آدمیت ہے۔

عزیزی مولوی غلام مصطفی قادری سلّمہٗ نے کتاب ہٰذا میں اسلامی بچیوں اور بہنوں میں سرایت ہونے والی ایک ایک بُرائی کے خدوخال اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کر کے نتیجتاً ان کی تمام خرابیوں سے آگاہ کیا ہے لہٰذا میری پرزور اپیل ہے کہ اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کیا جائے اور اپنی حیاتِ دُنیوی کو اسلامی زندگی بنا کر اخروی زندگی کو تابناک بنانے کی فکر کی جائے۔

چونکہ ہمارے آقا و مولیٰ ارواحنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے پیارے فرمان کا مفہوم ہے کہ "دوزخیوں میں عورتوں کی دو جماعتیں ایسی ہوں گی جنہیں میں نے (اپنے عہدِ مبارک میں) نہیں دیکھا، پہلی وہ عورتیں جو کپڑے و پوشاک پہن کر بھی ننگی ہوں گی، یعنی ایسے باریک کپڑے پہنیں گی یا ایسا تنگ لباس پہنیں گی جس سے ان کے بدن کا انگ انگ لوگوں پر ظاہر ہوگا، بدن کی رنگت جھلکے گی اور جسم کی ساخت اور بناوٹ نظر آئے گی جس سے سر راہ چلنے والوں کو اپنی طرف راغب کریں گی اور خود بھی مائل ہوں گی اور ان کے بال بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ہوں گی، ایسی عورتیں نہ جنت میں جائیں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی"۔

مندرجہ بالا مفہوم کی روشنی میں ہم اپنے ماحول کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کیا حالات ایسی غلط روی اور سرکشی کا پتہ نہیں دے رہے ہیں؟ اور ستم بالائے ستم یہ کہ اسے فیشن کہہ کر گلے کا ہار بنایا جا رہا ہے۔ افسوس.......... صد افسوس.....................!!!

میری عزیز بہنو اور بچیو! اپنے تقدس کا خیال کرو اور سن لو فتنہ وہی نہیں ہے جو عورت کے دل سے یا اس کے طور طریقے سے پیدا ہو بلکہ اس سے بدتر فتنہ وہ ہے جو فساق و فجار اور ناخدا ترس لوگوں کی کج روی سے اٹھتا ہے، لہٰذا اپنے آپ کو بازار کی ملکۂ حسن بنانے کے بجائے اپنے کو گھر کی ملکہ بنانے کی فکر کرو۔ بے حجابی اور بے پردگی سے گھر سے باہر ہرگز قدم نہ رکھو اور نئے فیشن کی تمام وباؤں سے اپنے کو بچانے کی کوشش کرو۔ پروردگارِ عالم اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم سب کو شریعتِ مطہرہ کے تمام اُصولوں کو اپنا کر اپنی زندگی سنوارنے کی توفیق بخشے اور ہر ایک برائی سے محفوظ و مامون رکھے آمین۔

حافظ محمد اکبر حسین رضوی عُفِیَ عَنْہٗ

تقریظ مبارک

از۔حضرت مولانا مفتی ولی محمد صاحب رضوی

(سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی)

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

زن نیک رو نیک خو پارسا

کند مرد درویش را پادشاہ

قوم وملت کی اصلاح وخیر خواہی کے لئے غور وفکر کرنا، اپنے علم وشعور کو پند و نصیحت کے طریقہ پر بروئے کار لانا، اہلِ علم کا طرز زندگی رہا ہے۔ایسی پاکیزہ فکر خدائے پاک رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل خاص کر علمائے کرام کی جماعت کو عطا فرماتا ہے۔اسی سے قوم مسلم میں دینی وایمانی حوصلہ وبیداری پیدا ہوتی ہے۔ ہم سے پہلے کے حالات سے یہی ظاہر ہے کہ جب تک قوم مسلم اپنے دینی رہنماؤں کی ہدایات ومشورے پر عمل کرتی رہی، بامراد اور باعزّت رہی ہے،مگر موجودہ حالات میں اہل یورپ ومغربی اقوام نے میڈیا وغیرہ ذرائع کو استعمال کر کے حالات کو اس قدر پراگندہ ومکدر کر دیا ہے کہ بے حیائی وغیرہ برائیاں عام بلا کی طرح پھیل رہی ہیں۔ دین سے بیزاری کے ناپاک پودے جڑیں پکڑ رہے ہیں اور ہر طرف بدبو پھیلا رہے ہیں،مگر دینی وملی درد جن پاکیزہ دلوں اور ذہنوں میں موجزن ہے وہ باوجود قلیل اسباب کے اس کے سدّ باب کے لئے سعی نیک کرتے رہتے ہیں۔ چوں کہ یہ کار خیر خلوص پر مبنی ہوتا ہے اس لئے خدائے پاک عزوجل اس میں بڑی کامیابی بھی عطا فرماتا ہے۔

عزیز گرامی مولوی غلام مصطفٰے قادری سلمہ المولیٰ من کل بلاء نیک فطرت فاضل ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا شوق ابتداء ہی سے ان کی خصلت و عادت میں شامل رہا ہے۔ چند ماہ پہلے ایک کتاب بنام **"نیک بیبیوں کی کہانی"** تالیف کی تھی، جو خوب پسند کی گئی اسی سے کڑی ملاتے ہوئے نئی کاوش **"عورت اور آزادی"** کے نام سے اس کتاب کو بڑی محنت سے لکھ کر قوم کی ماں بہنوں کو دے رہے ہیں۔

جس میں بے پردگی کے نقصانات، فیشن پرستی کی خرابیاں، ٹی وی کی تباہ کاریاں، شوہر کی نافرمانی پر وعیدیں، مرد کی اطاعت وفرماں برداری پر دینی ودنیوی فوائد و برکات اور پردہ کی عظمت و اہمیت وغیرہ عنوانات پر خاص طور سے عزیز موصوف نے اپنی طیب وطاہر نگارشات پیش کی ہیں اور ہر موضوع کو دلائل قرآن و احادیث شریفہ واقوال ائمہ کرام وفقہائے عظام **علیھم الرحمۃ** سے مزیّن کیا ہے۔ اہل دانش کی آراء بھی بطور عبرت ونصیحت چند لکھی ہیں۔ جملہ عنوانات بڑے ٹھوس حوالوں سے مستند کر کے خواتین اسلام کے لئے ایک حسین ترین گلدستہ بطور تحفہ و نصیحت نامہ کے پیش کیا ہے اور ان کی سیرت کو اسلامی سیرت بنانے اور طرز صالحات کو اپنانے کی بھرپور لگن کی دعوت پوری کتاب میں نظر آتی ہے۔ اوّل تا آخر میں نے مطالعہ کیا ہے اور خواتین اسلام کے لئے اسے بہت مفید سمجھتا ہوں اور اپنی ماں بہنوں سے گزارش کرتا ہوں کہ عزیز کی دونوں کتابوں کو بار بار پڑھیں اور خوب خوب فائدہ حاصل کر کے اپنی زندگی کو مثالی پاکیزہ اور اسلامی وایمانی زندگی بنالیں اور سیدہ فاطمۃ الزہراء، سیدّہ بی بی عائشہ صدیقہ اور سیدہ بی بی خدیجۃ الکبری وغیرھا **رضی اللہ عنھن** کے اخلاق واطوار اور عادات کا نمونہ بنیں۔ تاکہ ان کے کردار وگفتار سے صالحات اسلام کی یادیں تازہ ہوجائیں۔ بداخلاق اور بدطوار بنانے والی ٹی وی سے ضرور ضرور پرہیز کریں۔ فلمی گانوں کی آوازوں سے اپنے کانوں کی حفاظت کریں، نہ ایسی پھوہڑ

کتابیں پڑھیں نہ اخبار بینی کریں۔ جو بے راہ روی کی طرف لے جانے والی ہوں۔
بلکہ جنتی زیور، سنی بہشتی زیور اور یہ کتاب پڑھیں، مائک پر جو مسائل و احکام بتائے
جائیں ان پر عمل کریں، یہی نجات کا راستہ ہے، اسی سے جنت کا راستہ ملتا ہے، یہ چند
روزہ فانی بے اعتبار دنیا ہے، اس پر ہرگز فخر وغرور نہ کریں۔

میرے عزیز سعید نے جو سعیِ نیک کی ہے مولیٰ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور
علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ مزید کار خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین
بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و الہ و صحبہ و بارک و سلم اجمعین-

ولی محمد رضوی
خادم سنی تبلیغی جماعت باسنی
۹ صفر المظفر سنہ ۱۴۲۵ھ

ظ...ظ...ظ

پیشِ گفت

الحمد لولیہٖ والصلاۃ والسلام علٰی نبیّہ وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وسلم

جوں جوں زمانہ ترقی کر رہا ہے، انسان دنیوی مال و متاع کی محبت میں گرفتار ہوتا جا رہا ہے اور یہ محبت اسے تنزل اور پستی کی طرف دھکیل رہی ہے، آج اکثر و بیشتر مرد اور عورتیں اسی تگ ودو میں ہیں کہ چاہے کسی بھی طریقے سے ہو، مال و دولت اکٹھا کی جائے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کی جائے، مغربی اور یورپین کلچر اور تہذیب نے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی ایسی راہ دکھا دی ہے جس پر چل کر عورت زیادہ سے زیادہ پیسے اکٹھا کر سکے اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوتی ہے۔

مگر اس راہ غیر مناسب پر چلتے وقت عورت کئی ناجائز اور خلاف شرع کاموں کا بھی ارتکاب کر لیتی ہے۔ جو اس کی عزت و آبرو پر بدنما داغ لگا دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں اسے پوری آزادی اور چھوٹ مل جاتی ہے، مرد و عورت کا اختلاط، بے پردگی، سینما بینی، جنسی تعلقات جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں اور اس کے ساتھ مغربی فیشنی چیزیں بھی اسے اپنے جسم اور بدن پر استعمال کرنی پڑتی ہیں۔

یقیناً اسلام ایک مکمل نظام زندگی اور دستور حیات ہے اور یہ ہر جگہ ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اس مذہب مہذب نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی محنت و مزدوری کر کے جائز کمائی حاصل کرنے کے ذرائع عطا کئے ہیں۔ مگر اسلام چاہتا ہے

کہ ایک عورت (جو پوری کی پوری عورت ہے) اپنی عزت وتحفظ کے ساتھ ہر جائز کام اختیار کرے، یہی وجہ ہے کہ میدانِ کارزار میں مردوں کی طرح عورتیں بھی دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرتی رہیں۔ مجاہدینِ اسلام کی مدد کرتی رہیں اور انکی مرہم پٹی میں ہاتھ بٹاتی رہیں۔ مگر پردے کی پابندی اور اپنی ناموس وعظمت کی قدر کا پاس ولحاظ کرتی رہیں۔

آج عورت اپنے حقیقی دائرۂ عمل سے ہٹ کر اور مردوں کے شانہ بشانہ بالکل معمولی اور حقیر کاموں کو کرنے میں اپنی ترقی کی معراج سمجھتی ہے۔ وہ کام تو مردوں کے کرنا چاہتی ہے مگر اس کی طبعی صلاحیتیں اور نسوانیت کے مظاہرے اس کے لئے رکاوٹ پیدا کررہے ہیں، جس نے خطرناک مسائل کو جنم دیا ہے۔ جسکا مشاہدہ آئے دن ہم کرتے ہیں۔

اس لیے ہر ماں بہن پر لازم ہے کہ وہ شریعت کی حد میں رہ کر نیک اور جائز افعال واعمال کو اختیار کرے۔ اس طریقے پر چل کر اگر وہ پابندِ شرع ہوگئی تو پھر اس کے لئے وہ بشارتیں ہیں جو خالقِ کائنات نے ارشاد فرمائیں۔

فرمان ربّانی ہے:

”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل:٩٧)

ترجمہ: ”اور جس مرد اور عورت نے بھی اچھا کام کیا اور وہ مومن ہے تو ہم اس کو ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے کئے ہوئے کا اجر دیں گے“۔

زیرِ نظر کتاب ”عورت اور آزادی“ میں معاشرے میں پائی جانے والی چند ان برائیوں کی مذمّت اور نقصانات کی نشاندھی کی گئی ہے، جو عورتوں میں دن بدن

بڑھتی جا رہی ہیں اور وہ انہیں اپنی تجارت اور کمائی کے راستے میں بھی اختیار کر رہی ہیں۔

اُمید ہے کہ ہماری ماں بہنیں ان بُرائیوں اور خرابیوں کے سدّ باب کے لئے کوشش کریں گی اور خود بھی ان سے درس عبرت حاصل کر کے دوسری ماں بہنوں کو گناہوں سے بچنے کی تاکید کریں گی۔

خاکپائے علماء و صلحاء
غلام مصطفیٰ قادری رضوی
ابن محمد سردار منڈل، باسنی

عورتوں کو اُسوۂ خیر النساء
دین و دُنیا میں عطا کر خدا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بہن آج سے چند ماہ پہلے میں آپکی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے میں نے مقدس اور نیک بیبیوں کی بے مثال زندگی سنی تھی جنکو سننے کے بعد میں نے اپنی طاقت بھر گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کو اپنانے کی کوشش شروع کردی ہے۔لیکن آج میں پھر آپ کو زحمت دے رہی ہوں یعنی ہمارے اس معاشرے میں عورتوں کی بے راہ روی اور غلط طریقوں کے بارے میں چند سوالات کرنا چاہتی ہوں نیز جن گناہوں کی آج ہماری ماں بہنیں شکار ہو رہی ہیں، ان کے بارے میں جو وعیدیں آئی ہیں انہیں سننا چاہتی ہوں۔تو سب سے پہلے آپ مجھے بتایئے کہ اسلام میں ایک عورت کے لیے شرم وحیا اور پردے کی کتنی تاکید کی گئی ہے۔ کیوں کہ آج ہماری ماں بہنیں سڑکوں اور بازاروں میں اتنی بے حیائی اور بے شرمی سے پھرتی ہیں کہ الامان والحفیظ۔اس لیے ذرا قرآن واحادیث کی روشنی میں اس کی اہمیت بیان کیجئے نا؟

بہن سب سے پہلے آپ یہ جان لیں کہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اس صنف نازک یعنی عورت کے کیا حالات تھے اور اس کی کیا حیثیت تھی۔لوسنو! اسلام اور بانیِ اسلام صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی آمد

سے قبل عورت انتہائی پریشاں اور زبوں حال تھی۔ تمام تہذیبوں میں اسکو عیاشی کا سامان سمجھا جاتا تھا، صرف ملکِ عرب میں عورت کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا، اگر اس کو سن لو تو کلیجہ منھ کو آئے گا۔ جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو باپ ناراض ہوتا اور اپنی لڑکی کو اپنے ہاتھ سے زمین میں زندہ گاڑ دیتا تھا اور اس میں اسے کچھ اور شرم محسوس نہیں ہوتی تھی۔ چھٹی صدی عیسوی میں انگلینڈ کے اندر عورت کی کیا پوزیشن (Position) تھی؟ یونان میں اس عورت کے ساتھ کیا ظلم ڈھایا جاتا تھا، روم میں کیا حالت تھی؟ ایران میں اسے کیا حیثیت دی جاتی تھی؟ پوری تاریخ اس کی گواہ ہے کہ عورت کا معاشرے اور سوسائٹی میں کوئی لائق مقام نہیں تھا۔ ٥٧٦ء میں یونان کے علماء کا خیال تھا کہ سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کی برائی کا علاج ممکن نہیں۔ عورت ہماری راحتوں اور آرام کو مٹاتی ہے اور ہماری روح کو بے چین کرتی ہے۔

طامس ہارڈنگ کہتا ہے کہ ''عورت ایک خطرناک اژدہے کی طرح ہے۔ جس کا مقابلہ آسان نہیں۔ عورت ایک شیطانی جادو ہے، اس کے شر سے بچنا دشوار ہے''۔

(عورت کیا ہے۔ صفحہ ٦۔٧)

الغرض! پوری دنیا میں عورت کے ساتھ نازیبا سلوک کیا جاتا تھا، مگر رب قدیر کے فضل وکرم سے اسلام اور پیغمبر اسلام **علیہ الصلاۃ و السلام** نے تشریف لا کر اس صنف نازک اور کمزور عورت کو اس کا صحیح مقام ومرتبہ دیا اور اس کے مقام کو معاشرے کے اندر اس طرح بلند کر دیا کہ ہر طرف سے یہ آوازیں آنے لگیں :۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہم دوش ثریا کر دیا

☆

وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دُروں

اسلام کی آمد کے بعد عورت کو صرف مرد کی ہی راحت کا سبب نہیں قرار دیا بلکہ اس کی عزت وعصمت کی بھی حفاظت کا ذریعہ پردے کی صورت میں بتایا گیا۔ اسے صرف آزاد اور آوارہ ہی نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس کے حُسن کو چار چاند لگا دیے اور اس کے مختلف رشتوں اور ناتوں کی پہچان کرا کے بھی اسے گھر کی زینت بنا دیا اور باہر آزادی کی زندگی پر پابندی لگا دی اور یہ پابندی اس کی عظمت اور ترقی کا سبب بن گئی، اس کو زندہ جلا دینے سے بچا لیا۔ مردوں کی طرح اس کے حقوق بھی مقرر فرمائے اس کے قدموں کے نیچے جنت جیسی عظیم نعمت کو بتایا، اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ ''جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے''۔ اسے اس طرح بھی بلند مرتبہ بتایا کہ ''اے لوگو! اگر تم نفس کی پاکی چاہتے ہو تو عورت سے شادی کرو۔ اسلام نے یہ بھی تعلیم دی کہ دلہن جب گھر میں آئے تو اسکے پاؤں دھو کر گھر کے چاروں گوشوں میں چھڑک دو تا کہ برکتیں چلی آئیں، اسلام نے اشارہ دیا کہ عورت تمہارے لئے زینت ہے اور تم اس کے لئے زینت ہو، اسلام نے بتایا کہ اپنے نکاح کے لئے بہترین عورت کا انتخاب کرو۔ اور فرمایا۔ ایمان کے بعد بڑی نعمت عورت ہے۔ اور یہ بھی تاکید کی کہ عورت کو غلام کی طرح مت مارو۔۔۔ نیز بتایا کہ اگر کسی عورت سے شوہر تکلیف اُٹھاتا ہے، تو وہ اس کے بدلے میں جنت میں جائے گا۔۔ بہن سلمہ! اسلام کے آنے کے بعد عورت کی عظمت وشوکت کتنی بڑھی اس کا اندازہ لگانا بہت دُشوار ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ علٰی ذالک۔

بہن آج یورپ اور مغرب کے ترقی یافتہ انسان یہ اعتراض کرتے ہیں کہ

اسلام نے عورت کو پردے میں رکھ کر اس پر ظلم کیا ہے۔ ان کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے؟

بہن! آج مغرب کے لوگ عورت کی آزادی اور اسے بازاروں میں گھومنے کی جو بات کرتے ہیں، اس میں ان کی خطرناک سازش شامل ہے۔ اسلام نے اسے پردے میں اور گھر میں رکھ کر عزت دی ہے، اگر یہ عورت گھر سے باہر نکل جاتی اور اسے مکمل آزادی اور چھوٹ دے دی جاتی تو پتہ نہیں مسلم معاشرے اور سماج کا کیا حال ہو جاتا۔ یہی کیا کم ہے کہ آج فیشن ایبل عورتوں کو دیکھ کر اور فلم سنیما کو دیکھ کر کئی جگہوں پر عورتیں تباہی و بربادی کی طرف قدم بڑھا چکی ہیں۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ کے ساتھ بڑے فخر کے ساتھ ادھر ادھر پھر رہی ہیں۔ نہ غیرت ایمانی کا انہیں پاس ہے اور نہ خاندان و معاشرے اور اسلام کے پاکیزہ جاہ وجلال کی فکر، یہاں تک کہ خاندان والوں کے رشتے اور ان سے شرم وحیا کا خیال بھی مٹ رہا ہے۔

اگر اسے بالکل کھلی چھوڑ دی جاتی، تو اس کے خطرناک نتائج سامنے آتے برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک میں اس بے پردگی اور پوری آزادی کا اثر یہ ہوا کہ وہاں تقریباً ۷۰ فیصد لڑکیاں شادی سے پہلے ہی جنسی تعلقات قائم کر لیتی ہیں اور ۳۳ فیصد لڑکیاں شادی کے بغیر ہی ماں بن جاتی ہیں۔

سلمہ! اگر عورت کو مکمل آزادی دے دی گئی ہوتی تو پھر اس طرح کے واقعات پیش آتے اور اسلام کی عظمت پر حرف آتا جیسا کہ ''ایک صاحب کسی دکان میں داخل ہوئے تو وہاں ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چھوٹے چھوٹے بال بالکل لڑکوں کی طرح کٹے ہوئے تھے۔ ان صاحب نے اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک شخص سے پوچھا، کیوں جناب! یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟

اس نے جواب دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ لڑکی ہے اور میری بیٹی ہے۔

ان صاحب نے کہا۔ معاف فرمایئے گا مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ اس کے باپ ہیں۔ اس نے جواب دیا: میں اس کا باپ نہیں، بلکہ ماں ہوں"۔

(عورتوں کی حکایات ص ۲۵۶۔۲۵۷)

شعر:

الاماں تہذیب حاضر الاماں
لڑکیاں لڑکے ہیں لڑکے لڑکیاں

بہر حال آیئے بہن اب میں اسلام کے شعار اور عورتوں کی زینت یعنی "پردہ" کے متعلق چند قرآنی اور نبوی تعلیمات پیش کرتی ہوں۔ اگر ہماری بہنیں بھی ان پر عمل کر کے پردے کی پابندی کر لیں، تو معاشرے کے اندر عظیم نکھار پیدا ہو سکتا ہے۔ اور ان کی عزت و عظمت میں چار چاند لگ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقدس فرامین پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سنیئے! قرآن کریم کا پیغام کس قدر پر کیف ہے، جو عورت کی عظمت و بلندی میں چار چاند لگا رہا ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ۔

(قرآنِ مجید، سورۂ نور، آیت: ۳۰۔۳۱)

"(میرے حبیب) اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں"۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی۔

(الاحزاب: ۳۳)

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ پھرو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی''۔

تفسیر ''اگلی جاہلیت سے مراد قبل اسلام کا زمانہ ہے، اس زمانے میں عورتیں اتراتی نکلتی تھیں۔ اپنی زیب وزینت کا اظہار کرتی تھیں تاکہ غیر مرد دیکھیں اور لباس اس طرح پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکتے تھے'' (خزائن العرفان)

اب احادیثِ کریمہ سُنیے اور اندازہ لگایئے کہ پردے کے بارے میں کتنی تاکیدیں آئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانک کر دیکھتا ہے۔ (ترمذی شریف)

بہن یقیناً عورت کے لئے پردہ اسلام کا ایک قیمتی شعار ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ انسان جب کسی چیز کو حسین اور خوبصورت دیکھتا ہے، تو اسے پسند کر لیتا ہے، پھر اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہ اسکی فطرت ہے تو بھلا جب وہ کسی حسین وجمیل عورت کو دیکھے گا، تو ضرور اسکے نفسانی خیالات اور جنسی خواہشات ابھریں گی اور اس طرح وہ دھیرے دھیرے گناہِ عظیم کے قریب ہوتا جائے گا۔ اسی لئے تو پہلے ہی قرآن نے نظر بازی پر پابندی عائد کر دی کہ جب نظر ہی نہ پڑے گی تو پھر گناہ کا خیال بھی نہیں آئے گا۔ مرد کی طرح عورت کو بھی غیر محرم کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی اجازت نہیں۔

دیکھو ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور کی خدمت میں حاضر تھیں کہ

عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے حضور نے ان دونوں سے فرمایا پردہ کرلو۔ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ تو نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھیں گے۔ حضور نے فرمایا کیا تم دونوں اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھو گی؟''

پتہ چلا کہ پردے کی پابندی کے لئے صرف غیر محرم سے اپنے کو پوشیدہ رکھنا ہی ضروری نہیں بلکہ غیر محرم مرد کی طرف خود نظر کرنے سے بھی عورت بچے۔۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ عورت کے لئے کونسی چیز بہتر ہے؟ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسی وقت سیدہ فاطمہ زاہرہ کے پاس آیا اور آکر پوچھا :

ای شیء خیر للنساء قالت لا یرین الرجال ولا یرونھن فذکرت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال فاطمۃ بضعۃ منی ''ترجمہ: یعنی عورتوں کے لئے سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد ان کو دیکھیں۔ فرماتے ہیں میں نے سیدہ کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔''

سبحان اللہ! یعنی پتہ چلا کہ مرد اور عورت دونوں کو اجنبی مرد اور عورت سے اپنی نظر کی حفاظت کرنا لازم ہے اور یہی صحیح معنی میں نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرنے کا عمدہ طریقہ ہے۔

بہن یہی نہیں بلکہ پردے کی اہمیت اور بے پردگی کی مذّمت میں کئی ایک احادیث کریمہ وارد ہوئی ہیں۔ دیکھو! اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کے سوا دوسرے لوگوں میں بن سنور کر جانا قیامت کی اس تاریکی کے مثل ہے جس میں کوئی روشنی نہ ہوگی''

(ترمذی شریف، باب کراہیۃ خروج النساء)

یعنی بن سنور کر نکلنا اور غیر محرم کے قریب سے گزرنا، نیز خوشبو استعمال کر کے غیر محرموں کو دعوت نظارہ دینا بھی بہت بری بات ہے اور بے پردگی میں شامل ہے۔

سلمہ! یہ قرآن و احادیث کی روشنی میں پردے کی اہمیت کا بیان تھا اب آئیے میں آپ کو آج کے ترقی یافتہ دور کے دانشوروں اور سائنسدانوں کے تجربات بتاؤں جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتی ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو پردے کی جو تاکید فرمائی ہے اس میں اس کا کتنا دنیوی اور اخروی فائدہ ہے ۔۔۔۔۔ڈاکٹر سیٹفن کلارک لکھتے ہیں کہ :

''مرد اور عورتوں کا اختلاط، کزن کا گھر میں بلا روک ٹوک آنا جانا عام رشتہ داروں کا گھر میں بغیر اجازت کے قیام اور چائے پینا یہ تمام میری نگاہ میں نقصان دہ ہیں اور اس کا اثر نسلوں تک جاتا ہے میں نے اس اختلاط (میل ملاپ) سے عورتوں کو دوسرے مردوں کی طرف مائل دیکھا میں نے اس اختلاط سے طلاق کی کثرت دیکھی، زنا اور فحاشی کو بڑھتے دیکھا، گھر اجڑتے ہوئے دیکھے، خودکشی دیکھی اور عورتوں اور مردوں کو جیل جاتے دیکھا اس کی وجہ گھروں میں بلا روک ٹوک آنا جاتا ہے اور بس'' (ویکلی سن) اگر اسلام کی شہزادیاں ان تمام باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے پردے کی پابندی کرنے لگ جائیں تو پھر ان کو دائمی سکون میسر آ سکتا ہے اور وہ آرام اور راحت کی زندگی گزارنے پر فخر کریں گی۔۔

اچھا بہن یہ بتائیے کہ باریک دوپٹہ اوڑھنے سے کیا شرعی پردہ ہو جائے گا اور اس طرح اگر عورت کے بال اور چہرہ وغیرہ نظر آئے تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟

سلمہ! یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ عورت جب بالغہ ہو جائے، تو غیر مرد کیلئے اس کے کسی بھی حصۂ بدن کی طرف نظر اٹھانا جائز نہیں لیکن اگر مغربی اور یورپی تہذیب کے فریب کا شکار ہونے والی عورت خود ایسی چیزیں اختیار کرے کہ جس سے غیر مرد اس کی طرف شہوت کے ساتھ نظر دوڑائے تو اس میں عورت کا قصور اور زیادہ ہے۔۔۔۔۔رہا یہ کہ ایسا دوپٹہ یا برقعہ وغیرہ پہننا کہاں تک درست ہے؟ تو سنو۔۔۔۔۔! ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دوزخ والوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نہیں دیکھوں گا ایک تو وہ جن کے پاس گایوں کی دموں کے مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور دوسرے وہ عورتیں جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں ننگی ہیں (یعنی بہت باریک اور پتلے کپڑے پہنتی ہوں) اور لوگوں کے دلوں میں خواہش پیدا کرنے والی عورتیں اور مردوں کی جانب خواہش رکھنے والی عورتیں ان کے سر جھکے ہوئے بختی اونٹ کے کوہان کے مثل ہیں، یہ عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی بو پائیں گی اور جنت کی بُو اِتنی اِتنی دُور سے آتی ہے یعنی بہت دُور سے آتی ہے۔

(مسلم شریف ج ۲، ص ۲۰۵)

امام مالک علقمہ بن ابی علقمہ رضی المولیٰ عنہ سے وہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ حفصہ بنت عبد الرحمٰن حضرت بی بی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی المولیٰ عنھا کے پاس باریک دوپٹہ اوڑھ کر آئیں، تو حضرت عائشہ نے ان کا دوپٹہ پھاڑ دیا اور موٹا دوپٹہ دے دیا (مؤطا امام مالک رضی اللہ عنہ) تو اس واقعہ سے یہ ہی پتہ چلتا ہے کہ باریک دوپٹہ پردے کے کام نہیں آسکتا اور ستر پوشی نہیں کرسکتا۔ نیز عورتوں کے باریک لباس سے جہاں شرم وحیا ختم ہو جاتی ہے وہیں اس کے کچھ اور نقصانات

بھی واقع ہوتے ہیں۔

اوراس واقعہ سے یہ بات بھی بخوبی معلوم ہوئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو دوپٹہ پھاڑا، وہ اس حدیث پاک پر مکمل عمل تھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جب تم میں سے کوئی کسی برائی کو دیکھے، تو چاہیئے کہ اسے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہوتو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہوتو اس بُرائی کو دل میں بُرا جانے۔ (مسلم شریف)

ایک مرتبہ آپ (بی بی عائشہ) رضی اللہ عنہا کا کسی کے ہاں جانا ہوا صاحب خانہ کی دونو جوان لڑکیاں بغیر چادر باریک دوپٹہ اوڑھے نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے ہدایت فرمائی کہ آئندہ دبیز کپڑے کی چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جائے"۔

اس سے پتہ چلا کہ باریک دوپٹہ وغیرہ ویسے بھی عورت کے لئے جائز نہیں اور نماز کی حالت میں تو بدرجۂ اولیٰ ناجائز رہے گا اور نماز نہ ہونے کا سبب ہوگا جیسا کہ فقہ کی کتب میں ہے کہ اتنا باریک اوڑھنا اوڑھ کر نماز پڑھی جس سے بالوں کی سیاہی نظر آئے اس کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (عامہ کُتُبِ فقہ، ملفوظات شریف ج ۱ ص ۲۵)

اور سنو! "ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مصر کی بنی ہوئی ململ آئی، آپ نے اس میں سے کچھ حصہ پھاڑ کر دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا اس میں سے ایک حصہ پھاڑ کر تم اپنا کرتہ بنا لو اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دوپٹہ بنانے کے لیے دے دو۔ مگر ان سے کہہ دینا کہ اس کے نیچے اور کپڑا لگا لیں تا کہ جسم کی ساخت اندر سے نہ جھلکے۔" (ابوداؤد شریف)

آج کل فیشن کو اختیار کرنے والی ہماری ماں بہنیں مردوں کی طرح تنگ لباس

اور فیشنی کپڑے پہنتی ہیں۔ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی وہ لڑکیاں اور عورتیں جنہوں نے ایسے غیر شرعی اور لعنت برسانے والے زرق برق لباس پہننا شروع کردیئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو بغور پڑھ کر اپنا محاسبہ کریں۔

(۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت کی جو مردوں سے تشبہ کریں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے تشبُّہ کریں۔''

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت کی جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت کی جو مردانہ لباس پہنتی ہے'' اسی لیے تو سرکار نے فرمایا۔''عورتوں کی خانہ نشینی پر انہیں کم کپڑے دے کر مدد چاہو کہ جب کسی کے پاس زیادہ کپڑے ہوں تو وہ سنگھار کر کے باہر نکلنے کو چاہے گی۔''

جو عورتیں ایسا لباس پہنتی ہیں۔جن سے بدن کی ساخت بالکل صاف نظر آتی ہے۔ان کا پہننا گناہ تو ہے ہی ساتھ ہی ساتھ دنیوی نقصان بھی ہے۔جیسا کہ ڈاکٹر لیڈ بیٹر (Dr.Led Beater) جو بہت بڑا محقق ہے وہ لکھتا ہے کہ ''جس لباس سے نسوانی جسم کی ساخت نظر آئے اس جسم سے میں نے غلیظ اور نسوانی لہروں کو نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس بحوالہ تصورات اسلام)

اور اب تو آئے دن کوئی نہ کوئی نیا کپڑا نکلتا رہتا ہے جو پوری طرح بے شرمی کا نمونہ پیش کرتا ہے خاص کر عورتوں کو آزادی کے راستے پر لانے کے لئے اہل مغرب

نے جو فیشنی کپڑے تیار کئے ہیں۔ غیروں کے دیکھا دیکھی مسلمان عورتیں بھی بے حیائی کے ساتھ اُنہیں پہنتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جس سے مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگوں کی اس خواہش اور منصوبے کی تکمیل ہو رہی ہے، جس کو لے کر وہ میدان میں آئے ہیں۔ مینگوڈولی (Mango Dolly) رس ملائی وغیرہ اس طرح کے نام کے کپڑے جو ایک مرد بھی پہنے تو اس کا بدن ظاہر ہوتا ہے، بھلا عورت کس طرح پہننا گوارا کرے گی۔ ایسی بے شرم اور بے حیا عورتوں کو اپنی عصمت وعزّت کی حفاظت کرنی چاہیے۔ ورنہ وہ دن دُور نہیں کہ اس کی عزّت وعظمت کے ساتھ دنیا والے کھلواڑ کرنے لگ جائیں گے اور وہ کچھ نہیں کر سکے گی۔

بہن! در اصل آج ہمارے معاشرے اور سوسائٹی میں جو طرح طرح کی برائیاں جنم لے رہی ہیں، ان کو فروغ دینے میں جہاں مغربی تہذیب کے دلدادہ مسلمانوں نے دوسرے طریقے اپنا لئے ہیں، وہیں .T.V کا بھی بڑا حصہ رہا ہے۔ اس ناسور نے جہاں مسلمان مردوں کو بے راہ روی کا شکار کیا ہے، وہیں مسلمان عورتوں کی زندگی کو بھی بے حیائی، عیاشی، فحاشی اور گندے خیالات میں ملوث اور مبتلا کر دیا ہے۔ آج کے ٹیلی ویژن کے بارے میں یہ عام بات ہے کہ اب کوئی شریف انسان اپنے گھر والوں کے ساتھ ٹی وی دیکھنے کے لئے نہیں بیٹھتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ نہ جانے کب کوئی گندہ اور فحش منظر آ جائے، جس میں بے پردگی خوب ظاہر ہو اور وہ اس کی شرم وحیا کے لئے چیلینج بن جائے، کیونکہ عریانیت اور برہنہ تصویروں نے ہی آج مسلم عورتوں کو ایسے راستے کی طرف دھکیلا ہے۔ جہاں شرم وحیا نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور ان فحش اور بلیو (Blue) فلموں نے بجائے تعلیم وتربیت کے ان ناظرین کو تباہی اور ہلاکت یعنی ایڈز جیسی مہلک بیماری میں مبتلا کر دیا ہے۔

اچھا بہن فاطمہ! یہ بتائیے نا کہ آج کل ہماری بہنیں جو مردوں جیسا فیشنی لباس پہنتی ہیں اور اس کو پردے کا نام دیتی ہیں کیا برقعہ یہی ہوتا ہے؟

یہ بات تو میں پہلے ہی بتا چکی ہوں، بہن! کہ عورتوں کو مردوں کی طرح رہنے سہنے کا شوق اسی ٹی وی نے دلایا ہے چاہے وہ کپڑوں کا معاملہ ہو یا چلنے پھرنے کا۔ جب تک اس لعنت والی چیز سے دوری اختیار نہیں کرے گی، تب تک وہ فیشن کے قریب جاتی رہے گی اور تباہی و بربادی اس کا استقبال کرے گی۔ آپ یہ بات کرتی ہیں کہ ہماری ماں بہنیں برقعہ کے نام پر فیشنی کپڑے پہنتی ہیں۔ ارے انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ پردہ اور برقعہ کا مطلب ہی یہی ہے کہ عورت مکمل طور سے اپنی ستر پوشی کر لے۔ اگر اس کا کوئی عضو جو ستر پوشی میں داخل ہے وہ نظر آ جائے، تو پھر سمجھ لو ابھی اس نے پردہ نہیں کیا بلکہ عورت کو اس طرح نامکمل پردہ کرنا بھی ہماری شریعت میں جائز نہیں، اِس لیے کہ عورت کا معنی ہی چھپانے کی چیز ہے اور عورت سراپا عورت ہے۔

کرو لفظ عورت پہ اگر غور تم
تو معلوم کر لوگے فی الفور تم

☆

کہ عورت ہے شرم و حیا کا مقام
نمائش ہو اس کی برا ہے یہ کام

☆

ہے عورت کا مستور رہنا ہی ٹھیک
ہے عورت کو مستور کہنا ہی ٹھیک

☆

اگر عزت نفس ملحوظ ہے
تو وہ اپنے گھر میں ہی محفوظ ہے

☆

اور جو عورت ہے بے شرم اور بے حجاب
ہے قسمت میں اس کی یقینا عذاب

بہن آپ سے زیادہ مجھے معلوم ہے کہ آج ہمارے یہاں غیروں کی دیکھا دیکھی کئی لڑکیاں اور عورتیں ایسے برقعے پہنتی ہیں، جو بنام برقعہ ہے۔ حقیقت میں وہ فیشن کے طور پر استعمال کرتی ہیں کیا اگر وہ اسے پردے کے طور پر پہنتی ہیں، تو ان کی آنکھیں اور چہرے اور بال کھلے رہتے ہیں کیا انہیں معلوم نہیں؟ کہ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج جو عذابات خواتین کے متعلق دیکھے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ سرکار نے فرمایا ''میں نے دیکھا کہ ایک عورت بالوں سے لٹکی ہوئی ہے اور اس کا دماغ کھول رہا ہے۔'' (یہ اس عورت کی سزا تھی جو اپنے بال غیر مردوں سے نہیں چھپاتی تھی)

یہ بھی واضح رہے کہ فتنہ وفساد پھیلانے اور زنا وغیرہ گناہ کی دعوت دینے میں دوسرے اعضاء بدن کی بنسبت آنکھ کا زیادہ حصہ رہتا ہے اور یہی فتنہ کی جڑ ہوتی ہے۔ چنانچہ سرکار فرماتے ہیں۔

''العینان تزنیان وزناھما النظر۔''

''آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا کرنا ''نظر کرنا'' ہے۔

اور اب تو ایسے فیشن ایبل برقعے مارکیٹ میں فروخت ہو رہے ہیں۔ جو کئی ایک رنگوں سے مزین اور خوب سجاوٹ شدہ ہوتے ہیں۔ ہماری ماں بہنیں ان

فرامینِ مقدسہ اور ارشادات عالیہ پر غور کر کے شرم وحیا کی پوری پابندی کرنے کی کوشش کریں۔ ان شاء اللہ انہیں راحت اور کامیابی کی زندگی میسر آئے گی۔

بہن جب آپ نے شریعت کا یہ حکم بتادیا کہ عورت کو بے پردہ باہر نکلنا لباس و کپڑے فیشنی پہننا، لوگوں کو دعوت گناہ دینا، آنکھوں سے بے پردگی ظاہر کرنا، یہ سب ناجائز ہیں۔ تو پھر ان عورتوں کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے، جو بڑی سج دھج کے ساتھ اولیائے کرام کے مزارات پر جاتی ہیں اور پردہ کا خیال نہیں رکھتیں؟

بہن سلمہ! مزارات پر عورتوں کا جانا یہ کیسا ہے؟ اس کے بارے میں جاننے سے پہلے یہ سن لو کہ آج لڑکیوں کا بے پردہ باہر نکلنا اور بڑی بے باکی کے ساتھ بازاروں میں گھومنا۔ ان کاموں میں کچھ ان کی غلطی ہے، مگر ان سے زیادہ ان کے والدین اور شوہروں کا بھی قصور ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں انہیں کیوں آگاہ نہیں کیا؟ کیا انہیں معلوم نہیں؟ کہ ربِّ کریم کا ارشادِ گرامی ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ

ترجمہ۔ ''مرد عورتوں پر حاکم (افسر) ہیں''۔ (قرآن مجید)

کیا انہوں نے یہ فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سنا؟

اذا خرجت المرأة من بيتها و زوجها كارة لعنها كل ملك في السماء و كل شئی مرت عليه غير الجن و الانس حتی ترجع۔

ترجمہ: یعنی ''جب عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف اپنے گھر سے نکلتی ہے، تو آسمان کا ہر فرشتہ اور جن وانس کے سوا ہر وہ چیز جس پر سے وہ گزرتی ہے، اس پر لعنت بھیجتی ہے، جب تک واپس نہ آجائے''۔

(کشف الغمہ فضائل اہلبیت ص ٢٣٥)

یہی نہیں بلکہ یہاں تک فرمایا گیا: لا یحل لا مرأۃ تومن باللہ والیوم الآخر ان تسافر مسیرۃ یوم و لیلۃ و فی روایۃ ان تسافر ثلثۃ ایام الا و معھا زوجھا او ذو رحم محرم منھا۔ ''حلال نہیں کسی عورت کے لیے کہ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ ایک منزل اور ایک روایت میں ہے کہ تین منزل سفر کو جائے، جب تک ساتھ میں شوہر یا وہ رشتہ دار نہ ہو جس سے ہمیشہ ہمیشہ نکاح حرام ہے''۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ ان تسافر المرأۃ)

اس حدیث پاک کے تحت محدث بریلوی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''اگر عورت حج کو جانا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے کسی محرم کو ساتھ لے یا حج سے واپسی تک کے لیے (کسی سے) نکاح کرے۔ اگر چہ ستّر (٧٠) اسی (٨٠) سال والے سے ہو جو اس کے ساتھ آئے جائے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ محرم یا شوہر کے بغیر جانا صادق نہ ہو۔ باقی مقاصد زوجیت ہونے نہ ہونے سے بحث نہیں اور اگر اندیشہ ہو کہ واپسی کے بعد طلاق نہ دے گا تو یوں نکاح کیا جائے کہ عورت کہے ''میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا، اس شرط پر کہ جب تو مجھے حج کو لے جائے اور واپس آئے تو واپس اپنے مکان پر پہونچتے ہی مجھ پر طلاق بائن ہو۔ مرد کہے ''میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ جب میں تجھے حج کو لے جاؤں (آخر تک پوری بات کہے) یوں اگر وہ ساتھ نہ جائے تو طلاق ہو جائے گی اور ساتھ جائے تو واپس پہونچتے ہی طلاق ہو جائے گی بغیر اس کے جو قدم رکھے گناہ میں لکھا جائے گا''۔ (فتاویٰ رضویہ شریف ج ٤، ص ٦٨٤)

رہی بات مزار پر جانے کی تو اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ مختلف اقوالِ زریں کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''حدیث میں ہے قبروں کی

زیارت کرنے والیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ امام قاضی خاں سے استفتاء ہوا کہ عورتوں کا مقابر (قبروں اور مزاروں) پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا ایسی جگہ جائز ناجائز نہیں پوچھتے، یہ پوچھ کہ اس میں عورتوں پر کتنی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے کسی قبر کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے، اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے، سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہونچتی ہے، میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔ جب واپس آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی لعنت میں ہوتی ہے۔" (جمل النور، ص ۲۴)

بہن سلمہ! یہ سب دراصل گھر والوں کی عدم توجہی اور کاہلی کی وجہ سے ہوتا ہے کیا شوہر کو یا والدین کو معلوم نہیں؟ کہ آج کا پرفتن دور ہماری بیویوں کی عصمت و عزت کے لئے خطرناک ہے۔ کیا وہ اس بات سے ناواقف ہیں؟ کہ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو آزاد چھوڑنے کے نتائج انہیں ذلت و رسوائی کا شکار بنا دیں گے اور پھر وہ معاشرے اور قوم میں منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے۔ اس کے نتیجے دیکھنے ہوں تو ان سرپرستوں اور حاکموں کو یہ واقعہ خوب یاد رکھنا چاہئے۔

"لندن کے ایک سنیما ہال میں مینجر نے اعلان کیا کہ ایک لیڈی (عورت) اپنے کسی دوست کے ہمراہ کھیل دیکھنے کو آئی ہے۔ اس کے شوہر کو شکایت ہے لہٰذا پانچ منٹ کے لئے بتیاں گل کی جاتی ہیں۔ تاکہ وہ لیڈی (عورت) خاموشی کے ساتھ گھر چلی جائے۔

یہ کہہ کر مینیجر نے بتیاں گل کر دیں اور پانچ منٹ کے بعد واپس بتیاں روشن کر دیں، تو دیکھا کہ سارا ہال لیڈیوں سے خالی ہو چکا تھا۔"

نیک عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتی لیکن ماڈرن ماحول ہمیں یورپ کے نقش قدم پر چلنے کا درس دیتا ہے۔ ان لیڈیوں کے نقش

قدم پر جو اپنے شوہروں کی مرضی کے خلاف اپنے اپنے دوستوں کے ساتھ سنیما ہال میں پہنچ جاتی ہیں۔ سنیما کے مینجر نے صرف ایک لیڈی کے لئے لائٹیں بند کی تھیں۔ مگر پتہ بعد میں چلا کہ ہال میں جتنی بھی لیڈیاں تھیں سبھی اپنے شوہروں کو چھوڑ کر اپنے اپنے دوستوں کے ساتھ سنیما پہنچی ہوئی تھیں، ان مغربی لیڈیز کے نقش قدم پر چلنے والی ہماری ملک کی ماڈرن عورتیں بھی اسی راہ پر چل نکلی ہیں۔ ع

ہو گئی ہے خیر سے لڑکی ٹرینڈ
ساتھ اپنے لے کے پھرتی ہے فرینڈ

(عورتوں کی حکایات ص ۳۵۳، ۳۵۴)

تو بہن! پھر ان عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے، جو اپنے کسی کام کے پورا ہونے کے لئے اولیائے کرام کے مزارات پر چادر وغیرہ چڑھانے کی نذر مانتی ہیں۔ کیا انہیں وہاں جانا ضروری ہے؟

حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ "نذر" کے بیان میں فرماتے ہیں کہ مسجد میں چراغ جلانے یا طاق بھرنے یا فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے یا گیارہویں کی نیاز دلانے یا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا توشہ کرنے یا حضرت جلال بخاری کا کونڈا کرنے یا محرم کی نیاز یا شربت لگانے یا میلاد شریف کرنے کی منت مانی، تو یہ شرعی منت نہیں۔ مگر یہ کام منع نہیں ہیں، کرے تو اچھا ہے۔ ہاں البتہ اس کا خیال رہے کہ کوئی بات خلاف شریعت اس کے ساتھ نہ ملائے"۔

(بہار شریعت حصہ ۹: ص ۳۴)

اور ظاہر ہے کہ عورتیں چادر وغیرہ لے کر مزارات پر جائیں گی، تو فتنہ کا اندیشہ

ہوگا۔ اس لئے وہ ماں بہنیں ان چادر وغیرہ چیزوں کو کسی مرد کے ساتھ بھجوادیں۔ ان شاء اللہ ان کا مقصد اور مراد پوری ہو جائے گی کہ یہاں تو عقیدت و محبت قلبی کا معاملہ ہے۔

خدائے پاک آپ کو جزائے خیر سے نوازے، بہن آپ نے مجھے پردہ اور بے پردگی کے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ اب ذرا یہ بتایئے کہ پردہ شریعت میں کن کن سے کرنا ضروری ہے اور کن کن لوگوں سے پردہ نہ کرنے کی اجازت ہے؟

اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھو کہ ہر غیر مرد خواہ اجنبی ہو یا رشتہ دار جس سے عورت کا نکاح ہو سکتا ہے، ان سے پردہ کرنا لازم اور ضروری ہے اور جو عورت کے محرم ہوں یعنی جس سے ہمیشہ ہمیش کے لئے عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں ہو سکتا، ان سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔ اب محرم اور غیر محرم کون کون ہیں ان کی تفصیلات سماعت فرمائیں۔

عورت کے محرم: باپ، دادا، چچا، ماموں، نانا، بھائی، بھتیجہ، بھانجہ، پوتا، نواسہ۔

عورت کے غیر محرم: چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، خالہ زاد بھائی، جیٹھ، دیور وغیرہ۔

اور آج کل ہمارے یہاں عورتیں دیور سے پردہ تو دور کی بات، ان سے ہنسی مذاق کرنا فخر سمجھتی ہیں، حالانکہ جس طرح دوسرے غیر محارم سے پردہ ضروری ہے اسی طرح دیور سے عورت کے لئے اپنے کو چھپانا لازم ہے۔۔۔۔ بلکہ دیور کے بارے میں تو اور زیادہ تاکید آئی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایاکم والدّخول علی النساء، فقال من الانصار یارسول اللہ افرأیت الحمو؟ قال الحمو الموت-

"عورتوں کے پاس جانے سے پردہ کرو، ایک صحابی انصاری بولے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ دیور تو موت ہے۔"

(صحیح مسلم شریف باب تحریم الخلوۃ جنبیۃ، ج ۲ ص ۲۱۶)

یعنی آدمی جس طرح موت سے دُور بھاگتا ہے، اسی طرح دیور سے دور رہنا عورت کے لئے ضروری ہے۔ اس حدیث پاک کو ہماری وہ ماں بہنیں بغور پڑھ کر اپنا محاسبہ کریں جو بلا جھجک دیوروں سے ہاتھ ملاتی رہتی ہیں اور ان سے ہنسی مذاق اور کھیل کود سے بھی دریغ نہیں کرتیں، وگرنہ اس کا انجام بھی فتنہ سے خالی نہیں ہوگا۔

عورت اس کو کہتے ہیں جو ستر و حجاب میں رہتی ہو
رہنے دیا ہے عورت کو کب عورت اس عریانی نے

■

اب ذرا ان عورتوں کے بارے میں شرعی حکم بیان فرمائیے نا، جو بڑی بے باکی کے ساتھ ایسی زینت اور سنگار کرتی ہیں۔ جو میرے خیال سے شریعت میں جائز نہیں ہوگا؟

■

بہن سلمہ! پروردگار نے ہمیں جو مذہب عطا فرمایا اور اس کے دامن میں جگہ عطا فرمائی، اس پر اس کا زندگی بھر جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ اسلئے کہ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات بے مثال ہیں۔ جو دوسرے کسی بھی مذہب اور دھرم میں نہیں مل سکتیں۔ اسلامی معاشرہ ہی وہ معاشرہ ہے جس میں احکامِ قرآنی نافذ ہیں

اسلام نے جو قانون اور قاعدے ہمارے لئے متعین فرمائے ہیں، ان پر عمل پیرا ہونا ہمارے لئے سرخروئی کا باعث ہے۔ ہمارے لئے کیا جائز اور کیا ناجائز ہے؟ یہ تمام تفصیلات ہمیں بتادی ہیں۔۔۔۔اسلام نے ہر جگہ ہمارے لئے پابندیاں اور سختیاں ہی نہیں جاری کی ہیں بلکہ سہولتوں اور آسائشوں کی ایک لمبی قطار بھی ہمارے لئے جاری کی ہے۔

اب دیکھئے عورت کے لئے ایک اچھی اور عمدہ زندگی گزارنے کے جو آداب اور طریقے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے، وہیں عورتوں کے لئے زیب وزینت کا جائز طریقہ اور ادب بھی سکھایا۔۔۔ بلکہ بعض صورتوں میں زینت و آرائش نہ کرنے پر انہیں تاکید بھی کی گئی کہ عورت اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرے۔۔۔محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں عورتوں کو بے پردہ نکل کر اپنی زینت و آرائش کو غیر محرم لوگوں پر ظاہر کرنے سے روکا اور شدید تہدید فرمائی۔۔۔۔۔وہیں اس کو اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کا تاکیدی حکم بھی بتایا۔۔

جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہند بنت عقبہ نے عرض کیا: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کر لیجئے، فرمایا میں تجھے بیعت نہ کروں گا جب تک تو اپنی ہتھیلیوں کو نہ بدل لے (یعنی مہندی لگا کر ان کا رنگ نہ بدل لے) تیرے ہاتھ گویا درندہ کے ہاتھ معلوم ہو رہے ہیں۔ (ابوداؤد شریف)

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت کے ہاتھ میں کتاب تھی اس نے پردہ کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا یعنی حضور کو دینا چاہا۔ حضور نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور یہ فرمایا کہ معلوم نہیں مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا۔ اس نے کہا عورت کا، فرمایا اگر عورت ہوتی تو ناخنوں کو مہندی سے رنگے ہوتی'' (ابوداؤد شریف)

یہی نہیں بلکہ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں میاں بیوی کے حقوق کے بیان میں یہاں تک ہے کہ شوہر بناؤ سنگھار کے لئے کہتا ہے، یہ نہیں کرتی۔ گھر میں میلی کچیلی رہتی ہے یا وہ اپنے پاس بلاتا ہے اور وہ نہیں آتی۔ اس صورت میں شوہر بیوی کو مارنے کا بھی حق رکھتا ہے اور یہ بھی فرمایا گیا کہ کنواری لڑکیوں کو زیور و لباس سے آراستہ رکھنا چاہئے کہ انکی منگنیاں آئیں بلکہ عورت کا قدرت رکھنے کے باوجود بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ یہ مردوں سے تشبہ ہے، اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، عورت کا بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں اور فرماتیں اور کچھ نہ پائے تو ایک ڈورا ہی گلے میں باندھ لے۔ (فتاویٰ رضویہ شریف جلد دہم)

مگر بہن! زینت و زیبائش کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ عورت ناجائز طریقے سے بناؤ سنگھار کرے اور حرام و حلال کا امتیاز نہ کرے۔ نیز فیشن کے اندر ہی ملوث ہو جائے آج اسلامی افکار و نظریات سے دور رکھنے کے لئے اہل یورپ نے عورتوں کو بھی نت نئے فیشن کی ڈگر پر لا کھڑا کیا ہے اور اس کا سبب بھی وہی ٹی وی (T.V.) وی سی آر (V.C.R.) اور وی سی ڈی (V.C.D.) اور فلمی کمپیوٹرس ہیں۔۔۔

اب ہمارے ملک میں عورتیں بھی طرح طرح کے فیشنی کام کر رہی ہیں اور یہ مغربی تہذیب کا سیلاب بڑھتا ہی جا رہا ہے، بالوں کو فیشنی رکھنا، ہپی کٹ رکھنا، انکی فلمی ہیروئن کی طرح کٹنگ کروانا، لپ اسٹک لگانا، نیل پالش ناخنوں پر ملنا، اس طرح کے بے شمار افعال آج نوجوان لڑکیاں اختیار کر رہی ہیں۔ ذرا انہیں ان کے بارے میں جو وعیدیں آئی ہیں ان پر غور کرنا چاہئے اور اپنے کو تباہی کے راستے سے ہٹانا چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی لعنت اس عورت پر جو بال ملائے یا دوسری سے

بال ملوائے، اور گودنے والی اور گودوانے والی پر'' (بخاری شریف)

آج کل عورتیں بال کٹواتی ہیں، ان کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے، اگر شوہر بال کٹوانے کا حکم دے تو اس سلسلے میں بھی یہی حکم ہے کہ ناجائز ہے۔ کیونکہ فرمایا گیا ہے: **لا طاعة لاحد فی معصیة اللّٰہ**۔ ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام میں کسی کی اطاعت (کہنا ماننا) جائز نہیں''۔

میک اپ، ناخن پالش اور لپ اسٹک سے عورتوں کو کتنا نقصان پہنچتا ہے؟ اس سلسلے میں ایک مغربی مفکر اور ماہر حفظان صحت کیا کہتا ہے؟ اس کو غور سے سنیئے۔

''میری زندگی فطرت کے مسلسل مطالعے میں گزری ہے۔ اس بات کو غور سے دیکھا کہ ہم فطرت کے قریب رہتے ہوئے فطرت سے دور نہیں جا رہے، فیشن اور رواج کی دنیا نے ہمیں صرف دھوکا دیا ہے۔ میک اپ حسن نسواں (عورتوں کی خوبصورتی) کے لئے تھا لیکن جتنا نقصان اس نے عورتوں کے حسن کو پہونچایا ہے شاید ہی کسی چیز نے دیا ہو۔ جنگوں نے ماحول اور حالات بدلے، بارود نے تباہ کاریوں کی انتہا کر دی لیکن میں سمجھتا ہوں ان کا نقصان کم ہے جتنا میک اپ سے ہوا ہے۔''

اور بہن! ناخن پالش کے نقصانات تو بہت ہیں ساتھ ہی ساتھ اس کی موجودگی میں وضو اور غسل بھی صحیح نہیں ہوتے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وضو اور غسل میں ایک بال کے برابر بھی اگر کوئی جگہ چھوٹ جائے تو اس کی وجہ سے وضو اور غسل صحیح نہیں ہونگے اگر جنابت کا غسل ہو تو پھر مرد یا عورت ناپاک کے ناپاک رہیں گے کیونکہ ناخن پالش کی وجہ سے ناخنوں تک پانی کی رسائی نہیں ہو سکتی بلکہ پانی اسی پالش پر سے گزر جاتا ہے۔

اس کو مہندی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مہندی جرم دار نہیں ہوتی اور ناخن

پالش میں جرم (دلدار) ہے۔ناخن پالش کے نقصانات کے بارے میں ذرا ایک دانشور کے یہ الفاظ بھی پڑھیئے۔

"ہومیو پیتھک کے ماہرین کے مطابق رنگ انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور انسان جس رنگ کو بار بار دیکھتا ہے اس کا اثر اس کی زندگی پر غالب ہوتا ہے۔چونکہ اکثر ناخن پالش سرخ رنگ کی ہوتی ہے اور یہ رنگ اشتعال ،غصہ اور بلڈ پریشر (Blood pressure) ہائی کرتا ہے۔اس لئے وہ مرد یا عورتیں جو اس مرض میں پہلے سے مبتلا ہوں، انکے امراض میں فوری اضافہ ہوتا ہے اور صحت مند آدمی بھی آہستہ آہستہ ان امراض (بیماریوں) کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔"

(سنت نبوی اور جدید سائنس ج ا، ص ۳۲۵)

مغربی اور یورپی کلچر اور تہذیب کی چکا چوند نے مسلم عورتوں کو ایک بڑے خطرناک موڑ پر لا کھڑا کر دیا ہے اور ایک دوسرے کے دیکھا دیکھی یہ کمزور عورت روز بروز اس کے فریبوں کا شکار ہوتی جا رہی ہے اسے یہ معلوم نہیں کہ اس فیشن اور عریانیت نے اس کی عصمت و ناموس کو بر سر بازار نیلام کر دیا ہے اور اب وہ اپنے جسم کی غیروں کے آگے نمائش کرنے میں فخر محسوس کر رہی ہے۔

کپڑوں میں بھی عریاں بدن
اسکن کلر کے پیرہن!

☆

ہیں عورتوں کے زیب تن
باپ اور بھائی سب مگن

☆

ان میں حمیت و غیرت اب کہاں؟
تہذیبِ حاضر الاماں!

یہ دیکھو لپ اسٹک (Lip stick) کے دنیوی نقصانات کیا ہیں ماہرین کے مطابق لپ اسٹک ہونٹوں کو قدرتی حسن سے محروم کرتی ہے۔ بالخصوص ماحولیاتی آلودگی کی تہہ جم جانے سے ہونٹوں پر بے شمار وائرس جنم لیتے ہیں۔ جو نہ صرف ہونٹوں کی صحت کو خراب کرتے ہیں بلکہ دانتوں اور بعض اوقات منہ کے سارے نظام کو بگاڑ دیتے ہیں۔علاج نہ کرنے سے سرطان کا مرض بھی لگتا ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ خواتین کو لپ اسٹک لگانے کے چھ گھنٹے تک ہونٹوں کو کھانے پینے اور آلودگی سے بچانا چاہیۓ ورنہ ہونٹوں پر فنگس ہونے کے خدشات ہیں۔لہٰذا عورتوں کے لیے لپ اسٹک مضر (نقصان دہ) ہی ہے۔ (بیوٹی رپورٹ، سنت نبوی اور جدید سائنس، ص ۳۷۰)

بہن! زینت کے اندر خوشبو اور زیورات بھی شامل ہیں۔تو پھر اس سلسلے میں شریعت کا حکم عورتوں کے لئے کیا ہے؟

سلمہ! ایسا ہے کہ جس چیز کو خدا اور رسول جل و علا وصلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے جائز اور روا رکھا ہے۔ وہ ہمارے لئے مفید ہے اور جس سے منع فرمایا ہے اس میں یقیناً ہمارا نقصان و خسارہ اور گھاٹہ ہے۔شریعت میں عورتوں کے لئے خوشبو اور زیورات کی اجازت دی گئی ہے، مگر اس میں کچھ لوازمات اور قوانین ہیں۔ ان حدود و قوانین کے اندر ہی وہ یہ چیزیں اختیار کر سکتی ہیں۔

جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''سُن لو! مَردوں کی خوشبو وہ ہے جس

میں بو ہو اور رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس میں رنگ ہو بو نہ ہو۔۔"

یعنی مردوں میں خوشبو مقصود ہے اس کا رنگ نمایاں نہ ہونا چاہئے کہ بدن یا کپڑے رنگین ہو جائیں اور عورتیں ہلکی خوشبو استعمال کریں کہ یہاں زینت مقصود ہوتی ہے نیز خوشبو سے بلاوجہ لوگوں کی نگاہیں اُٹھیں گی۔ (بہار شریعت، جلد:۱۶)

ہماری بہت سی ماں بہنیں ایسی ایسی خوشبوئیں استعمال کر کے بازاروں اور سڑکوں سے گزرتی ہیں کہ عیاش مردان کو نظر بد سے دیکھنے لگتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عورت خود لوگوں کو اپنی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دے رہی ہے۔ رب قدیر ہماری ماں بہنوں کو عقل سلیم عطا فرمائے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی قدر و منزلت پہچانیں۔

رہا زیورات کے بارے میں آپ کا سوال؟ تو بہن سنو! اس سلسلے میں عورتوں کو سونے اور چاندی کے زیورات کی اجازت دی گئی ہے اور مردوں کو صرف چاندی اور وہ بھی فقط ایک نگینہ کی جو ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں پر حرام۔"

رہا سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھات کے زیورات، تو اس بارے میں مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں حکم ہے۔ یعنی دونوں کے لئے ناجائز ہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ "فتاوٰی رضویہ" میں مستند کتب فقہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ: فتاویٰ شامیہ میں "جوہرہ" سے ہے کہ مردوں اور عورتوں کے لئے لوہے، پیتل، تانبے، اور سیسے کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے اور اس میں غایۃ البیان سے منقول ہے کہ "سونے، اور پیتل کی انگوٹھی حرام ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۱۰ ص ۱۵)

ہاں اگر لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کا (عورت کے لئے سونے کا) خول چڑھا دیا کہ لوہا بالکل دکھائی نہ دے تو اس انگوٹھی کی ممانعت نہیں۔ یعنی پہن سکتے ہیں۔

(فتاویٰ فیض الرسول جلد ۲)

اور کانچ کی چوڑیاں پہننے میں حرج نہیں، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "(کانچ کی چوڑیاں) جائز ہیں: **لعدم المنع الشرعی** (یعنی کسی شرعی رکاوٹ کے نہ ہونے کی وجہ سے) بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے مستحب"۔ (فتاویٰ رضویہ شریف)

ہاں کسی بھی قسم کی چوڑیاں عورتیں منہار (یعنی چوڑیاں بیچنے اور بنانے والے) کو بلا کر پردہ سے ہاتھ نکال کر پہنتی ہوں۔ ناجائز بلکہ حرام، حرام، حرام ہے۔ ہاتھ دکھانا، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا، سب حرام ہیں بلکہ جو مرد اسے اپنی عورتوں کے ساتھ روا اور جائز رکھے وہ دیّوث (یعنی بے غیرت) ہے۔

اسی طرح بہت سی عورتیں اپنے لباس (کپڑے) سلوانے کے لئے ان درزیوں کے پاس جاتی ہیں جو مرد ہوتے ہیں مگر لیڈیز ٹیلر ہوتے ہیں اور پھر ان سے کپڑے کا ناپ دلواتی ہیں اور وہ بے حیا ان بے شرم عورتوں کے جسم کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ جو کبھی کبھی بہت بڑے فتنے کا سبب بن جاتا ہے اگر انہیں اپنے کپڑے بنوانے ہی ہیں، تو یا تو کسی عورت کے پاس جا کر ناپ بنوائے، اور اگر کوئی عورت ٹیلر نہ ملے، تو اپنے پرانے کپڑے درزی کے پاس بھجوا دیں تاکہ اس کے برابر اور اس کے مطابق وہ کپڑے سِل دے۔

بہن! آجکل ہمارے معاشرے میں بہت سی عورتیں جادو ٹونا، جنتر منتر اور

جھاڑ پھونک کرتی پھرتی ہیں اور شوہر کو ماں سے باپ سے اور دیگر ساس کے گھر والوں سے جدا کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ذرا تفصیل سے بیان کیجئے تا کہ ایسی عورتیں ان احکام سے کچھ درس عبرت حاصل کر سکیں۔

اس بیماری اور بُرائی کے بارے میں ان شاء اللہ تفصیل سے بتاؤں گی مگر پہلے جادوٹونے کی مذمّت پر قرآن واحادیث سے چند فرمودات خدا ورسول جلّ جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم۔سنو!

یہ حقیقت ہے کہ جادوٹونا اور جھاڑ پھونک زمانۂ جاہلیت سے عرب وغیرہ میں رائج تھے اور وہ ایک دوسرے کے نقصان پہنچانے کی غرض سے اس طرح کے غلط کام کیا کرتے تھے اور شرک پر مشتمل الفاظ استعمال کر کے ان کے ذریعے اپنے برے مقاصد کو پورا کرتے اِسلام نے ایسے جادو اور شرکیہ منتر سے قطعی طور سے ممانعت فرمادی بلکہ اس کی سخت مذمت کی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین آدمی جنت میں داخل نہ ہونگے (۱) ہمیشہ شراب پینے والا (۲) رشتہ توڑنے والا (۳) جادو کی تصدیق کرنے والا۔

معلوم ہوا کہ جادوگر کی ہی مذمت، برائی اور حرمت نہیں بیان کی گئی بلکہ جادوگر کی تصدیق کرنے والے کو بھی تاکید کی گئی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:''جو شخص جوتشی یا جادوگر یا کاہن کے پاس سوالات کرے اور اس کی باتوں کو سچ مانے، اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ ہدایات سے کفر کیا''۔

اور بہن یہ بیماری اور برائی مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں ہی زیادہ پائی

جاتی ہے۔اس لئے قرآن کریم میں اس کو عورتوں کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا۔

وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۔

یعنی ''ان کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں) جو پھونکے مارتی ہیں گرہوں میں''۔

(سورۂ فلق، آیت: ۴)

لہٰذا ہمیں ان ارشادات کو پڑھ کر جادو جیسی خطرناک برائی سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیئے، رہا جنتر منتر اور جھاڑ پھونک؟ تو اس سلسلے میں بھی ہمیں شریعت نے واضح طور پر بتا دیا کہ ایسا جھاڑ پھونک جس میں شرکیہ الفاظ اور دیگر ناجائز افعال اور باتیں ہوں ان سے بچنا ضروری ہے۔مگر ایسے جھاڑ پھونک جس میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ میں سے کوئی اسم مبارک، کوئی آیت قرآنی یا سرورِدو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک سے نکلا ہوا کوئی جملہ یا جس نقش میں یا دم میں شرکیہ بات نہ ہو اس کا کرنا جائز ہے۔حضور خود بھی اپنے آپ کو دم فرمایا کرتے اور صحابۂ کرام پر بھی دم کرتے اور حسنینِ کریمین (امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما) کو حضور دم فرمایا کرتے۔جیسا کہ ''صحیح مسلم شریف'' میں بھی ہے کہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم زمانۂ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے۔اب اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ حضور نے فرمایا جو پڑھ کر تم دم کیا کرتے تھے، وہ مجھے سناؤ جھاڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔جب تک اس میں شرک نہ ہو''۔

بہن! ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہر چیز اسی وقت نفع پہنچاتی ہے جب اِذنِ الٰہی ہو، حکمِ ربی ہو، اس کے علاوہ کوئی چیز بھی اثر نہیں کرتی اگر جڑی بوٹیاں، گولیاں، شربت، معجونیں اور ٹیکے اذنِ الٰہی سے صحت و عافیت کا سبب بن جاتے ہیں تو اللہ کے اسمائے حسنیٰ آیات قرآنی اور فرمودات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اِذنِ الٰہی سے کیوں

مؤثر (اثر کرنے والے) نہیں ہو سکتے؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اور میرے آقا نے تو اِس سلسلے میں فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ ضرور پہنچائے۔ (مسلم شریف)

مگر بہن یاد رکھنا جس طرح غلط اور شرکیہ جھاڑ پھونک اور تعویذ ڈورے کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح عورت کے لیے یہ بھی ناجائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کو اپنی ساس خسر اور اپنی ساس کے دیگر گھر والوں سے بالکل دور کر دینے والے تعویذ وغیرہ کرائے۔ کیا اسے معلوم نہیں؟ کہ شوہر جس طرح اپنی بیوی کے حقوق ادا کرے گا۔ اسی طرح اسے اپنے والدین بہن بھائی وغیرہ کے بھی تو حقوق ادا کرنے ہیں۔ اب اگر عورت اس طرح کے تعویذ گنڈے کروا کے شوہر کو اس کے رشتہ داروں سے کاٹ دے تو پھر وہ حقوق العباد کی ادائیگی نہیں کر پائے گا، تو ضرور عورت ان حقوق کی پامالی کے گناہ میں شامل ہوگی۔

لہٰذا ہماری ماں بہنوں کو اس طرح کے گندے خیالات اپنے دل و دماغ سے نکال دینے چاہئے کہ شوہر صرف ہمارا ہی مطیع و فرماں بردار رہے اور کسی کی کچھ بات نہ سنے یا نہ مانے۔ بلکہ عورت کو بھی چاہئے کہ اگر شوہر حقوق العباد سے ناواقف ہے تو اسے اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اس کے دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کے بارے میں بھی آگاہ کرے۔ تاکہ اسے امر بالمعروف و نہی عن المنکر (بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا) کی فضیلتیں حاصل ہوں اور اس کا خانۂ معیشت عمدہ طریقہ سے آباد ہو جائے۔ واللّٰہ ھو الموفق و المعین

■

اچھا بہن یہ بتائیے کہ آج کل بہت سی عورتیں باباؤں کے پاس جاتی ہیں اور ان کی مکاریوں کو دیکھ کر ان سے طرح طرح کی باتیں دریافت کرتی ہیں وہ

حاضرات بٹھاتے ہیں اور یہ عورتیں جو کچھ پوچھتی ہیں، وہ ان کے بارے میں کچھ بتاتے ہیں۔ کیا انہیں غیب کا علم ہوتا ہے؟ کیا ان کے اندر کوئی بزرگ مثلاً غوث اعظم، خواجہ غریب نواز، میراں داتار، مخدوم سمناں رضی اللّٰہ عنہم اجمعین آتے ہیں؟

یہ سب غلط اور بے بنیاد باتیں ہیں۔ بھلا جن بزرگوں نے زندگی بھر پردے وغیرہ کا حکم دیا ہو۔ غیر شرعی باتوں سے خود بھی بچے ہوں اور دوسروں کو بھی بچنے کی تلقین کی ہو۔ وہ اب بعد وصال بے پردہ عورتوں کے جسم میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں؟ یہ سب جنّات کی کہانیاں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے۔ جن کو پروردگار عالم جل جلالہٗ نے آگ سے پیدا فرمایا جیسا کہ پاک پروردگار عالم جل و علا نے قرآن شریف کے اندر فرمایا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالفَخَّارِ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ترجمہ:۔ ''انسان کو ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا'' (سورہ رحمان، آیت، ۱۴۔۱۵)

''تفسیر مظہری'' میں ہے:

''جن اجسام ہیں م ان میں ارواح ہوتی ہیں۔ جس طرح حیوان، یہ انسان کی طرح عقلمند ہوتے ہیں۔ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں اسی لئے انہیں جن کہا جاتا ہے ان کی تخلیق (پیدائش) آگ سے کی گئی ہے۔ آدم کی مٹی سے (علیہ الصلاۃ و السلام) ان میں نر بھی ہیں اور مادہ بھی۔ ان کی اولاد بھی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن فرشتے نر مادہ نہیں ہوتے۔ آیاتِ قرآنی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جنات کی پیدائش انسان سے بہت پہلے ہوئی تھی۔ شیطان جنّوں کا ہی ایک فرد تھا جو آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت موجود تھا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے باعث راندۂ درگاہ بن گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہاں بہن ! وہ لوگ جو بابا بنے ہوتے ہیں، ان کے پاس جنات آتے ہیں۔ جو اس آدمی کی آواز میں بات چیت کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اختیار دیا گیا ہے کہ جو چاہے شکل بن جائیں اور کبھی وہ حضرات بزرگ اور پیر صاحب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو کوئی ایک ورد و وظیفہ کے مشورے بھی دیتے ہیں۔

جس طرح بعض انسانوں کو بھیڑ جمع کرنے میں لطف آتا ہے اسی طرح بعض جنّات کو بھی مجمع کرنے میں مزا آتا ہے اور وہ نیکی کے کام بتا کر لوگوں کی بھیڑ جماتے ہیں تفسیر فتح العزیز میں ہے ''بعض جنّات اپنے آپ کو کسی بزرگ کے نام سے مشہور کر کے اپنی تعظیم و تکریم کرواتے اور اپنے پوشیدہ مکر و فریب سے لوگوں کی خرابی کے درپے رہتے ہیں۔

بعض مقامات پر بزرگ کی حاضری کا دعویٰ نہیں ہوتا بلکہ حاضرات میں براہ راست جن ہی کلام کرتا ہے لوگ ان سے سوالات پوچھتے ہیں اور جنّات جوابات دیتے ہیں۔ (جنات کی حکایات ص:۱۷)

اب بہن ! ذرا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللّٰہ علیہ (جو اہلِ سُنّت کو منہیات و منکرات سے بچانے میں زندگی بھر کوشش کرتے رہے اور صحیح راستے پر چلنے کی دعوت دیتے رہے) وہ حاضرات کے متعلق کیا فرماتے ہیں سنیئے :

> ''حاضرات کر کے مؤکّلان جن سے پوچھتے ہیں کہ فلاں مقدمہ میں کیا ہوگا فلاں کام کا انجام کیا ہوگا ؟ یہ حرام ہے''

مزید فرماتے ہیں :

> ''تو اب جنّ غیب سے نرے جاہل ہیں ان سے آئندہ کی بات پوچھنی عقلاً حماقت اور شرعاً حرام اور ان کی غیب دانی کا اعتقاد ہو تو کفر ہے''۔

(فتاویٰ افریقہ)

اور یہ بات آپ جانتی ہیں کہ علمِ غیبِ ذاتی صرف اللہ عزَّ وَ جلَّ کو ہے اور اسکی عطا سے علم غیب عطائی اس کے محبوب صلی اللہ علیہ و سلم اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ و السلام کو حاصل ہوتا ہے پھر ان کے توسط سے اولیائے کرام اور صالحین عظام کو حاصل ہوتا ہے۔

اس لئے بہن یہ بات یاد رکھنا کہ اس عقیدے کے ساتھ بابا کے پاس جانا کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں اور ہمیں ہمارا مسئلہ حل کر کے دیں گے، یہ غلط ہے اور آج کل تو ان باباؤں اور ڈھونگی عاملوں نے معاشرے اور ماحول میں نا اتفاقی اور پھوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے ایک دوسرے کو لڑانا بھڑانا کسی کو کسی کا دشمن بنا دینا یہ سب اپنی جیب بھرنے کے لئے کر رہے ہیں مثلاً اگر کسی عورت کو کچھ نقصان یا آسیب وغیرہ کی شکایت ہو گئی تو فوراً بابا کے پاس جاتی ہے اور پھر اپنا کیس اس کے سامنے رکھتی ہے (اب یہاں پردہ وغیرہ کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔ پھر اسکے بعد بابا صاحب آنکھ وغیرہ بند کرتے ہیں اور دیگر فریب کاریاں کرتے ہیں۔ بعد میں وہ اس طرح جواب دیتے ہیں کہ ہاں آپ پر جادو یا آسیب کا اثر ہے اور یہ جادو اور آسیب کرنے والا وہ آدمی ہے یا عورت ہے جس کے نام کا پہلا حرف ''م'' ہے۔ اب وہ مریض پریشان ہو جاتا ہے اور گھر میں یا رشتہ دار میں جو بھی ''م'' سے شروع ہونے والا نام والا ہے، اس کے بارے میں شک و شبہ کرنے لگ جاتا ہے بھلے ہی وہ بیچارہ زندگی بھر اس کا مشفق و مہربان رہا ہو، اب وہ اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ اللہ رحم فرمائے ہمارے حال پر۔ کیا اس مریضہ کو یہ نہیں سوجھی کہ ہو سکتا ہے کہ میں کسی وقت ناپاکی کی حالت میں گھر سے باہر نکلی ہوں گی اور شاید کسی گندی جگہ جہاں شیاطین اکٹھا ہو جاتے ہیں وہاں سے گزر ہوا ہو تو ان کا اثر مجھ پر ہو گیا ہو گا یا میں نے غسل وغیرہ پوری طرح نہ کیا ہو گا جس سے نجاست کا اثر باقی رہ گیا ہو گا اور میں کسی ناپاک جگہ پر چلی گئی ہوں گی۔ اگر یہ سوچ

کر وہ اپنا محاسبہ کرتی پھر مناسب طریقے کے مطابق کوئی علاج کرواتی تو یہ نوبت نہ آتی۔ کیونکہ نیل پالش اور ناخن پالش وغیرہ سے غسل صحیح ہوتا ہی نہیں اور جنابت کا اثر باقی رہتا ہے لیکن کیا کریں۔ ع

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس لئے ہماری ماں بہنوں کو چاہیے کہ اگر خدانخواستہ ایسا معاملہ پیش آجائے تو اس کی پہلے کوئی اپنی خامی وغیرہ کے مطابق تحقیق کرنی چاہئے۔ پھر اگر ڈاکٹری علاج ہے تو ٹھیک۔ ورنہ کسی نیک اور باعمل عالمِ ربّانی اور عامل شریعت وطریقت پیر صاحب سے کوئی تعویذ یا ورد وغیرہ حاصل کرنا چاہئے اِن شاءَ اللّٰہ اس کے نتائج بہت عمدہ نظر آئیں گے۔

بہن! اب ذرا ہماری ماں بہنوں کے لئے وہ حقوق شوہر بیان فرمائیے نا، جس کی ادائیگی عورت پر لازم ہے اور ذرا ان کی تفصیل بھی بیان کیجئے۔ کیونکہ آج بہت سی عورتیں ان حقوق کی ادائیگی نہ کر کے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتی ہیں؟

اسلام ہر مسلمان کو کامیابی اور کامرانی کی زندگی گزارنے کے لئے مسلمہ اصول اور قوانین پیش کرتا ہے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر یقینا کامیابی اور کامرانی حاصل ہو سکتی ہے۔ شریعت اسلامی میں ہر مسلمان کے لئے دو قسم کے حقوق کی ادائیگی لازم کی گئی ہے (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔

چنانچہ حقوق اللہ کے اندر مندرجہ ذیل حقوق داخل ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت (ایک ہونے) کا اقرار کرنا

(۲) اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانا

(۳) قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ماننا

(۴) سرکارِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی ماننا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا

(۵) اسلام کو اللہ تعالیٰ کا دین برحق ماننا

(۶) اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام پر عمل کرنا

(۷) اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنا

(۸) اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑھ کر اپنا مہربان اور مالک جاننا

(۹) اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک جاننا

(۱۰) ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا۔ (حقوق العباد)

ان کے علاوہ نواہی یعنی جن چیزوں سے بچنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان سے دور رہنا بھی ضروری ہے۔

حقوق العباد میں والدین کے حقوق، شوہر کے حقوق، بیوی کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، اساتذہ کے حقوق، شاگردوں کے حقوق وغیرہ شامل ہیں۔

مگر نکاح ہونے کے بعد مرد عورت دونوں کے درمیان محبت و الفت پیدا کرنے کے لئے نیز دونوں کی زندگی خوشگوار بنانے کے لئے اسلام نے شوہر اور بیوی دونوں پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق متعین فرمائے ہیں۔ جن کی ادائیگی سے یہ رشتہ بڑا مضبوط اور محبت سے پر ہوسکتا ہے اور پوری ادائیگی یقیناً اسے مستحکم اور مضبوط بنا دے گی۔

آج اکثر گھروں میں مرد وعورت کے درمیان جو نااتفاقی کی شکایتیں ملتی ہیں

اور مرد و عورت کے خاندان والوں میں نفرت کی فضا قائم ہو جاتی ہے یا پھر طلاق کی نوبت آ جاتی ہے۔اسکی ایک بہت بڑی وجہ حقوق زن وشوہر کی پامالی بھی ہے۔
مرد عورت کو پوری طرح قید کر کے اپنی زندگی اچھی بنانے کی کوشش کرتا ہے اور عورت شوہر کو اپنا غلام بنانے میں فکر مند رہتی ہے مگر دونوں کی سوچ وفکر غلط اور نا مناسب ہے کیونکہ جب دونوں طرف کے خیالات ایسے ہونگے تو پھر ازدواجی زندگی کی گاڑی چلنا بڑی مشکل ہے اور یہ لڑائی جھگڑے کے اسباب ہونگے۔اس لئے ہر عورت کو اپنے حقوق شوہر کی پوری پابندی کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ان شاءاللہ اس کا نتیجہ عمدہ اور خوب تر نکلے گا۔

اب سنئے عورت پر شوہر کا پہلا حق یہ ہے کہ ہر حال میں یعنی جائز اور مباح کام میں شوہر کی فرماں بردار رہے اور اس کی رضا وخوشنودی کا لحاظ رکھے۔اس لیے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے لئے شوہر کے حقوق کی بہت تاکید فرمائی ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:
''اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اور اگر شوہر بیوی کو یہ حکم دے کہ فلاں پتھر پیلے پہاڑ سے کالے پہاڑ پر لے جاؤ اور پھر کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ پر لے جاؤ تو عورت کو یہ کام بھی کرنا چاہیئے (مشکوٰۃ شریف ج:۲،ص:۲۳۸)

بلکہ یہاں تک فرمایا گیا کہ شوہر کے حقوق کی ادائیگی کر کے ہی رب کے حقوق کی ادائیگی صحیح ہوگی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر خدا کے لئے سجدہ کر، تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے قسم ہے اسکی جس کے قبضۂ قدرت میں میری

جان ہے عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک شوہر کے کل حق ادا نہ کرے۔''

ان کلمات طیبات اور ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے شوہر کی اطاعت وفرماں برداری کرے اور کسی وقت اس کی نافرمانی نہ کرے اگرچہ شوہر کسی بڑے کام کا حکم دے۔

اور اسی پر بس نہیں بلکہ ایک حدیث پاک میں یہاں تک شوہر کی اطاعت کی تاکید بیان کی گئی کہ ''قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر قدم سے سر تک شوہر کے تمام جسم میں زخم ہوں، جن سے پیپ اور کچ لہو بہتا ہو، پھر عورت اسے چاٹے تو حق شوہر ادا نہ کیا۔''

اب اگر عورت شوہر کو ناراض کرے اور اسکی فرماں برداری نہ کرے۔ اسے کسی طرح کی تکلیف دے، تو اس کے بارے میں بہت وعیدیں سنائی گئیں۔ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ترجمہ:۔ ''جس عورت کو شوہر اپنے بستر پہ بلائے اور وہ نہ جائے یہاں تک کہ شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گزار دے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے ہیں۔''

(بحوالہ منہاج الصالحین، حقوق العباد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب عورت اپنے شوہر کو ایذاء دیتی ہے تو حور عین کہتی ہے خدا تجھے قتل کرے، اسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے۔ عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔'' (امام احمد، ترمذی شریف)

ان ارشاداتِ گرامی سے ان ماں بہنوں کو درس حاصل کرنا چاہئے جو بلا وجہ اپنے شوہروں کے سامنے زبان درازی کرتی ہیں اور اپنی چرب زبانی سے انہیں

تکلیفیں دیتی رہتی ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس سلسلے میں وہ اپنا دُنیوی اوراخروی کتنا نقصان کررہی ہیں۔۔۔۔۔اور یہ زبان درازی توکبھی کبھی صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ شوہران عورتوں کی خواہش کی تکمیل نہیں کرتے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ جائز چیزیں مانگ رہی ہیں،توشوہرضرورانہیں اپنی استطاعت کے مطابق لاکر دے۔مگراب بھی ان عورتوں کوزبان کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ہوسکتا ہے کہ شوہرکو وہ چیز لانے میں دشواری ہو یا مالی حالت خراب ہو۔اوراگرعورت غلط خواہش کرتی ہے مثلاً یہ کہ میں فیشنی کپڑے چاہتی ہوں لاکردو یا مزارات اولیاء پر جانا چاہتی ہوں جانے دووغیرہ تو اس سلسلے میں عورت کوشوہرتو ڈانٹ سکتا ہے۔مگرعورت کولمبی زبان نکالنے کی ضرورت اوراجازت نہیں۔

اور بیوی کے لئے حدیث پاک میں یہ حکم دیا گیا کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیرکہیں نہ نکلے اورنہ نفل نماز یا روزہ رکھے،جیسا کہ ابوداؤدشریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''شوہرکا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کواس سے نہ روکے اورسوا فرض کے کسی دن بغیراسکی اجازت کے روزہ نہ رکھے اگرایسا کیا یعنی بغیراجازت روزہ رکھ لیا،تو گنہگارہوئی اور بغیراجازت اس کا کوئی عمل مقبول نہیں۔اگرعورت نے کرلیا تو شوہرپرثواب ہےاورعورت پرگناہ۔اوربغیراجازت گھرسے نہ جائے۔اگرایسا کیا تو جب تک توبہ نہ کرے اللہ اورفرشتے اس پرلعنت کرتے ہیں،عرض کی گئی:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔اگرچہ شوہرظالم ہو؟فرمایا۔اگرچہ ظالم ہو''

ہاں،بہن!بیوی کواس کا شوہراگرنفلی عبادتوں کی اجازت دےدےتوپھرکوئی حرج نہیں بلکہ ثواب حاصل ہوگا۔

بہن فاطمہ! ہماری بہت سی ماں بہنیں جو نماز روزہ کی پابندی نہیں کرتی ہیں اگر شوہر انھیں نماز وغیرہ کا حکم دیتا ہے تو وہ زبان لمبی کرتی ہوئی اپنے شوہر کو برا بھلا کہہ دیتی ہیں ان عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بہن سلمہ! آج ہماری بہت سی ماں اور بہنیں جو اس طرح اپنے شوہروں کی باتوں کا چلا چلا کر جواب دیتی ہیں، ان کے بارے میں پہلے یہ حدیث پاک سماعت کر لو۔

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عید قرباں یا عید الفطر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم عید گاہ کو تشریف لے گئے راستے میں عورتوں کے ایک گروہ سے گزرتے ہوئے ان سے فرمایا۔ اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ اور خیرات کرو، کیوں کہ مجھ کو دکھلایا گیا ہے کہ تم میں سے اکثر دوزخی ہیں۔

عورتوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اس کا سبب؟ آپ نے فرمایا: تم لعن (طعن) بہت کرتی ہو۔ شوہر کی ناشکری کرتی ہو اور تم میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے ہوشیار مرد کو بے وقوف نہ بنا دیتی ہو اور اس کی عقل ضائع نہ کر دیتی ہو۔ عورتوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمارے دین اور عقل میں کیا نقصان ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا ایک عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں آدھی نہیں ہے؟ عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ٹھیک ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ تو تمہاری عقل کا نقصان ہے اور جب تم حیض کی حالت میں ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہو اور نہ روزہ رکھ سکتی ہو۔ عورتوں نے عرض کی یہ بھی درست ہے۔

آپ نے فرمایا یہ تمہارے دین کا نقصان ہے۔ (بخاری شریف)

تو اس حدیث پاک سے ان عورتوں کو درس حاصل کرنا چاہئے جو بات بات پر شوہر کا پانی اتار دیتی ہیں۔ حالانکہ شوہر بیچارہ اس کی زندگی کامیاب بنانے اور اس کو کامیابی حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ ایسی عورتوں کے بارے میں یوں تو کئی احادیث کریمہ میں وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں مگر اختصار اور وقت کم ہونے کی بناء پر ایک حدیث پر اکتفا کرتی ہوں۔ ہاں بہن۔ یہ بھی سُن لو! کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اسکی جائز خواہشوں کو حتی المقدور پورا کرے۔ مگر عورت اگر بے شرم اور بد چلن بے حیا اور خلاف شرع کاموں کی مرتکب ہو، تو بعض صورتوں میں شوہر بیوی کو مار بھی سکتا ہے۔ مگر مارنے سے مراد وہی ایک دو بار ہلکی مار مار سکتا ہے نہ کہ خوب جم کر پٹائی کرے۔ تو سنو! ان امور پر شوہر اپنی بیوی پر سختی کرے۔

(١) عورت اگر باوجود قدرت بناؤ سنگار نہ کرے یعنی جو زینت شرعاً جائز ہے اس کے نہ کرنے پر مار سکتا ہے۔

(٢) غسل جنابت (ناپاکی کا غسل) نہیں کرتی۔

(٣) بغیر اجازت گھر سے چلی گئی، جس موقع پر اجازت کی ضرورت تھی۔

(٤) اپنے پاس بلایا اور نہیں آئی جب کہ حیض ونفاس سے پاک تھی اور فرض روزہ بھی رکھے ہوئے نہ تھی۔

(٥) چھوٹے ناسمجھ بچّہ کے مارنے پر۔

(٦) شوہر کو گالی دی گدھا وغیرہ کہا یا اسکے کپڑے پھاڑ دیئے۔

(٧) غیر محرم کے سامنے چہرہ کھول دیا۔

(٨) اجنبی شخص سے کلام کیا۔

(٩) شوہر سے بات کی یا جھگڑا کیا اس غرض سے کہ اجنبی شخص اس کی آواز سُنے۔

(١٠) شوہر کی کوئی چیز بغیر اجازت کسی کو دے دی اور وہ ایسی چیز تھی کہ عادةً بغیر

اجازت عورتیں ایسی چیز نہ دیا کرتی ہوں اور اگر ایسی چیز دی جس کے دینے پر عادت جاری ہے تو نہیں مار سکتا۔

(۱۱) عورت اگر نماز نہیں پڑھتی ہے تو اکثر فقہاء کے نزدیک شوہر کو مارنے کا اختیار ہے۔ (دُرِّ مختار و ردُّ المحتار۔ بہار شریعت ج ۹ ص ۱۱۹)

بہن فاطمہ! میں نے سنا ہے کہ کچھ الفاظ اور جملے ایسے ہیں کہ جن کے بولنے سے عورت اسلام سے نکل جاتی ہے اور اسکا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

آج آپ نے واقعی بہت اہم سوال کیا ہے، یقیناً دُنیا اور مال کی محبت نے آج مسلمانوں کو دین کی تعلیم سے اس قدر دور کر دیا ہے کہ مسلمان مرد اور عورتیں مغربی اور گندی تعلیم اور تہذیب میں زندگی گزارتے ہوئے کبھی کبھی شریعت مطہرہ کی باتوں پر ایسے ایسے جملے استعمال کر جاتے ہیں کہ جن سے کافر ہو جاتے ہیں اور ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر انہیں خبر نہیں ہوتی۔ اس لیے چند باتیں میں آپ کو بتاتی ہوں (نقل کفر کفر نہ باشد) تاکہ تم ایسی باتیں زبان پر لانے سے بچتی رہو اور دوسری ماں بہنوں کو بھی بچانے کی کوشش کرو۔ بہار شریعت حصّہ :۹ میں حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کلمات کو نقل فرمایا ہے۔

(۱) بسم اللہ شریف شراب پیتے وقت یا جوا کھیلتے وقت یا زنا کرتے وقت پڑھنا کفر ہے۔

(۲) جو کوئی مرد اور عورت یہ کہے کہ میں شریعت کو نہیں مانتا یا مانتی تو ایسا کہنے والے کافر ہو جائیں گے۔

(۳) کسی عورت کو شوہر نے حرام کام سے منع کیا، فوٹو فلم یا بے پردگی سے روکا۔ تو

اس پر بیوی نے کہا کہ دوسری عورتیں بھی تو ایسا کرتی ہیں آگ لگی کیا شریعت صرف میرے لئے ہی رہ گئی ہے یا یہ کہہ دے کہ ہم شریعت پر عمل نہیں کریں گے ہم تو برادری کی رسموں کی پابندی کریں گے تو ایسا کہنے سے کافر ہو جائے گی۔

(۴) یہ کہا خدا مجھے اس کام کے لئے حکم دیتا تب بھی نہ کرتی تو کافر ہو جائے گی۔

(۵) کسی مرد یا عورت کو نماز پڑھنے کو کہا اس نے جواب دیا کہ نماز پڑھتی تو ہوں مگر اس کا نتیجہ نہیں یا کہا بہت پڑھی کیا فائدہ ہوا؟ یا کہا نماز پڑھ کر کیا کریں؟ کس کے لئے پڑھوں؟ ماں باپ تو مر گئے۔ یا بہت پڑھ لی اب دل گھبرا گیا۔ یا کہا پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہے۔ غرض اس قسم کے کلمات کہنا جن سے فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو۔ یا نماز کی تحقیر (ہلکا جاننا) ہوتی ہو یہ سب کفر ہے۔

(۶) اولاد وغیرہ کے مرنے پر رنج اور غصّہ میں اس قسم کی بولیاں بولنے لگے کہ خدا کو بس میرا بیٹا ہی مارنے کے لئے ملا تھا یا دنیا بھر میں مارنے کے لئے میرے بیٹے کے سوا خدا کو دوسرا کوئی ملتا نہیں تھا یا خدا کو ایسا ظلم نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اللہ نے بہت برا کیا کہ میرے اکلوتے بیٹے کو مار کر میرا گھر بے چراغ کر دیا۔ اس قسم کی بولیاں بول دینے سے مرد اور عورت کافر ہو جاتے ہیں۔ اسلئے بہن! ہمیں اس طرح کی غلط اور کفری باتیں بولنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اپنی زبان کو قابو میں رکھنا چاہئے۔

اچھا بہن! اب چلتے چلتے ذرا ان بہنوں کی رہنمائی فرمایئے جو کسی عذر سے یا بغیر کسی عذر کے نمازیں قضا کر چکی ہیں۔ وہ قضائے عمری کس طرح ادا کریں؟

آج آپ نے بہت اہم اور ضروری بات دریافت کی ہے، میں ان شاء اللہ اس کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کروں گی۔ مگر پہلے یہ بھی سنتی چلیں کہ جس طرح قرآن واحادیث میں نماز کی فضیلتیں اور نماز پڑھنے والوں کے لئے ثمرات وبرکات کی بشارت سنائی گئی ہے۔ اسی طرح نماز نہ پڑھنے پر طرح طرح کے عذابات اور وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ چنانچہ ہمارے سرکار پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

''جس نے قصداً نماز چھوڑی اس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے۔''

ایک اور حدیث میں سرکار پیارے مصطفی مدنی داتا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس دین میں نماز نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں''۔ (بخاری شریف)

آج ہماری ماں بہنیں ذرا ذراسی بات پر نماز ترک کر دیتی ہیں یا پھر یہ کہتی ہیں کہ تھوڑی دیر بعد نماز ادا کر لی جائے گی پہلے یہ کام کرلیا جائے۔ کبھی کبھی یہاں تک بول دیتی ہیں کہ پہلے پورے دن کا کام کرلیا جائے بعد میں ساری نمازیں ایک ساتھ پڑھ لی جائیں گی۔ الغرض کئی ایک بہانے نماز نہ پڑھنے کے سلسلے میں بناتی ہیں۔

لیکن بہن سلمہ! اگر انہوں نے نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آکر نمازیں قضا کردی ہیں، تو پھر وہ انکی قضا کیوں نہیں پڑھتیں؟ حالانکہ انہیں سوچنا چاہئے کہ یہ دنیا چندروزہ اور فانی ہے اگر نمازیں پڑھے بغیر وہ دنیا سے چلی گئیں تو ایک طرح کا بوجھ لیکر جائیں گی۔ نیز انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اگر وہ سچے دل سے توبہ کرلیں، پھر قضائے عمری ادا کرلیں، تو ان کے لئے فائدے ہی فائدے ہیں۔

ہاں! بہت سی عورتیں قضا نمازوں کو ادا کرنے سے اس لئے غفلت برتتی ہیں کہ معلوم نہیں کہ ہماری زندگی بھر میں آج تک کتنی نمازیں قضا ہوئیں، ان کی تعداد معلوم

نہیں ہے۔ حالانکہ بہت سی عورتیں نفل نمازیں پڑھ لیتی ہیں مگر قضا نہیں پڑھتیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس طرح بھوک کی کمزوری۔ جسم پر تیل کی مالش اور ورزش سے نہیں مٹتی۔ یا خیرات کرنے سے کسی کا قرض ادا نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح نفلی عبادات سے قضا فرض ادا نہیں ہوتے۔ کہ فرائض اور واجبات کو تو ادا کرنا ہی ہے۔

اب آیئے میں آپ کو قضا نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ اور آسان صورتیں بتادوں تاکہ آپ اور ہماری دوسری ماں بہنیں اس طرح جلد اپنی نمازیں ادا کرسکیں۔

سب سے پہلے یہ بات یاد رکھیں کہ آج تک آپ کی بالغ ہونے کے بعد کتنے دنوں یا مہینوں یا سالوں کی نمازیں قضا ہوئیں ہیں آج تک کی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کا میزان اور جوڑ لگالیں اور اندازے سے کچھ زیادہ ہی شمار کریں تاکہ جو زیادہ ہوجائیں وہ نوافل ہوجائیں گے مگر کم نہیں گننا چاہئے۔

میری پیاری بہن! قضا نماز صرف مکروہ اوقات (طلوع آفتاب سے ۲۰ منٹ تک، غروب آفتاب ۲۰ منٹ پہلے سے اور ضحوۂ کبریٰ زوال سے پون گھنٹہ پہلے) کے علاوہ ہر وقت ہمیشہ پڑھی جاسکتی ہیں بلکہ ہماری جو ماں بہنیں فرض نمازوں کے بعد نفل یا فرض سے پہلے جو سنت غیر مؤکدہ پڑھتی ہیں انہیں نوافل اور سننِ غیر مؤکدہ کے بجائے اپنی قضا نمازیں ہی ادا کرنی چاہییں۔

اور بہن شریعتِ مطہرہ نے قضا نمازوں کے ادائیگی کے لئے کئی آسانیاں اور سہولتیں بھی بتائی ہیں۔ اگر ان سہولتوں کے مطابق ہماری ماں بہنیں قضائے عمری ادا کریں گی، تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ بہت جلد قضا نمازیں ادا کرلیں گی، اب وہ سہولتیں اور رعایتیں ملاحظہ کریں۔

(۱) جب قضا نماز ادا کرنا چاہیں تو سورۂ فاتحہ کے بعد چھوٹی سورتیں پڑھیں، اور چار رکعت فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف پوری سورت پڑھنے

کے بجائے صرف تین بار سبحان اللّٰہ کہہ کر رکوع میں چلی جائیں۔

(۲) رکوع اور سجدے میں تین بار تسبیح کے بجائے صرف ایک بار تسبیح پڑھیں۔

(۳) وتر کی نماز کی تیسری رکعت میں الحمدُ لِلّٰہ اور سورت پڑھکر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھے اور دعائے قنوت کے بجائے صرف تین بار رَبِّ اغْفِرْ لِیْ کہہ کر رکوع میں چلی جائے۔

(۴) آخری رکعت کے تشہد کے بعد یعنی التحیات عبدہٗ ورسولہ کے بعد درود ابراہیم اور دعائے ماثورہ کے بجائے اللّٰھم صل علٰی محمد وآلہ وصحبہ اجمعین پڑھ کر سلام پھیر دے۔

اب ذرا یہ بتایئے بہن کہ قضا نمازوں میں نیت کس طرح کریں۔

قضا نمازوں میں ہر نماز کی نیت میں ’’سب سے پہلے جو قضا ہوئی‘‘ کا لفظ بڑھائیں مثلاً نیت کی میں نے دو رکعت نماز فرض فجر کی سب سے پہلی قضا منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ تعالیٰ کے واسطے اسی طرح ہر نماز کی نیت کریں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمان مرد اور عورتوں کو نمازوں کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نمازوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے نیز قضائے عمری جلد سے جلد ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ رِیا کاری اور غرور سے بچائے۔ عبادتوں میں اخلاص اور لِلّٰہیت کی دولت پیدا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوٰت اللّٰہ و سلامہٗ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اجمعین۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کی بے پردگی

بجواب

”کیا نواب صاحب کی بیگم پردہ نہیں کرتی تھیں؟“

(”العروج بالفروج“ کے شرمناک فارمولے کے ذریعے مذہب کی ترویج کی شرمناک داستان)

مؤلف

میثم عباس قادری رضوی

ے

رعایا اپنے حاکم کے نقش پر چلتی ہے۔ قوم اپنے سرداروں سے درس پاتی ہے۔
اہلِ سُنّت کے اکابرین کی حیات کا مطالعہ فرمائیں تو دل عش عش کر اٹھتا ہے، کہ کتاب وسُنّت پر عمل کرنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں، جو اپنا سراپا، لیل ونہار سب کچھ سنتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل درآمد کر کے گزارتے ہیں۔ آج کے وہابیہ دیابنہ کی خرافات و بدعات کو دیکھیں اور اس مضمون کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جس طبقے کے زعما کا حال یہ ہے اس کے پیروکاروں سے اچھی اُمید خام ہے۔
اس مقالہ کا پس منظر یہ ہے کہ ''ہفت روزہ الاعتصام، لاہور'' یکم تا ۷ رفروری ۲۰۱۳ء کے شمارے میں اشرف جاوید نامی غیر مقلد صاحب کا مضمون نظر سے گزرا۔ جس کا عنوان تھا:

''کیا نواب صاحب کی بیگم پردہ نہیں کرتی تھیں؟''

مضمون نگار نے اس مضمون میں یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ان کے مزعومہ'' محدث، مفسر، مجدد، امام'' نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی غیر مقلد کی زوجہ شرعی پردہ کرتی تھیں اپنے مدعا کے ثبوت میں اُنہوں نے ایک واقعہ نواب صدیق حسن خان صاحب کی (غیر مقلدین کے نزدیک) مستند سوانح عمری ''مآثر صدیقی'' سے پیش کیا ہے۔ جس میں یہ بیان ہے کہ نواب صاحب کی بیگم نے ایک مجلس میں پردہ کیا تھا جو کہ **النادر کالمعدوم** کے قبیل سے تھا۔ لیکن اشرف جاوید غیر مقلد صاحب نے خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے اسی کتاب ''مآثر صدیقی'' سے وہ حقائق پیش نہیں کیے جو زوجۂ نواب صدیق حسن خان کے متعلق اس تاثر کی نہایت شدت سے نفی کرتے ہیں کہ وہ پردے کے مکمل شرعی طریقے پر عمل پیرا تھیں۔

اپنے اصل مدعا کو بیان کرنے سے پہلے قارئین کے لیے "دیوث" کی مذمت اور کچھ تفصیل نقل کر رہا ہوں جو آپ کے لیے اس مضمون کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو گی۔

دیوث کے لیے جنت حرام ہے:

☆حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے کسی شادی شدہ عورت سے زنا کیا تو قبر میں اس اُمت کا نصف عذاب اس مرد اور عورت کو ہوگا (عورت کو تب ہو گا جب وہ راضی ہو) اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزّ و جلّ اس زانی کی نیکیاں اُس عورت کے شوہر کو دے دے گا اور اس کے شوہر کے گناہ اس زانی کے ذمّے ڈال دے گا اور اسے جہنم میں ڈال دے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب شوہر کو زنا کا علم نہ ہوا، اور اگر اس کے شوہر کو خبر ہوئی کہ کسی نے اس کی بیوی سے زنا کیا اور وہ خاموش رہا تو اللہ عزّ و جلّ اس پر جنت کو حرام فرما دے گا اس لیے کہ اللہ عزّ و جلّ نے جنت کے دروازے پر لکھ دیا ہے کہ تُو دیّوث پر حرام ہے

(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَ مُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن بنام نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں صفحہ ۳۵ ترجمہ مؤلّف فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۳۷۳ھ ناشر: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

☆ ثلاثۃ لا یدخلون الجنّۃ: العاق لو الدیہ و الدیّوث و الرجلۃ من النساء

(رواہ النسائی والبزار بسندین جیدین والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما("المستدرک علی الصحیحین"، کتاب الإیمان، ثلاثۃ لا یدخلون الجنّۃ، الحدیث: ۲۲۶،۵۴،ج ۱ ص ۲۵۲)۔

(ترجمہ)"تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کو ستانے والا اور

دیوث اور مردوں کی وضع بنانے والی عورت (نسائی اور بزار نے جید سندوں کے ساتھ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا)''۔

("الحقوق لطرح العقوق" صفحہ ۶۰ مصنّف، امامِ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن)

☆حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اللہ عزّ و جلّ نے جب جنت کو پیدا فرمایا تو اس سے فرمایا: ''کلام کر'' تو وہ بولی: ''جو مجھ میں داخل ہوگا وہ سعادت مند ہے''۔ تو اللہ عزّ و جلّ نے فرمایا: ''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تجھ میں آٹھ قسم کے لوگ داخل نہ ہوں گے: شراب کا عادی، زنا پر اصرار کرنے والا، چغل خور، دیوث، (ظالم) سپاہی، ہیجڑا اور رشتہ داری توڑنے والا اور وہ شخص جو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ فلاں کام ضرور کروں گا پھر وہ کام نہیں، کرتا''۔

(اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آفات اللسان، ج ۹ص ۳۴۵،۳۴۶)

(بَحرُ الدُّمُوعِ ترجمہ بنام ''آنسوؤں کا دریا'' صفحہ ۲۳۰ مؤلّف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفی ۵۹۷ھ، ناشر مکتبۃ المدینہ باب المدینہ، کراچی)

☆حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلَّم کا ارشاد ہے:

''تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے: ''(۱) والدین کا نافرمان (۲) دیوث اور (۳) عورتوں کی شکل اختیار کرنے والے مرد''۔

(المستدرک، کتاب الایمان، باب ثلاثۃ لایدخلون الجنۃ ۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۵۲، ج۱، ص ۲۵۲)

(اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر ترجمہ بنام ''جہنم میں لے جانے والے اعمال'' جلد اوّل صفحہ ۵۷ مُؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اَلْمُتَوَفّٰی ۹۷۴ھ ناشر: مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

☆ امام احمد ونسائی و بزار وحاکم ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے فرمایا:

''تین شخصوں پر اللہ (عزّوجلّ) نے جنت حرام کردی۔ شراب کی مداومت کرنے والا اور والدین کی نافرمانی کرنے والا اور دیوث جو اپنے اہل میں بے حیائی کی بات دیکھے اور منع نہ کرے''۔ (مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، حدیث: ۵۳۷۲ جلد ۲ صفحہ ۳۵۱)

(بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۸۷ ۳ ناشر: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ، کراچی)

جو خاوند اپنی بیوی کی بے پردگی اور بے حیائی سے بے پرواہ رہے تو ایسا شخص دیوث ہے: مولوی عبداللہ روپڑی غیر مقلد

غیر مقلدین کے مزعومہ مجتہد العصر مولوی عبداللہ روپڑی دیوث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کے تعلق والی بے پردگی کرے یا اس کو کوئی دوسرا بُری نظر سے دیکھے اور یہ بے پروا رَہے تو ایسا شخص 'دیوث' کہلاتا ہے، جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا جو پانچ سو برس کے راستہ سے آتی ہے''۔

(لڑکی شادی کیوں کرتی ہے: صفحہ ۳۵، مطبوعہ مکتبہ تنظیم اہل حدیث رام گلی نمبر ۵، چوک دالگراں، لاہور)

احادیثِ کریمہ اور مولوی عبداللہ روپڑی کے مذکورہ بالا اقتباس کو بہ غور پڑھیں اور سطورِ ذیل میں آنے والے زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کے ''کارناموں'' کو ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ کریں کہ نواب صاحب بحکم رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اور اپنے نام نہاد غیر مقلد مجتہد کے فتوے کے مطابق ''دیوث'' اور

''جہنمی'' قرار پاتے ہیں یا نہیں؟

اب اپنے مقالے کے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں

بات کچھ یوں ہے کہ ریاست بھوپال کے نواب صاحب کا جب انتقال ہوا تو ان کی بیوہ اور ریاست بھوپال کے ملازم مولوی صدیق حسن خان کی شادی ہوگئی، اور یوں ''نواب'' ان کے نام کا لاحقہ ہوگیا، شادی کے بعد نواب صدیق حسن خان نے ریاست کے خرچ سے وہابیت کی خوب ترویج واشاعت کی اور اپنی کتب کو شائع کر کے اطرافِ عالم میں پھیلایا۔ آئندہ سطور میں نواب صاحب کی زوجہ کے بارے میں وہ حقائق پیش کیے جارہے ہیں جن پر غیر مقلد مضمون نگار نے غالباً شرم ناک اور ناقابلِ بیان سمجھتے ہوئے پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا نائٹ گرینڈ کمانڈروں سے مصافحہ کرنا (ہاتھ ملانا):

(ا) نواب صدیق حسن بھوپالی کے صاحب زادے سید علی حسن غیر مقلد صاحب زوجہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے ایک محفل میں شرکت کا حال بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب ''مآثر صدیقی'' میں لکھتے ہیں:

''انیس ضرب توپیں رئیسہ عالیہ کی سلامی کی سر ہوئیں۔ سیکریٹری صاحب اپنے ہمراہ رئیسۂ عالیہ کو ہر ایک نائٹ گرینڈ کمانڈر سے تعارف اور مصافحہ کراتے ہوئے میز کے قریب لے گئے''۔

(مآثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 102 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس اقتباس میں بالکل واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ

(ا) زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد وہابی کو 19 رتوپوں کی سلامی ہوئی

(۲) سلامی کے بعد نامحرم سیکریٹری صاحب نے زوجہ نواب صاحب کو ایک غیر محرم کمانڈروں سے تعارف اور مصافحہ کروایا (ہاتھ ملوایا)۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز کو نذر پیش کرنا، اس کے گلے میں ہار پہنانا اور اس سے ہاتھ ملانا:

(۲) ''مآثر صدیقی'' ہی میں ایک انگریز کا زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد سے اظہارِ محبت اور مصافحہ کرنا ملاحظہ کریں:

''مراسمِ نذر اور گفتگوئے رسمی وعُرفی کے بعد رئیسۂ عالیہ نے تاریخ ریاستِ بھُوپال کا ایک نسخہ بہ زبان انگریزی اور ایک نسخہ ''شمع انجمن'' مؤلفہ والا جاہ بہادر کا (جو شعرائے فارسی کا ایک جامع تذکرہ ہے) تحفۃً وائسرائے بہادر کی خدمت میں اپنے ہاتھ سے پیش کیا، اور فرمایا کہ یہ تذکرہ میرے شوہر نواب صاحب بہادر کا لکھا ہوا ہے ۔لارڈ صاحب بہادر ممدوح نے نہایت مسرّت کے ساتھ اُس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور کرسی سے اُٹھ کر نواب والا جاہ بہادر کے پاس تشریف لائے اور اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ ''میں اِس کتاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں''۔ والا جاہ بہادر نے کہا کہ ''میں بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اِس ہدیۂ مُحقّر نے حُسنِ قبول کا صلہ پایا'' ہز اکسیلنسی نے نہایت اشتیاق کے ساتھ دریافت کیا کہ اِس میں سعدی شیرازی کے اشعار بھی ہیں؟ پھر یہ سُن کر کہ اُس میں اُن کا تذکرہ اور منتخب اشعار بھی شامل ہیں نہایت محظوظ ہوئے۔ بعد تواضع عطر و پان کے رئیسۂ عالیہ نے پھولوں کی زرتار حمائل وائسرائے بہادر کے گلے میں پہنائی۔ لارڈ صاحب ممدوح نے (جو ایک نامور شاعر اور زبردست ناولسٹ تھے) فرمایا کہ ''آپ نے مجھ کو سلسلۂ مہر و محبت کا اسیر بنا لیا'' یہ کہہ کر اور مصافحۂ رخصت کر کے گورنمنٹ ہوس کی جانب مراجعت فرمائی''۔

(مآثر صدیقی، حصہ دوم، صفحہ 120 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ میں بیان ہے کہ زوجۂ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد نے

(۱) انگریز لارڈ کو نذر پیش کی۔

(۲) انگریز سے گفتگو کی۔

(۳) اپنے ہاتھ سے انگریز کو کتابیں پیش کیں۔

(۴) انگریز کو پھولوں کی حمائل اپنے ہاتھوں سے پہنائی۔

(۵) انگریز نے نواب صدیق کی موجودگی میں ان کی زوجہ سے اظہارِ محبت کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے مجھے اپنے ''سلسلہ مہر و محبت'' کا اسیر بنالیا ہے

(۶) انگریز نے ملاقات کے اختتام پر زوجۂ نواب صدیق حسن سے مصافحہ کیا (ہاتھ ملایا)۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا وائسرائے ہند سے مصافحہ کرنا:

(۳) سید علی حسن صاحب ابن نواب صدیق حسن خان غیر مقلد صاحب اپنی امی جان کا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''رئیسۂ عالیہ پروگرام کے مطابق ٹھیک چار بجے گورنمنٹ ہوس (ہاؤس از ناقل) کے جانب روانہ ہوئیں۔ نواب والا جاہ بہادر، نواب ولیعہد صاحبہ، نواب نظیر الدولہ احمد علی خان بہادر مرحوم، میاں عالمگیر محمد خان صاحب اور کاتب الحروف ہمرکاب تھے، اِسی دربار کے موقع پر رئیسۂ عالیہ نے میاں عالمگیر محمد خان صاحب، میاں صدر محمد خان صاحب مرحوم، میاں نورالحسن خان صاحب مرحوم اور کاتب الحروف کو تمغۂ طلائی جس پر اسم مبارک نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کا حرف ''شین''، منقوش ہے اپنے دست مبارک سے عطا فرمایا تھا۔ جب سواری ایوانِ

گورنری کے زینہ تک پہنچی تو ہزا کسیلنسی کے فارین سیکریٹری اور ملٹری سیکریٹری صاحبان نے زینۂ پائیں تک استقبال کیا اور گارڈ آف آنر نے سلامی دی اور ۱۹/ انیس فیر (فائر از ناقل) توپ کے سر ہوئے، لبِ فرش تک بذاتِ خاص وائسرائے ہند خود تشریف لائے اور مصافحہ کیا پھر والا جاہ بہادر سے ہاتھ ملایا اور نواب ولیعہد صاحبہ سے گفتگو کرتے رہے''۔ (مآثر صدیقی حصہ دوم صفحہ 141,142 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ

(۱) زوجۂ نواب صدیق حسن خان کو وائسرائے ہند نے گارڈ آف آنر اور انیس توپوں کے فائر سے سلامی دی۔

(۲) اس کے بعد نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد کی موجودگی میں اُن کی زوجہ سے پہلے ہاتھ ملایا اور اُن سے بعد میں۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز لارڈ ڈفرن کے پاس کلکتہ جانا اور وہاں ایک ماہ قیام کے بعد اپنے مطالبات منوا کر واپس آنا:

(۴) نواب سید علی حسن خان صاحب اپنی امی جان کا ایک اور واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''رئیسہ عالیہ نے غرۂ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ ہجری/ ۱۸۸۶ء کو ہزا کسیلنسی لارڈ ڈفرن صاحب بہادر سے ملنے کے لیے سفرِ کلکتہ اختیار کیا، جب رئیسۂ عالیہ ورود فرمائے کلکتہ ہوئیں تو ہزا کسیلنسی کی جانب سے حسبِ معمول سیکریٹری صاحب بہادر اور ایڈی کانگ صاحب بہادر نے استقبال کیا اور تمام وکمال مراسمِ اعزاز ادا کیے گئے۔ رئیسۂ عالیہ نے معاملاتِ ریاست کے متعلق خریطۂ خط پیش کیا اور جو جو تکلیفیں

اعداء کی سعایت اور حُکّامِ بالا دست کے ہاتھوں سے پہنچی تھیں اُن کو بیان کیا اور زن وشوہر کے تعلقات میں جس بناء پر بے جا دست اندازی کی گئی تھی اس کی اصل حقیقت سے ویسرائے کو آگاہ کیا۔ ہزاکسیلنسی بہت ملاطفت کے ساتھ پیش آئے اور والا جاہ کو تاج محل پر رہنے کی اجازت عطا کی اور معاملاتِ ریاست پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔ رئیسۂ عالیہ ایک ماہ قیام فرما کر کلکتہ سے غرۂ رجب ۱۳۰۲ھ ہجری کو مع الخیر بھوپال میں رونق افروز ہوئیں''۔ (مآثر صدیقی حصہ سوم صفحہ 168,169 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

(۱) زوجۂ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد صاحب نے انگریز کو ملنے اور قائل کرنے کے لیے کلکتہ کا سفر اختیار کیا۔

(۲) وہاں ایک ماہ میں انگریز نامحرم کافر کے پاس رہ کر اپنے مطالبات منوا کر واپس آئیں۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کو انگریز نے تمغہ پہنایا:

(۵) سید علی حسن خان غیر مقلد صاحب ایک اور شرم ناک واقعہ بیان کرتے ہیں:

''سیکریٹری صاحب نے فرمانِ شاہی ہزاکسیلنسی وائسرائے کے سامنے پیش کیا۔ صاحب محتشم الیہ نے عطائے خطاب وتمغہ کا ایما فرمایا، رئیسۂ عالیہ اُٹھ کر ہزاکسیلنسی کے تخت کے قریب گئیں۔ سیکریٹری صاحب نے ادائے کورنش کے بعد میز سے تمغہ اُٹھا کر لارڈ صاحب بہادر ممدوح کے ہاتھ میں دیا اور لارڈ صاحب بہادر نے فرمانِ شاہی سیکریٹری صاحب کو دیا انھوں نے فرمانِ شاہی لفظ بلفظ پڑھ کر اہل دربار کو سنایا۔ پھر رئیسۂ عالیہ کو میز کے قریب لے گئے۔ ہزاکسیلنسی کے ایماء کے مطابق

سر رچرڈ ٹمپل صاحب بہادر نے تمغہ اپنے ہاتھ میں لیا اور سر ایڈ ورڈ رسل صاحب نے سیکریٹری صاحب بہادر کے ہاتھ سے نشان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور رئیسۂ عالیہ کو اسٹار آف انڈیا کا رُودب زیب تن کرا کے تخت کے سامنے لائے۔ رئیسۂ عالیہ نے سلام کیا اور لارڈ صاحب ممدوح نے تمغہ کا کالر اپنے ہاتھ سے رئیسۂ عالیہ کو پہنایا"۔

(مآثر صدیقی جلد دوم، صفحہ 101,102 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ میں بیان ہے کہ

(۱) پہلے زوجۂ نواب صدیق حسن خان نامحرم کافر کے پاس گئیں۔

(۲) انگریز نامحرم زوجۂ نواب صاحب کو میز کے قریب لے گئے۔

(۳) انگریز نامحرم کافر لارڈ نے زوجۂ نواب صاحب کو تمغہ پہنایا۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا صدیق حسن بھوپالی کی موجودگی میں انگریز سے ہاتھ ملانا اور انگریز کو نذر پیش کرنا:

(۶) اسی "مآثر صدیقی" میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:

"جنرل سر ہنری ڈیلی صاحب بہادر نے استقبال کیا اور رئیسۂ عالیہ کو بگھی سے اُتار کر بارگاہِ گورنری تک لے گئے، لارڈ صاحب ممدوح نے تعظیماً بارہ قدم تک آگے بڑھ کر رئیسۂ عالیہ اور نواب والا جاہ بہادر اور نواب ولی عہد صاحبہ سے مصافحہ کیا (ہاتھ ملایا از ناقل) اور اپنے دستِ راست کی جانب کرسی پر بٹھایا کچھ دیر تک حسنِ اخلاق اور کریمانہ اشفاق کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ رئیسۂ عالیہ نے کیسۂ اشرفی نذر دکھایا۔ ہزاکسیلنسی نے کُرسی سے اُٹھ کر اُس پر ہاتھ رکھا اور اپنے ہمراہ رئیسۂ عالیہ کو ایک پُر شکوہ بیرق کے سامنے لے جا کر علَمِ شاہی کے مرتبۂ عظمت وجلالت سے آگاہ کیا"۔ (مآثر صدیقی، حصہ دوم، صفحہ 118,119 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ

(۱) نواب صدیق حسن خان صاحب کی موجودگی میں ان کی بیگم رئیسۂ بھوپال کو انگریز نامحرم کافر نے بگھی سے اُتارا۔

(۲) نواب صدیق حسن خان کی زوجہ سے ان کی موجودگی میں ہاتھ ملایا۔

(۳) پیار محبت سے باتیں کیں۔

(۴) رئیسۂ بھوپال نے اشرفیوں کی تھیلی انگریز کو بطورِ نذر پیش کی۔

(۵) انگریز زوجۂ نواب صدیق حسن کو اپنے ساتھ ایک بیرق میں لے گیا اوران باتیں کیں۔

(۵) نواب صدیق حسن صاحب صاحب ان افعالِ قبیحہ سے راضی رہے۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریزوں کو پان تقسیم کرنا اور پھولوں کے ہار پہنانا:

(۷) سید علی حسن صاحب اپنی امی جان کا ایک اور واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''رئیسۂ عالیہ نے اور تمام اہل دربار نے نذریں پیش کیں ہزا کسیلنسی وائسرائے نے اپنی مہربانی سے اُن کو معاف کیا اور دیر تک رئیسۂ عالیہ سے ہم کلام رہے، پھر رئیسہ عالیہ نے بمبئی سے روانگی کی اجازت طلب کی اور سورت اور احمد آباد کی سیر کی خواہش ظاہر فرمائی۔ اِس کے بعد رئیسۂ عالیہ نے اپنے دستِ خاص سے لارڈ صاحب بہادر ممدوح اور سیکریٹری صاحب اور دو ممبران کونسل اور دو صاحبان رِزیڈنٹ بہادر سنٹرل انڈیا وراجپوتانہ کو عطر و پان تقسیم کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے کُل تیرہ (13) صاحبان عالی شان تشریف فرما تھے باقی صاحبان کو نواب والا جاہ بہادر نے عطر و پان تقسیم کیا''۔

(مآثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 103، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1924)

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) زوجۂ نواب صاحب نے انگریز کافر کو نذر پیش کی......

(۲) انگریز دیر تک ان سے ہم کلام رہا......

(۳) زوجۂ نواب صاحب نے نامحرم مَردوں کو عطر و پان تقسیم کیا......

(۴) نامحرموں کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے......

(۵) نواب صدیق حسن غیر مقلد صاحب کی موجودگی میں یہ تمام افعال ہوئے......

انگریزوں کو نذر پیش کرنے کے جتنے واقعات اس مقالہ میں پیش کیے گئے ہیں ان سب کے متعلق ہمارا استفسار ہے کہ:

زوجۂ نواب صاحب کی طرف سے انگریز کو پیش کی گئی نذر شرعی تھی یا عرفی؟ اگر نذرِ شرعی تھی تو غیر اللہ کے لیے اس کا جواز ثابت کیا جائے کیونکہ ہم تو اس کو غیر اللہ کے لیے جائز نہیں سمجھتے۔ اور اگر نذرِ عرفی تھی تو زوجۂ نواب صدیق حسن وہابیہ اس (مزعومہ وہابی شرک) کی وجہ سے مشرکہ اور نواب صدیق حسن خان اس سے راضی ہوکر مشرک ہوئے یا نہیں؟ اگر غیر مقلدین ان کو مشرک کہنے سے انکاری ہوں تو اس بات کی وضاحت کریں کہ اہلِ سنت پر نذرِ اولیا کی وجہ سے شرک کے فتوے کیوں لگائے جاتے ہیں کیونکہ ہم بھی غیر اللہ کے لیے نذرِ عُرفی ہی کے قائل ہیں۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا غیر محرموں میں بیٹھنا:

(۸) ''مآثر صدیقی'' میں ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے:

ے ''جس وقت رئیسۂ عالیہ نے بارگاہِ گورنری میں قدم رکھا گارڈ آف آنر نے باقاعدہ سلامی ادا کی اور رئیسۂ عالیہ نے اپنے نمبر کے مطابق کرسی پر جلوس فرمایا رئیسۂ عالیہ کی کرسی پولیٹیکل ایجنٹ بہادر کی کرسی کے بعد تھی اور اُن کی کرسی کے بعد بخشی محمد حسن خان کی کرسی تھی''۔ (مآثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 101، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1924)

مذکورہ بالا اقتباس سے پتہ چلا کہ غیر مقلد مضمون نگار اشرف جاوید نے جو قصیدہ نواب صدیق حسن کی زوجہ کا پڑھا وہ محض تک بندی اور خام خیالی ہے، ورنہ اُن کا مزاج غیر محرموں سے مصافحے کرنے، اُن کے بیچ بیٹھنے اور دیگر حیا سوز کاموں میں لطف محسوس کرتا تھا۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز (پرنس آف ویلز) سے ملاقات کے لیے جانا اور تحائف کا تبادلہ کرنا:

(۹) اسی ''مآثر صدیقی'' سے کچھ مزید اقتباسات ملاحظہ کریں:

''بست وچہارم دسمبر کو رئیسۂ عالیہ پرنس ممدوح کی ملاقات کو تشریف لے گئیں پرنس ممدوح نے لبِ فرش تک استقبال کیا''۔

(مآثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 111، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1924)

کاش غیر مقلد سوانح نگار ''لبِ فرش تک استقبال'' کی تفصیل بھی لکھ دیتے۔ تو زوجۂ صدیق حسن خان کے شرعی پردے پر عمل آوری کے مزید واقعات سے پردہ اٹھ جاتا۔

اس کے کچھ سطر بعد لکھا کہ

''رئیسہ عالیہ اور ہز رائل ہائینس کے درمیان تحائفِ اتحاد کا باہم تبادلہ ہوا''۔

(مآثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 111، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1924)

تحائفِ اتحاد کیسے لیے اور دیے گئے تفصیل ندارد؟ لیکن بہر حال انگریز کافر سے ملنے کے لیے جانا اور تحائف کا تبادلہ کرنا غیر شرعی اور قابلِ مذمت ہے۔

اس مقالہ میں پیش کیے گئے اقتباسات سے یہ بات بالکل واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ:

(۱) زوجۂ نواب صاحب غیر محرم کافر انگریزوں سے ملتیں......

(۲) ان سے ملاطفت سے گفتگو کرتیں......

(۳) ان کو تحائف دیتیں......

(۴) ان کو ہار پہناتیں......

(۵) ان کو اپنے ہاتھ سے پان دیتیں۔۔۔۔

(۶) ان سے ہاتھ ملاتیں (مصافحہ کرتیں)......

(۷) ان کے درمیان بلا جھجک بیٹھ جاتیں۔۔۔۔۔

(۸) ان سے ملنے کے لیے دور دراز کے سفر کرتیں۔۔۔

(۹) زوجۂ نواب صدیق حسن خان نے غیر محرم کافر کے محل پر اپنی بات ''منوانے'' کے لیے ایک ماہ قیام بھی کیا۔۔۔

(۱۰) ان کی جانب سے انگریزوں کو نذر پیش کی جاتی۔

(۱۱) انگریز نے زوجۂ صدیق حسن غیر مقلد سے محبت کا اظہار کیا۔

(۱۲) انگریز اپنے ہاتھ سے ان کو تمغہ پہناتے۔

(۱۳) نواب صدیق حسن خان اپنی زوجہ کے ان منافئ غیرت امور سے راضی تھے کیونکہ اکثر اوقات یہ افعالِ قبیحہ ان کی موجودگی میں ہوتے تھے اور وہ ان پر کوئی نکیر نہیں کرتے تھے۔

زوجۂ نواب صاحب کے وکیلِ صفائی سے چند سوالات

(۱) کیا اسلامی پردہ کرنے والی عورت کو نامحرموں سے ملنا، ان کے درمیان بیٹھنا، گفتگو کرنا، تحائف دینا، پان کھلانا، ہار پہنانا، ہاتھ ملانا جائز ہے؟

(۲) اگر جواب ہاں (اِثبات) میں ہے تو کیا آپ اپنی ماں، بہن، بیٹی، بیوی کو بھی ان افعال کے بجالانے کی اجازت دیں گے؟

(۳) اگر جواب نفی میں ہے تو نواب صدیق حسن غیر مقلد صاحب ان غیر شرعی منافئ غیرت امور پر خاموش وساکت بلکہ مؤید کیوں رہے؟

(۴) جو شخص اپنی بیوی، بہن، بیٹی کے مندرجہ بالا حیا سوز کارناموں سے راضی رہے تو کیا ایسا شخص ''دیوث'' کہلائے گا یا نہیں؟

(۵) نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی زوجہ کے افعال کے موید ہوکر یقینا ''دیوث'' قرار پاتے ہیں لہٰذا بتایا جائے کہ دیوث کو امام، محدث، مفسر بلکہ مجدد تک کہہ دینا (وہابی مذہب میں) جائز ہے یا ناجائز؟

(۶) کیا تاریخِ اسلام میں کوئی ایسا مجدد گذرا ہے جو وہابی مذہب کے مجدد نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی طرح دیوث بھی ہو؟

غیر مقلد اشرف جاوید صاحب سے گزارش ہے کہ اس مضمون میں درج تمام حوالہ جات اور سوالات کے مبنی بر انصاف جوابات دیں۔ وگرنہ انصاف پسند حضرات آپ کی طرف سے (مبنی بر انصاف) جواب نہ آنے پر یہی سمجھیں گے کہ وہابیت کو پروان چڑھانے کے لیے وہابی حضرات "العروج بالفروج" کے حیا سوز فارمولے کو استعمال کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔

۸ شوال ۱۴۳۶ ہجری/ ۲۴ دسمبر ۲۰۱۵ عیسوی

ھماری چند دیگر مطبوعات
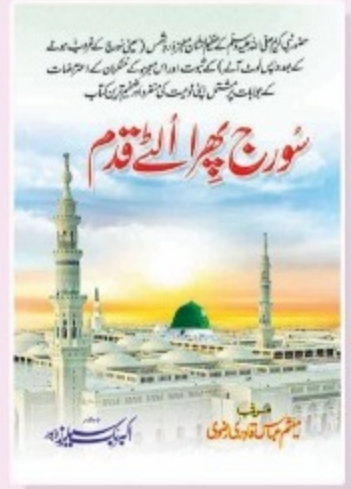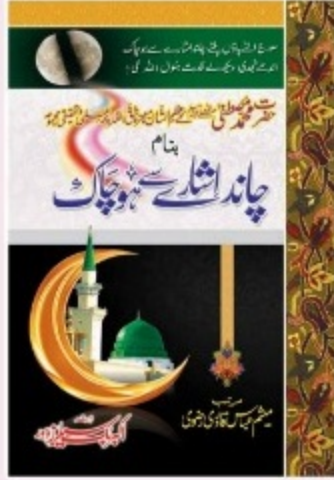
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 042 - 37352022